(مکمل و مدلل)

مجموعۂ رسائل

حضرت مولانا رفعت قاسمی

استاد دارالعلوم دیوبند

مسائلِ شبِ برأت شبِ قدر / مسائلِ روزہ / مسائلِ اعتکاف / مسائلِ عیدین و قربانی

مکتبہ خلیل
یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور فون: 7321118

Marfat.com

مکمل و مدلّل

مسائل روزہ

قرآن وسنت کی روشنی میں

حضرت مفتیان کرام دارالعلوم دیوبند کی تصدیق کے ساتھ

مؤلف: مولانا محمد رفعت قاسمی
مدرس دارالعلوم دیوبند

مکتبہ خلیل
یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ،
اُردوبازار، لاھور فون: 7321118

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دینی و دیگر علمی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور طباعت سے قبل کوشش کی جاتی ہے کہ نشاندہی کی جانے والی جملہ غلطیوں کی بروقت تصحیح کر دی جائے۔ اس کے باوجود غلطیوں کا امکان باقی رہتا ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ علمی غلطیوں کی نشاندہی کریں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں تعاون کرنا صدقہ جاریہ کے مترادف ہے۔ (ادارہ)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... مسائل روزہ، مسائل شب برأت و شب قدر، مسائل اعتکاف
مؤلف .... مولانا محمد رفعت قاسمی
طبع اوّل 2008ء
باہتمام .... وکیل احمد
تعداد 1100
قیمت .... روپے

297.08
176 ر
92008

ملنے کے پتے

مکتبہ العاصم بیرون تبلیغی مرکز رائیونڈ

اشرف بک ایجنسی راولپنڈی

اسلامی کتاب گھر خیابان سرسیّد راولپنڈی

مدنی کتب خانہ تبلیغی مرکز مانسہرہ

Marfat.com

فہرست مضامین

مسائل روزہ

مضمون	صفحہ
انتساب	12
سبب تالیف	12
باب اوّل	
فضائل رمضان	13
لفظ صیام کی تحقیق	13
روزے کی تاریخ	14
روزہ کب فرض ہوا؟	14
روزے کا فلسفہ	15
روزے کے جسمانی اور روحانی فوائد	16
فضیلت روزہ	17
باب دوم	
رویت ہلال کے مسائل	19
اسلام کے اصول	19
رویت کے دو جزء	19
چاند دیکھنے کی کوشش فرض کفایہ	20
رویت ہلال کے لئے دوربین کا استعمال	20
رویت ہلال کے لئے ہوائی جہاز کا استعمال	20
چاند کے بارے میں نجومی کی رائے غیر معتبر	21
ایک عام غلط فہمی	21

مضمون	صفحہ
چاند کے ہونے نہ ہونے پر پنڈت کی......	21
شہادت کیا ہے؟	22
رویت ہلال میں ریڈیو کا شرعی حکم	23
ریڈیو کی خبر کے متعلق ہندوستان کے......	24
رویت ہلال میں ٹیلیفون کا شرعی حکم	24
ٹیلیفون کے بارے میں مولانا تھانویؒ کا فتویٰ	24
متعدد جگہوں سے ٹیلیفون آنے کا حکم	25
رویت ہلال میں خط کا شرعی حکم	25
تار کی شرعی حیثیت	25
جنتری کا شرعی حکم	26
جن مقامات میں مسلسل چاند طلوع......	26
جہاں اُفق ہمیشہ صاف نہ رہتا ہو وہاں......	26
شہادت کے معاملے میں جو دین کا پابند......	27
ہلال عید کے لئے شرعی ضابطہ شہادت	28
چاند ہونے کی شہرت اور گواہ ندارد	28
دیکھنے والے کی گواہی قبول نہ کی گئی......	28
تنہا چاند دیکھنے والا عید نہ منائے	28
اکتیسویں دن افطار کر لیا جائے	29
اگر دن میں چاند نظر آ جائے	29
بغیر چاند دیکھے روزے شروع کئے پھر......	29
انتیس رمضان کو رویت کی گواہی	29

Marfat.com

مضمون	صفحہ
رویت کی خبر دن کے بارہ بجے ملنا	30
غروب آفتاب سے پہلے جو چاند نظر آئے......	30
شہادت کے بعد افطار نہ کرنا	30
ایک شہر والوں نے رویت ہلال کی بناء......	31
مطالع کے بارے میں مجلس تحقیقات......	31
چاند کی تاریخوں کی حکمتیں اور فائدے	32
ایک غلط فہمی کا ازالہ	33
باب سوم	
مسائل نیت	34
رمضان میں ہر روز نیت کرنا ضروری	34
رات سے نیت کرنا شرط نہیں	34
نیت کا آخری وقت	34
نصف النہار کی تعین کا طریقہ	35
دل کے خیال کا نام نیت	35
رمضان کے روزے کا مطلق نیت سے ادا ہو جانا	35
قضائے رمضان کی نیت کا حکم	35
نذر کے روزے کو رمضان میں رکھنا	36
کیا نفل کی نیت سے انتیس شعبان کا......	36
انتیس شعبان کو چاند دکھائی نہ دے تو......	36
یوم شک کے روزے کا حکم	36
تیس شعبان کو شہادت نہ آئی اور روزہ رکھ......	37
کیا ایک مرتبہ نیت کر لینا کافی ہے	37
جو روزے مسلسل واجب نہیں ان کی نیت کا طریقہ	37
نیت کا قاعدہ	37
سحری کا زبان سے ظاہر کرنا ضروری نہیں	38
مریض اور مسافر کی نیت کا حکم	38
ایام تشریق میں روزے کی نیت درست نہیں	38

مضمون	صفحہ
بغیر نیت کرنے کے بعد بھی صبح صادق......	39
دل میں نیت کر کے سونے کا حکم	39
کن کن روزوں میں رات سے نیت کرنا......	39
زبان سے نیت کا اظہار بہتر ہے	40
نیت کر کے روزہ توڑنا	40
جس شخص نے روزے کی نیت نہ کی تو اس......	40
باب چہارم	
سحری کے مسائل وفضائل	41
سحری کا مسنون وقت	42
حضور ﷺ کے زمانے میں سحری اور فجر......	42
سحری وافطار کے لئے ڈھول بجانا	42
سحری وافطار کے لئے گھنٹہ، نقارہ یا توپ......	42
سحری کی نیت ادا کرنے کے لئے پان کھانا	43
سحری بالکل صبح کے وقت نہ کھائیں	43
سحری جلدی کھائی اور پان آخر میں کھایا	43
اذان دیر میں ہونے پر اس وقت تک......	44
اذان کے وقت منہ کا لقمہ نگل گیا	44
غلطی سے سحری صبح صادق کے بعد کھانا	44
بغیر سحری کا روزہ	44
وقت ختم ہونے پر سحری کھانا	45
سحری کے بعد بیوی سے ہمبستری	45
سحری کے بعد کلی کرنا	45
رمضان میں فجر کی جماعت جلدی کرنا	46
باب پنجم	
جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا	47
بھول سے کھانا اور صحبت کرنا	47

Marfat.com

مضمون	صفحہ
تندرست اور ضعیف کی بھول میں فرق	47
روزے میں سرمہ تیل اور خوشبو کا استعمال	47
ناپاکی کی حالت میں روزہ رکھنا	48
روزے کی حالت میں حلق کے اندر مکھی......	48
روزے کی حالت میں آنسو کا منہ میں جانا	48
روزے کی حالت میں پھول سونگھنا	48
روزے کی حالت میں نکسیر پھوٹ جانا	49
روزے میں کان کے اندر تیل یا پانی جانا	49
ناک میں پانی چلا جانا	49
آنکھ میں دواء ڈالنا	49
کلی کرنے کے بعد منہ میں پانی کے......	50
ناک کو حلق کی جانب چڑھانا	50
روزے میں تھوک یا رال نکل جانا	50
باتیں کرتے وقت ہونٹ تھوک سے تر ہوجانا	50
دانتوں میں خلال کرنے سے منہ میں ریشہ چلا جانا	51
رمضان میں سونے والے کا اٹھ کر دانت......	51
خون میں ملا ہوا تھوک نگل جانا	51
پان کی سرخی نگلنا	51
سحری کے وقت پان منہ میں لے کر سوجانا	52
منہ میں ریت چلی جانا	52
مصنوعی دانت کا حکم	52
پائیریا کی پیپ منہ میں چلی جانا	53
ڈکار کے بعد منہ میں پانی آجانا	53
خون روکنے کے لئے منجن کا استعمال	53
مسواک اور کوئلے سے دانت صاف کرنا	54
مسواک کا ریشہ پیٹ میں چلا جانا	54
تمباکو کا پتہ چلا کر دانت صاف کرنا	54
ٹوتھ پیسٹ یا ٹوتھ پاؤڈر کا استعمال	54

مضمون	صفحہ
روزے میں قے کرنا	55
قصداً قے میں سے کچھ منہ میں چلی جانا	55
اپنے آپ قے ہوجانا	55
قے ہونے کے بعد قصداً کھانا	55
روزے کی حالت میں سر میں تیل جذب......	55
روزے کی حالت میں بیوی سے بوس......	56
روزے میں میاں بیوی دونوں کی شرم گاہ......	56
روزے میں مذی کا نکلنا	56
روزے میں محض دیکھنے سے انزال ہوجانا	57
صبح صادق ہوتے ہی بیوی سے الگ ہوگیا	57
رمضان میں جنابت کا غسل صبح کو کرنا	57
روزے میں رومال بھگو کر سر پر ڈالنا	57
روزے میں تر کپڑا پہننا یا بار بار نہانا	58
گرمی کی وجہ سے روزے میں کلی کرنا	58
روزے میں خون نکلوانا	58
باب ششم	
جن چیزوں سے روزہ فاسد......	59
قضاء کس کو کہتے ہیں؟	59
قضاء روزہ رکھنے کا طریقہ	60
قضاء رکھنے کا مناسب طریقہ	60
چند سال کے قضاء روزوں میں سال کا......	60
قضاء رکھنے نہیں پائے تھے کہ دوسرا رمضان آگیا	60
رمضان میں بیہوش ہوجانا	61
پورے رمضان بے ہوش رہنا	61
جنون کی حالت میں روزہ	61
روزہ کی حالت میں دھوئیں کا سونگھنا	62
دھوئیں کے بارے میں مولانا تھانویؒ کا فتویٰ	62

Marfat.com

مضمون	صفحہ
روزے میں دوا سونگھنا	62
روزے میں بے اختیار منہ میں پانی چلا جانا	63
جماہی لیتے وقت منہ میں پانی یا برف چلی جانا	63
عمداً کھانسنے سے کوئی چیز حلق کے اوپری......	63
روزے میں خون کا حلق کے اندر جانا	63
روزے میں مٹی کھانا	64
روزے میں کنکر یا لوہے کا ٹکڑا کھانا	64
روزے میں رنگین دھاگہ منہ میں لے کر بٹنا	64
روزے میں دانت یا ڈاڑھ نکلوانا یا لگوانا	64
کیا دانت کا خون مفسد صوم ہے؟	64
دانت میں پھنسی ہوئی چیز کا حکم	65
ناک کان اور آنکھ کے مسائل	65
روزے میں کان کے اندر تیل ڈالنا	66
کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹنے کی وجہ	66
روزہ میں سلائی وغیرہ سے کھجانا	67
روزہ میں صبح کے وقت رات سمجھ کر جماع کرنا	67
روزے میں مردہ عورت سے جماع کرنا	67
روزے میں پیار کرنے کی وجہ سے انزال ہو جانا	68
روزہ میں بیوی سے بغل گیر ہونے پر......	68
بیوی کے پاس صرف بیٹھنے سے انزال ہو جانا	68
مباشرت فاحشہ کا حکم	68
کیا ہاتھ سے منی نکالنا مفسد صوم ہے؟	69
پاخانے کے راستے سے کانچ نکلنا	69
استنجاء کرنے میں مبالغہ کرنا	69
روزہ میں حقہ پینا	70
بغیر سحری کے روزے کو پیاس کی وجہ سے......	70
بھوک و پیاس کی وجہ سے روزہ توڑ دینا	70

مضمون	صفحہ
ملازم کا کام کی شدت سے روزہ توڑ دینا	71
آتش زدگی کی وجہ سے روزہ توڑ دینا	71
غروب آفتاب سمجھ کر افطار کر لیا بعد میں......	71
صبح صادق کے وقت دودھ پی لینا	71
نفل روزے کا نیت کے بعد واجب ہو جانا	72
بھولے سے کھانے کی دو صورتیں	72
قے اور احتلام ہونے کے بعد عمداً کھانا	72
قضاء کے چند مسائل	72
روزہ ٹوٹنے کے بعد کا حکم	73
باب ہفتم	
جن چیزوں سے قضاء و کفارہ......	74
صرف دو باتوں سے قضاء اور کفارہ......	75
کفارہ کے لئے روزے کے تمام شرائط......	75
نیت پر ہی کفارہ ہے	76
صحبت کرنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے	76
روزے میں اغلام بازی	76
ایک غلط مسئلہ کی اصلاح	76
جماع میں عاقل ہونا شرط نہیں	77
دن میں صحبت کرنا کیسا ہے اور رات میں......	77
تیس رمضان کو چاند دیکھ کر......	78
چھپ کر مسلمان ہونے والے کا روزہ توڑ دینا	78
محبوب کا تھوک نگلنے پر کفارہ	78
بزرگ کا تھوک تبرکاً چاٹنے پر حکم شرعی	78
کچے چاول یا کچا گوشت کھا لینا	79
روزہ میں قصداً حقہ پینا	79

مضمون	صفحہ
باب ہشتم	
کفارے کے مسائل	80
کفارہ کس کو کہتے ہیں؟	80
کفارے کی کل قیمت ایک فقیر کو دے دینا	81
قصداً روزہ توڑنے سے قضاء اور کفارہ لازم	82
کفارے کے ساٹھ روزے	82
کفارے میں تسلسل ضروری	83
کھانا کھلانے میں تسلسل کی ضرورت نہیں	83
حیض کی وجہ سے کفارے میں تسلسل......	83
نفاس کی وجہ سے کفارہ صحیح نہ ہوگا	84
بیماری یا رمضان کا کفارے کے درمیان آجانا	84
روزے کی طاقت نہ ہو	84
کفارے میں ضامن بنانا	85
کفارہ صوم میں تداخل کی تفصیل	85
کفارے میں تاخیر	86
کفارے میں دو ماہ کا کھانا مقرر کر دینا	86
چھوٹے بچوں کو کھلانے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا	87
کفارے میں ہر مسکین کو دو وقت کھانا کھلانا	87
کفارے میں اناج یا قیمت دینا	87
ایک مسکین کو کھلانا	87
کفارے کی رقم سے مدرسہ کا اثاث خریدنا......	88
کفارے کے روزے بجائے نقد رقم دینا	88
کفارے میں مہتمم مدرسہ کی وکالت	89
روزے کے کفارہ کی توبہ سے معافی	89
باب نہم	
عورتوں کے مسائل	90
حیض کی تعریف اور اس کی مسائل	90

مضمون	صفحہ
حائضہ کا حکم	92
نفاس والی عورت	93
استحاضہ کا حکم	93
روزہ رکھنے کے بعد دن میں حیض آجانا	93
کفارے کے روزے کے درمیان حیض آجانا	93
دن میں پاک ہوجانے کا حکم	93
رات میں پاک ہوجانے کا حکم	94
پاک ہوتے ہی قضاء رکھنا واجب	94
عورت کو احتلام ہوجانا	95
غسل جنابت نہ کرنے پر روزے کا حکم	95
روزے میں مرد کے ساتھ لیٹنا	95
عورت کے ہونٹ چوسنا	95
ہمبستری	96
زبردستی صحبت کرنا	96
نابالغ یا مجنون سے صحبت کرانا	96
عورتوں کا آپس میں لطف اندوز ہونا	96
رحم میں ربڑ کا چھلہ داخل کرنا	97
روزے کی حالت میں شرمگاہ کے اندر دوا رکھنا	97
روزے کی حالت میں شرمگاہ میں ٹیوب لگانا	97
کیا حمل دکھلانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟	98
شرمگاہ میں انگلی داخل کرنا	99
انگلی داخل کرنے سے روزہ پر اثر	99
انگلی ڈالنے کو مفسد جرم سمجھ کر جماع کرنا	99
حاملہ کا حکم	99
درد زہ میں روزہ توڑ دینا	100
زچہ اور کمزور عورت کا حکم	100
دودھ پلانے والے کی رعایت	100
دودھ پلانے کی نوکری کی پھر رمضان آگیا	101

Marfat.com

مضمون	صفحہ
کیادودھ پلانے سے عورت کا روزہ......	101
حائضہ کا رمضان میں کھانا پینا	101
دودھ پلانے کی مدت پوری نہیں ہوئی تھی......	101
روزے میں عورت کا بچہ کو چبا کر کھلانا	102
چباتے وقت لقمہ نگل جانا	102
کھانا پکانے کی وجہ سے پیاس سے بیتاب ہوجانا	102
روزے میں ہونٹوں پر سرخی لگانا	102
عورت کا نفل روزہ	103
عورت کی طرف سے شوہر کا قضاء رکھنا	103
باب دہم	
بچوں کے مسائل	104
اولاد امانت ہے	104
زوال سے پہلے بالغ ہوجانا	105
بچہ میں روزے کی طاقت ہو تو دس سال......	105
نابالغ بچہ کا روزہ توڑ دینا	105
بچے کے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے یا......	106
رمضان میں دن میں بالغ ہوجانا	106
آج کل کی رسم	106
گیارہواں باب	
مریض کے مسائل	108
مریض کا نیت کے باوجود افطار کرلینا	108
روزے رکھنے کے بعد بیمار ہوجانا	108
مجبوری میں افطار کا حکم	108
صحت یاب ہونے سے پہلے انتقال ہوجانا	109
روزے رکھنے سے نکسیر پھوٹ جانا	109
نزلہ میں دواء سونگھنا	109
ہیضے اور پیٹ کا مریض	110
ضعف دماغ کا مریض	110
دمہ کا مریض	111
روزے میں پیشاب بند ہوجانا	111
روزے میں انیمہ کرانا	112
خونی بواسیر کا مریض	112
بواسیر کے مسوں پر مرہم لگانا	112
بواسیر کے مسے باہر نکل آنا	113
بے ہوش اور پاگل کا حکم	113
ذیابیطس (شکر) کا مریض	114
ٹی بی (تپ دق) کا مریض	114
بیماری کے بعد ضعف باقی رہنا	114
گھوڑے پر بیٹھنے سے منی خارج ہوجانا	115
روزہ میں ٹیکہ لگوانا	115
روزہ میں انجکشن لگوانا گلوکوز اور خون چڑھوانا	115
انجکشن کے بارے میں علماء دیوبند کا فتویٰ	116
کتے کے کاٹے کا انجکشن	118
انجکشن کی حقیقت	118
مریض کے روزے کی قضاء کا حکم	118
صحت کے بعد غروب تک کھانا پینا	118
بارہواں باب	
مسافر کے مسائل	119
سفر کی تعریف	119
کیا روزے میں بھی قصر ہے؟	119
حالت تردد میں روزہ	120
ایک دن کا سفر	120
پندرہ دن کی نیت کا حکم	120

مضمون	صفحہ
صبح صادق کے بعد سفر کرنا	120
دوپہر سے پہلے ہی گھر پہنچ جانا	121
روزے دار مسافر کا روزہ فاسد کر دینا	121
روزے سے بچ کر سفر کرنا	121
مسافر کا روزہ رکھ کر توڑ دینا	121
کیا سفر میں آنحضرت ﷺ نے روزہ......	122
سفر میں لو کی وجہ سے روزہ توڑ دینا	123
پیاس کی شدت یا سفر کی وجہ سے روزہ توڑ دینا	123
مسافر کا فدیہ دینا	123
سفر میں فوت شدہ روزوں کا حکم	123
چھٹے ہوئے روزے رکھنے کا موقع نہیں ملا	124
روزے دار مسافر کا سفر میں انتقال ہو جانا	124
تیراھواں باب	
متفرق مسائل	126
رمضان میں اعلانیہ کھانا پینا	126
گرمیوں میں دن بڑا ہونے کی وجہ سے......	126
کیا سردیوں میں روزہ رکھنا کا ثواب کم......	126
بے نمازی کا روزہ	127
جان کنی (نزع) کی حالت میں روزہ	127
بغیر افطار کئے انتقال ہو جانے پر......	127
طویل اوقات والے علاقوں کا روزہ	127
ہوائی سفر میں دن بہت چھوٹ ہو جانے......	128
سفر کی وجہ سے روزوں کا کم یا زیادہ ہو جانا	129
روزے رکھ کر عمرے کے لئے گیا وہاں......	130
روزے کی حالت میں لفافے کا گوند......	130
سحر جری اور اعضاء کی تبدیلی	130
سونے کی حالت میں مسوڑھوں سے خون......	131

مضمون	صفحہ
ایسا تندرست جس میں روزہ رکھنے کی......	132
روزے رکھنے سے بیمار ہو جانا	132
کیا رمضان میں امتحان آ جانے سے......	133
روزے میں باجا بانسری بجانا	133
کیا اختلاج کی وجہ سے روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟	133
کیا معاشی محنت کی وجہ سے روزہ چھوڑ......	134
جان کے خطرہ کی حالت میں افطار	134
روزے میں غسل کرتے وقت غرغرہ	134
کیا روزے میں استنجاء کا پانی خشک کرنا......	135
کیا غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟	135
ایک حدیث کی تشریح	136
رمضان المبارک میں دن میں ہوٹل کھولنا	136
شش عید کے روزے کب شروع کرے	137
شش عید میں قضاء روزوں کا حکم	137
چودھواں باب	
نذر کے روزے کے مسائل	138
نذر کی دو قسمیں	138
نذر کی شرطیں	138
کوئی نظر پوری نہ کرے تو	139
نذر کی نیت کا طریقہ	139
واہیات نذر کا حکم	140
پانچ روزوں کی منت رکھنے کا طریقہ	140
نذر کے بعد نفل روزے کی نیت کرنا	140
عید کے دن روزہ رکھنے کی نذر ماننا	140
پورے سال روزہ رکھنے کی نذر ماننا	141
نذر میں جمعہ کی قید لگانا	141
نذر مان کر کے بیمار ہو گیا	141

Marfat.com

مضمون	صفحہ
پندرہواں باب	
نفل روزے کے مسائل	142
نفل روزے کے بارے میں آنحضرتؐ......	142
نفل روزے میں خفیف عذر	143
نفل روزہ کی نیت کا طریقہ	143
عورت کا نفل روزہ	143
عید کے دن نفل روزہ رکھنا	144
محرم اور ذی الحجہ کے روزے	144
کچھ اور روزوں کا حکم	144
سولہواں باب	
وہ عذر جن کی وجہ سے روزہ......	145
روزہ نہ رکھنے میں اپنی رائے	146
سترہواں باب	
وہ عذر جن کی وجہ سے روزہ......	147
اٹھارہواں باب	
مکروہات روزہ	148
روزہ کی حفاظت کیجئے	148
وہ چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا گر......	149
انیسواں باب	
وہ چیزیں جن سے روزہ......	152
بیسواں باب	
مستحبات روزہ	153
اکیسواں باب	
فدیہ کے مسائل	154
شیخ فانی کی تعریف	154
فدیہ کا قاعدہ کلیہ	155
کیا فدیہ رمضان سے پہلے دینا جائز ہے؟	155
فدیہ کی مقدار	156
گذشتہ سالوں کے فدیہ میں کس وقت کی......	156
کیا بیمار فدیہ دے سکتا ہے؟	157
متعدد روزوں کا فدیہ ایک شخص کو دینا	157
فدیہ کے مصارف کیا ہیں؟	157
فدیہ کی رقم سے کسی مفلس کا قرض ادا کرنا	158
فدیہ کی رقم یتیم خانہ میں دینا	158
فدیہ کی رقم سے کپڑا خرید کر تقسیم کرنا	158
بائیسواں باب	
افطار کے مسائل	159
رزق حلال کی اہمیت	159
روزہ افطار کرانے کا ثواب	160
افطار کے لئے گھنٹہ وغیرہ کا استعمال	161
جلدی افطار کرنے کا حکم	161
افطار میں گھڑی اور جنتری کا استعمال	162
مسجد میں افطار اور سحر کرنا	163
غروب سے قبل اذان پر افطار	163
زکوۃ کے پیسے سے مسجد میں افطار کرانا	163
افطار کا صحیح وقت	163
افطاری کیا ہونی چاہئے	164
آنحضرت ﷺ کی افطاری	164

Marfat.com

مضمون	صفحہ
افطاری کی وجہ سے جماعت میں تاخیر	164
مشترکہ افطاری کا ثواب کس کو ملے گا؟	165
غیر مسلم کی چیز سے افطار کرنا	165
غیر مسلم کے پانی سے روزہ کھولنا	166
نمک کی کنکری سے افطار کرنا	166
دواء سے روزہ افطار کرنا	166
حقہ سے افطار کرنا	166
افطار کی وقت قبولیت کا حکم	167
افطاری کی دعاء	167
مؤذن پہلے افطار کرے یا اذان دے؟	167
افطار اور مغرب کی نماز کا وقت	167
افطار کی وجہ سے جماعت میں تاخیر	168
تیئسواں باب	
صدقہ فطر کے مسائل	169
صدقہ فطر کے شرائط	170
ضرورت اصلیہ کیا ہے؟	171
خالی مکان ضرورت اصلیہ میں داخل......	171
جو صاحب نصاب نہ ہوسکے اس کے لئے حکم	172
صدقہ فطر کس وقت واجب ہوتا ہے؟	172
رمضان سے پہلے صدقہ فطر دینا	173
صدقہ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب؟	173
صدقہ فطر میں اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں؟	174
جس نے روزے نہ رکھے ہوں اس کا حکم	174
شادی شدہ لڑکی کا فطرہ کس پر واجب ہے؟	174
مال تقسیم ہونے کے بعد صاحب نصاب......	175
جوجوان لڑکے اپنی کمائی باپ کو دیتے ہیں	175
کیا صاحب نصاب بچہ بالغ ہونے کے......	175
سب کا فطرہ ادا کرنے کی گنجائش نہ ہوتو	175
فطرہ عید گزرنے سے معاف نہیں ہوتا	176
صدقہ فطر کی مقدار	176
کیا چاول دینے سے فطرہ ادا ہو جائے گا؟	176
صدقہ فطر میں میدہ یا اس کی قیمت دینا	177
جو مختلف غلہ استعمال کرتا ہو وہ کیا دے؟	177
کیا صدقہ فطر میں کنٹرول کی قیمت کا......	177
فطرہ میں قیمت کہاں کی معتبر ہوگی؟	178
صدقہ فطر میں شہر یا ضلع کی قیمت کا اعتبار	178
سب سے بہتر فطرہ	179
غیر ممالک والوں کا فطرہ کس حساب سے......	179
عہد نبوی میں فطرہ کس وقت دیا جاتا تھا؟	180
کیا سید کو صدقہ فطر دے سکتے ہیں؟	180
صدقہ فطر کی تقسیم کا طریقہ	180
صدقہ فطر کی رقم سے مدرسہ کی زمین خریدنا	181
فدیہ کی رقم کو مقروض کے قرض میں مجرا کرنا	181
مسجد کے امام کو صدقہ دینا	182
جو سحری کے لئے اٹھاتا ہے اس کو فطرہ دینا	182
نابالغ کو فطرہ دینا	182
جہاں فقراء نہ ہوں وہاں فطرہ کس وقت......	182
کیا قیدیوں کا شمار مساکین میں ہے؟	183
فطرہ منی آرڈر سے نہ پہنچے تو کیا دوبارہ دینا ہوگا؟	183
ایک التجاء	183
ماخذ کتاب	184

Marfat.com

انتساب

ان تمام روزہ داروں کے نام جو محض اللہ کے لئے روزے رکھتے ہیں۔

(رفعت قاسمی)

سبب تالیف

نحمدہ نصلی علی رسوله الكريم

میں باوجود اپنی بے بضاعتی کم علمی اور بے علمی کے محض اپنے اساتذہ کے حکم کی تعمیل میں اس اہم عنوان ''مسائل روزہ'' پر یہ خدمت انجام دے سکا جو صرف اللہ کا فضل وکرم اور انہی بڑوں کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ اس سے قبل ''مسائل تراویح'' مکمل ومدلل، اور ''مسائل وآداب ملاقات'' ہر دو کتابیں مرتب کر کے اپنے اساتذہ کی خدمت میں پیش کیں تو انھوں نے پسند فرما کر تصدیقی کلمات سے نوازا اور ہمت افزائی فرماتے ہوئے اس اہم کام کے لیے مامور فرمایا۔

اس خدمت گرامی کو میں نے کہاں تک صحیح انجام دیا ہے، نہیں کہہ سکتا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ بندہ نے اپنی بساط کے مطابق روزمرہ پیش آنے والے مسائل کو جمع کرنے کی حتی الوسع کوشش کی ہے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔

محمد رفعت قاسمی

مدرس دار العلوم دیوبند

۲۵/صفر ۱۴۰۷ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا باب

فضائل رمضان

یایھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون ۔ (الآیۃ)

"اے ایمان والو تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے (اُمتوں کے) لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔ اس توقع پر کہ تم (روزہ کی بدولت رفتہ رفتہ) متقی بن جاؤ۔" (البقرہ)

لفظِ صیام کی تحقیق

لفظِ صیام کے لغوی معنی کسی امر سے باز رہنا ہیں، چنانچہ اگر کوئی شخص بولنے یا کھانے سے باز رہے یا بولنا یا کھانا چھوڑ دے تو اسے لغت میں صائم کہتے ہیں اس کی مثال قرآن کریم میں (انی نذرت للرحمٰن صوماً) میں نے اللہ سے صوم کی منت مانی ہے۔ یعنی خاموش رہنے اور کلام نہ کرنے کی۔ اور شریعتِ اسلام میں الصوم یا روزہ یہ ہے کہ آدمی صبحِ صادق سے سورج غروب ہونے تک کھانے پینے اور شہوتِ نفسانی کے پورا کرنے سے روزہ کی نیت کیساتھ رکا رہے، اور دن کی معیاد صبحِ صادق کے ظاہر ہو جانے سے آفتاب کے غروب ہو جانے تک ہے۔ اور جس نے اتنا کر لیا اس کا روزہ ہو گیا۔ اور گویا روزہ کا جسم بن گیا۔ اب جسطرح جسم کی صحت و تندرستی کے لیے انسان بہت سی چیزوں سے پرہیز کرتا ہے اسی طرح روزے کے اندر بھی کچھ پرہیز ہیں۔

رمضان المبارک کا روزہ اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے جس کے بغیر آدمی ادھورا مسلمان رہتا ہے۔

رمضان کا روزہ ہر مسلمان عاقل بالغ مرد اور عورت پر جس میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو فرضِ عین ہے، جب تک کوئی عذر نہ ہو روزہ چھوڑنا درست نہیں اور اگر روزہ کی منت (نذر)

Marfat.com

کرے تو وہ روزہ فرض ہو جاتا ہے قضاء اور کفارے کے روزے بھی فرض ہیں اس کے علاوہ سب روزے نفل میں جنھیں رکھیں تو ثواب ہے نہ رکھیں تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ البتہ عید اور بقرعید کے دن اور عید الاضحیٰ کے بعد تین دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

روزے کی تاریخ

روزہ کی ابتداء آدم علیہ السلام کے زمانے ہی سے ہوگئی تھی۔ چنانچہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دور میں ایام بیض، یعنی ہر ماہ کی تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں تاریخ کے روزے فرض تھے۔ یہود اور نصاریٰ بھی روزہ رکھتے تھے یونانیوں کے یہاں بھی روزہ کا وجود ملتا ہے۔

ہندودھرم، بدھ مذہب میں بھی بَرت (روزہ) مذہب کا رکن ہے، اور پارسیوں کے یہاں بھی روزے کو بہترین عبادت سمجھا گیا ہے، الغرض دنیا کے تمام مذاہب میں روزے کی فضیلت اور اہمیت پائی جاتی ہے، اور حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم الانبیاء حضرت محمد تک ہر قوم وملت میں روزہ کا وجود کسی نہ کسی شکل میں ملتا ہے۔

روزہ کب فرض ہوا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال تک مکہ معظمہ ہی میں لوگوں کو خدائے پاک کا حکم سناتے اور تبلیغ کرتے رہے اور بہت زمانے تک سوائے ایمان لانے اور بت پرستی چھوڑنے کے علاوہ کوئی دوسرا حکم نہ تھا۔ پھر آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے احکام آنے شروع ہوئے۔ اسلام کے ارکان میں سب سے پہلے نماز فرض ہوئی پھر مکہ معظمہ سے ہجرت فرمانے کے بعد جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے۔ تو وہاں بہت سے احکامات آنا شروع ہوئے انہی میں سے ایک حکم روزے کا بھی تھا۔

روزے کی تکلیف چونکہ نفس پر شاق گزرتی ہے اس لیے اس کو فرضیت میں تیسرا درجہ دیا گیا۔ اسلام نے احکام کی فرضیت میں یہ روش اختیار کی کہ پہلے نماز جو ذرا ہلکی عبادت ہے۔ اس کو فرض کیا اس کے بعد زکوٰۃ کو اور زکوٰۃ کے بعد روزہ کو۔

سب سے پہلے عاشورہ یعنی محرم کی دس تاریخ کا روزہ فرض تھا اس کے بعد رمضان شریف کے روزوں کا حکم ہوا (اور عاشورہ کی فرضیت ختم ہوگئی)۔

Marfat.com

روزے کے اندر شروع میں اتنی سہولت اور رعایت نہ تھی کہ جس کا جی چاہے روزہ رکھ لے اور جو چاہے ایک روزہ کے بدلے کسی غریب کو ایک دن کا کھانا کھلا دے، اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی کمزوریوں پر نظر فرماتے ہوئے آہستہ آہستہ روزوں کی عادت ڈلوائی۔ چنانچہ جب کچھ زمانہ گزر گیا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کی کچھ عادت ہوگئی تو معذور اور بیمار لوگوں کے سوا باقی سب لوگوں کے حق میں یہ اختیار ختم کر دیا گیا اور ہجرت سے ڈیڑھ سال بعد دس شعبان ۲ھ کو مدینہ منورہ میں رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم نازل ہوا اور ان کے علاوہ کوئی روزہ فرض نہ رہا۔ اس کا فرض ہونا کتاب وسنّت اور اجماع سے ثابت ہے۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۸۷۲ و ج ۱ ص ۸۷۵۔ زاد المعاد ج ۱ ص ۱۶۰)

روزہ کا فلسفہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اس کی رفعت وعظمت اور تسلط و اقتدار کے آگے تمام کائنات سرنگوں ہے لیکن یہ بات بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں کہ انسان کے اس شرف واعزاز اور عظمت واقتداء کا معیار اور سبب کیا ہے؟

انسان کا شرف واعزاز اس بات میں ہے کہ وہ نفسِ سرکش کو قابو میں لا کر اپنی خواہشات پر غالب آکر فرائض عبدیت بجالائے اور اپنا منشائے تخلیق پورا کرے، معرفتِ الٰہی اور رضائے خداوندی کی تلاش اور جستجو اس کا مقدم اور اہم فریضہ ہے، اگر ایک انسان اپنے اس فرضِ عبدیت سے غافل اور نابلد ہے تو وہ ہے اس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اس طور پر فرمایا۔ قد افلح من تزکیٰ یعنی جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ کر لیا اس نے فلاح پائی۔ اور جس نے ایسا نہ کیا اس نے اپنے آپ کو تباہ کیا، اس سے معلوم ہوا کہ شریف اور معزز اور سعادت مند انسان وہ ہے جو اپنے نفس پر قابو حاصل کرے اور اسے پاکیزہ بنائے۔ اور نفس کو قابو میں کرنے کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے اوّل یہ کہ نفس کو تمام شہوتوں اور لذتوں سے روکا جائے کیونکہ جب سرکش گھوڑے کو دانا گھاس نہ ملے تو وہ تابع ہو جاتا ہے اسی طرح نفس کی سرکشی بھی دور ہوتی ہے۔ دوم اس پر عبادت کا بہت سا بوجھ دلا دیا جائے جس طرح جانور کو دانا گھاس کم ملے اور اس پر بوجھ بہت سا لاد دیا جائے تو وہ نرم ہو جاتا ہے یہی حال نفس کا ہے۔ سوم۔ ہر وقت خدا تعالیٰ سے مدد چاہیں ذرا غور تو فرمائیں۔ تینوں باتیں روزے میں بدرجہ اتم واکمل رکھی گئی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ نفس کی قوت

Marfat.com

توڑنے کے لیے اور اپنی تمام قوتوں کو اعتدال میں لانے کے لیے ہمیں روزے رکھنے کا حکم ہوا ہے۔

ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ مصیبت زدہ انسان ہی کسی کی پریشانی ودکھ کا صحیح احساس کرسکتا ہے اور روزہ سے یہ بات پائی جاتی ہے کہ بڑے سے بڑے سرمایہ دار دولت مند کو بھی جب ایک بار بھوک وپیاس کا ذائقہ (روزے کی وجہ سے) چکھنے کا موقع ملتا ہے اور جب اپنے معصوم ننھے بچوں کے روزے کے موقع پر انکی متغیر حالت دیکھتا ہے تو اس کو غربت زدہ لوگوں کی بھوک وپیاس کا احساس ہوتا ہے۔ اور یہ جذبہ بھی دل کے کسی گوشے میں ابھرنے لگتا ہے کہ ان مفلوک الحال بھوکے پیاسے لوگوں کی صدقہ وخیرات سے مدد کی جائے۔ دولت مند خوش حال کو اگر روزے میں بھوک پیاس کی تکلیف نہ برداشت کرنی پڑتی تو ساری عمر گزرنے پر بھی بھوک وپیاس کا احساس نہ ہوتا، اور اگر کوئی بھوکا ضرورت منداس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور اپنی تکلیف وپریشانی کا اظہار کرکے کچھ طلب کرتا تو چونکہ دولت مند کو فاقے کی تکلیف معلوم ہی نہیں اس لیے وہ اس پر کیسے رحم کھاتا بر خلاف روزہ رکھنے کے کہ اس کی وجہ سے غریبوں محتاجوں اور یتیموں کی دستگیری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور ان کے ساتھ ہمدردی وایثار جیسی خوبیوں کا وجود عمل میں آتا ہے۔

روزے کی جسمانی اور روحانی فوائد

اگر دنیاوی اور جسمانی اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ روزہ مسلمانوں کو چست وچالاک، صابروشاکر، ایک دوسرے کے لیے ہمدرد وغمگسار اور ایک مضبوط ومنظم قوم بنانے میں بہترین ذریعہ ہے اگر روزہ کی حقیقت کو مدِ نظر رکھ کر پابندی وخلوص دل کے ساتھ روزہ رکھیں تو حرص، طمع اور شکم پروری کا مادہ ان میں سے بالکل چلا جائے اور انسانی لباس میں فرشتے نظر آئیں، نیز اس کے ذریعہ نظم وضبط کی وہ قوت حاصل ہو کہ دنیا کی تمام طاقتیں ان کے سامنے سرنگوں ہوجائیں۔

اصولِ طب کی رو سے۔ روزہ جسمانی صحت حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے اس لیے کہ گیارہ مہینے تک جو خراب اور فاسد رطوبتیں جسم میں جمع ہوئیں وہ ایک ماہ کے روزے سے سب خشک ہوجاتی ہیں صحت وتوانائی میں نمایاں ترقی ہوتی ہے اس کے علاوہ روزے میں اور بہت سے جسمانی اور مادی فائدے ہیں۔ جہاں تک روحانی فوائد کا تعلق ہے تو وہ بھی بے شمار اور ان گنت ہیں، مثلاً فرشتے کھانے پینے اور جماع کرنے سے پاک اور منزہ ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ

Marfat.com

بھی ان خواہشات سے پاک ومنزہ ہے، اس لیے روزہ رکھنے سے انسان تھوڑی دیر کے لیے اس ملکوتی صفت میں نظر آتا ہے اور اس وقت تخلقوا باخلاق اللّٰہ کا بھی ایک مظاہرہ ہوتا ہے۔

روزے سے اخلاق وروحانیت کی قوتیں پیدا ہوتی ہیں اور دل ودماغ روشن ہوجاتے ہیں۔ بھوک پیاس کی تکلیف گناہوں کا کفارہ ہوجاتی ہے اور انسان ضبطِ نفس کے اعتبار سے مکمل انسان بن جاتا ہے۔ روزے سے مزاج میں عجز وانکساری آجاتی ہے بھوک کی مصیبت اور تکلیف کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے بنی نوع انسان کی مصیبت اور تکلیف کا اندازہ کر کے امداد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

روزے دار ہر وقت اللہ کی عبادت میں شمار ہوتا ہے کیونکہ جب روزے دار کو بھوک پیاس لگتی ہے اور اس کا نفس کھانے پینے کا تقاضہ کرتا ہے تو اس کا دل برابر شام تک یہی کہتا رہتا ہے کہ نہیں ابھی اللہ کی اجازت نہیں ہے۔ اس کا دل ہمت واستقلال کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے اور دل کا اللہ کی طرف متوجہ ہونا ہی عبادتوں کی جان ہے، الغرض روزہ بڑی اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔

فضیلت روزہ

فضائل کی کتابوں میں اس کا مفصل بیان آیا ہے بطور نمونہ تین احادیث پیش کر کے مسائل روزہ بیان کرتا ہے۔

نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا جس نے رمضان کے روزے محض اللہ کے لیے سمجھ کر رکھے تو اس کے سب اگلے گناہِ صغیرہ بخش دیا جائیں گے۔

آپؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ روزے دار کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پیاری ہے قیامت کے دن روزے کا بے حد ثواب ملے گا۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ روزہ داروں کے لیے قیامت کے دن عرش کے نیچے دستر خوان چنا جائے گا اور وہ لوگ اس پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے۔ اور سب لوگ ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوں گے۔ اس پر وہ لوگ کہیں گے کہ یہ لوگ کیسے ہیں کہ کھا پی رہے ہیں۔ اور ہم ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان کو جواب ملیگا کہ یہ لوگ روزہ رکھا کرتے تھے اور تم لوگ وزہ نہیں رکھتے تھے۔

Marfat.com

تشریح

روزے کی نسبت اللہ تعالیٰ کا قانون تمام عبادتوں سے الگ تھلگ ہے کیونکہ تمام عبادتوں کا ثواب فرشتوں کے ذریعہ دس سے سات سو گنا تک دلوایا جائے گا۔ لیکن روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے جس کے بارے میں ارشاد ہوا ہے کہ:

''روزے کا بدلہ میں خود دیتا ہوں'' فرشتوں کا بھی واسطہ نہ ہوگا اس سے زیادہ روزے داروں کے لیے اور کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی عبادتوں کا بدلہ اپنے مالک کے مبارک ہاتھوں سے پائیں گے۔ کسی غیر کو دخل تک نہ ہوگا۔ دنیوی زندگی میں ہم سمجھتے ہیں کہ جو چیز سرکاری حکام کے ذریعہ تقسیم کرائی جائے اس میں اور بادشاہ یا وزیر اعظم کے ہاتھ سے دی ہوئی چیز میں کتنا فرق ہوتا ہے''۔

ذرا غور فرمایئے کہ قیامت کے دن اس ہولناک وقت میں جب کہ عوام تو عوام بلکہ انبیاء واولیاء تک خدائی کی عظمت وجلال سے سہمے ہوں گے۔ اور خدا کی مخلوق اپنے گناہوں کی وجہ سے سخت پسینے میں ہوگی کوئی گھٹنے تک کوئی پورے کا پورا پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا اور یہ سورج جس کی تپش آج اتنی دور سے پریشان کئے دیتی ہے۔ اس دن بالکل سروں کے اوپر کھڑا ہوا دماغ کھولا رہا ہوگا، ایسے نازک وقت میں خدائے پاک کا خود اپنا کلام کسی کی شفاعت کرے اور روزے جیسا مبارک عمل کسی بندے کو بخشوائے تو ایسے وقت میں جب کہ ڈوبتے ہوئے کو تنکے کا سہارا بھی بہت ہے کہ سفارشوں کا مل جانا کسقدر قیمتی نعمت ہوگا۔

محترم ومکرم! ان احادیث کے پڑھنے اور سننے کے باوجود بھی روزہ رکھنے کا شوق وجوش خدانخواستہ پیدا نہ ہو تو یقیناً وہ دل پتھر سے زیادہ سخت اور گناہوں کی کثرت سے دل بالکل زنگ آلود ہے اس کو صدق دل سے توبہ کرنی چاہئے۔

امید ہے کہ خدائے رحیم وکریم اس کے گناہ بخش دے گا۔ اور اس کے دل کو صاف کر کے اس کی سختی کو نرمی سے بدل دے گا۔

Marfat.com

دوسرا باب

رویتِ ہلال کے مسائل

اسلام کے اُصول

اسلام کے اصول سادہ اور نظری ہیں اس نے مختلف عبادتوں اور تہواروں کے اوقات کے لیے ایسی چیزوں کو معیار بنایا ہے جن کا سمجھنا اور جاننا ہر عام وخواص اور ناخواندہ وتعلیم یافتہ آدمی کے لیے ممکن ہے اسی کا ایک جزئیہ ہے کہ اس نے قمری مہینوں کے بارے میں تکلفات سے کام لینے کے بجائے چاند دیکھنے یا مہینے کے تیس دن مکمل کرنے کو ''کسوٹی'' قرار دیا ہے اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ایک تو اسلام کا مزاج ہی ایسی تکلف آمیز تحقیقات کا ان امور میں نہیں ہے جن کا ہر خاص وعام آدمی سے تعلق ہو۔ دوسرے اہل فن کی رائیں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں اور کبھی غلط بھی ثابت ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آئے دن، جنتریوں اور تقویموں میں اس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔ اسی لیے ہمارے امام اعظمؒ کا یہ مسلک ہے کہ فلکیاتی علوم اور حساب پر عید ورمضان کا فیصلہ درست نہیں، ہاں ہجری سن کو رائج کرنے کے لیے ایسے مہینوں میں ایسے فنی اندازوں کا اعتبار کیا جاسکتا ہے جس کی کسی خاص تاریخ سے کوئی شرعی عبادت متعلق نہ ہو۔

(جدید فقہی مسائل ج ا ص ۸۸)

رویت کے دو جزء

چاند کے سلسلے میں یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ اس سلسلہ کے دو جزء ہیں چاند دیکھنا اور چاند دیکھے کی شہادت پہلے جزء کے سلسلہ میں جو لوگ کہتے ہیں کہ ہوائی جہاز میں اڑ کر یا دوربین سے چاند دیکھ۔ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہونا چاہئے انہیں دراصل سب سے بڑی غلط فہمی یہ ہوگئی ہے کہ مسئلہ چاند۔ کے وجود کا ہے۔ حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے کیونکہ شریعت میں 'وجودِ چاند کا اعتبار نہیں ہے''۔ بلکہ معتبر چاند کی رویت (چاند کا کھلی آنکھوں دیکھنا) ہے یعنی شریعتِ اسلام نے جن

Marfat.com

معالات کا مدار چاند کے ہونے پر رکھا ہے اس میں ''فوق الافق'' چاند کا وجود کافی نہیں ہے بلکہ اس کا قابل رویت ہونا اور عام آنکھوں سے دیکھا جانا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ بات ہر پڑھا لکھا شخص جانتا ہے۔ کہ چاند کسی وقت اور کسی دن بھی محروم نہیں ہوتا بلکہ اپنے مدار میں کہیں نہ کہیں موجود ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر آلاتِ جدیدہ کے ذریعے چاند دیکھنا کافی ہو جائے تو اس کے لیے انتیس یا تیس تاریخ ہی کی کیا شرط ضروری ہوگی۔ بلکہ ہوائی جہاز میں اڑ کر فضاء کے کسی بلند افق سے ایسی دوربینوں کے ذریعے جو آفتاب کی شعاعوں کو انسانی نگاہوں کے درمیان حائل نہ ہونے دیں۔ ستائیس یا اٹھائیس کو بھی چاند دیکھا جا سکتا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ان تمام معاملات میں جن کا مدار چاند پر ہوتا ہے اور جن میں رمضان وعیدین بھی شامل ہیں۔

مشروطی طور پر اس کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے کہ چاند افق پر موجود ہو بلکہ معتبر یہ ہے کہ چاند قابل رویت ہو۔ اور عام آنکھوں سے دیکھا جائے۔ (حاشیہ مظاہر حق جدید ج۲ ص ۸۷)

چاند دیکھنے کی کوشش فرضِ کفایہ

مسلمانوں پر یہ امر بطور فرض کفایہ عائد ہوتا ہے کہ شعبان اور رمضان کی انتیس ۲۹ تاریخ کو غروب آفتاب کے وقت چاند دیکھنے کی کوشش کی جائے۔ کیونکہ رمضان کا چاند اور روزہ ارکانِ دین میں سے ہے چاند دیکھنے پر موقوف ہے۔ (کتاب الفقہ ج۔ص ۸۹۲)

رُویتِ ہلال کے لیے دوربین کا استعمال

سوال ماہِ ہلال عید و رمضان کے لیے دوربین استعمال کرنا کیسا ہے؟

جواب دوربین محض ایک نگاہ کو بڑھانے والا آلہ ہے جیسا کہ عینک (چشمہ) اس سے دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہاں اگر کوئی ایسی دوربین ایجاد ہو جائے کہ چاند افق کے پیچھے ہونے کے باوجود نظر آ جائے تو یہ جائز نہیں کیونکہ چاند سورج ہمیشہ افق پر رہتے ہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج۲ ص ۱۰۹)

رویتِ ہلال کے لیے ہوائی جہاز کا استعمال

عہد رسالتؐ، خلافتِ راشدہ اور خیر القرون کے معمول کی بناء پر ہمارے نزدیک کسی طرح یہ مستحسن اور پسندیدہ نہیں ہے کہ ہوائی جہاز میں اڑ کر چاند دیکھنے اہتمام کیا جائے اس کے یہ

معنی نہیں کہ اتفاقی طور پر کوئی ہوائی جہاز کا مسافر چاند دیکھ لے اور آ کر شہادت دے تو اس کی شہادت قبول نہ کی جائے کیونکہ اس کی شہادت رد کرنے کی کوئی وجہ نہیں بلکہ نیچے کی ہوا میں گرد وغبار اور بخارات کی وجہ سے مستبعد نہیں کہ چاند نظر نہ آئے۔ اور بلند جگہ پر ہوا صاف ہونے کی وجہ سے نظر آ جائے۔

شرط یہ ہے کہ ہوائی جہاز اتنی اونچی نہ ہو جہاں تک زمین والوں کی نظریں پہنچ سکیں، کیونکہ شرعاً رویت وہ ہی معتبر ہے کہ زمین پر رہنے والے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں اس لیے اگر بیس ہزار فٹ کی بلندی پر، پرواز کر کے کوئی شخص چاند دیکھ آئے تو اس بستی (شہر) کے لیے رویت معتبر نہیں جسکو عام انسان باوجود مطلع صاف ہونے اس کو نہیں دیکھ سکے۔ (آلات جدیدہ ص ۱۸۶)

چاند کے بارے میں نجومی کی رائے غیر معتبر

رویتِ ہلال کے بارے میں نجومی ستارہ شناس کی بات قابل اعتبار نہیں ہے لہٰذا ان کے حساب کے بناء پر لوگوں کو روزہ رکھنا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ شارع علیہ السلام نے روزے کو مقررہ علامتوں کے ساتھ وابستہ کیا ہے، جس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ علامتیں ہلال کا نظر آنا یا ماہ شعبان کے تیس دن کا پورا ہو جانا ہیں۔ نجومیوں کا قول خواہ کتنا ہی دقیق نظریات کی بناء پر ہو ان میں قطعیت نہیں پائی جاتی کیونکہ اکثر اوقات ان کی رائیں باہم مختلف ہوتی ہیں۔

(کتاب الفقہ ج ۱ ص ۸۹۲)

ایک عام غلط فہمی!

شریعت میں رجب کی چوتھی تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں، یہ جو مشہور ہے کہ جس دن رجب کی چوتھی تاریخ ہوگی اس دن رمضان کی پہلی تاریخ ہوتی ہے شریعت میں اس کا اعتبار نہیں، اگر چاند نہ ہو تو روزہ نہ رکھنا چاہئے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۵)

چاند کے ہونے نہ ہونے میں پنڈت کی بات کا اعتبار نہیں

چاند دیکھ کر یہ کہنا کہ یہ چاند بہت بڑا ہے کل کا معلوم ہوتا ہے یہ بری بات ہے، حدیث میں آیا ہے کہ "قیامت کی نشانی ہے۔ جب قیامت قریب ہوگی تو لوگ ایسا کیا کریں گے" خلاصہ یہ ہے کہ چاند کے بڑے چھوٹے ہونے کا بھی اعتبار نہ کرو اور نہ ہندوؤں کی اس بات کا اعتبار کرو کہ

Marfat.com

آج دوج ہے آج ضرور چاند ہے۔ شریعت میں یہ سب باتیں وہمیات کا درجہ رکھتی ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۵ بحوالہ مشکوٰۃ ص ۱۷۴)

شہادت کیا ہے؟

شہادت کے سلسلہ میں مختصر طور پر یہ بات جان لینی ضروری ہے کہ ''خبر اور شہادت'' دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو ''خبر'' ہونے کی حیثیت سے تو معتبر اور قابل اعتماد ہوتی ہیں مگر بحیثیت شہادت نا قابل قبول ہوتی ہیں ان دونوں میں یہ فرق اسلام ہی میں نہیں بلکہ ہماری اس دنیا میں قانونی طور پر یہ فرق مسلم ہے۔ تار، ٹیلیفون، ریڈیو، ٹی وی اخبارات۔ اور خطوط کے ذریعے جو خبریں آتی ہیں اگر ان کا معتبر ہونا معلوم ہو تو بحیثیتِ خبر ساری دنیا میں قبول کی جاتی ہیں اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے سارے کام انجام پاتے ہیں لیکن کسی مقدمہ اور معاملے کی شہادت کی حیثیت سے ان خبروں کو دنیا کی کوئی عدالت تسلیم نہیں کرتی، بلکہ یہ ضروری ہوتا ہے کہ گواہ مجسٹریٹ کے سامنے حاضر ہو کر شہادت دے تاکہ گواہی اور شہادت کے جو اصول ہیں ان پر ان کو پرکھا جاسکے اور شہادت کے صحیح اور غلط ہونے کا کوئی فیصلہ کیا جاسکے اس فرق کو جان لینے کے بعد معلوم ہونا چاہئے کہ عام طور پر رویت ہلال کے معاملے کو شریعت نے شہادت کا معاملہ قرار دیا ہے اور شہادت کا یہ ضابطہ ہے کہ وہ اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوتی جب تک شہادت کی شرائط کے مطابق نہ ہو۔

شہادتِ ہلال کی ابتدائی تین شرطیں تو وہی ہیں جو تمام معاملات کی شہادت کے لیے شرط ہیں یعنی گواہ کا عاقل بالغ، اور بینا ہونا، چوتھی شرط گواہ کا مسلمان ہونا اور پانچویں شرط جو سب سے اہم ہے وہ اسکا عادل ہونا ہے۔

اور عادل اس شخص کو کہتے ہیں جو گناہ کبیرہ سے محفوظ ہو اور صغیرہ گناہ پر اصرار نہ کرتا ہو۔ نیز اس کی زندگی میں راست بازی (سچائی) صاف گوئی اور نیکوکاری کا پہلو غالب ہو، اور دنیا کی نظروں میں وہ قابلِ اعتماد سمجھا جاتا ہو۔ چھٹی شرط۔ لفظِ شہادت کا استعمال ہے یعنی شاہد اس طرح کہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ فلاں واقعہ اس طرح ہوا ہے۔ ساتویں شرط یہ ہے کہ جس واقعہ کی شہادت دے رہا ہو ان کا بچشم خود شاہد ہے۔

محض سنی سنائی بات نہ ہو اور آٹھویں شرط ''مجلس قضاء'' ہو یعنی شاہد کے لیے ضروری ہے کہ قاضی کی مجلس میں خود حاضر ہو کر شہادت دے۔ پس پردہ یا دور سے بذریعہ خط یا ٹیلیفون،

۹۲۰۰۸

Marfat.com

وائرلیس اور ریڈیو یا ٹی۔وی وغیرہ کے ذریعہ سے کوئی شخص شہادت دے تو اسے شہادت نہیں کہیں گے بلکہ وہ خبر کا درجہ پائے گی۔ (حاشیہ مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۸۸)

رویتِ ہلال میں ریڈیو کا شرعی حکم

ریڈیو کے ذریعہ سے آمدہ اطلاعات واعلانات کا شرعی حکم یہ ہے کہ اگر یہ اعلانات واطلاعات شرعی اصول وضوابط کے مطابق آجائیں خواہ کسی خطہ ملک سے آجائیں۔ثبوت کے لیے شرعاً کافی ہوں گے مثلاً کسی مرکزی شہر میں جہاں کا مطلع صاف رہتا ہو غبار آلود نہ رہتا ہو اور وہاں ریڈیو اسٹیشن بھی ہو۔حکومت کی جانب سے یہ انتظام کرالیا جائے کہ کوئی مسلمان حاکم شہادتِ شرعیہ کے ذریعہ رویت کا ثبوت حاصل کرکے بایں الفاظ یہ اعلان کردیا کرے کہ رویت کا ثبوت شرعی حاصل کرکے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ کل یوم فلاں سے مثلاً یکم رمضان ہے یا یکم شوال ہے تو یہ اعلان معتبر ہوگا اور اس پر عمل کرنا اصولِ مذہب کے مطابق صحیح اور درست ہوگا۔ صرف اس بات کو ملحوظ رکھنا ہوگا کے اس اعلان پر عمل کرنے سے مہینہ بجائے انتیس وتیس دن کا ہونے کے اٹھائیس یا اکتیس دن کا نہ ہو رہا ہو۔

اگر حکومت کی طرف سے ایسا باقاعدہ نظم نہ ہو سکے تو آپسی نظام سے ایک ہلال کمیٹی بنائی جائے جس کے سب افراد باشرع مسلمان ہوں اور اس میں ایک سمجھدار عالم کو بھی جو مسائل متعلقہ سے بخوبی واقف ہو شریک کرلیا جائے تاکہ تمام شرعی کاروائی باوثوق طریقے سے مکمل ہو سکے۔وہ شرعی ہلال کمیٹی، رویت ہلال کا شرعی ثبوت حاصل کرکے ریڈیو اسٹیشن سے اپنی نگرانی میں یہ اعلان نشر کرائے کہ رویت ہلال کا شرعی ثبوت فراہم کرکے یہ اعلان کیا جاتا ہے کل صبح عید ہے مثلاً یا اس وقت سے ماہ رمضان کی شب ہوگی صبح سے روزے رکھے جائیں۔

اس دوسری صورت میں حکومت سے صرف اتنا کام لینا ہے کہ حکومت اور پروگراموں کے ساتھ اس پروگرام کے نشر ہونے کی منظوری کردے اور ہلال کمیٹی کا کوئی مسلم وکیل یا مسلم نمائندہ وہاں پہنچ کر اعلان کردیا کرے۔ریڈیو اسٹیشن عموماً اس قسم کی خبریں واعلانات خود نشر کرتے رہتے ہیں ان کو اس کے منظور کرنے میں کچھ دقت نہ ہوگی۔صرف اتنا لحاظ کرنا ہوگا کہ اس نشریہ کے الفاظ شرعی ہوں گے۔جس کو ہلال کمیٹی خود مرتب کردیگی۔اگر حکومت غیر مسلم سے بھی یہ انتظام کرالیا جائے جب بھی شرعاً نافذ و صحیح ہوگا، اور سارے مسلمان اس کے مطابق آسانی سے

Marfat.com

عمل کر سکیں گے۔ اگر یہ انتظام کر لیا گیا تو مستقل حل نکل آئے گا۔ اور خط و ٹیلیفون سب سے زیادہ قوی و اطمینان بخش ہوگا۔ اور ہر طرح کے شرعی اصول و ضوابط کے مطابق ہوگا۔

(نظام الفتاویٰ ج ا ص ۸۲)

ریڈیو کی خبر کے متعلق ہندوستان کے مستند علماء کا فیصلہ

ریڈیو کی خبر ایک اعلان کی حیثیت رکھتی ہے یہ اعلان اگر رویت ہلال کی باضابطہ کمیٹی کے جانب سے ہو جو چاند ہونے کی باقاعدہ شہادت لے کر چاند کا فیصلہ کرتی ہے۔ یا کسی ایسے شخص کی جانب سے ہو جس کو وہاں کے مسلمانوں نے قاضی یا امیر شریعت کی حیثیت سے مان رکھا ہے اور وہ باضابطہ شہادت لے کر فیصلہ کیا کرتا ہے اور اعلان کرنے والا خود قاضی یا امیر شریعت یا رویتِ ہلال کمیٹی کا صدر یا کمیٹی کا معتمد مسلم نمائندہ ہو تو مقامی کمیٹی یا قاضی یا امیر کے لیے جائز ہوگا کہ وہ اس پر اعتماد کر کے رویت ہلال کا فیصلہ کر دے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۸۶ بحوالہ رویت ہلال رمضان وعید کے مسائل و دلائل ص ۹۶)

رویتِ ہلال میں ٹیلیفون کا شرعی حکم

ان مواقع پر جن کا تعلق خبر و اطلاع سے ہے ٹیلیفون کا اعتبار ہے۔ لیکن جہاں شہادت اور گواہی مطلوب ہے وہاں محض فون کافی نہیں ہے روبرو حاضری ضروری ہے ایسے مواقع پر اس تدبیر پر عمل کرنا چاہے کہ دار القضاء یا رویتِ ہلال کمیٹی کی جانب سے مختلف اہم مقامات پر ایسے ذمہ دار متعین ہوں جو رویتِ ہلال کی گواہی لے لیں اور پھر فون کے ذریعہ مرکز کو اس کی اطلاع کر دیں، خط و تار اور ٹیلیفون کی خبر کے سلسلے میں مجلس تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء کا فیصلہ حسب ذیل ہے:

تار و خط، ٹیلیفون کی خبر معتبر نہیں ہے ہاں اگر خصوصی انتظام کے تحت متعدد جگہوں سے فون اور خط آئیں اور علماء کہیں کہ ان سے ظنِ غالب پیدا ہوتا ہے تو اس بنیاد پر علماء کا فیصلہ قابلِ قبول ہوگا۔

(جدید فقہی مسائل ص ۸۶، ۸۹)

ٹیلیفون کے بارے میں مولانا تھانوی کا فتویٰ

جن احکام میں حجاب مانع قبول ہے ان میں (ٹیلیفون) کا واسطہ غیر معتبر ہے اور جن

میں حجاب مانع نہیں ان میں اگر قرائن قویہ سے متکلم کی تعیین ہو جائے کہ فلاں شخص بول رہا ہے، تو معتبر ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۷۸)

متعدد جگہوں سے ٹیلیفون آنے کا حکم

جب متعدد جگہ سے یا کسی ایسے شہر سے جہاں نامور علماء اور مفتیانِ کرام ہوں۔ مختلف لوگوں کے یہ بیانات موصول ہوں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے۔ یا ہمارے شہر کے قاضی یا ہلال کمیٹی کے صدر یا مفتی یا معتمد علیہ شخصیت نے شہادت سن کر چاند ہونے کا فیصلہ دیا ہے۔

اور جب ایسے بیان دینے والوں کی تعداد اتنی کثیر ہو جائے کہ عقلاً ان کے جھوٹ بولنے کا کوئی احتمال باقی نہ رہے اور خبر مستفیض کے درجے میں آجائے اور ان خبروں کے صحیح ہونے کا یقین یا غلبۂ ظن مقامی قاضی یا ہلال کمیٹی کے صدر یا معتمد علیہ شخصیت کو حاصل ہو جائے۔ تو ان کو عید کے چاند کا اعلان کرنیکا بھی حق حاصل ہو جائے گا۔ ایک دو فون کافی نہ ہوں گے۔ اور یہی خط کا حکم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۸۹)

رویت ہلال میں خط کا شرعی حکم

خط کا حکم یہ ہے کہ اگر خط لکھنے والے نے دو معتبر وثقہ مسلمانوں کے سامنے خط لکھ کر اور ان دونوں کو اس پر شاہد بنا کر خط کے ہمراہ بھیجا ہے اور یہ دونوں خط لانے والے خط لا کر شہادت دیں کہ کاتب نے ہمارے سامنے یہ خط لکھا ہے تو یہ خط معتبر اور حجت بنے گا، پس یہ خط لکھنے والا قاضی شرعی یا اس کا قائم مقام (جیسے رویت ہلال کمیٹی وغیرہ ہے) اور اس خط میں ثبوتِ رویت کی اطلاع لکھی ہے تو اس خط پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ ہاں اگر مختلف مقامات سے مختلف آدمیوں کے خط رویت ہلال کے ثبوت کے سلسلہ میں اتنی تعداد میں آجائیں کہ انکار کی گنجائش نہ رہے تو اس صورت میں اس کا بھی اعتبار ہو جائے گا اور مفید رویت بن جائے گا۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۳۱)

تار کی شرعی حیثیت

محض تار یا خط کی خبر پر اعتماد کر کے روزہ رکھنے یا افطار کرنے کا شرعاً حکم نہیں ہے البتہ اگر تار یا خط کی وہ خبر مصدق ہو جائے یا دوسرے قرائن صدق کیساتھ مؤید ہو جائے تو عمل کرنا درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳-۶)

Marfat.com

جنتری کا شرعی حکم

انتیس شعبان کو ابر کی وجہ سے کسی نے چاند نہیں دیکھا اور جنتری وغیرہ میں انتیس ۲۹ کا چاند لکھا ہے اور سب لوگوں کا یہی خیال ہے کہ چاند انتیس کا ہوگا اس صورت میں جنتری اور تار پر اعتبار کر کے یکم رمضان کی تاریخ مان لینا درست ہے یا نہیں؟

اس صورت میں تیس دن شعبان کے پورے کر کے اس کے بعد یکم رمضان کو قائم کرنا چاہئے جیسے کہ حدیث شریف میں چاند کے بارے میں آیا ہے کہ "چاند دیکھ کر روزہ شروع اور چاند دیکھ کر افطار کرو" اور جنتری و تار پر اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ٦ ص ٣٦٩ بحوالہ ردمختار ج ٢ ص ١٣٢ و مشکوٰۃ ص ١٧٤)

جن مقامات میں مسلسل چاند طلوع یا غروب رہتا ہو وہاں پر رمضان کیسے منائیں

جن مقامات میں چاند روزانہ طلوع وغروب نہ ہوتا ہو بلکہ کئی کئی دن یا کئی کئی ماہ مسلسل چاند طلوع رہتا ہو یا غروب رہتا ہو۔ جیسا کہ ارضِ تسعین اور اس کے مضافات کے بعض مقامات ہیں، تو ان مقامات میں کسی قریبی مقام کو (جہاں چاند دو دن کے علاوہ پورے ماہ میں روزانہ طلوع وغروب ہو کر اپنا ماہانہ دور پورا کر لیتا ہے اور آسانی سے اس کا علم ومشاہدہ ہو سکتا ہو)۔ بنیاد بنا کر ماہِ رمضان المبارک کا اور اس کی پہلی تاریخ کا تعین کر کے گردش لیل ونہار کے مجموعہ کے ساتھ منطبق کر لیں پھر ایک مجموعہ کو پوری ایک رات اور دن چوبیس گھنٹے) قرار دیں اور اس کے نصفِ اول کو رات کا حصہ قرار دیکر اس کے ختم ہونے سے تقریباً دو گھنٹے قبل سحری کھا کر روزے کی نیت کر لیا کریں، اور نصف ثانی (جو دن کا حصہ شمار ہوگا ۹ پورا ہوتے ہی روزہ افطار کر لیں اور مغرب وغیرہ کی نمازیں ادا کر لیں۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۷۸)

جہاں افق ہمیشہ صاف نہ رہتا ہو وہاں ثبوتِ رمضان کا شرعی طریقہ

سوال جس ممالک میں فضا ہمیشہ ابر آلود رہتی ہو (مثلاً برطانیہ) اور رویت شہادت کا امکان ہی نہ ہو وہاں شہادتِ ہلال کی کیا صورت ہوگی؟ مسلمانوں کے لیے ریڈیو کی اطلاع رویت ہلال

Marfat.com

معتبر سمجھنا درست ہے یا نہیں؟

جواب جب کسی ریڈیو کے بارے میں یہ علم ویقین ہو جائے کہ وہ شرعی ثبوت کے بعد ہی رویت کا اعلان کرتا ہے تو اس اعلان پر عمل کر لینا درست رہے گا۔ بشرطیکہ اس پر عمل کرنے سے مہینہ اٹھائیس دن یا اکتیس دن کا نہ ہوتا ہو۔

اور اگر ایسا علم ویقین حاصل نہ ہو لیکن ظنِ غالب حاصل ہو جائے کہ رویت ہلال کا شرعی ثبوت حاصل کرنے کے بعد ہی یہ اعلان ہوا ہے تو اس پر بھی عمل کر لینا درست ہوگا۔ خواہ دنیا کے کسی خطے سے آئے۔ بشرطیکہ اس پر عمل کرنے سے مہینہ ۲۸ دن یا ۳۱ دن کا نہ ہو رہا ہو۔

اور اگر یہ ظن غالب بھی حاصل نہ ہوتا ہو لیکن مختلف اطراف وممالک سے ثبوت رویت کی اطلاع اتنی تعداد میں آ جائے کہ اتنی تعداد میں عادتاً کذب پر اتفاق نہیں ہوتا تو استفاضے کی صورت بنکر اس کے مطابق بھی عمل کر لینا درست ہے۔

نوٹ اِن سب صورتوں میں عوام کے علم ویقین یا ظن غالب یا استفاضہ قرار دینے کا اعتبار نہ ہوگا۔ بلکہ مقامی رویت ہلال کی شرعی کمیٹی کے فیصلہ ظن وغالب کا اعتبار ہوگا۔ اور اگر مقامی شرعی رویتِ ہلال کمیٹی نہ ہو، تو وہاں کے خطیب جامع مسجد وعیدگاہ اور وہاں کے معتمد علماء کا فیصلہ جب ظن غالب یا استفاضے کے حصول کا ہوگا تو وہ معتبر ہوگا۔

اگر ان مذکورہ صورتوں میں کوئی صورت میسر نہ ہو یا فقہ حنفی کے اصول پر پوری نہ اترتی ہو اور پریشانیاں ہی ہوں جو سوال میں مذکور ہیں تو ایسی صورت میں یہ کرنا چاہئے کہ اگر اس خطے میں شافعی، یا حنبلی یا مالکی لوگ رہتے ہوں تو جو مہینہ ۲۸۔ یا ۳۱ دن کا نہ ہوتا ہو اس صورت میں بھی عوام خودرائی نہ کریں بلکہ علمائے احناف سے اس کے بارے میں فتویٰ حاصل کریں۔

اگر یہ صورت بھی میسر نہ ہو یعنی شافعی، حنبلی، مالکی لوگ بھی نہ بستے ہوں یا بستے ہوں مگر مذکورہ معتمد فتویٰ موجود نہ ہوں یا ان کے فتاویٰ آپس میں متضاد ہوں تو پھر علمائے احناف ہی کے معتمد فتویٰ حاصل کریں یا ان کی فقہ کی معتمد کتابوں سے رجوع کر کے اس مجبوری کی صورت میں ان کا معتمد مسلک تلاش کر کے اس کے مطابق عمل کریں۔ (نظام الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۳۴ تا ۲۳۶)

شہادت کے معاملے میں جو دین کا پابند نہیں ہے اس کا حکم

جو آدمی دین کا پابند نہیں برابر گناہ کرتا رہتا ہے مثلاً نماز نہیں پڑھتا یا روزے نہیں رکھتا یا

جھوٹ بولا کرتا ہے یا اور کوئی گناہ کرتا ہے شریعت کی پابندی نہیں کرتا تو شرع میں اس کی بات کا کچھ اعتبار نہیں ہے چاہے جتنی قسمیں کھا کھا کر بیان کرے بلکہ ایسے اگر دو تین آدمی ہوں تو ان کا بھی اعتبار نہیں۔
(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۵ بحوالہ ہدایہ آخرین ص ۴۶)

ہلال عید کے لیے شرعی ضابطۂ شہادت

جب چاند کی رویت عام نہ ہوسکے صرف دو چار آدمیوں نے دیکھا ہو تو یہ صورت حال اگر ایسی فضاء میں ہو کہ مطلع بالکل صاف ہو چاند دیکھنے میں کوئی بادل یا دھواں یا غبار وغیرہ مانع نہ ہو تو ایسی صورت میں صرف تین آدمیوں کی رویت اور شہادت شرعاً قابل اعتماد نہیں ہوگی جب تک مسلمانوں کی بڑی جماعت دیکھنے کی شہادت نہ دے چاند کی رویت تسلیم نہیں کی جائے گی جو دیکھنے کی شہادت دے رہے ہیں اس کو ان کا مغالطہ یا جھوٹ قرار دیا جائے گا۔ ہاں اگر مطلع صاف نہیں تھا غبار، دھواں، بادل وغیرہ افق پر ایسا تھا جو چاند دیکھنے میں مانع ہوسکتا ہے ایسی حالت میں رمضان کے لیے ایک ثقہ کی اور عیدین کے لیے دو ثقہ مسلمانوں کی شہادت کا اعتبار کیا جاسکتا ہے۔
(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۹۹)

چاند ہونے کی شہرت اور گواہ ندارد

شہر بھر میں یہ خبر مشہور کہ کل چاند ہوا بہت لوگوں نے دیکھا لیکن بہت ڈھونڈا تلاش کیا پھر بھی کوئی ایسا آدمی نہیں ملتا جس نے خود چاند دیکھا ہو تو ایسی خبر کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔
(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۵ بحوالہ ردمختار ج ۱ ص ۱۴۵)

تنہا چاند دیکھنے والے کی گواہی قبول نہیں کی گئی تو کیا کریں؟

کسی نے رمضان کا چاندا کیلے دیکھا سوائے اس کے شہر بھر میں کسی نے نہیں دیکھا اور یہ شریعت کا پابند نہیں ہے اس کی گواہی سے شہر والے روزہ نہ رکھیں لیکن خود یہ روزہ رکھے اور اگر اس اکیلے دیکھنے والے نے تیس روزے پورے کیے لیکن عید کا چاند نہیں دکھائی دیا تو اکتیس واں روزہ بھی رکھے اور شہر والوں کے ساتھ عید کرے۔
(بحوالہ بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۵ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۸)

تنہا چاند دیکھنے والا عید نہ منائے

اگر کسی نے عید کا چاند تنہا دیکھا اس لیے اس کی گواہی کا شریعت نے اعتبار نہیں کیا تو

Marfat.com

اس دیکھنے والے آدمی کو عید کرنا درست نہیں ہے۔ صبح کو روزہ رکھے اور اپنے چاند دیکھنے کا اعتبار نہ کرے اور روزہ نہ توڑے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۵ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۲)

اکتیسویں دن افطار کرلیا جائے

اگر دو معتمد آدمیوں کی شہادت سے رویت ہلال ثابت ہو جائے۔ خواہ مطلع صاف ہو یا نہیں تو اکتیسویں دن افطار کرلیا جائے اور وہ دن شوال کی پہلی تاریخ سمجھی جائے۔

(بہشتی زیور ج ۱۱ ص ۱۰۴ بحوالہ شامی ج ۱ ص ۱۹۲)

اگر دن میں چاند نظر آجائے

اگر تیس تاریخ کو دن کے وقت چاند دکھلائی دے تو وہ آئندہ شب کا سمجھا جائیگا گزشتہ کا نہ سمجھا جائے گا اور وہ دن آئندہ ماہ کی تاریخ قرار نہ دیا جائے گا۔ خواہ یہ رویت زوال سے پہلے ہو یا زوال کے بعد۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۰۴، بحوالہ ردالمختار ج ۱ ص ۱۴۹)

بغیر چاند دیکھے روزے شروع کیے پھر اٹھائیس روزے کے بعد عید کا چاند نظر آگیا

اگر کسی شہر کے لوگوں نے رمضان کا چاند نہ دیکھا۔ اور روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ اٹھائیسویں روزے کو شوال کا چاند دیکھا اگر انھوں نے شعبان کا چاند دیکھ کر تیس دن پورے گن لئے تھے اور رمضان کا چاند نہیں دیکھا تھا تو ایک دن کی قضاء کریں اور اگر انتیسویں روزے کو چاند دیکھا تھا تو ان پر کچھ قضا لازم نہیں ہوگی۔ اور اگر شعبان کے چاند کے تیس دن پورے کئے تھے۔ اور شعبان کا چاند نہیں دیکھا تھا اور اس کے بعد رمضان کے روزے رکھے تو دو دن کی قضاء کریں گے۔ (عالمگیری اُردو پاکستانی ج ۲ ص ۹)

۲۹/ رمضان کو رویت کی گواہی

اگر گواہوں نے رمضان کی ۲۹/ تاریخ کو یہ گواہی دی کہ ہم نے تمہارے روزہ رکھنے سے ایک دن پہلے چاند دیکھا تھا تو اگر وہ اسی شہر کے لوگ ہیں تو امام ان کی گواہی قبول نہ کرے

Marfat.com

کیونکہ انھوں نے واجب کو ترک کیا اور اگر کہیں دور سے آئے ہیں تو ان کی گواہی جائز نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ ان کے ذمہ تہمت نہیں ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری اُردو پاکستانی ج ۲ ص ۱۰)

رویت کی خبر دن کے بارہ بجے ملنا

رویت ہلال کی خبر جس وقت بھی پختہ طور سے پہنچ جائے خواہ غروب آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے پہنچے، بشرطیکہ شہادت معتبر ہو، محض تار وغیرہ کی خبر نہ ہو تو روزہ توڑ کر افطار کر لینا چاہیے روزہ افطار نہ کرنے کی صورت میں گناہ گار ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۹۳ بحوالہ رد المختار کتاب الصوم ج ۱ ص ۱۲۵)

غروب آفتاب سے پہلے جو چاند نظر آئے وہ معتبر نہیں

سوال ابھی آفتاب غروب ہونے میں دو چار منٹ کی دیر تھی اس وقت زید نے کہا عید کا چاند نظر آ گیا لہٰذا روزہ افطار کرنا چاہیے تو بکر نے انکار کیا تاہم زید کے کہنے پر ۱۵۔۲۰ آدمیوں نے روزہ افطار کر لیا تو ان افطار کرنے والوں کا روزہ ہوا یا نہیں؟

جواب غروبِ آفتاب سے پہلے رویت ہلال کا اعتبار نہیں ہے وہ دن رمضان ہی کا ہے عید کا نہیں اب جس نے یہ سوچ کر افطار کیا کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے اس لیے چاند نظر آیا تو ان پر روزہ کی فقط قضاء لازم ہے، اور جو لوگ جانتے تھے کہ آفتاب غروب نہیں ہوا ہے اور روزہ کھول لیا ان پر قضاء کیساتھ کفارہ بھی لازم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۲۰)

شہادت کے بعد افطار نہ کرنا

سوال اگر مولوی صاحب نے رویت ہلال کی شرعی شہادت آنے پر عید کا حکم دیدیا اور صرف ایک شخص نے روزہ افطار نہیں کیا کیا حکم ہے؟

جواب وہ شخص گنہگار ہوا توبہ کرے۔

(فتاویٰ دار العلوم ۶ ص ۴۹۳ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۲۵ کتاب الصوم)

جو شخص حاکم کے فیصلہ شرعی کے بعد بھی افطار نہ کرے وہ گنہگار ہوگا کیونکہ یہ دن شہادت شرعیہ سے عید کا دن ثابت ہو گیا اور عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۱۵)

Marfat.com

ایک شہر والوں نے رویت کی بناء پر ۲۹ روزے رکھے اور دوسرے شہر والوں نے چاند ہی کی بناء پر تیس ۳۰ رکھے

صاحب ہدایہ اپنی کتاب ''مختارات النوازل'' میں فرماتے ہیں کہ: ایک شہر والوں نے رویت ہلال کے بعد انتیس روزے اور دوسرے شہر والوں نے چاند ہی کے بناء پر تیس روزے رکھے تو اگر ان دونوں شہروں میں مطلع کا اختلاف نہ ہو تو انتیس روزے رکھنے والوں کو ایک دن کی قضاء کرنی ہوگی اور اگر دونوں شہروں کا مطلع جدگانہ ہو تو قضاء کی ضرورت نہیں۔

علامہ لکھنوی نے اس موضوع پر مفصل بحث کرنے کے بعد جو جچا تُلا فیصلہ کیا ہے وہ ان ہی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے:

عقل ونقل ہر دو لحاظ سے سب سے صحیح مسلک یہی ہے کہ ایسے دو شہر جن میں اتنا فاصلہ ہو کہ ان کے مطالع بدل جائیں جس کا اندازہ ایک ماہ کی مسافت سے کیا جاتا ہے۔ اس میں ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لیے معتبر نہیں ہونی چاہئے۔ اور قریبی شہروں میں جن کے مابین ایک ماہ سے کم مسافت ہو ایک شہر کی رویت دوسرے شہر کے لیے لازم اور ضرور ہوگی۔

راقم الحروف کے خیال میں یہ رائے بہت معتدل، متوازن، اور قرینۂ عقل ہے البتہ اختلاف مطالع کی حدیں متعین کرنے میں ''ایک ماہ کی مسافت'' کی قید کے بجائے جدید ماہرین فلکیات کے حساب اور ان کی رائے پر اعتماد کیا جانا زیادہ مناسب ہوگا۔ (جدید فقہی مسائل ج ۱ ص ۹۲)

مطالع کے بارے میں مجلس تحقیقاتِ شرعیہ کا فیصلہ

مجلسِ تحقیقات شرعیہ ندوۃ العلماء لکھنؤ منعقدہ ۳/۴/مئی ۱۹۶۷ء کو مختلف مکاتبِ فکر کے علماء اور نمائندہ شخصیتوں نے مل کر اس مسئلہ۔ (مطالع) کی بابت جو فیصلہ کیا تھا وہ حسب ذیل ہے۔

(۱) نفس الامر میں پوری دنیا کا مطلع ایک نہیں ہے بلکہ اختلاف مطالع مُسلّم ہے اور یہ ایک واقعاتی چیز ہے۔ اس میں فقہائے کرام کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

(۲) البتہ فقہاء اس بات میں مختلف ہیں کہ روزہ اور افطار کے باب میں یہ اختلاف مطالعہ معتبر ہے یا نہیں؟

محققینِ احناف اور علماءِ امت کی تصریحات اور ان کے دلائل کی روشنی میں مجلس کی متفقہ رائے ہے کہ بلاد بعیدہ (دور کے شہروں) میں اس باب میں بھی اختلاف مطالع معتبر ہے۔

۳) بلاد بعیدہ سے مراد یہ ہے کہ ان میں باہم اس قدر دوری واقع ہو کہ عادتاً ان کی رویت میں ایک دن کا فرق ہوتا ہے، ایک شہر میں ایک دن پہلے چاند نظر آتا ہے۔ دوسرے میں ایک دن بعد، اِن بلاد بعیدہ میں ایک کی رویت دوسرے کے لیے لازم کردی جائے تو مہینہ کسی جگہ اٹھائیس دن کا رہ جائے گا اور کسی جگہ تیس دن کا قرار پائے گا۔ حضرت عبداللہ ابن عباس کی روایت سے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔

۴) بلادِ قریبہ وہ شہر ہو جن کی رویت میں عادتاً ایک دن کا فرق نہیں پڑتا۔ فقہاءؒ ایک ماہ کی مسافت کی دوری کو جو تقریباً پانچ سو یا چھ سو میل ہوتی ہے۔ بلادِ بعیدہ قرار دیتے ہیں۔ اور اس سے کم کو بلادِ قریبہ۔ مجلس اس سلسلے میں ایک ایسے چارٹ کی ضرورت سمجھتی ہے کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ مطلع کتنی مسافت میں بدل جاتا ہے اور کن کن ملکوں کا مطلع ایک ہے۔

۵) ہندوستان پاکستان کے بیشتر حصوں اور بعض قریبی ملکوں مثلاً نیپال وغیرہ کا مطلع ایک ہے۔ علماء ہند و پاک کا عمل ہمیشہ اسی پر رہا ہے۔ اور غالباً تجربے سے بھی یہی ثابت ہے ان ملکوں کے شہروں میں اس قدر بُعدِ مسافت نہیں ہے کہ مہینے میں ایک دن کا فرق پڑتا ہو اس بنیاد پر ان دونوں ملکوں میں جہاں بھی چاند دیکھا جائے شرعی ثبوت کے بعد اس کا ماننا ان دونوں ملکوں کے تمام اہلِ شہر پر لازم ہوگا۔

۶) مصر اور حجاز جیسے دور دراز ملکوں کا مطلع ہند و پاک سے علیحدہ ہے یہاں کی رویت ان ملکوں کے لیے اور ان ملکوں کی رویت یہاں والوں کے لیے ہر حالت میں لازم اور قابلِ قبول نہیں ہے اس لیے کہ ان میں اور ہند و پاک میں اتنی دوری ہے کہ عموماً ایک دن کا فرق واقع ہو جاتا ہے اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ۔ (جدید فقہی مسائل ج ۱ ص ۹۳)

چاند کی تاریخوں کی حکمتیں اور فائدے

اسلامی احکام کا تعلق چاند کی تاریخوں سے رکھنے میں بہت سی حکمتیں اور فائدے ہیں۔

Marfat.com

(۱) شریعت کے احکام میں اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ کم علم وعقل والا انسان بھی احکام کی بجا آوری میں الجھنے نہ پائے اور ایک شہری اور دیہاتی، پڑھا لکھا اور بے پڑھا دونوں برابر آسانی اور سہولت کیساتھ شریعت کے احکام کی پابندی کر سکیں، چاند کی تاریخ میں نہ کلینڈر کی ضرورت ہے نہ ڈائری کی، آدمی بستی میں ہو یا جنگل میں خشکی میں ہو یا سمندر میں ہر جگہ بڑی سہولت سے قمری مہینوں اور تاریخوں کا پتہ چلا سکتا ہے۔

(۲) چاند کے مہینے ہمیشہ ہر موسم میں گھوم گھوم کر آتے ہیں اس لیے ہر موسم میں ہر قسم کی عبادت کرنے کا موقع ملتا ہے۔

(۳) روزے کا تعلق چاند سے رکھنے میں یہ بھی حکمت ہے کہ جب آدھی دنیا پر سردی کا موسم ہوتا ہے تو دوسرے آدھے حصہ پر گرمی ہوتی ہے، کیونکہ چاند کا مہینہ بدل بدل کر آتا رہتا ہے اس لیے اگر چند سال آدھی دنیا کے مسلمانوں نے گرمی کے موسم میں روزے رکھے تھے تو چند سال سردی کے موسم میں روزے رکھنے کو مل جاتے ہیں اور اگر شمسی مہینے مقرر کر دیئے جاتے تو ہمیشہ ایک ہی موسم میں روزے رکھنے پڑتے،، اور یہ بات ایک عالمگیر مذہب کے اصول کے خلاف ہوتی۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض حضرات ۲۹ کا چاند نہ ہونے کی تمنا کرتے ہیں، یہ تمنا شعار اسلام کے خلاف ہے کیونکہ ہمارے اوپر ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھنے فرض ہیں، اب مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا، اس کی کوئی تعیین نہیں، خود نبی پاکؐ نے بھی اپنے عہدِ مبارک میں بعض سالوں میں انتیس روزے رکھے ہیں۔

Marfat.com

تیسرا باب

مسائلِ نیت

ہر عبادت کی صحت کے لیے نیت کا ہونا شرط ہے مشکوٰۃ کی پہلی حدیث انما الاعمال بالنیات اس پر شاہد ہے کہ روزے کی صحت بھی نیت کے ساتھ مشروط ہے اور روزہ خواہ فرض ہو یا نفل قضاء ہو یا نذر، نیت کے بغیر صحیح نہیں، بغیر نیت کے تمام دن کچھ کھائے پیئے گزارہ دینا روزہ نہیں کہلائے گا۔ ہاں نیت کے الفاظ زبان سے کہنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ بلکہ سحری میں اٹھنا اور سحری کھانا بھی نیت میں شمار ہے البتہ زبان سے نیت کا اظہار کرنا زیادہ بہتر ہے۔

رمضان میں ہر روز نیت کرنا ضروری

رمضان کے ہر روزے میں نیت کرنا ضروری ہے ایک روز نیت کر لینا تمام روزوں کے لیے کافی ہے۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۱۸)

رات سے نیت کرنا شرط نہیں

رمضان شریف کے روزے کی اگر رات سے نیت کرے تب بھی فرض ادا ہو جاتا ہے اور اگر رات کو روزہ رکھنے کا ارادہ نہ تھا صبح ہوگئی، تب بھی یہی خیال رہا کہ میں آج روزہ نہ رکھوں گا پھر دن چڑھے خیال آ گیا کہ فرض چھوڑ دینا بُری بات ہے اس لیے اب روزے کی نیت کر لی تب بھی روزہ ہو گیا۔ لیکن اگر صبح کو کچھ کھا پی لیا تھا تو اب نیت نہیں کر سکتے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۲)

نیت کا آخری وقت

اگر کچھ کھایا پیا نہ ہو تو دن کے ٹھیک دو پہرے ایک گھنٹہ پہلے پہلے رمضان کے روزے کی نیت کر لینا درست ہے۔

صبح صادق سے غروبِ آفتاب تک کل وقت کے نصف کو نصف النہار شرعی کہا جاتا ہے، صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان جتنا وقت ہوتا ہے، نصف النہار شرعی و نصف النہار عرفی (وقتِ زوال) کے درمیان اس کا نصف ہوتا ہے، مثلاً صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ڈیڑھ

Marfat.com

گھنٹہ ہوتو نصف النہار عرفی سے پون گھنٹے پہلے نصف النہار شرعی ہوگا اس وقت کی مقدار ہر موسم میں اور ہر مقام میں مختلف ہوتی ہے اس لیے اس کی مقدار گھنٹوں سے متعین نہیں کی جاسکتی ضابطہ مذکورہ کے مطابق عمل کیا جائے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۳۷)

نصف النہار کی تعیین کا طریقہ

نصف النہار کی تعیین کا طریقہ یہ ہے کہ اوّل دیکھ لیا جائے کہ صبح صادق کتنے بجے ہوتی ہے اور سورج کتنے بجے غروب ہوتا ہے ان کے درمیان کے گھنٹوں کو شمار کر کے ان کا نصف لے لیا جائے اس نصف کے اندر اندر نیت کر لی گئی تو روزہ ہو جائے گا۔ اور اگر نصف وقت پورا یا اس سے زیادہ گزر جائے تو روزہ نہ ہوگا، ایک گھنٹے کی قید احتیاطاً کی گئی ہے۔ (حاشیہ بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۳)

دل کے خیال کا نام نیت

رمضان شریف کے روزے میں بس اتنی نیت کر لینا کافی ہے کہ آج میرا روزہ ہے یا رات کو سوچ لے کہ کل میرا روزہ ہے بس اتنی نیت سے بھی رمضان کا روزہ ادا ہو جائیگا اگر نیت میں خاص یہ بات نہ آئی ہو کہ رمضان کا روزہ ہے یا فرض کا تب بھی روزہ ہو جائے گا۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۳)

Marfat.com

رمضان کے روزے کا مطلق نیت سے ادا ہو جانا

رمضان کے مہینے میں اگر کسی نے یہ نیت کی کہ کل میں نفل روزہ رکھوں گا رمضان کا نہ رکھوں گا بلکہ اس روزے کی کبھی قضاء رکھوں گا تب بھی رمضان کا ہی روزہ ہوگا نفل کا نہیں ہوگا۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص بحوالہ فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۱۹۴)

قضائے رمضان کی نیت کا حکم

اگر گذشتہ رمضان کے روزے قضاء ہو گئے۔ اور پورا سال گزر گیا اب تک اس کی قضاء نہیں رکھی پھر جب رمضان کا مہینہ آ گیا تو اس کی قضاء کی نیت سے روزہ رکھا تب بھی رمضان کا ہی روزہ ہوگا، قضاء کا روزہ نہ ہوگا، قضاء کے روزے رمضان کے بعد رکھے۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۴ بحوالہ فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۱۹۴)

نذر کے روزے کو رمضان میں رکھنا

اگر کسی نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں اللہ کے لیے اتنے روزے رکھوں گا پھر رمضان کا مہینہ آ گیا تو اس نے اسی نذر کے روزے رکھنے کی نیت کی رمضان کے روزے کی نیت نہیں کی تب بھی رمضان ہی کا روزہ ہوگا۔ نذر کا روزہ ادا نہیں ہوا۔ نذر کا روزہ رمضان کے بعد پھر کبھی رکھے، سب کا خلاصہ یہ ہوا کہ رمضان کے مہینہ میں جب کسی روزے کی نیت کرے گا تو رمضان ہی کا روزہ ہوگا۔ اور کوئی روزہ صحیح نہ ہوگا۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ بحوالہ قدوری ص ۴۵)

کیا نفل کی نیت سے ۲۹/شعبان کا روزہ چاند ہونے کی صورت میں رمضان سے بدل جائیگا؟

انتیسویں شعبان کو بادل کی وجہ سے اگر رمضان کا چاند دکھائی نہیں دیا تو صبح کو نفلی روزہ بھی نہ رکھو ہاں اگر ایسا اتفاق پڑتا ہو کہ ہمیشہ پیر یا جمعرات یا اور کسی مقررہ دن روزہ رکھا کرتے تھے اور کل وہی دن ہے تو نفل کی نیت سے صبح کو روزہ رکھ لینا بہتر ہے پھر اگر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو اسی نفل روزے سے رمضان کا فرض ادا ہو جائے گا اب اس کی قضاء نہ رکھے۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۳ بحوالہ شامی ج ۲ ص ۱۱۹)

۲۹/شعبان کو چاند نہ دکھائی دے تو اگلے روز دوپہر تک کچھ نہ کھاؤ

بادل وغیرہ کی وجہ سے ۲۹/شعبان کو چاند نہیں دکھائی دیا تو اگلے روز دوپہر سے ایک گھنٹے پہلے تک کچھ نہ کھاؤ نہ پیو مگر کہیں سے خبر آ جائے تو اب روزے کی نیت کرلو۔ اور اگر خبر نہ آئے تو کھاؤ پیو۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۴ بحوالہ نور الایضاح)

یومِ شک کے روزہ کا حکم

اگر یوم شک (تیس شعبان) کو کچھ کھا پی لیا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ دن رمضان کا تھا تو لازم ہے اس دن کے باقی حصے میں روزہ توڑنے والی چیزوں سے باز رہا جائے۔ اور ماہِ رمضان گزرنے پر فوراً اس کی قضاء رکھی جائے اور اگر یومِ شک میں اس نیت سے روزہ رکھا کہ وہ رمضان

Marfat.com

کا روزہ ہے اور پھر یہ پتہ چلا کہ وہ دن شعبان کا تھا تو وہ روزہ سرے سے صحیح نہ ہوگا۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۸۹۶)

تیس شعبان کو اگر شہادت نہ آئی اور روزہ رکھ لیا تو جیسی نیت تھی ویسا ہی روزہ ہو جائے گا

انتیس شعبان کو چاند نہیں ہوا تو یہ خیال نہ کرو کہ کل کا دن رمضان کا نہیں ہے اور میرے ذمے پارسال کے روزے قضاء ہے اس لیے اس کی قضاء ہی رکھ لوں۔

یا کوئی نذر مانی تھی اس کا روزہ رکھ لوں، اس دن قضاء کا روزہ یا کفارہ اور نذر کا روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے کوئی روزہ نہ رکھنا چاہئے۔ مگر قضاء یا نذر کا روزہ رکھ ہی لیا پھر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تو رمضان ہی کا روزہ ادا ہوگا قضاء اور نذر کا روزہ پھر رکھ لیں۔ اور اگر خبر نہیں آئی تو جس روزے کی نیت وہی ادا ہو گیا۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۴ بحوالہ شرح وقایہ ج ا ص ۳۰)

کیا ایک مرتبہ نیت کر لینا کافی ہے؟

اگر مسلسل روزے رکھنا واجب ہو تو سب کے لیے ایک مرتبہ نیت کر لینا کافی ہے جیسے ماہِ رمضان کے روزے یا کفارۂ صوم یا کفارہ ظہار کے روزے یعنی جب تک یہ سلسلہ نہ ٹوٹے گا وہی نیت جاری رہے گی۔ اور اگر کوئی مرض یا سفر پیش آ جانے کی وجہ سے وہ تسلسل ٹوٹ گیا تو اب ہر روز رات کو نیت کرنا ضروری ہے البتہ اگر سفر ختم ہو جائے یا مرض جاتا رہے تو باقی روزوں کے لیے ایک ہی بار نیت کافی ہوگی۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۸۸۴)

جو روزے مسلسل واجب نہیں ہیں ان کی نیت کا طریقہ

اگر ایسے روزے ہوں جن کا تواتر رکھنا واجب نہیں ہے جیسے ماہِ رمضان کی قضاء یا کفارۂ قسم کے روزے تو ایسے روزوں کے لیے ہر روز رات سے نیت کرنا ضروری ہے ان کے لیے پہلے ہی روز نیت کر لینا کافی نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۸۸۴)

نیت کا قاعدہ

نفلی روزے میں اور نذر معین اور رمضان شریف کے روزوں کی رات سے نیت کرے

Marfat.com

یا صبح کو نصف النہار شرعی تک کر لینا درست ہے اور باقی روزوں میں رات سے نیت کر لینا ضروری ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۵۶ بحوالہ رد المختار ج ا ص ۱۱۶)

سحری کھانا نیت میں شمار ہوگا یا نہیں؟

ماہِ رمضان میں ہر روز نیت کرنی چاہئے۔ سحری کھانا بھی نیت ہے یہ اور بات ہے کہ کھاتے وقت روزہ رکھنے کا ارادہ نہ ہو۔ (تو سحری کا کھانا نیت میں شمار نہ ہوگا) اگر اول شب میں روزے کی نیت کی پھر طلوعِ فجر سے پہلے نیت توڑ دی تو یہ نیت کا توڑ دینا ہر قسم کے روزوں کی نیت میں معتبر ہوگا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۸۸۱)

نیت کا زبان سے ظاہر کرنا ضروری نہیں

نیت کا زبان سے ظاہر کرنا ضروری نہیں صرف دل کا ارادہ کافی ہے حتیٰ کہ سحری کا کھانا خود نیت کے قائم مقام ہے اس لیے کہ سحری روزہ رکھنے کی غرض سے کھائی جاتی ہے ہاں اگر کسی کی عادت اس وقت کھانا کھانے کی ہو یا کوئی بدبخت سحری کھاتا ہو، اور روزہ نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے سحری کھانا نیت کے قائم مقام نہیں ہے۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۱۸)

مریض اور مسافر کی نیت کا حکم

رمضان کے مہینے میں مریض کے روزے کی نیت کا حکم مذہب مختار کے مطابق تندرست اور صحیح و مقیم کی نیت کے حکم کے مانند ہے، یعنی اگر کوئی مریض آدمی رمضان کے مہینہ میں کسی دوسرے روزے کی نیت کرے تو اس کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا اور رمضان کا روزہ ہی تمام حالتوں میں سمجھا جائے گا۔

البتہ مسافر رمضان کے مہینہ میں کسی دوسرے روزے کی نیت کرے تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا اور جس نیت سے روزہ رکھے، اسی کا ہوگا (چاہے نفل ہو یا واجب)۔

(شامی ج ۲ ص ۸۶ کتاب الصوم)

ایام تشریق میں روزے کی نیت کرنا درست نہیں

اگر عیدین یا ایامِ تشریق یعنی ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ، تیرہ تاریخ میں کوئی شخص روزے

Marfat.com

کی نیت کرے تو اس روزے کا پورا کرنا اس پر ضروری نہ ہوگا اور فاسد ہونے کی صورت میں اس کی قضاء بھی لازم نہ ہوگی بلکہ اس کا فاسد کر لینا واجب ہے اس لیے کہ ان ایام میں روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔ (علم الفقہ ص ۴۱)

بغیر نیت کے بھوکے رہنے سے روزہ نہیں ہوگا

اگر کسی نے پورے دن کچھ نہیں کھایا پیا شام تک بھوکا پیاسا رہا لیکن دل میں روزہ کا ارادہ نہ تھا بلکہ بھوک ہی نہیں لگی یا کسی اور وجہ سے کھانے پینے کی نوبت نہیں آئی تو اس کا روزہ نہیں ہوا اگر دل میں روزہ کا ارادہ کر لیتا تو روزہ ہو جاتا۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۳)

نیت کرنے کے بعد صبح صادق تک کھا سکتے ہیں

شریعت میں روزے کا وقت صبح صادق کے وقت سے شروع ہوتا ہے اس لیے جب تک صبح صادق نہ ہو کھانا پینا وغیرہ سب کچھ جائز ہے۔ بعض حضرات شروع رات میں سحری کھا کر نیت کی دعاء پڑھ کر لیٹ جاتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اب نیت کرنے کے بعد کچھ کھانا پینا نہ چاہئے یہ خیال غلط ہے جب تک صبح نہ ہو برابر کھا سکتے ہیں چاہے نیت کر چکے ہوں یا نیت ابھی نہ کی ہو۔ (بہشتی زیور ج ۳ ص ۳)

دل میں نیت کر کے سونے کا حکم

نیت سے مراد دل کا ارادہ ہے، زبان سے ادائیگی ضروری نہیں اس لیے اگر کوئی رات کو دل میں ارادہ کر کے سویا تھا تو پھر مزید نیت کی کوئی ضرورت نہیں۔ (حاشیہ فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۴۴)

کن کن روزوں میں رات سے نیت کرنا ضروری ہے؟

رمضان کے قضاء روزوں میں اور نذرِ غیر معین اور کفارات کے روزوں میں اسی طرح اس نفل روزے کی قضاء میں جسے شروع کر کے فاسد کر دیا گیا ہو غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق کے طلوع ہونے تک نیت کر لینا ضروری ہے۔ صبح صادق کے بعد اگر نیت کی جائے گی تو کافی نہ ہوگی۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۱۹)

فائدہ نیت میں تبرکاً ''انشاء اللہ'' کہہ لینا کچھ مضر نہیں ہے (نیز) روزے کی حالت میں افطار

کی نیت کر لینے سے روزے کی نیت باطل نہیں ہوتی۔
(علم الفقہ ج ۳ ص ۱۹)

زبان سے نیت کا اظہار بہتر ہے

دل سے نیت کرنا کافی ہے کچھ کہنا ضروری نہیں بلکہ جب دل میں خیال ہے کہ آج میرا روزہ ہے اور دن بھر روزے کی ممنوعات سے رکا رہا تو اس کا روزہ ہو گیا۔ اور اگر زبان سے کہہ دے کہ یا اللہ کل میں روزہ رکھوں گا یا عربی میں کہہ دے: نویت بصوم غد من شھر رمضان تو یہ بھی بہتر ہے۔
(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۳)

نیت کر کے روزہ توڑنا

سوال کسی شخص نے شب رمضان میں روزے کی نیت کی یا غیر رمضان میں رات کو یا دن کو نفل روزے کی نیت کی اب وہ رات کو یا دن کو عذر کی وجہ سے یا بلا عذر نیت توڑ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب نیت کا رات کو توڑنا ممکن ہے اس طریقہ سے کہ اگلے دن کھانے پینے کا ارادہ کرے۔ لیکن اور دن میں جب کہ روزہ شروع ہو گیا تو اب نیت توڑنا لغو ہے۔ پس رمضان کے روزے میں اگر رات کو نیت کر کے توڑ دی اور دن کو کھا پی لیا تو صرف قضاء لازم آئے گی۔

اور اگر دن میں نیت توڑ کر کھا پی لیا تو کفارہ بھی لازم آئے گا اور اگر غیر رمضان میں رات کو نیت توڑ دی تو نہ قضاء ہے نہ کفارہ اور اگر دن میں نیت ختم کر کے کھا پی لیا تو صرف قضاء لازم آئے گی۔ اور جن روزوں میں ان کا وقت متعین ہے اس میں بلا عذر نیت توڑنا جائز نہیں اور غیر معین میں توڑنا بغیر عذر کے بھی جائز ہے۔
(امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۷۳)

جس شخص نے روزہ کی نیت نہ کی تو اس کے کھانے کا کیا حکم ہے

سوال جس شخص نے رمضان کی رات میں نہ نیت روزہ رکھنے کی کی اور نہ عدم روزہ کی تو اب دن میں اس کے لیے کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب اگر روزے در نے زوال سے پہلے تک نیت نہ کی تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہوا۔ لیکن کھانا پینا رمضان کے احترام کی وجہ سے جائز نہیں، اور اگر کھا لیا تو صرف قضاء لازم آئے گی۔

(امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۷۳)

Marfat.com

چوتھا باب

سحری کے مسائل وفضائل

اللہ تعالیٰ کے قانون کا بھی عجیب وغیریب معاملہ ہے اس کے یہاں ہر چیز کے خزانے ہیں وہ ہر چیز پر قادر مطلق ہے وہ اپنے متعلق فرماتا ہے۔"و ھو یطعم والایطعم وہ کھاتا نہیں بلکہ کھلاتا ہے"۔

مشہور ہے کہ رحمتِ خداوندی "بہانہ می جوید" کہ خدا کی رحمت دینے کے لیے بہانہ تلاش کرتی ہے اب سحری کو ہی دیکھئے جب کہ سحری کھانا بندوں کے اپنی اغراض ومقاصد میں سے ہے۔لیکن چونکہ روزے کی نسبت صرف خدا ہی کی طرف ہے اس نے اس میں بھی مسلمانوں کے لیے اجر وثواب رکھ دیا گیا ہے، سحری کھانا مسنون ہے حدیث شریف میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے "آنحضورؐ فرماتے ہیں کہ یہود ونصاریٰ اور ہمارے روزوں میں صرف سحری کا فرق ہے" (یعنی وہ سحری نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں) آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں" اگر بھوک نہ ہو اور کھانے کی خواہش نہ ہو تو اس سنت پر عمل کرنے کے لیے دو ایک چھوہارے کھالے یا صرف پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لے تا کہ سنت پر عمل ہو جائے" آپ کا ارشاد ہے کہ سحری کھانے میں برکت ہے" یعنی بدن میں چستی اور قوت قائم رہتی ہے۔

سحری میں تاخیر کرنا مستحب ہے سحری کھانے میں تاخیر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب تک صبح صادق کی یقین نہ ہو اس وقت تک کھاتے پیتے رہنا چاہئے۔اور جب صبح صادق نمودار ہو جائے تو پھر کھانا پینا ترک کر دینا چاہئے" صبحِ صادق کی پہچان یہ ہے کہ جب صبح صادق نمودار ہوتی ہے تو مشرق میں افق کے کناروں پر روشنی کی دھاری نمایاں ہوتی ہے اور پھر روشنی غالب آ کر تاریکی مٹ جاتی ہے بس یہی صبح صادق ہے۔

صاحبِ کشاف نے سحری کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ تمام رات کو چھ حصوں پر تقسیم کر کے آخر حصے میں سحری کھاؤ مثلاً اگر غروب آفتاب سے صبح صادق تک بارہ گھنٹے ہوں تو آخر کے دو گھنٹے سحری کھاؤ اور ان میں تاخیر بہتر ہے بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ روزے میں شک ہونے لگے۔لغت

Marfat.com

میں سحری اس کھانے کو کہتے ہیں جو صبح کے قریب کھایا جائے۔ بعض حضرات تراویح پڑھ کر کھا کر سو جاتے ہیں یا بغیر سحری کے روزے رکھتے ہیں اگرچہ اس طرح تو ان کا روزہ ہو جائے گا مگر سحری کے ثواب سے محروم رہیں گے، روزے دار کو سحری کا اہتمام کرنا چاہئے کہ اس میں اپنی ہی راحت ونفع اور مفت کا ثواب ہے مگر اتنا ضرور ہے کہ افراط وتفریط ہر چیز میں مضر ہے کہ نہ اتنا کم کھاؤ کہ عبادت میں کمزوری محسوس ہونے لگے اور نہ اتنا زیادہ کھاؤ کہ دن بھر کھٹی ڈکاریں آتی رہیں کیونکہ احادیث میں زیادہ کھانے کی ممانعت وارد ہے۔

سحری کا مسنون وقت

روزے دار کو رات کے آخری حصے میں صبح صادق سے پہلے پہلے سحری کھانا مسنون ہے اور باعثِ برکت وثواب ہے نصف شب کے بعد جس وقت بھی کھائیں سحری کی سنت ادا ہو جائے گی۔ لیکن بالکل آخری شب میں کھانا افضل ہے اگر مؤذن نے صبح کی اذان وقت سے پہلے دیدی تو سحری کھانے کی ممانعت نہیں ہے جب تک صبح صادق نہ ہو جائے (کھا سکتے ہیں) سحری سے فارغ ہو کر روزے کی نیت دل میں کرنا کافی ہے زبان سے بھی یہ الفاظ کہہ لے تو اچھا ہے۔
و بصوم غد نویت من شھر رمضان۔
(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۸۱)

حضورؐ کے زمانے میں سحری اور فجر کے درمیان وقفے کی مقدار

زید بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ کیساتھ سحری کھائی پھر آپ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے) حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا کہ اذان اور سحری میں کتنا وقفہ ہوتا تھا کہا پچاس آیت کے پڑھنے کے برابر۔
(ترجمہ بخاری شریف ج ۱ ص ۶۸۹)

سحری اور افطار کے لیے ڈھول بجانا

جس طرح نکاح اور اعلانِ جنگ کے لیے دف کا بجانا حدیثوں سے ثابت ہے اسی طرح چاند نظر آنے اور سحری اور افطار کے وقت ضرورتاً بطورِ اعلان بجانا جائز ہے۔ بشرطیکہ باجے کے طرز پر نہ ہو۔
(فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۴۰ بحوالہ شامی ج ۵ ص ۳۰۷)

سحری وافطار کے لیے گھنٹہ، نقارہ یا توپ وغیرہ کا استعمال

سوال رمضان المبارک میں سحری وافطار کا صحیح وقت بتانے کے لیے جامع مسجد میں نقارے کا

Marfat.com

انتظام کیا جائے اور اس کے ذریعہ سے تمام مسلمانوں کو اطلاع دیجائے تو کیا یہ درست ہے یا نہیں؟ بعض لوگ ناقوس کو ہندوؤں کی عبادت کی مشابہ ہونے اور رسول اللہ ؐ اور عہد صحابہ میں ثابت نہ ہونے کی وجہ سے برا سمجھتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: طبل (ڈھپرا) بجانے کو فقہاء نے جائز لکھا ہے کہ افطار و سحور کے وقت بجانے میں بھی کچھ حرج نہیں مگر طبل داخلِ مسجد نہ رکھا جائے'' اور ناقوس وغیرہ سے اس کو اس لیے مشابہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ لوگ اس طریقۂ اعلان کی خصوصیت کو عبادت بھی سمجھتے ہیں اور یہاں ایسا کوئی مسئلہ نہیں سمجھا جاتا اور خیر القرون میں اس کی مثال نکاح کے وقت دف کا بجانا موجود ہے۔

اس سے بھی مقصود ایک طاعت کے متحقق ہونے کا اظہار ہے اور اس سے بھی مقصود ایک طاعت کا وقت متحقق ہونے کا اعلان ہے اور غور کرنے سے دف کی کراہیت کے مقابلے میں عوام کی ضرورت بڑھی ہوئی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۰۱)

سحری وافطاری کے وقت کی اطلاع کے لیے گولہ چھوڑنا جائز ہے۔ نقارہ بجانا بھی جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۲ ص ۲۲۴)

سحری کی سنت ادا کرنے کے لیے پان کھانا

سحری کھانا سنت ہے اگر بھوک نہ ہو اور کھانا نہ کھائے تو کم از کم دو تین چھوہارے ہی کھا لے یا کوئی اور چیز تھوڑی بہت کھالے اگر کچھ بھی نہ ہو تو سادہ پانی ہی پی لے، اگر کسی نے سحری نہ کھائی اور اٹھ کر ایک آدھ پان ہی کھالیا تو جب بھی سحری کا ثواب مل گیا۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۴ بحوالہ شرح البدایہ ج ۱ ص ۲۰۵)

سحری بالکل صبح کے وقت نہ کھائیں

سحری میں جہاں تک ہو سکے دیر کر کے کھانا بہتر ہے لیکن اتنی دیر نہ کرے کہ صبح ہونے لگے اور روزہ میں شبہ پڑ جائے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۴ بحوالہ نسائی شریف ص ۲۰۵)

سحری جلدی کھالی اور پان آخر میں کھایا

اگر کسی نے سحری جلدی کھائی اور اس کے بعد پان تمباکو اور چائے وغیرہ دیر تک کھاتے پیتے رہے اور جب صبح صادق ہونے میں تھوڑی دیر رہ گئی تب کلی کرلی جب بھی دیر کر کے کھانے کا

ثواب مل گیا اور اس کا بھی وہی حکم ہے جو دیر کر کے کھانے کا حکم ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۱ ص ۱۴ بحوالہ شرح البدایہ ج ۱ ص ۲۰۵)

اذان دیر میں ہونے پر اس وقت تک سحری کھاتے رہنا

سوال زید کہتا ہے کہ ناواقف لوگ جو اوقاتِ سحری کی خبر نہیں رکھتے جب تک اذان نہ سنیں کھا پی سکتے ہیں، صحیح مسئلہ کیا ہے؟

جواب صبح صادق کے بعد کھانا پینا درست نہیں ہے، خواہ اذان ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، اس بارے میں بہت احتیاط کرنی چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۴۵ بحوالہ رد المختار ج ۱ ص ۱۱۰)

اذان کے وقت منہ کا لقمہ نگل گیا

سوال اذان ہوتے ہی سحری چھوڑ دی لیکن جو ایک دو لقمہ منہ کے اندر تھے ان کو نگل کر پانی پی لیا، کیا روزہ ہو گیا یا قضا لازم ہے؟

جواب اگر یہ ظن غالب ہو کہ صبح صادق ہونے کے بعد اگر اذان شروع ہوئی ہے تو روزہ نہ ہو گا، اور اگر حالت شبہ ہو تو اس وقت کھانا پینا مکروہ ہے مگر روزہ صحیح ہو جائے گا۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۳۲)

غلطی سے سحری صبح صادق کے بعد کھانا

اگر کسی کی آنکھ دیر میں کھلی اور یہ خیال ہوا کہ ابھی تو رات باقی ہے اسی گمان پر سحری کھا لی پھر بعد میں معلوم ہوا کہ صبح ہو جانے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ نہیں ہوا۔ قضاء رکھے اور کفارہ واجب نہیں، لیکن پھر کچھ کھائے پئے نہیں، روزہ داروں کی طرح رہے اور اسی طرح اگر سورج غروب ہونے کے گمان سے روزہ کھول لیا پھر سورج نکل آیا تو روزہ جاتا رہا اسکی قضاء کرے کفارہ واجب نہیں، اور جب تک سورج نہ ڈوب جائے کچھ کھانا پینا درست نہیں۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۴ بحوالہ شرح البدایہ ج ۱ ص ۲۰۵)

بغیر سحری کا روزہ

سوال بغیر سحری کھائے روزہ درست ہے یا نہیں؟

جواب سحری کھانا روزہ کیلئے مستحب ہے، پس بلا سحری کے بھی روزہ ہوجاتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۹۶ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۵۶ باب مایفسد الصوم)

اگر رات کو سحری کھانے کے لیے آنکھ نہ کھلے سب کے سب سو گئے تو بغیر سحری کھائے روزہ رکھو، سحری چھوٹ جانے سے روزہ چھوڑ دینا کم ہمتی کی بات ہے اور بڑا گناہ ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۴)

وقت ختم ہونے پر سحری کھانا

اگر اتنی دیر ہوگئی کہ صبح صادق ہوجانے کا شبہ پڑ گیا تو اب کچھ کھانا مکروہ ہے اور اگر ایسے وقت کچھ کھا پی لیا تو بُرا کیا، اور گناہ ہوا پھر اگر معلوم ہوگیا کہ اس وقت صبح ہوگئی تھی تو اسی روز کی قضاء رکھے اور اگر کچھ معلوم نہ ہو شبہ ہی شبہ رہ جائے تو قضاء رکھنا واجب نہیں ہے، لیکن احتیاط کی بات اس میں ہے کہ اس کی قضاء رکھ لے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۴ بحوالہ شرح البدایہ ج ۱ ص ۲۰۵)

سحری کے بعد بیوی سے ہمبستری

سوال رمضان المبارک میں سحری کھانے کے بعد اپنی بیوی سے ہمبستری ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے بعد غسل کا وقت کب تک ہے؟

جواب رمضان شریف میں سحری کھانے کے بعد اگر صبح صادق ہونے میں دیر ہو تو اپنی بیوی سے جماع (صحبت) کرنا درست ہے، غرض یہ ہے کہ صبح صادق سے پہلے پہلے جماع سے فراغت ہوجانی چاہئے، اور غسل چاہے صبح ہونے کے بعد ہو، روزہ میں کچھ نقصان نہ آئیگا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۹۶ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۷۴)

سحری کے بعد کلی کرنا

سوال سحری کھا کر اگر کلی نہ کرے اور اسی طرح سو جائے تو روزہ میں حرج تو نہیں؟

جواب اگر دانتوں میں اٹکا ہوا کھانا چنے کی مقدار، یا اس سے زیادہ حلق میں اتر گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ صرف قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں۔

اور اگر چنے کی مقدار سے کم ہو تو مفسد نہیں، لہٰذا فساد روزہ کی وجہ سے کلی کر کے سو جانا چاہئے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۴۳)

Marfat.com

رمضان میں فجر کی جماعت جلدی کرنا

سوال رمضان شریف کے دنوں میں سحری کھانے کے بعد اگر احتمال ہو کہ فجر کے وقت آنکھ نہ کھلے گی تو اوّل وقت میں نماز پڑھ لینا کیسا ہے؟ اور اسی وقت اذان کہہ کر جماعت کر لینا، اس وجہ سے کہ لوگوں کی اکثر و بیشتر جماعت چھوٹ جاتی ہے اور بعض اوقات قضاء بھی ہو جاتی ہے، کیسا ہے؟

جواب حامداً و مصلیاً۔ رمضان المبارک میں سحری کے بعد اوّل وقت فجر کی نماز کے لیے اگر نمازی جمع ہو جائیں اور روزانہ کے وقت معمول تک تاخیر ہونے سے جماعت چھوٹنے یا قضاء ہو جانے کا اندیشہ ہے تو اوّل وقت جماعت کر لینا بہتر ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ا ص ۱۶۲)

Marfat.com

پانچواں باب

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

روزہ میں کچھ باتیں ایسی ہیں کہ نہ ان سے روزہ ٹوٹتا ہے اور نہ مکروہ ہوتا ہے۔ ان باتوں کو یاد رکھنا چاہئے۔ بعض حضرات محض اپنی عقل وفہم سے یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر قصداً کھاپی لیتے ہیں۔ حالانکہ اس صورت میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر مسئلہ جانتے ہوئے بھول کر کھانا کھانے کے بعد عمداً جماع کرنے کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا، اور محض کھانا کھانے کی صورت میں صرف قضاء ہی ہے"۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ص ۱۰۴)

بھول سے کھانا اور صحبت کرنا

اگر روزہ دار بھول کر کچھ کھاپی لے یا بھولے سے صحبت ہوجائے تو اس کا روزہ نہیں گیا اگر بھول کر پیٹ بھر کے کھاپی لے تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، نیز اگر بھول کر کئی مرتبہ بھی کھاپی لیا تب بھی روزہ نہیں گیا۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ص ۱۴ بحوالہ قدوری ص ۴۵)

تندرست اور ضعیف کی بھول میں فرق

ایک شخص کو بھول کر کھاتے ہوئے دیکھا تو اگر وہ اس قدر طاقت ور ہے کہ روزے سے زیادہ تکلیف نہیں ہوتی تو روزہ یاددلانا واجب ہے اور اگر اس شخص میں روزہ رکھنے کی قوت وطاقت نہ ہو، روزہ سے تکلیف ہوتی ہو تو اس کو یاد نہ دلائے کھانے دے۔ (عالمگیری ج ۱ص ۲۰۲)

روزے میں سرمے، تیل اور خوشبو کا استعمال

روزہ کی حالت، میں دن میں سرمہ لگانا، تیل لگانا، خوشبو سونگھنا درست ہے اس سے روزہ میں کچھ نقصان نہیں آتا چاہے جس وقت ہو بلکہ اگر سرمہ لگانے کے بعد تھوک یا ناک کی غلاظت میں سرمہ کا اثر دکھائی دے تو بھی روزہ نہیں گیا اور نہ مکروہ ہوا۔

(بہشتی زیور ج ۳ص ۱۰ بحوالہ قدوری ص ۴۵)

Marfat.com

ناپاکی کی حالت میں روزہ رکھنا

سونے کی حالت میں احتلام ہوگیا پھر بغیر غسل کئے ہوئے روزہ رکھ لیا تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (ناپاکی کا گناہ الگ ہوگا)۔
(علم الفقہ ج ۳ ص ۳۱)

روزہ کی حالت میں حلق کے اندر مکھی، مچھر گردو غبار وغیرہ چلا جانا

روزہ کی حالت میں حلق کے اندر مکھی چلی گئی یا آپ ہی آپ دھواں چلا گیا یا گرد و غبار چلا گیا تو روزہ نہیں گیا البتہ اگر قصداً ایسا کیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔
(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۱ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۲۹۸)

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۹۲۲ میں تفصیل کے ساتھ یہ مسئلہ درج ہے کہ راستہ کا غبار یا آٹے کی چھانس یا مکھی مچھر وغیرہ ان میں سے کوئی بھی منہ میں روزہ کی حالت میں چلی جائے اور معدہ میں پہنچ جائے تو روزہ کے لیے نقصان دہ نہیں ہے کیونکہ ان اشیاء سے بچنا مشکل اور دشوار ہے۔

نیز یہی حکم اس میں بھی ہے کہ اگر کوئی چیز پیسنے یا دوا کوٹنے کا غبار یا مزہ حلق میں محسوس ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔
(عالمگیری پاکستانی ج ۲ ص ۱۷)

روزے کی حالت میں آنسو کا منہ میں چلا جانا

اگر روزہ دار کے منہ میں آنسو داخل ہوں تو اگر تھوڑے ہوں جیسے کہ ایک دو قطرے یا مثل اس کے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اور اگر بہت ہوں کہ آنسوؤں کی نمکینیت منہ میں پائے اور بہت زیادہ جمع ہو جائیں تو پھر ان کو نگل جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اسی طرح چہرہ کا پسینہ روزہ دار کے منہ میں داخل ہو تو یہی حکم ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری اُردو پاکستانی ج ۲ ص ۱۷)

روزے کی حالت میں پھول سونگھنا

خوشبودار عطیات، گلاب، نرگس وغیرہ کا پھول سونگھنے سے یا غسلِ جنابت (ناپاکی کی حالت) میں اتنی دیر کرے کہ سورج نکل آئے بلکہ پورے دن ناپاکی کی حالت میں رہنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔
(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۹۱۹)

Marfat.com

روزے کی حالت میں نکسیر پھوٹ جانا

سوال روزہ کی حالت میں نکسیر پھوٹ گئی یہاں تک کہ اس کا اثر تھوک میں بھی پایا گیا تو کیا روزہ ہو گیا؟

جواب اس کے روزہ میں کچھ خلل نہیں آیا۔ (بشرطیکہ اس کے پیٹ میں خون نہ گیا ہو)۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ٦ ص ٤٠٦)

روزے میں کان کے اندر تیل یا پانی جانا

کان میں پانی کے خود بخود چلے جانے سے یا قصداً ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا بخلاف تیل کے اس کے ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ تیل پیٹ میں داخل ہو جائے۔

(علم الفقہ ج ٣ ص ٣٢)

ناک میں پانی چلا جانا

سوال روزہ کی حالت میں روزہ یاد ہوتے ہوئے وضو کرتے وقت غلطی سے یا جان بوجھ کر دماغ تک پانی پہنچ گیا یا دماغ تک تو نہیں پہنچا مگر اتنی دور تک کہ اس سے تکلیف ہوئی تو شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب ناک کی راہ سے پانی پہنچانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اگر ناک سے حلق میں پانی چلا آیا، تب روزہ فاسد ہو جائے گا۔ دماغ تک پہنچنے کی شکل میں تردد ہے تحقیق کر لیں۔

(امداد الفتاویٰ ج ١ ص ٢٧ او ج ٢ ص ١٢٩)

آنکھ میں دوا ڈالنا

بدن کے مساموں سے جو تیل اندر (جسم میں) داخل ہو جاتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح جو شخص پانی سے نہایا اور اس کو جسم کے اندر سردی محسوس ہوئی تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ نیز آنکھوں میں دوا ٹپکائی تو روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ اس کا مزہ حلق میں محسوس ہوا۔

(فتاویٰ عالمگیری پاکستانی اُردو ج ٢ ص ١٨)

Marfat.com

کلّی کرنے کے بعد منہ میں پانی کے اثرات رہ جانا

کلّی کرنے کے بعد پانی کی تری جو منہ میں باقی رہ جاتی ہے اس کو نگل جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر اس میں یہ شرط ہے کہ کلی کرنے کے بعد ایک دو مرتبہ تھوک منہ سے نکال دیا جائے اس لئے کہ کلی کرنے کے بعد کچھ پانی باقی رہ جاتا ہے، ہاں دو ایک مرتبہ تھوک دینے کے بعد پھر پانی نہیں رہ جاتا البتہ ہلکی سی تری رہ جاتی ہے (اس میں کچھ حرج نہیں)۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۳۲)

ناک کو حلق کی جانب چڑھانا

ناک کو روزے کی حالت میں اتنی زور سے سڑک لیا کہ حلق میں چلی گئی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹا اسی طرح منہ کی رال سڑک کر نگل جانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۲ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۲۷۸)

روزے میں تھوک یا رال نگل جانا

روزے کی حالت میں منہ میں تھوک (یا رال) جو جمع ہو جائے اس کو نگل لے یا دانتوں کی جھرّی میں کھانے کی کوئی چیز رہ گئی ہے اس کو نگل لے تو اس سے بھی روزہ کو نقصان نہیں پہنچتا۔ اور اگر قصداً ایسا کیا تو بھی روزہ درست ہوگا۔ ہاں اگر اس چیز کی مقدار اتنی ہو جس کو عموماً زیادہ کہا جاتا ہے تو اس کے نگلنے سے خواہ بے ارادہ ہی ایسا ہوا ہو روزہ باطل ہو جائے گا۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۹۲۰)

باتیں کرتے وقت ہونٹ تھوک میں تر ہو جانا

اگر کسی کے ہونٹ باتیں کرتے وقت یا اور کسی وقت تھوک میں تر ہو جائیں، پھر اس کو نگل جائے تو ضرورت کی وجہ سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

اس طرح اگر منہ سے رال تھوڑی تک بہی اور اس کا تار منہ کے اندر کے لعاب سے ملا ہوا تھا۔ پھر وہ اس کو منہ کے اندر لے جا کر نگل گیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اس لیے کہ اس کا باہر نکلنا پورا نہیں ہوا تھا، اور اگر اس کا تار ٹوٹ گیا تھا تو پھر اس کا حکم مختلف ہے۔ (یعنی منہ کے لعاب سے تار ٹوٹ جانے کے بعد، اس رال کو منہ کے اندر لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(فتاویٰ عالمگیری اُردو پاکستانی ج ۲ ص ۱۷)

Marfat.com

دانتوں میں خلال کرنے سے منہ میں ریشہ چلا جانا

دانتوں میں گوشت کا ریشہ اٹکا ہوا تھا یا چھالی کا ٹکڑا وغیرہ یا کوئی اور چیز تھی اس کو خلال کرنے سے کھالیا لیکن اس کو منہ سے باہر نہیں نکالا تھا، آپ ہی آپ حلق میں چلا گیا، تو دیکھو اگر چنے کی مقدار سے کم ہے تو روزہ نہیں گیا، اگر چنے کی برابر یا اس سے زیادہ ہے تو روزہ جاتا رہا۔ البتہ اگر منہ سے باہر نکال لیا تھا پھر اس کے بعد نگل لیا تو ہر حال میں روزہ ٹوٹ گیا ہے چنے کی برابر ہو یا اس سے بھی کم ہو، دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۱ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۸)

رمضان میں سونے والے کا اٹھ کر دانت میں خون دیکھنا

سوال رمضان میں دوپہر کو ایک شخص سوتا تھا، جب اٹھا تو اس کے دانت میں خون تھا، یہ یقین نہیں کہ سوتے وقت خون منہ میں گیا یا نہیں، اب روزہ کا کیا حکم ہے؟

جواب اس صورت میں روزہ نہیں جاتا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۱۳ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۳۴)

خون میں ملا ہوا تھوک نگل جانا

منہ سے خون نکلتا ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگل جائے تو روزہ ٹوٹ گیا۔ البتہ اگر خون تھوک سے کم ہو اور خون کا مزہ حلق میں معلوم نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۳)

پان کی سُرخی نگلنا

سوال سحری کے بعد پان کھایا دن نکلنے پر پان کی سرخی تھوک میں موجود ہے ایسے تھوک کے نگلنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا یا نہیں؟

اگر کلی غرارہ کیا ہو تو پھر کیا حکم ہے؟ بعض مرتبہ کلی کرنے کے بعد ہلکی سی سرخی تھوک میں رہ جاتی ہے جس کا دور کرنا مشکل ودشوار ہے شرعی کیا حکم ہے؟

جواب باہر سے رنگ کا اثر اگر تھوک میں ہو جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لیکن پان جو صبح صادق سے پہلے کھالیا اور اس کے اجزاء منہ میں نہ رہے، اور کلی وغیرہ کر کے منھ کو خوب صاف کر لیا پھر اگر صبح کو تھوک میں سرخی کا اثر باقی رہا اور اس کو نگل لیا تو اس میں مفسد صوم کا حکم نہ ہوگا۔ تھوک اگر سرخی مائل ہے، تو روزہ نہیں ٹوٹے گا''۔

Marfat.com

لیکن احتیاط ضروری ہے اور جہاں تک ہو سکے کچھ اثر نہ چھوڑنا چاہئے خوب منہ کو صاف کر لینا چاہئے اور اگر کسی کو شک و شبہ ہو تو اس روزہ کی قضاء کر لے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۱۵ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۴۱، ۱۴۲)

سحری کے وقت منہ میں پان لے کر سو جانا

سوال روزے کی نیت سے پان کھا کر لیٹ گئے، جب صبح کو جاگے تو کسی کے منہ میں پورا پان تھا اور کسی کے منہ میں چنے کے برابر اور کسی کے منہ میں کچھ بھی نہیں تھا تو اس صورت میں کس کس کا روزہ ہوا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب اگر سوتے وقت منہ میں پان لے کر سوئے اور صبح تک منہ میں رہا تو روزہ جاتا رہے گا، جس کے منہ میں پان نہ پایا گیا ہو تو ظاہر ہے کہ وہ اسکو نگل گیا ہو اور یہی کہا جائے گا کہ صبح کے بعد نگلا ہے۔

اور اگر پان سالم بھی پایا گیا تب بھی غالب ہے کہ اس کا عرق حلق میں گیا ہوگا۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ حکماء و اطباء اصل السوس وغیرہ منہ میں ڈال کر سونے کو بتاتے ہیں اگر عرق نہ پہنچتا تو اس سے کیا نفع، جب پہنچنا ثابت ہو گیا تو سونے کی حالت میں کھائے پیئے تو قضاء واجب ہے، اور اگر سونے سے پہلے پان تھوک دیا اور غرغرہ وغیرہ نہیں کیا تو اور اگر منہ میں چنے کی برابر یا چنے سے زیادہ تھا تو قضاء واجب ہے اور اس سے کم ہے تو روزہ فاسد نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ج ا ص ۱۷۲)

منہ میں ریت چلا جانا

سوال منہ میں ریت پہنچا اور تھوک دیا اور بعد میں تھوک نگل گیا۔ پھر دانتوں میں ریت معلوم ہوا کہ ریت اندر ہی رہ گیا ہے تو اس سے روزہ ٹوٹا یا نہیں؟

جواب اس صورت میں روزہ نہیں ٹوٹا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۰۹ بحوالہ رد المختار ج ۶ ص ۱۳۴)

مصنوعی دانت کا حکم

سوال جو شخص منہ میں ہر وقت مصنوعی دانت لگائے رہتا ہے، نہ ان میں بو ہے اور نہ مزہ ہے روزے کی حالت میں یہ دانت منہ میں رہتے ہیں، کیا اس سے روزہ مکروہ ہوتا ہے؟

جواب مکروہ نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ جدید ترتیب ج ۲ ص ۱۴۲)

Marfat.com

پائیریا کی پیپ منہ میں چلی جانا

سوال مرض پائیریا کی وجہ سے مسوڑوں میں پیپ آجاتی ہے اس کو تھوک کے ساتھ نگل جانے سے روزہ ٹوٹے گا یا نہیں۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ جو چیز منہ میں پیدا ہورہی ہے اس کے اجزاء قصداً یا بلا قصد تھوک کے ساتھ حلق میں چلے جائیں تو کیا حکم ہے جو چیز خارج منہ میں رکھی جائے، جیسے سونے میں پان منہ میں رہ گیا اور صبح کو آنکھ کھلی تو کیا دونوں میں فرق ہے یا نہیں؟

جواب پائیریا کی پیپ کو پان کی پیک پر قیاس کرنا اور مفسدِ صوم قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ پان خارج سے منہ میں رکھا جاتا ہے، اس کی پیک تھوک پر غالب ہوتی ہے، بخلاف پائیریا کی پیپ کے، کہ پائیریا ایک مستقل مرض ہے، پیپ منہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اس سے احتراز ممکن نہیں، پیپ کی مقدار بھی کم اور تھوک سے مغلوب ہوتی ہے لہٰذا مفسدِ صوم نہیں ہونا چاہئے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۰۹ بحوالہ عالمگیری ج ۲ ص ۱۳۱)

ڈکار کے بعد منہ میں پانی آجانا

جس شخص نے سحری میں اس قدر کھایا ہو کہ طلوعِ آفتاب کے بعد ڈکاریں آتی ہیں اور ان کے ساتھ پانی آتا ہے، اس سے روزہ میں کچھ حرج نہیں آتا ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۱۷۳ ج کامل)

خون روکنے کے لیے منجن کا استعمال

سوال جب کہ مسوڑوں سے خون اور مواد نکلتا ہو تو کسی ایسے منجن کا جو خون کو روکے اور دافع مواد ہو استعمال جائز ہے یا نہیں؟

جواب جائز ہے مگر منجن ملکر فوراً منہ دھولے اور کلی کرلے تاکہ اس کا اثر پیٹ میں نہ جائے اور منجن ایسا ہو کہ عادتاً پیٹ میں نہ پہنچتا ہو، مگر بچنا اچھا ہے، اس لیے کہ کراہت تنزیہی تو بہر حال ہے، احتیاط کے ساتھ منجن ملیں اور دانتوں کو صاف کریں کہ حلق کے اندر کچھ نہ جائے تو مکروہ نہیں ہے، یعنی مکروہ تحریمی نہیں ہے خلافِ اولیٰ ضرور ہے جس کا مطلب کراہت تنزیہی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۰۴ بحوالہ رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۳)

Marfat.com

مسواک اور کوئلے سے دانت صاف کرنا

کوئلہ چبا کر دانت مانجھنا اور منجن سے دانت مانجھنا مکروہ ہے اور اگر اس میں سے کچھ حلق میں اتر جائے گا تو روزہ جاتا رہے گا۔ اور مسواک سے دانت صاف کرنا درست ہے خواہ سوکھی مسواک ہو یا تازہ اسی وقت کی توڑی ہوئی، اگر نیم کی مسواک ہے اور اسکا کڑواپن منہ میں معلوم ہوتا ہے جب بھی مکروہ نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۳ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۲۱۰)

مسواک کا ریشہ پیٹ میں چلا جانا

سوال: مسواک کرتے وقت اس کا ریشہ پیٹ میں چلا گیا اور کوشش کے باوجود باہر نہ نکلا، کیا اس سے روزہ فاسد ہو گیا؟

جواب: دانتوں میں اٹکا ہوا کھانے کا ذرہ اگر چنے کے دانے سے کم مقدار میں حلق میں چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس کی وجہ یہی ہے کہ اس سے بچنا مشکل ہے اس سے ثابت ہوا کہ مسواک کے ریشہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۳۵)

تمباکو کا پتہ جلا کر دانت صاف کرنا

سوال: بعض عورتیں تمباکو کا پتہ جلا کر اس کی راکھ اور مسّی سے رمضان شریف میں دانت صاف کرتی ہیں یہ کیسا ہے؟

جواب: اگر دانتوں کو مل کر دھولیا جائے کہ پیٹ میں اس کا اثر نہ جائے تو روزہ میں کچھ خلل نہیں آتا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۰۶)

ٹوتھ پیسٹ یا ٹوتھ پاوڈر کا استعمال

روزے کی حالت میں فقہاء احناف نے مسواک کی اجازت دی ہے چاہے وہ خشک لکڑی کی ہو جس میں ایک گونہ ذائقہ موجود ہوتا ہے، لیکن ٹوتھ پیسٹ یا ٹوتھ پاوڈر کا حال اس سے مختلف ہے اس میں بہت محسوس ذائقہ ہوتا ہے، مسواک کا نہ اس پر اطلاق ہوتا ہے اور نہ مسواک کی سنت ادا کرنے کے لیے اس کی ضرورت ہے اس لیے کسی ضرورتِ شدیدہ کے بغیر اس کا استعمال کراہت سے خالی نہ ہوگا، ہاں عذر کی بناء پر کیا جا سکتا ہے۔ (جدید فقہی مسائل ج ۱ ص ۱۰۲)

Marfat.com

روزے میں قے کرنا

سوال: قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر قے منہ بھر کر آئی اور ایک چنے کی برابر یا اس سے زائد جان بوجھ کر عمداً واپس لوٹالی تو روزہ ٹوٹ گیا۔ قضاء فرض ہے کفارہ نہیں، اور اگر جان بوجھ کر منہ بھر کے قے کی تو اس صورت میں بہرحال روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اگرچہ واپس نہ لوٹائے، البتہ منہ بھر کے قے نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۳۳ بحوالہ ردالمحتار ج ۲ ص ۱۲۰)

قصداً قے میں سے کچھ منہ میں چلی جانا

اگر کوئی شخص قصداً قے کرے تو اگر منہ بھر کر نہ ہوگی تو روزہ فاسد نہ ہوگا، جو قے قصداً کی جائے اور منہ بھر کر نہ ہو وہ اگر بے اختیار حلق کے نیچے اتر جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

(علم الفقہ ج ۳ ص ۳۲)

اپنے آپ قے ہو جانا

آپ ہی آپ قے ہوگئی تو روزہ نہیں گیا چاہے تھوڑی سی قے ہوئی یا زیادہ البتہ اگر اپنے اختیار سے قے کی اور منہ بھر کر قے ہوگئی تو روزہ جاتا رہا، اور اس سے تھوڑی ہو تو خود کرنے سے بھی نہیں گیا نیز تھوڑی سی قے آئی پھر خود بخود حلق میں لوٹ گئی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹا۔ البتہ اگر قصداً لوٹالی تو روزہ ٹوٹ گیا۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۲ بحوالہ فتاویٰ ہندیہ ج ۱ ص ۲۰۲)

قے ہونے کے بعد قصداً کھانا

اگر کسی کو قے ہوئی اور وہ یہ سمجھا کہ میرا روزہ ٹوٹ گیا اس گمان پر پھر قصداً کھالیا اور روزہ توڑ دیا تو بھی قضاء واجب ہے، کفارہ واجب نہیں ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۳ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۴)

روزہ کی حالت میں سر میں تیل جذب کرنا

اور مشترک حصہ میں خشک چیز داخل کرنا

اگر کوئی شخص سر میں تیل ڈالے یا سرمہ لگائے یا مرد اپنے مشترک حصے کے سوراخ میں

Marfat.com

کوئی خشک چیز داخل کرے، اور اس کا سرا باہر رہے یا تر چیز داخل کرے اور وہ موضع حصہ تک نہ پہنچے تو چونکہ یہ چیزیں جوف (اندرونی حصہ تک نہیں پہنچتی اس لیے روزہ فاسد نہ ہوگا نہ کفارہ واجب ہوگا۔ اور نہ قضاء اور اگر خشک چیز مثلاً روئی یا کپڑا وغیرہ مرد نے اپنی دیراجابت کے سوراخ) میں داخل کی اور ساری اندر غائب ہوگئی یا تر چیز داخل کی اور وہ موضع حقنہ تک پہنچ گئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اور صرف قضاء واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی مرد اپنے ذکر کے سوراخ میں کوئی چیز مثلاً تیل یا پانی ڈالے خواہ پچکاری کے ذریعہ سے یا ویسے ہی۔ یا سلائی وغیرہ داخل کرے اگرچہ یہ چیزیں مثانہ تک پہنچ جائیں، لیکن روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۶)

روزے کی حالت میں بیوی سے بوس وکنار

سوال کیا روزے کی حالت میں بیوی سے بوس وکنار جائز ہے؟

جواب یہ امور جائز ہیں مگر جوان آدمی ایسا فعل روزے کی حالت میں نہ کرے جس میں خوف ہے کہ وہ جماع کی طرف راغب کردے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۱۲ بحوالہ ہدایہ ج ۱ ص ۱۹۹)

روزے میں میاں بیوی دونوں کی شرمگاہوں کا مل جانا

سوال زید نے روزے میں دن میں بیوی سے پیار کیا یا بغل گیر ہوا، یا ایک نے دوسرے کی شرم گاہ کو ملایا جس سے شہوت پیدا ہوگئی پھر دونوں علیحدہ ہو گئے تو کیا روزہ ہو گیا؟

جواب اس صورت میں روزہ ہو گیا مگر جوان آدمی کو ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۰۷)

روزے میں مذی کا نکلنا

سوال روزے میں بیوی کے ساتھ پیار وغیرہ کرنے کی وجہ سے جوش سے مذی آجائے تو کیا حکم ہے؟

جواب پیار وغیرہ کی وجہ سے جو پانی نکلتا ہے اس کو مذی کہتے ہیں اس سے روزہ میں کوئی نقصان نہیں آتا، البتہ منی کے نکلنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر روزہ کو خطرہ ہو تو بوس وکنار جائز نہیں ہے، مکروہِ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۴۱ بحوالہ ردالمحتار ج ۲ ص ۱۲۳)

Marfat.com

روزے میں محض دیکھنے سے انزال ہو جانا

محض دیکھنے سے یا خیال کرنے سے اِنزال ہو جائے (منی کا اخراج) اور یہ غیر ارادی طور پر ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ احتلام سے نہیں ٹوٹتا، یعنی اگر کسی شخص کو محض شہوت انگیز چیز کے دیکھنے یا سوچنے سے انزال ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۹۲۰)

سونے کی حالت میں منی کے خارج ہونے سے جس کو احتلام کہتے ہیں اگر چہ بغیر غسل کئے ہوئے روزہ رکھے روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی عورت کے خاص حصہ دیکھنے سے یا صرف کسی بات کا دل میں خیال کرنے سے منی خارج ہو جائے جب بھی روزہ فاسد نہ ہوگا۔

(بہشتی زیور حصہ ا ا ص ۱۰۶ بحوالہ قدوری ص ۴۵ وفتاویٰ ہندیہ ج ا ص ۲۰۳)

صبح صادق ہوتے ہی بیوی سے الگ ہو گیا

کسی شخص نے بے سبب اس کے کہ اس کو روزہ کا خیال نہیں رہا یا ابھی کچھ رات باقی تھی اس لیے جماع (صحبت) شروع کر دیا، یا کچھ کھانے پینے لگا اور اس کے بعد جیسے ہی اس کو روزہ کا خیال آ گیا، یا جونہی صبح صادق ہوئی فوراً بیوی سے الگ ہو گیا، یا لقمہ کو منہ سے پھینک دیا، اگر چہ علیحدہ ہو جانے کے بعد منی بھی خارج ہو جائے جب روزہ فاسد نہ ہوگا۔ اور یہ انزال احتلام کے حکم میں ہوگا۔ (بہشتی زیور حصہ ا ا ص ۱۰۶ بحوالہ درمختار ج ا ص ۱۵۰)

رمضان میں جنابت کا غسل صبح کو کرنا

سوال رمضان میں غسلِ جنابت صبح کو کرنے سے روزہ میں تو کچھ نقصان نہیں آتا؟

جواب اس سے روزہ میں کچھ خلل اور خرابی لازم نہیں آتی۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۱۴ بحوالہ درمختار ج ۲ ص ۱۳۸، باب ما یفسد الصوم وما لا یفسدہ)

روزہ میں رومال بھگو کر سر پر ڈالنا

سوال ایک شخص روزہ میں قصداً رومال بھگو کر اس لیے سر پر اوڑھتا ہے تا کہ روزہ میں تخفیف ہو۔ یہ فعل کیسا ہے، کیا یہ مکروہ ہے؟

Marfat.com

جواب ابوداؤد کی روایت اور ردالمختار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح مفتیٰ بہ قول یہی ہے۔ ایسا کرنا مکروہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۰۵ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۵۶، باب ما یفسد الصوم ومالا یفسدہٗ)

روزے میں تر کپڑا پہننا یا بار بار غسل کرنا

سوال روزے میں تر کپڑا پہننا اور تین چار مرتبہ غسل کرنا جائز ہے یا نہیں، اس سے روزے میں کچھ فرق آتا ہے یا نہیں؟

جواب اس سے روزہ میں کچھ فرق نہیں آتا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۰۷، بحوالہ عالمگیری مصری ج ا ص ۱۸۶)

گرمی کی وجہ سے روزے میں کلی کرنا

روزے میں گرمی کی وجہ سے کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا یا منہ پر پانی ڈالنا، نہانا کپڑا پانی سے تر کر کے بدن پر ڈالنا، اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۳۳۰)

روزہ میں خون نکلوانا

سوال روزہ کی حالت میں بذریعہ انجکشن خون نکلوانا مفسدِ صوم ہے یا نہیں؟

جواب اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ اگر ایسے ضعف و کمزوری کا خطرہ ہو کہ روزہ کی طاقت نہ رہے گی تو مکروہ ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۲۵)

Marfat.com

چھٹا باب

جن چیزوں سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، اور صرف قضاء رکھنی پڑتی ہے

قضاء کس کو کہتے ہیں؟

روزے میں کھانا پینا اور جماع کا ترک کرنا فرض ہے، پس جب کوئی فعل اس فرض کے خلاف کیا جائے گا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ یعنی روزہ جاتا رہے گا، فرق صرف اتنا ہے کہ اگر کوئی ایسی چیز پیٹ میں پہنچائی جائے گی جس کے نافع ہونے کا خیال ہے خواہ غذا ہو یا دوا تو ایسی حالت میں روزے کی قضاء رکھنا پڑے گی اور اس جرم کا کفارہ دینا ہوگا۔ اور اگر کوئی چیز قصداً نہ پہنچائی جائے بلکہ خود پہنچ جائے یا اس کے نافع نہ ہونے کا خیال ہو تو صرف روزے کی قضاء رکھنی پڑے گی۔

اسی طرح اگر کوئی ایسا فعل کیا جائے گا جس کی لذت جماع کی لذت کے برابر ہے تو قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے ورنہ صرف قضاء۔

حاصل یہ ہے کہ روزہ کو فاسد کرنے والی چیزیں دو قسم کی ہیں ایک وہ جن سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے دوسرے وہ جن پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا عبارت کا مفہوم آسان لفظوں میں یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ جن باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے ان میں سے کچھ تو ایسی ہیں جن سے روزہ نہیں جاتا مگر روزہ کے بدلہ صرف ایک ہی روزہ رکھنا پڑے گا، اس کو شرع میں قضاء کہتے ہیں۔

اور کچھ کام ایسے ہیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس کے بعد ایک روزہ قضاء کا اور دو مہینے کے مسلسل روزے سے مزید رکھنے پڑیں گے، اس کو کفارہ کہتے ہیں جس کا بیان آئندہ باب میں آ رہا ہے۔ یہاں پر قضاء کے مسائل بیان کئے جا رہے ہیں۔

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں قضاء کا یہ اصول لکھا ہے:

''جو چیزیں پیٹ میں اس طرح ہو گئی ہو جس طرح اسکا پیٹ میں جانا شرعاً تسلیم کیا گیا

Marfat.com

ہو مثلاً کسی شئے کا ناک سے، منہ سے، کان سے، آگے پیچھے کی راہ سے یا زخم ہے جو دماغ تک پہنچا ہوا ہو (داخل کرنا) اسی میں حقہ، سگریٹ نوشی اور تمبا کو اور نسوار وغیرہ کا استعمال بھی شامل ہے ان تمام سے روزہ باطل ہو جاتا ہے اور قضاء واجب ہوتی ہے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج۱ص۹۲۲)

قضاء رکھنے کا طریقہ

قضاء روزوں کا مسلسل رکھنا ضروری نہیں ہے، خواہ رمضان کے روزوں کی قضاء ہو یا کسی اور قسم کے روزوں کی قضاء کے روزوں کا عذر زائل ہوتے ہی رکھنا ضروری نہیں، اختیار ہے جب چاہے رکھے، نماز کی طرح اس میں ترتیب بھی فرض نہیں ادا کے روزے بے قضاء روزوں کے رکھے ہوئے رکھ سکتا ہے۔ (علم الفقہ ج۳ص۳۹)

قضاء رکھنے کا مناسب طریقہ

کسی عذر سے روزہ قضاء ہو گیا ہو تو جب عذر جاتا رہے تو روزہ جلدی ادا کر لینا چاہئے۔ زندگی اور طاقت کا بھروسہ نہیں، قضاء روزوں میں اختیار ہے کہ لگا تار رکھے یا ایک ایک دو دو کر کے رکھے۔ (جواہر الفقہ ج۱ص۳۸۱)

چند سال کے قضاء روزوں میں سال کا مقرر کرنا ضروری ہے

روزے کی قضاء میں دن تاریخ مقرر کر کے قضاء کی نیت کرنا کہ فلاں دن تاریخ کے روزے رکھتا ہوں یہ ضروری نہیں ہے بلکہ جتنے روزے قضاء ہوں اتنے ہی روزے رکھ لینا چاہئے۔ البتہ اگر دو رمضان کے کچھ روزے قضاء ہو گئے اور دونوں سال کے روزوں کی قضاء کرنی ہے تو سال کا مقرر کرنا ضروری ہے یعنی اس طرح سے نیت کرے کہ فلاں سال کے روزوں کی قضاء رکھتا ہوں۔ (بہشتی زیور حصہ۳ص۶ بحوالہ قدوری ص۴۷)

قضاء رکھنے نہیں پائے تھے کہ دوسرا رمضان آ گیا

ابھی گذشتہ رمضان کے قضاء نہیں رکھے تھے کہ دوسرا رمضان آ گیا تو خیر اب رمضان کے ادا روزے رکھے، عید کے بعد قضاء رکھے، لیکن اتنی دیر کرنا بُری بات ہے۔

(بہشتی زیور حصہ۳ص۶ بحوالہ قدوری ص۴۷)

Marfat.com

رمضان میں بے ہوش ہو جانا

رمضان کے مہینہ میں اگر کوئی دن میں بے ہوش رہا تو بے ہوش ہونے کے دن کے علاوہ جتنے دن بے ہوش رہا اتنے دنوں کی قضاء رکھے، جس دن بیہوش رہا اس ایک دن کی قضاء واجب نہیں ہے کیونکہ اس دن کا روزہ نیت کی وجہ سے درست ہو گیا، ہاں اگر اس دن روزہ ہی نہیں رکھا تھا یا اس دن حلق میں کوئی دوائی ڈالی گئی اور حلق سے اتر گئی تو اس دن کی قضاء واجب ہے۔

اور اگر کوئی رات کو بے ہوش ہوا تب بھی جس رات کو بیہوش ہوا اس ایک دن کی قضاء واجب نہیں ہے باقی اور جتنے دن بے ہوش رہے سب کی قضاء واجب ہے، ہاں اگر اس رات کو صبح کا روزہ رکھنے کی نیت نہ تھی یا صبح کو کوئی دوائی حلق میں ڈالی گئی تو اس دن کا روزہ بھی قضاء رکھے۔

(بہشتی زیور ص ۳ ص ۶ بحوالہ قدوری ص ۴۰)

پورے رمضان بے ہوش رہنا

اگر کوئی پورے رمضان بے ہوش رہے جب بھی قضاء رکھنا چاہئے یہ نہ سمجھے کہ سب روزے معاف ہو گئے البتہ اگر جنون ہو گیا اور پورے رمضان دیوانگی رہی تو اس رمضان کے کسی بھی روزے کی قضاء واجب نہیں۔ اور اگر رمضان شریف کے مہینے میں کسی دن جنون جاتا رہا اور عقل ٹھکانے ہو گئی تو اب سے روزے رکھنے شروع کرے اور جتنے روزے جنون میں گئے ہیں انکی بھی قضاء رکھنی پڑیگی۔ اور اگر اس کو اپنے نیت کرنے یا نہ کرنے کا حال معلوم ہو تو پھر اپنے علم کے موافق عمل کرے، اگر نیت کرنے کا علم ہو تو اس دن کا روزہ قضاء نہ کرے، اور اگر نیت نہ کرنے کا علم ہو تو اس دن کا بھی روزہ قضاء کرے۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۳۸)

جنون کی حالت میں روزہ

جنون کی حالت میں روزہ رکھنا معاف ہے (یعنی قضاء فرض نہیں ہے سب معاف ہیں) اگر ایسا جنون ہو کہ رات کو کسی وقت افاقہ نہ ہوتا ہو تو اس زمانہ کے روزوں کی قضاء بھی لازم نہ ہوگی اور اگر کسی وقت افاقہ ہو جاتا ہے خواہ رات کو یا دن کو تو پھر اس کی قضاء کرنی پڑے گی۔

جنون کے سبب سے جو روزے قضاء ہو گئے ہوں ان میں نہ قضاء کی ضرورت ہے نہ فدیہ کی۔ ہاں اگر کسی وقت افاقہ ہو جاتا ہے تو پھر اسی دن کی قضاء ضروری ہے۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۳۸، ۳۹)

Marfat.com

روزہ میں دھوئیں کا سونگھنا

اگر کوئی شخص قصداً خوشبو کی کوئی چیز جلا کر اس کا دھواں اپنی طرف لے گا اور اس کو سونگھے گا تو روزہ یاد ہونے کے باوجود دھوئیں کو داخل کرنا خواہ کسی بھی صورت سے ہو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ دھواں عنبر کا ہو یا اگربتی جلا کر اس کا ہو، یا ان کے علاوہ کسی بھی چیز کا ہو، کیونکہ روزہ دار کے لیے اس دھوئیں سے بچنا ممکن تھا، اور اگر کسی روزہ دار کے منہ یا حلق میں بلا قصد و بلا اختیار دھواں چلا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ اس سے بچنا قطعاً ناممکن ہے اس لیے کہ اگر منہ بھی بند کر لے تب بھی ناک کے ذریعے سے دھواں چلا جائے گا۔

اور روزے کی حالت میں مردہ کو دھونی وغیرہ دینے کا مسئلہ اس میں شامل نہیں ہے یعنی اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا کیونکہ وہاں پر دھونی دینا ہے، دھونی کا لینا نہیں ہے اور دھونی کا دینا الگ ہے۔

اس مسئلہ سے اکثر حضرات غافل رہتے ہیں اس بارے میں احتیاط بہت ضروری ہے۔

ازالہ یہ بات بھی سمجھ لینی ضروری ہے کہ اس مسئلہ کو مشک، گلاب، اور دیگر خوشبو کے سونگھنے پر قیاس نہیں کرنا چاہئے کیونکہ محض خوشبو اور اس دھوئیں کے جو پکانے کے استعمال میں کیا جاتا ہے اس میں اور اس دھوئیں میں جو قصداً حلق میں داخل کیا جائے بہت بڑا فرق ہے۔

دھوئیں کے بارے میں مولانا تھانویؒ کا فتویٰ

اگر روزے دار کو ایسے فعل سے بچنا اور احتراز کرنا بغیر نقصان وحرج کے ممکن ہو جو اس کے حلق میں غبار یا دھوئیں کے داخل ہونے کا باعث ہو، باوجود اسکے کہ اس فعل کو کرے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۳۸)

لوبان سلگائی پھر اس کو اپنے پاس رکھ کر سونگھا تو روزہ جاتا رہا۔ صرف قضاء واجب ہے، البتہ عطر، کیوڑہ، گلاب کا پھول وغیرہ اور خوشبو سونگھنا جس میں دھواں نہ ہو درست ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۱)

روزہ میں دوا سونگھنا

سوال م ٹلوس، ایک دوا ہے جو نوسادر اور چونا ملا کر بنتی ہے اسے شیشی میں بھر کر ناک سے لگا کر

Marfat.com

سونگھا جاتا ہے اس کی تیزی دماغ تک پہنچتی ہے اس کے سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں روزہ ٹوٹ گیا قضاء لازم ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے کہ روزہ کے یاد ہوتے ہوئے حلق میں دھواں جائے، عنبر یا عود کا ہی کیوں نہ تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ قضاء واجب ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۱۸ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۳۴ باب ما یفسد الصوم)

روزہ میں بے اختیار منہ میں پانی چلا جانا

کلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا اور روزہ یاد تھا تو روزہ جاتا رہا قضاء واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۱ بحوالہ درمختار ج ۱ ص ۱۵۰)

جماہی لیتے وقت منہ میں پانی یا برف چلا جانا

اگر کسی شخص کو جماہی آئی اور اس نے اپنا سر اٹھایا اس کے حلق میں پانی کا قطرہ کسی پرنالہ وغیرہ سے ٹپک گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو گیا صرف قضاء رکھے، اور اسی طرح سے اگر بارش کا پانی یا برف کسی کے منہ میں داخل ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو گیا صرف قضاء واجب ہوگی۔

نیز اگر کسی نے روزہ دار کی طرف کچھ پھینکا اور وہ اس کے حلق میں جا پڑے تو جب بھی یہی حکم ہے اور اسی طرح نہاتے ہوئے اس کے منہ میں پانی چلا جائے جب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر کوئی روزہ دار سوتے ہوئے پانی پی لے تو اس کا بھی یہی ہے یعنی ان سب صورتوں میں صرف قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری اُردو پاکستانی ج ۲ ص ۷)

عمداً کھانسنے سے کوئی چیز حلق کے اوپری حصہ تک آ جانا

عمداً کھانسنے اور کھنکارنے سے کوئی چیز معدہ سے حلق کے اوپری حصہ تک آ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، بلغم کو اندر سے باہر نکال کر تھوک دینا اس حکم میں داخل نہیں کیونکہ ایسا کرنے کی بار بار ضرورت پڑتی ہے، ہاں اگر وہ منہ میں آ کر رک جائے اور اس کو نگل لیا جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۹۲۳)

روزے میں خون کا حلق کے اندر چلا جانا

سوال: نکسیر کا خون حلق میں پہنچ کر پیٹ میں چلا گیا تو اس سے روزہ ٹوٹا یا نہیں؟

Marfat.com

جواب: اس سے روزہ ٹوٹ گیا۔ صرف قضاء واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج۴ص۴۲۹)

روزہ میں مٹی کھانا

اگر کسی نے ایسی مٹی کھائی جس سے سر دھوتے ہیں تو روزہ فاسد ہو جائے گا، صرف قضاء رکھے، اور اگر اس مٹی کے کھانے کی اس شخص کو عادت ہے تو قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔ (عالمگیری اُردو پاکستانی ج۲ص۱۶)

روزے میں کنکر یا لوہے کا ٹکڑا کھانا

کسی نے کنکری یا لوہے کا ٹکڑا وغیرہ کوئی ایسی چیز کھائی جس کو نہیں کھایا کرتے، اور نہ کوئی اس کو بطور دوا کھاتا ہے تو اس کا روزہ جاتا رہا لیکن اس پر کفارہ واجب نہیں صرف قضاء واجب ہے، اور اگر ایسی چیز کھائی یا پی جس کو لوگ کھایا کرتے ہیں یا کوئی ایسی چیز ہے کہ یوں تو نہیں کھاتے لیکن بطور دوا کے ضرورت کے وقت کھاتے ہیں تو بھی روزہ جاتا رہا، قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔ (بہشتی زیور حصہ۳ص۱۲)

روزہ رنگین دھاگہ منہ میں لیکر بٹنا

روزے کی حالت میں رنگین دھاگہ منہ میں لے کر بٹا تھوک میں اس کا رنگ آ گیا تو اس تھوک کو اگر وہ نگل گیا تو روزہ ٹوٹ گیا صرف قضاء لازم ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج۲ص۱۳۱)

روزہ میں دانت داڑھ نکلوانا یا دوا لگانا

سوال: روزہ میں دانت یا داڑھ نکلوانا اور منہ میں دوا لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: شدید ضرورت کے تحت جائز ہے، اور بلا ضرورت مکروہ ہے اگر خون یا دوا پیٹ کے اندر چلا جائے اور تھوک پر غالب یا اس کے برابر ہو اس کا مزہ محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا (صرف قضاء واجب ہوگی)۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج۴ص۴۲۶، بحوالہ ردالمختار ج۲ص۱۰۷)

کیا دانت کا خون مفسدِ صوم ہے؟

سوال: روزے کی حالت میں دانت سے خون نکل کر حلق میں چلا گیا تو کیا روزہ کی قضاء

واجب ہے، یا کفارہ بھی؟

جواب خون کم مقدار میں ہو تھوک کا غلبہ ہو تو روزہ فاسد نہ ہوگا، ہاں اگر خون کا مزہ حلق میں محسوس ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اسی طرح خون تھوک سے زیادہ برابر ہو تب بھی روزہ فاسد ہو جائے گا۔ قضاء واجب ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ص ۱۰۸ بحوالہ عالمگیری ج ۲ص ۱۳۱)

دانت میں پھنسی ہوئی چیز کا حکم

دانت کے درمیان پھنسی ہوئی چیز جس کو تھوکا یا نگلا جاسکتا ہے اس کا کھالینا بھی اسی حکم میں داخل ہے، یعنی اس سے روزہ جاتا رہے گا اگرچہ اس کی مقدار چنے سے کم ہو۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ص ۹۱۳)

ناک، کان اور آنکھ کے مسائل

سوال (۱) روزے میں کان، اور آنکھ وغیرہ کے سوراخ میں کوئی شے مثلاً تیل یا عرق یا پانی وغیرہ یا کوئی خشک سفوف وغیرہ دوا کے طور پر ڈالنا، اور سر میں تقویت دماغ کیلئے تیل، عرق یا پانی وغیرہ ڈالنا کیسا ہے؟

(۲) پانی کے اندر ریح خارج کرنا، غوطہ لگانا اور غرغرہ کرنا کیسا ہے؟

(۳) سر پر کہیں لیپ لگانا، پیٹ پر یا اور کہیں گہرا زخم ہو تو اس پر مرہم، عرق یا تیل وغیرہ دوا کے طور پر لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر جائز نہیں ہے تو روزہ دار مسئلہ جانتے ہوئے یا نہ جانتے ہوئے ان امور میں کسی کا مرتکب ہو جائے تو کس صورت میں قضاء اور کس صورت میں کفارہ ہوگا؟

جواب (۱) ناک، کان میں تر دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر خشک چیز کا اندر تک پہنچنا یقینی ہے تو روزہ فاسد ہوگا ورنہ نہیں۔

(۲) آنکھ میں دوا ڈالنے اور سر میں تیل وغیرہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اسی طرح پانی مذکورہ مقامات میں پہنچ جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوتا۔

(۳) پانی میں ریح خارج کرنے اور غوطہ لگانے سے بھی کچھ نہیں ہوتا، اور اگر پانی اندر تک پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ جس طرح سے استنجاء کرنے میں مبالغہ کرنے

Marfat.com

سے اگر حقنہ میں پانی پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے صرف قضاء واجب ہوتی ہے اور غرغرہ کرنے میں اگر پانی حلق سے اتر گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر حلق سے نیچے پانی نہ اترے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (۳) سر وغیرہ پر لیپ کرنا جائز ہے، اور اگر زخم سر یا پیٹ میں بہت گہرا اندر تک پہنچا ہوا ہو تو اس میں تر دوا ڈالنے سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اور باقی زخموں پر دوا ڈالنا مفسد نہیں ہے، اور خشک دوا میں تفصیل مذکور ہے اور صورتِ مذکورہ میں سے جس میں روزہ فاسد نہیں ہوا، ان میں نہ قضاء ہے نہ کفارہ، اور جس میں فاسد ہو گیا ان میں قضاء ہے کفارہ نہیں، اگر عمداً ہو خواہ مسئلہ جانتا ہو یا نہ جانتا ہو، اور اگر بھولے سے ہو تو روزہ باقی رہتا ہے، کیونکہ جب روزہ میں بھول کر کھانے پینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا تو ان صورتوں میں بھول کی وجہ سے بدرجۂ اولیٰ فاسد نہ ہو گا۔

(امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۷۱)

کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنے (یعنی دیر تک کرنے) سے اگر پانی معدہ تک چلا جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا صرف قضاء واجب ہو گی۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۹۲۲)

روزے میں کان کے اندر تیل ڈالنا

کسی نے روزے میں کان میں تیل ڈالا یا ناس لیا (سونگھنی سونگھی) یا جلاب میں عمل لیا اور پینے کی دوا نہیں پی (یعنی اجابت کی دوا کھائی نہیں بلکہ دوا دبر کے راستہ سے اندر لے لی) تب بھی روزہ جاتا رہا لیکن کفارہ واجب نہیں صرف قضاء واجب ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۳ بحوالہ جوہرہ نیرہ ج ۱ ص ۱۴۵)

کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹنے کی وجہ

سوال روزہ دار کان میں تیل کیوں نہیں ڈال سکتا؟ جب کہ پانی جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟

جواب ہدایہ میں وجہ فرق یہ بیان کی ہے کان میں پانی کا پہنچانا یا پہنچانا بدن کی اصلاح کے لیے نہیں ہے بخلاف تیل کے۔ اور یہ بھی وجہ فرق کی ہو سکتی ہے کہ پانی سے بچنا دشوار ہے اور اس میں ضرورت ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۱۸)

Marfat.com

روزہ میں کان، سلائی وغیرہ سے کھجانا

کسی تنکے وغیرہ کو لے کر کان کے اندرونی حصہ میں داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ کان کا اندرونی حصہ شرعاً پیٹ کے حکم میں داخل ہے۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج۱ص۶۲۲)

نوٹ: یہ حکم اندرونی حصے کا ہے لیکن اکثر باہر کے حصہ میں ہی کھجایا جاتا ہے جس کے بارے میں مظاہر حق جدید میں مسئلہ درج ہے:

"تنکے سے کان کھجلایا اور تنکے پر کان کا میل ظاہر ہوا، اور پھر اس تنکے کو کان میں ڈالا اور اس ہی طرح کئی مرتبہ کیا تب بھی روزہ فاسد نہیں ہوا۔" (مظاہر حق جدید ج۲ص۱۷)

منہ، کان، ناک، مقعد، فرج، شکم (پیٹ) اور کھوپڑی کے اندرونی زخم کی راہ سے روزے کو توڑنے والی چیزیں جوف معدہ یا دماغ تک پہنچ جائیں تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کان میں ڈالی ہوئی دوا اور تیل دماغ میں براہِ راست یا بالواسطہ معدہ میں پہنچنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۲ص۱۷ا بحوالہ مراقی الفلاح ص۱۳۳)

روزے میں صبح کے وقت رات سمجھ کر جماع کرنا

سوال: ایک شخص سردی کے رمضان میں رات کو سحری کی نیت سے لیٹ گیا، آنکھ کھلی تو رات کے خیال سے بیوی سے جماع کر لیا باہر آکر دیکھا تو صبح ہو گئی تھی۔ پس ان دونوں نے اس خیال سے کہ روزہ نہیں ہوا پانی پی لیا، اس صورت میں کفارہ ہے یا صرف قضاء اور اگر پانی نہ پیتے تو ان پر کفارہ ہوتا یا قضاء؟

جواب: جب رات کے گمان سے جماع کیا اور بعد میں صبح کا ہونا معلوم ہوا تو یہ روزہ صحیح نہیں ہوا لیکن تمام دن کھانا پینا نہ چاہئے اور کفارہ لازم نہ آئے گا۔

اور اگر دن میں پانی پی لیا تو رمضان کی تعظیم کا تارک، ہوا کفارہ لازم نہیں ہے۔ قضاء ہر صورت میں ہے خواہ پانی پیا ہو یا نہ پیا ہو۔ (امداد الفتاویٰ ج۱ص۱۷۱)

روزے میں مردہ عورت سے جماع کرنا

کسی نے مردہ عورت سے ایسی کم سن نابالغ بچی سے جس کے ساتھ عموماً جماع کی

Marfat.com

رغبت نہیں ہوتی یا کسی جانور سے جماع کیا، یا کسی سے بغلگیر ہوا اور بوسہ لیا، یا جلق کا مرتکب ہوا اور ان سب صورتوں میں منی خارج ہوگئی تو روزہ فاسد ہو جائے گا، کفارہ واجب نہ ہوگا، صرف قضاء واجب ہے۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۴ بحوالہ شرح وقایہ ج ۱ ص ۲۶۲)

روزے میں پیار کرنے کی وجہ سے انزال ہو جانا

سوال ایک شخص نے رمضان ماہِ رمضان میں دن میں اپنی بیوی کو پیار کیا جس کی وجہ سے انزال ہو گیا (منی خارج ہوگئی) اس صورت میں شرعی کیا حکم ہے؟

جواب اس صورت میں صرف اس روزے کی قضاء واجب ہے کفارہ واجب نہیں ہوتا، مگر اسی کے ساتھ رمضان کا احترام ضروری ہے اس کے بعد دن میں کچھ کھائے پیئے نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۱۷، بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۴۲)

روزے میں بیوی سے بغلگیر ہونے پر انزال ہو جانا

سوال ایک شخص ماہِ رمضان میں روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے بغلگیر ہوا کچھ دیر بعد اسی حالت میں رہنے کے بعد انزال ہو گیا۔ اس روزے کا کفارہ واجب ہے یا صرف قضاء؟

جواب اس صورت میں محض اس روزے کی قضاء لازم ہے کفارہ واجب نہیں۔

بیوی کے پاس صرف بیٹھنے سے انزال ہو جانا

سوال ایک شخص رمضان المبارک میں دن کے وقت اپنی بیوی کے پاس بیٹھا اور کمزوری کی وجہ سے اس کو انزال ہو گیا تو اس پر قضاء ہے یا کفارہ بھی آئے گا؟

جواب اگر کوئی شخص رمضان المبارک میں دن کے وقت اپنی بیوی کے پاس بیٹھے اور کمزوری کی وجہ سے اس کو انزال ہو جائے تو اس صورت میں اس روزے کی قضاء لازم ہے کفارہ نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۲۴، بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۴۲)

مباشرتِ فاحشہ کا حکم

مباشرتِ فاحشہ یعنی شرمگاہوں کا آپس میں ملانا (بغیر دخول کے) اگر اس صورت میں اگر انزال ہو جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا، قضاء واجب ہوگی کفارہ نہیں ہوگا، اسی طرح بوسہ

لینے اور چھونے سے انزال ہو جائے تو روزہ ہو جائے گا اور صرف قضاء واجب ہوگی۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ص ۹۲۳)

کیا ہاتھ سے منی نکالنا مفسد صوم ہے

سوال اگر کوئی شخص روزے کی حالت میں ہاتھ سے منی زائل کرے تو روزہ ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب ہاتھ سے منی نکالنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء لازم ہوتی ہے پھر یہ بھی واضح رہے کہ یہ فعل بہت برا ہے اس پر لعنت بھیجی گئی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ص ۴۱۷، بحوالہ ردالمختار ج ۱ص ۱۴۲)

پاخانے کے راستے کا بخ نکلنا

سوال اگر کسی کی کانچ نکل آئے پاخانے کے مقام سے نکل آتی ہے، اور اس کو تر کر کے چڑھائے تو اس سے روزہ ہوگا یا نہیں؟

جواب روزہ فاسد ہو جائے گا، کانچ کو تر کر کے چڑھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس لیے کہ یہ مقام حقنہ تک پہنچ جاتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ص ۴۲۹، ۴۳۰، بحوالہ ردالمختار ج ۲ص ۱۰۸)

استنجاء کرنے میں مبالغہ کرنا

اگر کسی نے انگلی کو پانی یا تیل میں تر کر کے اپنی مقعد میں ڈالا یا استنجاء کرنے میں پانی اندرونی حصے میں پہنچ گیا تو روزہ اس وقت فاسد ہوگا جب مقعد (پاخانے کے مقام) میں ڈالی جانے والی چیز حقنہ تک پہنچ جائے۔ (یعنی جہاں پر پچکاری وغیرہ کے ذریعے دوا پہنچائی جاتی ہے۔) اور یہ اس وقت نہیں ہو سکتا جب تک ارادہ اور کوشش کے ساتھ نہ کیا جائے۔ (اگر ایسا ہو گیا تو روزہ ٹوٹ گیا صرف قضاء لازم ہوگی)۔

اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب کہ مقعد میں کوئی کپڑے کی دھجی یا لکڑی ڈالی (یعنی حقنہ کی طرح) اور اس کا سرا کچھ بھی باہر نہ رہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر اس کا کچھ حصہ باہر رہا ساری اندر نہیں گئی تو روزہ فاسد نہ ہوگا، اسی طرح اگر کسی عورت نے اپنی انگلی تیل یا پانی سے تر کر کے یا حقنہ کی لکڑی وغیرہ شرمگاہ کے اندر پوری داخل کر دی تو ان سب صورتوں میں صرف قضاء واجب ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ص ۹۱۸)

Marfat.com

روزہ میں حقّہ پینا

سوال روزے میں حقہ پینے سے قضاء لازم آتی ہے یا کفارہ بھی؟

جواب حقے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے صرف قضاء لازم آتی ہے، اور بعض صورتوں میں کفارہ بھی لازم ہوتا ہے۔ مثلاً اس نے نفع بخش کرسمجھکر پیا تھا تو کفارہ اور قضاء دونوں لازم ہونگے ورنہ صرف قضاء، (یہی حکم بیڑی سگریٹ وغیرہ کا ہے)۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۲ ص ۴۱۹، بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۴۳)

بغیر سحری کے روزے کو پیاس کیوجہ سے توڑ دیا

سوال تراویح کے بعد روزے کی نیت کر کے سو گئے تھے سحری کے وقت آنکھ نہ کھلی صبح کو زبان خشک تھی پیاس کی وجہ سے معلوم ہوا کہ آج روزہ بغیر سحری کے پورا نہیں ہوسکتا ایک روزہ ہم نے چھوڑ دیا، شرعی حکم کیا ہے؟

جواب درمختار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ زید کو نیز اس کے گھر والوں کو اگر ظن غالب تھا کہ روزہ پورا نہ کرسکیں گے اور مرض یا ہلاکت کا خوف تھا تو اس صورت میں ان پر صرف اسی روزے کی قضاء لازم ہے کفارہ واجب نہیں، اور یہ سب قیود اس وقت ہیں کہ روزے کی نیت کرلی ہو، اور اگر روزہ کی اس دن نیت نہ کی ہو تو بھی قضاء واجب ہے کفارہ تو جب ہی ہوگا جب بغیر خوف کے عمداً روزہ کی نیت کر کے توڑ دے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۲۷، بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۵۹)

بھوک پیاس کی وجہ سے روزہ توڑ دینا

جس شخص کو بھوک کا اس قدر غلبہ ہو کہ اگر کچھ نہ کھائے تو جان جاتی رہے گی، یا عقل میں فتور آ جائے گا تو اس کو بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے اگر نیت کر لینے کے بعد ایسی حالت پیدا ہو جائے تب بھی اس کو اختیار ہے کہ روزہ توڑے گا تو صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں ہوگا، اور یہی حکم پیاس کی شدت میں ہے کہ روزہ نہ رکھنا یا رکھے ہوئے کو توڑ دینا جائز ہے بشرطیکہ پیاس کی شدت اس درجہ کی ہو جس درجہ کی بھوک میں شرط لگائی گئی ہے۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۴۱)

Marfat.com

ملازم کا کام کی شدت سے روزہ توڑ دینا

سوال: زید فوج میں ملازم ہے روزے کی حالت میں افسر نے دھوپ میں کام کرنے کو حکم دیا، جس سے اس کی صحت خراب ہونے کا اندیشہ تھا، یہاں پر دوا نہیں ملتی دوا کے لیے دور جانا پڑتا ہے اس لیے روزہ توڑ دیا، زید مسئلہ سے ناواقف تھا اس لیے اس نے روزہ توڑ دیا تو اب شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اگر شدتِ پیاس وغیرہ سے ہلاکت یا مرض کا اندیشہ تھا تو کفارہ نہیں ہے صرف قضاء ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۲۲، بحوالہ رد المحتار ج ۲ ص ۱۵۸)

آتش زدگی کی وجہ سے روزہ توڑ دینا

سوال: گاؤں میں رمضان المبارک میں سخت آگ لگی بعض مرد اور عورتوں نے روزے توڑ دے تو ان کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: اگر اس آتش زدگی میں شدت بھوک و پیاس یا خوفِ جان کیوجہ سے روزہ توڑا تو ان پر صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۴۵)

غروب آفتاب سمجھ کر افطار کرلیا، بعد میں سورج نظر آ گیا

سوال: رمضان شریف میں بہت گھٹا تھی، اور یہ سمجھ کر کہ افطار کا وقت ہو گیا تو سورج غروب ہو گیا افطار کرلیا، افطار کرنے کے بعد سورج نکل گیا تو اب کیا حکم ہے؟

جواب: اس روزے کی قضاء لازم ہے کفارہ واجب نہیں، اور کچھ گناہ بھی نہیں ہوا مگر روزے کی قضاء لازم ہے، ضرور کرنی چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۳۶، بحوالہ ہدایہ ج ۱ ص ۲۰۷)

صبح صادق کے وقت دودھ پی لینا

سوال: اگر کوئی شخص صبح صادق کے وقت دودھ پی کر روزہ رکھ لے تو اس پر روزے کی قضاء ہے یا کفارہ؟

جواب: اگر رمضان شریف کا روزہ ہے اور صبح صادق ہو جانا اس کو معلوم ہے پھر دودھ پیا ہے۔ تو قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں، اور اگر اس کو صبح صادق کا ہونا معلوم نہ تھا اور اس نے یہ سمجھ کر

Marfat.com

سحری کھائی کہ ابھی صبح نہیں ہوئی تو صرف قضاء لازم ہے کفارہ واجب نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ٦ ص ٤٣٩، بحوالہ ردالمحتار ج ٢ ص ١٤٧، و ١٤٩ باب ما یفسد الصوم)

نفل روزے کا نیت کے بعد واجب ہوجانا

جو نفل روزہ قصداً شروع کیا گیا ہو، شروع کرنے کے بعد اس کا تمام کرنا ضروری ہے فاسد ہونے کی صورت میں اس کی قضاء ضروری ہے، خواہ قصداً فاسد کرلے یا بلاقصد فاسد ہوجائے۔

(علم الفقہ ج ٣ ص ٤١)

بھولے سے کھانے کی دو صورتیں

ایک شخص کو روزے کا خیال نہ رہا، جس کی وجہ سے اس نے کچھ کھاپی لیا، یا جماع کرلیا بعد میں روزے کا خیال آیا اور سمجھا کہ میرا روزہ جاتا رہا اس خیال سے پھر قصداً کچھ کھاپی لیا تو اس کا روزہ اس صورت میں فاسد ہوجائے گا کفارہ لازم نہ ہوگا صرف قضاء واجب ہوگی، اور اگر وہ مسئلہ جانتا ہے پھر بھول کر ایسا کرنیکے بعد عمداً روزہ توڑے تو اب بعد میں جماع کرنے کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا اور محض کھانے کی صورت میں اسوقت بھی صرف قضاء ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ١١ ص ١٠٤ بحوالہ شرح التنویر ص ١٥٠)

قے اور احتلام ہونے کے بعد عمداً کھانا

کسی کو بے اختیار قئے ہوگئی یا احتلام ہوگیا یا صرف عورت وغیرہ کو دیکھنے سے انزال ہو گیا اور مسئلہ نہ معلوم ہونے کے سبب وہ یہ سمجھا کہ میرا روزہ جاتا رہا پھر اس نے عمداً کھاپی لیا تو روزہ فاسد ہوگیا صرف قضاء لازم ہوگی کفارہ نہیں۔ اور اگر مسئلہ معلوم ہو کہ اس سے نہیں ٹوٹتا پھر عمداً افطار کیا تو اب جماع کرنے کی صورت میں کفارہ بھی لازم ہوگا، اور صرف کھانے کی صورت میں قضاء لازم ہوگی۔

(بہشتی زیور حصہ ١١ ص ١٠٤، بحوالہ شامی ج ١ ص ١٤٠)

قضاء کے چند مسائل

(١) کوئی مسافر بعد نصف النہار مقیم ہوجائے۔ (٢) کسی عورت کا حیض یا نفاس بعد نصف النہار بند ہوجائے۔ (٣) بعد نصف النہار کسی مجنون یا بے ہوش کو افاقہ ہوجائے (٤)

Marfat.com

کوئی مریض بعد نصف النہار اچھا ہو جائے۔ (۵) کسی نے بحالتِ اکراہ روزہ فاسد کر دیا ہو، اور بعد نصف النہار اس کی مجبوری جاتی رہے۔ (۶) کوئی نابالغ، بعد نصف النہار بالغ ہو جائے (۷) کوئی کافر بعد نصف النہار اسلام لائے تو ان سب لوگوں کو باقی دن میں روزے داروں کی طرح کھانا پینے سے اجتناب کرنا مستحب ہے، اور اس دن کی قضاء ان پر واجب ہوگی، علاوہ نابالغ اور کافر کے۔ (علم الفقہ حصہ ۳ ص ۴۱)

روزہ ٹوٹنے کے بعد کا حکم

رمضان شریف میں اگر کسی کا روزہ ٹوٹ گیا تو روزہ ٹوٹنے کے بعد بھی دن میں کچھ کھانا پینا درست نہیں، سارے دن روزے داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۴، بحوالہ ہدایہ ج ۲ ص ۳۰)

Marfat.com

ساتواں باب

جن چیزوں سے قضاء اور کفّارہ دونوں واجب ہوتے ہیں

مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی ہے: جس نے بغیر کسی مجبوری یا بیماری کے رمضان کا روزہ چھوڑ دیا وہ اگر زندگی بھر روزے رکھے تب بھی اس کا بدل نہیں ہو سکتا۔

آپؐ کے اس فرمان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اب روزے کی قضاء نہیں ہو سکتی۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ جو انعام و اکرام اور ثواب رمضان میں روزہ رکھنے سے ملتا ہے وہ بعد میں ہرگز نہیں ملتا ہے اپنے وقت پہ کام کرنے میں کچھ بات ہی اور ہے۔

قضاء کے مسائل (جن میں روزہ فاسد ہونے کی بناء پر ایک روزے کے بدلے صرف ایک ہی روزہ رکھنا پڑتا ہے) گزشتہ باب میں آچکے ہیں اب یہاں ان صورتوں کا تذکرہ ہے جن میں روزہ کے فاسد ہونے پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔

کسی نے روزے رکھ کر بغیر کسی مجبوری کے جان بوجھ کر توڑ دیا تو اس نے سخت غلطی کی اور حقوق اللہ کی خلاف ورزی کی، اب اس کو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنی چاہئے اور معافی کی صورت یہ ہے کہ ایک روزے کے بدلے ایک روزہ رکھے اور ایک غلام آزاد کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو دو ماہ کی متواتر روزے رکھے اور اگر یہ بھی طاقت نہ ہونے کی وجہ ممکن نہ ہو تو پھر آخری صورت یہ ہے کہ ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے یا ساٹھ آدمیوں کو ایک ایک فطرہ کی قیمت دے، یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ کفارہ صرف اسی وقت آتا ہے جب رمضان کا روزہ رمضان ہی کے مہینے میں جان بوجھ کر توڑ دیا جائے، اور اگر رمضان کے مہینے کے علاوہ اور دنوں کا روزہ ہو یا رمضان کی قضاء کا روزہ ہی کیوں نہ ہو اس کو توڑ دیا جائے تو صرف قضاء واجب ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ جب کسی شبہ سے روزہ فاسد کیا جائے گا تو کفارہ واجب نہ ہوگا، اس لیے کفارہ

Marfat.com

ایک قسم کی سزا ہے اور سزا کا مستحق وہی شخص ہوتا ہے جو دیدہ ودانستہ خلاف ورزی کرے۔

صرف دو باتوں سے قضاء اور کفّارہ واجب ہوتا ہے

حنفیہؒ کے نزدیک دو باتیں ہیں، جن سے قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ بغیر کسی عذرِ شرعی کے کوئی غذا جیسی کوئی چیز استعمال کی جائے، یعنی کھائی جائے یا پی جائے۔ اور وہ ایسی ہو کہ اس کی جانب طبیعت راغب ہو، اور پیٹ کی طلب پوری کی جائے، دوم یہ کہ اس سے خواہش نفسانی پوری کی جائے۔

پھر ان دونوں صورتوں میں قضاء مع کفارہ واجب ہونے کیلئے دو شرطیں ہیں:۔ پہلی شرط یہ ہے کہ رمضان کا روزہ توڑا گیا ہو اگر رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ ہو مثلاً قضائے رمضان کا، یا نذر کا روزہ یا کفارے کا روزہ، یا نفلی روزہ تو اس میں کفارہ واجب نہ ہوگا، بعض صورتوں میں قضاء لازم آئے گی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ روزہ قصداً توڑا گیا ہو، اگر بھولے سے یا غلطی سے یا کسی عذر سے مثلاً مرض لاحق ہو جانے سے یا سفر پیش آ جانے کی وجہ سے روزہ توڑا تو صرف قضاء واجب ہوگی۔

(کتاب الفقہ ج۱ص۹۰۶،۹۱۳)

کفارے کے لیے روزے کی تمام شرائط کا پایا جانا ضروری ہے

وہ شخص جس میں روزہ کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں، رمضان کے اس اداء روزے میں جس کی نیت صبح صادق سے پہلے کر چکا ہو عمداً منہ کے ذریعے پیٹ میں کوئی ایسی چیز پہنچادے جو انسان کی غذا یا دوا میں استعمال ہوتی ہو، یعنی اس کے استعمال سے کسی قسم کا نفع یا لذت مقصود ہو، اور اس کے استعمال سے سلیم الطبع انسان کی طبیعت نفرت نہ کرتی ہو، گو وہ بہت ہی کم مقدار میں ہو حتیٰ کہ ایک تل کے برابر، یا جماع کرے یا کرائے (لواطت بھی اسی حکم میں ہے) جماع کے وقت عضو مخصوص سُپاری کا داخل ہو جانا کافی ہے منی کا نکلنا شرط نہیں ہے۔

ان سب صورتوں میں قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے مگر یہ بات شرط ہے کہ جماع (صحبت) ایسی عورت سے کیا جائے جو قابلِ جماع ہو، بہت کم عمر لڑکی نہ ہو جس میں جماع کی بالکل قابلیت نہ پائی جائے۔ (درمختار ج۱ص۱۵۱)

Marfat.com

نیت پر ہی کفارہ ہے

کسی نے رمضان میں شریف میں روزہ کی نیت ہی نہیں کی اس لیے کھاپی رہا ہے، اس پر کفارہ واجب نہیں، کفارہ جب ہی ہے کہ نیت کر کے روزہ توڑ دے۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۱۲، بحوالہ ہدایہ ج ۱ ص ۲۰۴)

صحبت کرنے سے کفارہ واجب ہونا

صحبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس کی قضاء بھی رکھے اور کفارہ بھی، جب مرد کے عضو مخصوص کی سُپاری اندر چلی گئی تو روزہ ٹوٹ گیا قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہونگے خواہ منی نکلے یا نہ نکلے نیز اگر مرد نے پاخانے کی جگہ اپنا عضو کر دیا اور اس کی سپاری اندر چلی گئی تب بھی عورت اور مرد دونوں کا روزہ جاتا رہا، قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ ص ۷، بحوالہ درمختار ج ۱ ص ۱۵۱)

جس شخص نے دونوں راستوں میں سے کسی بھی راستہ میں جان بوجھ کر مجامعت کی تو اس پر قضاء و کفارہ دونوں لازم ہونگے اور ان دونوں مقاموں کی مجامعت میں انزال کا ہونا (منی کا نکلنا) شرط نہیں ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۲۰ کتاب الصوم)

روزے میں اغلام بازی

سوال اگر کسی نے روزے کی حالت میں اغلام بازی کی اور عضو مخصوص کی سُپاری اندر چلی گئی، لیکن انزال نہ ہوا تو رمضان شریف کے روزے کا کفارہ واجب ہوگا یا نہیں؟

جواب لواطت کرنے میں جب کہ حشفہ غائب ہوگیا اگرچہ منی نہ نکلے، یعنی انزال بھی نہ ہو تو قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۳۸)

ایک غلط مسئلہ کی اصلاح

سوال مرد اپنا آلۂ تناسل عورت کی شرمگاہ میں داخل کرے اور پھر باہر نکال کر دیکھے کہ اگر وہ خشک ہے تو روزہ نہیں ٹوٹا، یہ مسئلہ ایک مولوی صاحب نے بیان کیا ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب مرد کے مخصوص حصے کی سپاری عورت کی شرمگاہ میں داخل ہوگئی تو مرد اور عورت دونوں کا

Marfat.com

روزہ ٹوٹ گیا دونوں پر قضاء اور کفارہ لازم ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۴۷)

جماع میں عاقل ہونا شرط نہیں

جماع میں عورت اور مرد دونوں کا عاقل ہونا شرط نہیں یہاں تک کہ اگر ایک مجنون ہو دوسرا عاقل تو عاقل پر کفارہ لازم ہے مثلاً مرد عاقل ہو اور عورت مجنون تو مرد پر یا بالعکس ہو تو عورت پر کفارہ لازم ہوگا۔

اگر عورت جماع کرائے تو کفارہ واجب ہونے کے لیے مرد کا بالغ ہونا شرط نہیں ہے حتیٰ کہ اگر کوئی عورت کسی نابالغ بچے یا مجنون سے جماع کرائے تب بھی عورت کو قضاء اور کفارہ دونوں کا حکم ہے۔ (علم الفقہ ج ۳ ص ۲۸)

اگر عورت جماع کرانے میں راضی ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے اور اگر زبردستی مجبور تھی تو صرف قضاء واجب ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا، اور اگر ابتداء میں زبردستی تھی پھر رضامند ہوگئی تو بھی یہی حکم ہے یعنی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔ (فتاویٰ ہندیہ ج ۲ ص ۲۰ کتاب الصوم)

دن میں صحبت کرنا کیسا ہے اور رات میں کب تک اجازت ہے

سوال (۱) رمضان میں مرد اپنی بیوی کے پاس صحبت کے لیے آئے تو کس قدر گناہ ہے اور کفارہ کیا ہے؟

(۲) اور رات کے وقت کب سے کب تک صحبت کر سکتا ہے؟

(۳) اور کس وقت غسل کرنا چاہیے۔

جواب (۱) دن میں بیوی سے صحبت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اس صورت میں کفارہ مع قضاء کے واجب ہے اور کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے، اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ساٹھ روزے متواتر رکھے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلائے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۴۲، بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۴۷)

(۲) صحبت رات میں غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق سے پہلے پہلے تک کرنا درست ہے۔

(قرآن مجید سورۃ البقرہ پارہ ۲ رکوع ۷)

(۳) غسلِ جنابت (ناپاکی کا غسل) صبح کے بعد بھی کر سکتا ہے۔ (رد المختار ج ۱ ص ۱۴۸)

تیسویں رمضان کو چاند دیکھ کر افطار کر لینا

سوال تیسویں رمضان کو ظہر کے بعد چاند دیکھے تو روزہ توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص روزہ توڑے تو اس پر قضاء ہے یا کفارہ؟ اور اگر زوال سے پہلے چاند دیکھے تو کیا حکم ہے؟

جواب وہ چاند تو اگلی رات کا ہے لہٰذا روزہ توڑنا درست نہیں؟ قضاء اور کفارہ اس پر واجب ہے، بعد زوال تو باتفاق رائے ائمہ ثلاثہ قضاء اور کفارہ واجب ہے، اور زوال سے پہلے چاند دیکھنے میں امام اعظم اور امام محمدؒ قضاء و کفارہ واجب فرماتے ہیں، اور اسی پر فتویٰ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۳۴ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۳۰ کتاب الصوم)

چھپ کر مسلمان ہونے والے کا روزہ توڑ دینا

سوال ایک ہندو باطن میں اسلام لے آیا چنانچہ رمضان کے روزے بھی رکھے، راز کھلنے کی وجہ سے روزہ توڑ دیا، پھر کھلم کھلا مسلم ہو گیا اس پر کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

جواب جب کہ وہ شخص مسلمان ہو گیا، اللہ اور اسکے رسولؐ پر ایمان لے آیا اور تمام احکامِ اسلام کو قبول کر لیا تو وہ عند اللہ مسلمان ہو گیا، اگرچہ لوگوں پر اس کا اسلام ظاہر نہ ہوا ہو، پس اگر رمضان شریف کا روزہ رکھ کر اس نے توڑ ڈالا تو کفارہ اس پر لازم آئے گا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۲۵، بحوالہ عالمگیری مصری ج ۱ ص ۱۵۲ کتاب الصوم)

محبوب کا تھوک نگلنے پر کفارہ

اگر کوئی دوسرے کا تھوک نگل گیا تو روزہ فاسد ہو گیا قضاء لازم ہے کفارہ لازم نہ ہوگا، اگر اپنا تھوک ہاتھ میں لگا کر پھر نگل جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا کفارہ لازم نہ ہوگا۔ صرف قضاء آئے گی، لیکن اگر محبوب کا تھوک ہے تو کفارہ بھی لازم ہوگا۔ (عالمگیری اُردو ج ۲ ص ۱۶، کتاب الصوم)

بزرگ کا تھوک تبرکاً چاٹنے پر حکم شرعی

اگر کوئی شخص روزے میں کسی بزرگ کا تھوک تبرکاً چاٹ لے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۳۳، بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۴۸ باب مایفسد الصوم ومالا یفسد الصوم)

Marfat.com

کچے چاول یا کچا گوشت کھالینا

سوال ایک شخص نے روزے کی حالت میں جان بوجھ کر کچا گوشت یا کچا چاول کھالیا تو اس پر قضاء واجب ہے یا کفارہ؟

جواب جان بوجھ کر کچا گوشت یا چاول کھانے سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۴۲ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۴۸)

روزے میں عمداً حقہ پینا

جو لوگ حقہ پینے کے عادی ہوں وہ روزے کی حالت میں عمداً حقہ پئیں تو ان پر قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے، اس طرح اگر کوئی ایسا شخص جو اگرچہ حقے کا عادی نہیں ہے لیکن کسی فائدے کے لیے روزے میں عمداً حقہ پیئے تو اس پر بھی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

(بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۵، بحوالہ شرح التنویر ج ۱ ص ۱۴۹)

Marfat.com

آٹھواں باب

کفارے کے مسائل

کفارہ کس کو کہتے ہیں؟

کفارے کے روزے کئی قسم کے ہوتے ہیں یہاں ہم صرف رمضان کے کفارہ کو بیان کرتے ہیں ۔ ایک روزے کے کفارہ میں ایک غلام آزاد کرنا چاہئے اگر یہ ممکن نہ ہو (خواہ استطاعت نہ ہونے کی وجہ سے یا اس مقام پر غلام نہ ملنے کی بناء پر) تو ساٹھ روزے رکھنا واجب ہے اگر کسی وجہ سے ساٹھ روزے بھی نہ رکھ سکے تو ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانا واجب ہے اور ان ساٹھ روزوں کا مسلسل رکھنا واجب ہے درمیان میں ناغہ نہ ہونے پائے اور اگر کسی وجہ سے ناغہ ہو جائے تو پھر نئے سرے سے روزے رکھنے ہوں گے، پچھلے روزوں کا اعتبار نہ ہوگا۔ ہاں اگر کسی عورت کو حیض آ جائے۔ اور اس وجہ سے درمیان میں روزے ناغہ ہو جائیں تو اسے یہ ناغہ معاف ہوگا اور حیض کے بعد صرف اتنے روزے رکھنے ضروری ہوں گے جتنے باقی رہ گئے ہیں۔

بہتر یہ ہے کہ پہلے قضاء کے روزے رکھے جائیں، اس کے بعد مسلسل کفارہ کے روزے رکھے جائیں اگر کوئی پہلے کفارہ کے روزے سے رکھ لے اور اس کے بعد قضاء کے روزے رکھے تب بھی جائز ہے۔

جماع کے علاوہ اگر کسی وجہ سے کفارہ واجب ہوا ہو، اور ابھی ایک کفارہ ادا نہ کرنے پایا ہو کہ اس پر دوسرا واجب ہو جائے تو ان دونوں کے لیے ایک ہی کفارہ واجب ہے، اگر چہ دونوں کفارے دو رمضان کے ہوں۔ ہاں جماع کے سبب جتنے روزے فاسد ہوئے ہوں ہر ایک کا کفارہ علیحدہ رکھنا ہوگا۔ اگر چہ پہلا کفارہ نہ ادا کیا ہو۔ اگر کوئی کفارے کے تینوں طریقوں پر قادر ہو یعنی غلام بھی آزاد کر سکتا ہو، ساٹھ روزے بھی رکھ سکتا ہو، ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلا سکتا ہو تو اس میں سے جو طریقہ اس پر شاق گزرتا ہو اسے اس کا حکم دینا چاہئے، اس لیے کہ کفارے مقصود زجر وتوبیخ اور تنبیہ ہے اس لیے ظاہر ہے کہ آسان صورت اختیار کرنے میں اسے کوئی تنبیہ نہ ہوگی۔

Marfat.com

صاحب بحرالرائق لکھتے ہیں کہ اگر بادشاہ پر کفارہ واجب ہو تو اس کو غلام کے آزاد کرنے یا ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلانے کا حکم نہ دینا چاہئے کیونکہ یہ چیزیں اس کے نزدیک کچھ دشوار نہیں اور ان سے اِسے کچھ تنبیہ نہ ہوگی۔ بلکہ ساٹھ روزے رکھنے کا حکم دینا چاہئے کہ اس پر گراں گزرے اور آئندہ پھر رمضان روزے کو اس طرح فاسد نہ کرے۔ (علم الفقہ سوم ص ۴۰)

ایک شرط یہ بھی ہے کہ ساٹھ محتاجوں کو دو وقت پیٹ بھر کھلانا واجب ہے اس طرح چاہے تو انہیں ایک ہی دن دو وقت یعنی صبح و شام کھلا دے چاہے دو دن صبح کے وقت یا دو دن شام کے وقت یا عشاء و سحر کے وقت کھلا دے مگر شرط یہ ہے کہ جن محتاجوں کھانا کھلایا جائے۔ دوسرے وقت بھی انہیں محتاجوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔ چنانچہ اگر کسی نے ایک وقت ساٹھ محتاجوں کو کھانا کھلا دیا اور پھر دوسرے وقت ان کے علاوہ دوسرے ساٹھ محتاجوں کو کھلایا تو یہ کافی نہ ہوگا۔ بلکہ کفارہ اسی وقت ادا ہوگا ان دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کو پھر دوبارہ ایک وقت اور کھانا کھلائے، ہاں اگر کوئی شخص ایک ہی محتاج کو مسلسل ساٹھ روز تک کھانا کھلائے یا مسلسل ساٹھ روز تک ہر روز نئے محتاج کو کھلائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح کفارہ ادا ہو جائے گا اگر کوئی شخص ایک ہی روز ساٹھ یا ان سے کچھ کم محتاجوں کے کھانے کے بقدر کسی ایک محتاج کو صدقہ دے دے تو اس سے ان سب کا حصہ ادا نہ ہوگا بلکہ ایک ہی محتاج کا ادا ہوگا۔

جن محتاجوں کو کھانا کھلا جائے ان کا بھوکا ہونا بھی ضروری ہے اگر پیٹ بھروں کو کھلایا تو اس سے کفارہ ادا نہ ہوگا، بلکہ بھوکوں کو دوبارہ کھلانا ضروری ہوگا۔ (مظاہر حق جدید جلد ۲ قسط ۵ ص ۱۲)

نوٹ یہ تمام شرائط و قیود اس لیے ہیں کہ لوگ رمضان کے روزے کا احترام کریں۔ اور اسے بلاوجہ توڑنے کی ہمت نہ کریں۔ (مرتب: محمد رفعت قاسمی)

کفارے کی کل قیمت ایک فقیر کو دے دینا

روزہ کے کفارہ میں ایک محتاج کو ایک دن میں زیادہ سے زیادہ ایک ہی دن کا فدیہ ادا ہوگا اور یہی حکم ''قسم کے کفارہ کا ہے اس میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ایک مسکین کو دس روز تک کھانا کھلانا ضروری ہے، اب اگر ایک فقیر کو زیادہ مقدار میں دے دیا تو وہ ایک ہی دن کا ہوگا، زیادہ شمار نہ ہوگا، البتہ شیخ فانی (جس کو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو) رمضان کے پورے روزوں کا فدیہ ایک ہی محتاج کو دینا چاہئے یا ایک ایک محتاج کو کئی کئی روزوں کا فدیہ دے تو یہ جائز ہے۔ اس

Marfat.com

طرح اس کا فدیہ ادا ہو جائے گا، لیکن کفارہ کا حکم مختلف ہے روزے کے کفارہ میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا یا اناج یا نقد دینا، ایک مسکین کو ساٹھ دن ضروری ہے ایک مسکین کو ایک دن سے زیادہ دینے میں ایک دن کا ہی ادا ہوگا۔ غرض کفارہ میں تعدد فقراء کے یا تعدد ایام کا ہونا ضروری ہے، اور فدیہ میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵۱ ج ۶ بحوالہ رد المختار ص ۱۶۳ ج ۲ کتاب الصوم فصل فی العوارض)

ساٹھ دن کا اناج حساب کر کے ایک فقیر کو ایک ہی دن دیدیا تو درست نہیں اس طرح ایک ہی فقیر کو ایک دن اگر ساٹھ دفعہ کر کے دیدیا تب بھی ایک ہی دن کا ادا ہوا۔ ایک کم ساٹھ (۵۹) مسکینوں کو پھر دینا چاہئے، اسی طرح قیمت دینا کا بھی حکم ہے۔ یعنی ایک دن میں ایک مسکین کو ایک روزے کے بدلے میں دیا جائے، زیادہ دینا درست نہیں، نیز اگر کسی فقیر کو صدقۂ فطر کی مقدار سے کم دیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔ (بہشتی زیور ص ۱۶ حصہ ۳، بحوالہ رد المختار ص ۲۵۰ ج ۱)

قصداً روزہ توڑنے سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم

سوال فقہ کی کتابوں میں جو یہ لکھا ہے کہ رمضان شریف میں بلا عذرِ شرعی روزہ توڑنے سے قضاء اور کفارہ واجب ہے تو اب یہ معلوم کرنا ہے کہ قضاء اور کفارہ کے مجموعی طور پر روزے رکھے یا کفارہ وقضاء ایک ساتھ ساٹھ روزے رکھنے سے دونوں ادا ہو جائیں گے؟

جواب رمضان شریف کا روزہ قصداً توڑنے سے کفارہ اور قضاء دونوں لازم ہوتے ہیں یعنی ایک روزہ قضاء کا اور ساٹھ روزے کفارہ کے واجب ہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۲۹ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۴۷، ۱۴۹ باب مایفسد الصوم)

کفارے کے ۶۰ روزے

سوال کفارے کے روزے کیا دو ماہ ہیں جو اٹھاون یا ساٹھ، یا انسٹھ دن بھی ہو سکتے ہیں؟ تو کیا ساٹھ دن پورے کرنے ضروری ہیں؟

جواب اگر قمری مہینے کی پہلی تاریخ سے روزے شروع کئے تو چاند کے حساب سے دو ماہ پورے کرلے، دونوں کا اعتبار ہے، اور اگر پہلی تاریخ سے شروع نہیں کئے تو ساٹھ پورے کرے۔

(احسن الفتاویٰ (پاکستان) ج ۴ ص ۴۵۰ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۶۳۱)

اگر چاند دیکھ کر رمضان کے کفارے روزے رکھے جائیں تو ساٹھ روزے پورے کرنا

Marfat.com

ضروری نہیں بلکہ پورے دو مہینے کے روزے رکھنا کافی ہے، خواہ ساٹھ سے کم ہوں۔

(کفایت المفتی ج ۴ ص ۲۲۸)

اگر یہ روزے قمری تاریخ مہینے کی پہلی تاریخ سے شروع کیے گئے تو پورے دو قمری مہینوں کے روزے رکھنا چاہیے، اور اگر یہ روزہ قمری مہینے کے درمیان سے شروع کیے گئے تو اس مہینے کو پورا کر کے اگلے پورے ماہ کے روزے رکھنا اور پھر تیسرے ماہ میں اتنے دن کے روزہ رکھنا چاہیے کہ پہلے مہینے کے دن ملا کر پورے (۳۰) دن ہو جائیں۔ (کتاب الفقہ ج ۱ ص ۹۴۷)

کفارے میں تسلسل ضروری

ضروری ہے کہ دو ماہ کے روزے مسلسل ہوں، اگر ایک دن کا روزہ بھی رہ گیا، خواہ اس کا کوئی شرعی عذر ہو، مثلاً سفر در پیش آ جائے، تو جو روزے رکھے گئے وہ نفل ہو جائیں گے۔ اور پھر از سرے نو روزے رکھنے ہوں گے، کیونکہ روزوں کا تسلسل ضروری تھا اور وہ پورا نہیں ہوا۔

اور اگر کوئی شخص شدید تکلیف وغیرہ کے باعث روزہ نہ رکھ سکے تو ساٹھ مسکینوں کو (دونوں وقت پیٹ بھر کر) کھانا کھلائے (واضح رہے کہ) کفارہ جو فرض ہے اس میں ساٹھ روز ایسے محتاجوں کو کھلانا واجب ہے جو کفارہ دینے والے کے اپنے خاندان کے لوگ نہ ہوں، اور خاندان سے مراد یہ ہے کہ جس کا نفقہ اس پر واجب ہے، مثلاً اس کے باپ دادا، وغیرہ یا بیٹے، پوتے اور بیوی وغیرہ نہ ہوں۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۹۴۱)

کھانا کھلانے میں تسلسل کی ضرورت نہیں

اگر ساٹھ دن تک کھانا نہیں کھلایا بلکہ بیچ میں کچھ دن ناغہ ہو گئے تو کچھ حرج نہیں یہ بھی درست ہے۔ (بہشتی زیور ص ۱۸ ج ۳ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۲۰۶)

کھانا کھلانے میں تسلسل کی ضرورت نہیں، متفرق ایام میں کھلانے سے بھی کفارہ ادا ہو جاتا ہے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستان ص ۴۴۱ ج ۴)

حیض کی وجہ سے کفارے کا تسلسل ضروری نہیں

رمضان شریف کے روزہ توڑنے کا کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے کے روزے برابر لگا تار رکھے، تھوڑے کر کے روزے رکھنا درست نہیں، اگر کسی نے بیچ میں ایک دو روزے نہیں رکھے تو

Marfat.com

اب پھر نئے سرے سے روزے رکھے، ہاں اگر عورت کے حیض کی وجہ سے کچھ روزے چھوٹ جائیں تو وہ معاف ہیں ان کے چھوٹ جانے سے کفارہ میں کچھ نقصان نہیں آیا لیکن پاک ہونے کے فوراً بعد پھر سے روزے رکھنے شروع کردے اور ساٹھ روزے پورے کرلے۔

(بہشتی زیور حصہ میں صفحہ ۱۵ بحوالہ شامی ص ۱۵۰ ج ۲)

احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۴۲ میں ہے: ماہواری کی وجہ سے کفارے کے روزہ میں فصل مضر نہیں، ماہواری ختم ہوتے ہی فوراً روزے شروع کردے، اسی طرح میں فص مضر نہیں، ماہواری ختم ہوتے ہی فوراً روزے شروع کردے، اسی طرح ساٹھ روزے پورے کرلے، اگر ماہواری ختم ہونے کے بعد ایک دن کا بھی ناغہ کیا تو نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھنے پڑیں گے۔

نفاس کی وجہ سے کفارہ صحیح نہ ہوگا

نفاس (بچہ کی ولادت کے بعد آنے والے خون) کی وجہ سے بیچ میں روزے چھوٹ گئے اور وہ لگاتار روزے نہیں رکھ سکی تو اس کا کفارہ صحیح نہ ہوگا اسے سب روزے پھر سے رکھنے پڑیں گے۔ (بہشتی زیور ص ۱۵ ج ۳ بحوالہ ردالمختار ج ۱ ص ۱۵۱)

نوٹ: اسکی وجہ یہ ہے کہ حیض تو ہر ماہ عورت کو ہوتا ہے اور کفارہ میں ساٹھ روزے ہیں اس لیے اُسے پریشانی اور مشکل ہوجائے گی۔ اس کے لیے کبھی بھی، کفارے کے ساٹھ روزے مسلسل رکھنا ممکن نہیں۔ برخلاف نفاس کے کیونکہ نفاس کا خون جس میں نماز معاف ہے اور روزہ کی قضاء ہے، بچہ کی پیدائش پر ہی آتا ہے اور یہ کم سے کم سال بھر میں ایک مرتبہ ہی پیش آتا ہے۔ اس لیے دونوں میں فرق ظاہر ہے۔ (مرتب: محمد رفعت قاسمی)

بیماری یا رمضان کا، کفارہ کے درمیان آجانا

اگر دکھ بیماری کی وجہ سے بیچ میں کفارہ کے کچھ روزے چھوٹ گئے تب بھی تندرست ہونے کے بعد پھر سے روزے رکھنے پڑیں گے۔ اس طرح اگر بیچ میں رمضان شریف آجائے، تب بھی کفارہ صحیح ادا نہ ہوگا۔ (بہشتی زیور ص ۱۵ ج ۳۔ بحوالہ درمختار ص ۱۵۰ ج ۲)

روزے کی طاقت نہ ہو تو

اگر کسی کو روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو صبح وشام پیٹ بھر کر کھانا کھلا

Marfat.com

دے، جتنا ان کے پیٹ میں سمائے، یعنی بھوکے نہ رہیں، شکم سیر ہو کر کھائیں۔

(بہشتی زیور ص ۱۵ بحوالہ درمختار ص ۲۵۰ ج ۱)

کفارے میں ضامن بنانا

اگر کسی نے دوسرے سے یہ کہہ دیا کہ تم میری طرف سے کفارہ ادا کرو، اور ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلادو، اور اس نے اس کی طرف سے کھانا کھلا دیا یا اناج دیدیا تب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔ اور اگر بغیر اس کے کہے کسی نے اسکی طرف سے دیدیا تو کفارہ صحیح نہیں ہوا۔

(بہشتی زیور ص ۱۶ ج ۳ بحوالہ شامی ص ۸۳ ج ۲)

کفارہ صوم میں تداخل کی تفصیل

سوال متعدد روزوں کے کفاروں میں تداخل ہوگا یا نہیں، یعنی ایک ہی کفارہ ہوگا یا نہیں تفصیل کیا ہے؟

جواب اس میں تین قول ہیں۔

(۱) مطلقاً تداخل ہے، خواہ ایک رمضان کے روزے ہوں یا مختلف رمضانوں کے، خواہ جماع سے فاسد کیے ہوں، یا غیر جماع سے۔

(۲) دو رمضان کے کفاروں میں تداخل نہیں خواہ جماع سے ہو یا غیر جماع سے۔

(۳) دو رمضان کے کفارے جماع کے سبب سے ہوں تو تداخل نہیں۔ بقیہ سب صورتوں میں تداخل ہے، تیسرا قول راجح ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۲۴ ج ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۱۲۰ ج ۲)

اگر جماع کے علاوہ کسی اور سبب سے کفارہ واجب ہوا ہو اور ایک کفارہ ادا نہ کرنے پایا ہو، دوسرا واجب ہو جائے تو ان دونوں کے لیے ایک ہی کفارہ کافی ہے۔ اگرچہ دونوں کفارے دو رمضان کے ہوں، ہاں جماع کے سبب سے جتنے روزے فاسد ہوئے ہوں تو اگر وہ ایک ہی رمضان کے روزے ہیں تو ایک ہی کفارہ کافی ہے، اور اگر رمضان کے ہیں تو ہر ایک رمضان کا کفارہ الگ دینا ہوگا۔ اگرچہ پہلا کفارہ نہ ادا کیا ہو، حاصل یہ ہے کہ جماع کے علاوہ میں تو مطلقاً تداخل ہو سکتا ہے۔ اور جماع میں ایک رمضان کے کفاروں میں تداخل ہو سکتا ہے دو رمضان کے کفاروں میں نہیں کیونکہ جماع سے مطلقاً تداخل نہ ہونا خلافِ ظاہر روایت ہے یعنی ایک رمضان

Marfat.com

کے کفاروں میں تداخل ہوسکتا ہے۔ جبکہ ابھی تک کوئی کفارہ ادا نہ کیا ہو، دو رمضان کے کفاروں میں تداخل نہیں ہوسکتا ہے۔ اس میں جماع اور غیرِ جماع سب مساوی ہیں مگر ہم نے غیر جماع میں قول صحیح اور معتمد علیہ کو لیا ہے۔ (بہشتی زیور ص ۱۰۶ حصہ ۱۱)

حنفیہ کے نزدیک کفارہ واجب کرنے والے عمل کا متعدد بار ارتکاب کرنے سے اتنی ہی بار کفارہ دینا واجب نہیں ہے۔ خواہ یہ ارتکاب ایک ہی دن میں کئی بار ہو یا متعدد ایام میں، لیکن اگر کفارہ واجب کرنے والے عمل کا ارتکاب کیا۔ اور کفارہ دینے کے بعد پھر ارتکاب کیا تو اگر یہ دوبارہ ارتکاب ایک ہی دن میں ہو تو ایک ہی کفارہ واجب ہے، اور اگر اس کا اعادہ مختلف دنوں میں کیا گیا تو پہلی دفعہ کے بعد جس کا کفارہ دیا جاچکا ہے، پھر اسکا کفارہ دینا ہوگا، اس میں اتنی تفصیل مزید ضروری ہے کہ اگر کفارہ کا موجب مباشرت (ہم بستری) تھا تو دوسری بار دینا ہوگا، ورنہ نہیں۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ا ص ۹۴۴)

کفارے میں تاخیر

سوال جس کے ذمہ روزے کا کفارہ ہو اور وہ طالب علم ہو یا حفظ کلام اللہ میں لگا ہوا ہو، تو اگر وہ روزہ رکھتا ہو علم حاصل کرنے میں نقصان ہوتا ہے اگر نہیں رکھتا تو مواخذہ سخت ہے اس لیے اگر وہ پڑھنے کے بعد کفارے کے روزے رکھے تو یہ درست ہے یا نہیں؟

جواب کفارے کے روزوں میں تاخیر نہ کرنا چاہئے اگرچہ حفظ قرآن اور تحصیل علم میں حرج لازم آئے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۴۷۳)

کفارے میں دو ماہ کا کھانا مقرر کر دینا

سوال روزے کے کفارے میں کھانا دو ماہ کا مقرر کر دینا۔ یعنی ساٹھ وقت کا تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب روزے کے کفارے میں ساٹھ دن ایک طالب علم کو دونوں وقت بٹھا کر پیٹ بھر کر کھانا کھلانا درست ہے اور اس سے کفارہ ادا ہوتا ہے۔ مگر بٹھا کر کھلانا چاہئے۔ کیونکہ دینے میں ہر روز پوری مقدار پونے دو سیر ایک فطرہ کی بقدر یا اس کی قیمت دینے کی ضرورت ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۴۸ ج ۴)

یہ رعایت اس لیے رکھی گئی ہے کہ عام طور پر جب کسی کا کھانا مقرر کیا جاتا ہے تو صرف

Marfat.com

چار روٹیاں ہوتی ہیں حالانکہ بعض افراد کی خوراک زیادہ ہوتی ہے۔ (مرتب)

چھوٹے بچوں کو کھلانے سے کفارہ ادا نہیں ہوگا

اگر مسکینوں میں بعضے بالکل چھوٹے بچے ہوں تو جائز نہیں۔ ان بچوں کے بدلے اور مسکینوں کو پھر کھلائے۔ (بہشتی زیور ص ۱۵ ج ۳ شامی ص ۵۰۳ ج ۱)

آٹھ دس برس کے بچوں کو جو قریب البلوغ نہ ہوں کھانا کھلا دینے سے کفارہ ادا نہیں ہوتا، البتہ اگر ان کو کفارے کی مقدار کا مالک بنا دیا جائے، مثلاً نصف صاع گندم یا اس کی قیمت ہر ایک بچہ کی ملک کر دی جائے تو درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵۲ ج ۶ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۲ باب الکفارہ)

کفارے میں ہر مسکین کو دو وقت کھانا کھلانا

سوال روزے کے کفارہ میں اگر ایک سو بیس مساکین کو ایک ہی وقت کھانا کھلا دیا جائے، اور اسی طرح قسم کے کفارہ میں بیس مساکین کو ایک ہی وقت کھانا کھلا دیا جائے تو کفارہ ادا ہوگا یا نہیں؟

جواب ایک وقت کھلا دینے سے کفارہ ادا نہیں ہوا، روزے کے کفارے میں ان مساکین میں سے ساٹھ کو اور قسم کفارہ میں سے دس کو دوسرے وقت بھی کھلانا واجب ہے، اسی دن کھلائے یا کسی دوسرے دن کھلائے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۴۰ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۳۵)

ایک مسکین کو ایک دن میں زیادہ دے گا تو ایک دن کا ہی ادا ہوگا۔ الحاصل کفارے میں فقراء کی تعداد کا یا دنوں کی تعداد کا ہونا ضروری ہے اور فدیہ میں فقراء کی تعداد یا دنوں کی تعداد کی ضرورت نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم قدیم ۳ ص ۷۳)

کفارے میں اناج یا قیمت دینا

اگر کھانا نہ کھلائے بلکہ ساٹھ مسکینوں کو کچا اناج دیدے تب بھی جائز ہے، ہر ایک مسکین کو اتنا دے کہ جتنا صدقۂ فطرہ دیا جاتا ہے، اگر اتنے اناج کی قیمت دے تو بھی جائز ہے۔

(بہشتی زیور ص ۱۶ ج ۳ بحوالہ درمختار ج ۱ ص ۲۵)

ایک مسکین کو کھلانا

اگر ایک مسکین کو ساٹھ دن تک صبح و شام کھانا کھلا دیا یا ساٹھ دن تک کچا اناج یا قیمت

Marfat.com

دیتے رہے تب بھی کفارہ صحیح ہو گیا۔ (بہشتی زیور ص ۱۶ ج ۳ بحوالہ قدوری ص ۱۵۷)

کفارے کی رقم سے مدرسہ کا ٹاٹ خریدنا یا مسجد کی تعمیر کرنا

سوال روزہ کا کفارہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے، اگر اس کھانے کی قیمت سے مدرسہ میں ٹاٹ خرید کر طلبہ کیلئے انتظام کر دیں یا مسجد میں صرف کر دیں تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب اگر ساٹھ روزوں کی طاقت نہ ہو تو پھر ایک روزے کے عوض ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت کھانا کھلانا یا ہر ایک مسکین کو پونے دو کلو گیہوں یا اسکی قیمت دینا ضروری ہے مدرسہ کا ٹاٹ خریدنا یا اس سے مدرسے کی مرمت اور تعمیر درست نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۴۹ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۴۹ باب ما یفسد الصوم)

کفارے کی رقم سے مسجد اور مدرسہ میں دینا درست نہیں ہے اس سے کفارہ ادا نہ ہو گا البتہ مدرسہ میں اگر طلبہ کے کھلانے میں لگا دیں تو درست ہے بشرطیکہ ساٹھ طلبہ کو دونوں وقت کھلا دے، یا بقدر فطرہ ہر ایک کو پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت دیدیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵۴ ج بحوالہ رد المختار باب الصرف ص ۹۷ ج ۲)

کفارے کے روزے کے بجائے نقد رقم دینا

سوال زید کے ذمے رمضان کا ایک کفارہ ہے، اور وہ دو ماہ کے روزے نہیں رکھ سکتا اگر وہ ادنیٰ درجہ کی خوراک کی قیمت دو ماہ کی مدرسہ کے اندر جمع کرائے طالب علم کیلئے تو کفارہ ادا ہو گا یا نہیں؟ یا اگر زید کسی غریب کو تین پاؤ آٹا دو ماہ تک کسی غریب کو دیدے اور لکڑی و ترکاری کے لیے کچھ پیسے دے دے تو کیا کفارہ ادا ہو جائے گا؟

جواب روزہ میں تکلیف ہونے کی وجہ سے یہ درست نہیں ہے کہ روزہ کو چھوڑ کر مسکین کو کھانا کھلانے کی طرف رجوع کرے کیونکہ قرآن مجید میں فمن لم یستطع کی قید ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ اس میں طاقت ہی روزے کی نہ ہو، یعنی بوجہ مرض لاعلاج کے بوجہ شیخ فانی (بالکل قدرت نہ رہے) ہونے کے اس وقت کھانا کھلانا درست ہے) پھر جب دو ماہ کے روزے سے عاجز ہو بوجہ بڑھاپے یا مرض شدید لاعلاج کے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ضروری ہے، اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا ہر ایک مسکین کو آدھا صاع گندم یعنی پونے دو کلو یا اسکی قیمت ہر ایک مسکین کو

Marfat.com

دے دے۔ یا ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔

پس تین پاؤ آٹا روزانہ کسی غریب کو دو ماہ تک دینے سے کفارہ ادا نہ ہوگا بلکہ پونے دو کلو آٹا یا اسکی قیمت دینے سے ادا ہوگا، اسی طرح کسی طالب علم کو مجملاً روپیہ بھیجد ینے سے کفارہ ادا نہ ہوگا، بلکہ یہ لکھا جائے کہ ساٹھ آدمیوں کو ایک دن میں دو وقت یا ایک آدمی کو دو ماہ تک دونوں وقت پیٹ بھر کر کفارہ کی نیت سے کھلایا جائے اور اس میں جو کچھ صرف ہو وہ مجھ سے لے لیا جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵۶ ج ۶ بحوالہ ردالمختار باب فی الکفارہ ص ۱۵۰ ج ۲ و ص ۱۰۸ ج ۲)

کفارے میں مہتمم مدرسہ کی وکالت

سوال مدرسہ کا مہتمم کفارہ کا کھانا کھلانے کا وکیل ہو کر طلباء کے کھانے میں روپیہ کو صرف کر سکتا ہے۔ جو کفارہ ادا کرنے کی نیت سے رکھے ہیں؟ یا مہتمم کپڑا خرید کر دے سکتا ہے؟

جواب اس طرح کر سکتا ہے کہ کفارے کے پورے روپیئے کا کپڑا خرید کر محتاج طلباء کی ملک کو دے یہ درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵۲ ج ۶ بحوالہ ردالمختار ص ۸۰۲ ج ۲)

روزے کے کفارہ کی توبہ سے معافی

سوال زید نے جسکو کفارہ کا علم نہ تھا اپنی عورت سے روزہ کی حالت میں صحبت کی تو ان پر کفارہ واجب ہوا ہے وہ اس کو کسی طرح ادا نہیں کر سکتا ہے، اس صورت میں اسکی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟

جواب ادائے قضاء و کفارہ اس صورت میں ضروری ہے، تو یہ بھی جب ہی قبول ہوگی، اگر دو مہینے کے روزوں کی پے در پے مسلسل طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دیں۔ فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا (المجادلہ)۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵۰ ج ۶ بحوالہ قرآن مجید سورۃ المجادلۃ رکوع (۱) بحوالہ ردالمختار ص باب مایفسد الصوم ص ۱۴۹ ج ۲)

Marfat.com

نواں باب

عورتوں کے مسائل

حیض کی تعریف اور اسکے مسائل

مسئلہ (۱) ہر مہینہ جو آگے کی راہ سے (عورتوں کو) معمولی خون آتا ہے اسکو حیض کہتے ہیں۔

مسئلہ (۲) کم سے کم حیض کی مدت تین دن تین رات ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس رات ہے کسی کو تین دن تین رات سے کم خون آیا ہے تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایسا ہوگیا ہے، اور دس دن رات سے زیادہ خون آیا ہے جتنے دن دس سے زیادہ آیا ہے وہ بھی استحاضہ ہے۔

مسئلہ (۳) اگر تین دن تو ہو گئے لیکن تین راتیں نہیں ہوئیں جیسے جمعہ کی صبح سے خون آیا اور اتوار کو شام کیوقت بعد نماز مغرب بند ہو گیا تب بھی یہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے اگر تین دن رات سے ذرا بھی کم ہو تو وہ حیض نہیں، بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ (۴) حیض کی مدت کے اندر سُرخ زرد، سبز، خاکی مٹیالا سیاہ جو رنگ آئے وہ سب حیض ہے، جب تک گدی (جو کپڑا رکھتی ہیں) بالکل سپید نہ دکھلائی دے اور جب بالکل سپید رہے جیسی کے رکھی گئی تھی تو اب حیض سے پاک ہوگئی۔

مسئلہ (۵) نو برس سے پہلے اور پچپن سال کے بعد کسی کو حیض نہیں آتا۔ اس لیے نو برس سے چھوٹی لڑکی جو خون آئے گا وہ حیض نہیں ہے۔ بلکہ استحاضہ ہے، یعنی نو سال سے پہلے تو بالکل حیض نہیں آتا اس لے جو خون نو سال سے پہلے آئے گا وہ کسی صورت میں حیض نہیں ہو سکتی، اور پچپن سال کے بعد عام طور پر جو عادت ہے وہ یہ ہی ہے کہ حیض نہیں آتا لیکن آنا ممکن ہے اس لیے کہ اگر پچپن برس بعد خون آجائے تو ان خاص عورتوں میں جن کا ذکر کیا گیا ہے اس کو حیض کہا جائے گا، البتہ اگر اس عورت کو اس عمر سے پہلے بھی زرد یا سبز یا خاکی رنگ آتا ہو تو پچپن برس بعد بھی یہ رنگ حیض سمجھے جائینگے، اور اگر عادت کے خلاف ایسا ہوا تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

Marfat.com

مسئلہ ۶ کسی کو ہمیشہ تین دن یا چار دن خون آتا ہے، پھر کسی مہینے میں زیادہ آ گیا، لیکن دس دن سے زیادہ نہیں آیا وہ سب حیض ہے۔ اور اگر دس دن سے بھی زیادہ بڑھ گیا تو جتنے دن پہلے سے عورت کے ہیں اتنا تو حیض باقی سب استحاضہ ہے اسکی مثال یہ ہے کہ کسی کو ہمیشہ تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینہ میں نو دن یا دس دن رات تو یہ سب حیض ہے، اور اگر دس دن رات سے ایک لحظہ بھی زیادہ خون آئے تو وہ ہی تین دن حیض کے ہیں اور باقی دنوں کا سب استحاضہ ہے، ان دنوں کی نمازیں قضاء پڑھنا واجب ہیں۔

مسئلہ ۷ ایک عورت ہے جسکی کوئی عادت مقرر نہیں ہے کبھی چار دن خون آتا ہے اور کبھی ساتھ دن اسی طرح بدلتا رہتا ہے کبھی دس دن بھی آ جاتا ہے تو یہ سب حیض ہے ایسی عورت کو اگر کبھی دس دن رات سے زیادہ خون آئے تو دیکھو اس سے پہلے مہینہ میں کتنے دن حیض آیا تھا، بس اتنے ہی دن حیض کے اور باقی سب استحاضہ ہے۔

مسئلہ ۸ کسی کو ہمیشہ چار دن آتا ہے اور پھر ایک مہینہ میں پانچ دن خون آیا اور اس کے بعد دوسرے مہینہ میں پندرہ دن خون آیا تو اس پندرہ دن میں سے پانچ دن حیض کے ہیں اور دس دن استحاضہ اور پہلی عادت کا اعتبار نہیں کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ عادت بدل گی اور پانچ دن کی عادت ہو گی۔

مسئلہ ۹ کسی کو دس دن سے زیادہ خون آیا اور اس کو اپنی پہلی عادت بالکل یاد نہیں کہ پہلے مہینے میں کتنے دن خون آیا تھا تو اس کے مسئلے بہت باریک ہیں۔ جنکا سمجھنا بہت مشکل ہے اور ایسا اتفاق بھی کم پڑتا ہے اس لیے ہم اس کا حکم بیان نہیں کرتے اگر کبھی ضرورت پڑھے تو کسی عالم سے پوچھنا چاہئے اور کسی ایسے ویسے معمولی مولوی سے نہ پوچھا جائے۔

مسئلہ ۱۰ کسی لڑکی نے پہلے پہل خون دیکھا تو اگر دس دن یا اس سے کم آئے سب حیض ہے اور جو دس دن سے زیادہ آئے تو پورے دس دن حیض ہے اور جتنا زیادہ ہو وہ سب استحاضہ ہے۔

مسئلہ ۱۱ کسی نے پہلے پہل خون دیکھا اور وہ کسی طرح بند نہیں ہوا کئی مہینے تک برابر آتا رہا تو جس دن خون آیا ہے اس دن سے لیکر دس دن رات حیض ہے، اس کے بعد بیس دن استحاضہ ہے اسی طرح برابر دس دن حیض اور بیس دن استحاضہ سمجھا جائے گا۔

مسئلہ ۱۲ دو حیض کے درمیان میں پاک رہنے کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہیں اور زیادہ کی کوئی حد نہیں، سو اگر کسی وجہ سے کسی کو حیض آنا بند ہو جائے تو جتنے مہینے تک خون نہ آئے گا پاک

Marfat.com

رہے گی۔

مسئلہ (۱۳) اگر کسی کو تین دن رات خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی پھر تین دن رات خون آیا، تو تین دن پہلے کے اور تین دن یہ جو پندرہ دن کے بعد ہیں حیض کے ہیں اور بیچ میں پندرہ دن پاکی کا زمانہ ہے۔

مسئلہ (۱۴) اگر ایک دن یا دو دن خون آیا پھر پندرہ دن پاک رہی پھر ایک یا دو دن خون آیا تو بیچ میں پندرہ دن تو پاکی کا زمانہ ہی ہے ادھر ادھر ایک یا دو دن جو خون آیا ہے وہ بھی حیض نہیں ہے بلکہ استحاضہ ہے۔

مسئلہ (۱۵) اگر ایک دن یا کئی دن خون آیا پھر پندرہ دن سے کم پاک رہی اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ یوں سمجھیں گے کہ گویا اوّل سے آخر تک برابر خون جاری رہا، پس جتنے دن حیض آنے کی عادت ہو اتنے دن تو حیض کے ہی ہیں باقی سب استحاضہ ہے، مثال اسکی یہ ہے کہ کسی کو ہر مہینے کی پہلی اور دوسری اور تیسری تاریخ کو حیض آنے کا معمول ہے پھر کسی مہینہ میں ایسا ہوا کہ پہلی تاریخ کو خون آیا پھر چودہ دن پاک رہی، پھر ایک دن خون آیا تو ایسا سمجھیں گے کہ سولہ دن برابر خون آیا، پس اس میں سے تین دن اوّل کے تو حیض کے ہیں اور تیرہ دن استحاضہ ہے اور اگر چوتھی یا پانچویں، چھٹی تاریخ حیض کی عادت تھی تو یہ ہی تاریخیں حیض کی ہیں۔ اور تین دن اوّل کے اور دس دن بعد کے استحاضہ کے ہیں۔ اور اگر اس کی کچھ عادت نہ ہو بلکہ پہلے پہل خون آیا ہو تو دس دن حیض ہے اور چھ دن استحاضہ ہے۔

مسئلہ (۱۶) حمل کے زمانے میں جو خون آئے وہ بھی حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے چاہے جتنے آئے۔

مسئلہ (۱۷) بچہ پیدا ہونے کے وقت نکلنے سے پہلے جو خون آئے وہ بھی استحاضہ ہے بلکہ جب تک بچہ آدھے سے زیادہ نہ نکل آئے تب تک جو خون آئے گا اسکو استحاضہ ہی کہیں گے۔

(بہشتی زیور ص ۶۱ حصہ دوسرا)

حائضہ کا حکم

حیض کے زمانے میں نماز پڑھنا اور روزہ رکھنا درست نہیں، اتنا فرق ہے کہ نماز تو بالکل معاف ہو جاتی ہے پاک ہو جانے کے بعد بھی اس کی قضاء واجب نہیں ہوتی لیکن روزہ معاف

Marfat.com

نہیں ہوتا، پاک ہونے کے بعد قضاء رکھنی پڑے گی۔ (بہشتی زیور ص ۵۹ حصہ دوسرا بحوالہ بحر ص ۱۹۴)

نفاس والی عورت

نفاس میں بھی نماز بالکل معاف ہے اور روزہ معاف نہیں ہے بلکہ اس کی قضاء رکھنی چاہئے اور روزہ نماز وغیرہ کے وہی مسائل ہیں جو حیض کے احکامات ہیں۔ بچہ کی پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے اسکو نفاس کہتے ہیں۔ (بہشتی زیور ص ۶۲ حصہ دوسرا، بحوالہ بحر ص ۱۹۴)

استحاضہ کا حکم

استحاضہ کا حکم ایسا ہے جیسے کسی کے نکسیر پھوٹے اور بند نہ ہو، ایسی عورت نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے قضاء نہ کرنا چاہئے۔ استحاضہ کے احکام بالکل معذور کے احکام کی طرح ہیں، جو بہشتی زیور ص ۵۴ حصہ اول میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکے ہیں۔

(بہشتی زیور ص ۶۱ حصہ دوسرا۔ بحوالہ شرح وقایہ ص ۱۱۳ ج ۱)

روزہ رکھنے کے بعد دن میں حیض آ جانا

اگر فرض نماز پڑھنے میں حیض آ گیا تو وہ نماز معاف ہوگی، پاک ہونے کے بعد اسکی قضاء نہ پڑھے اور اگر نفل یا سنت میں حیض آ گیا تو اسکی قضاء پڑھنی ہوگی اور اگر آدھے روزے کے بعد حیض آیا تو وہ روزہ ٹوٹ گیا جب پاک ہو تو قضاء رکھے اور اگر نفل روزہ میں حیض آ جائے تو اس کی قضاء رکھے۔ (بہشتی زیور ص ۵۹ حصہ دوسرا۔ بحوالہ جوہرۃ النیرۃ ص ۲۲ ج ۱)

کفارے کے روزے کے درمیان حیض آ جانا

ماہواری کی وجہ سے کفارہ کے روزوں میں ناغہ مضر نہیں، ماہواری ختم ہوتے ہی فوراً روزہ شروع کر دے، اسی طرح ساٹھ روزے پے درپے پورے کرے، اگر ماہواری ختم ہونے کے بعد ایک دن کا بھی ناغہ کا تو پھر نئے سرے سے ساٹھ روزے رکھنے ہوں گے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستان ص ۴۴۲ ج ۴)

دن میں پاک ہو جانے کا حکم

اگر رمضان شریف میں دن میں پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کچھ کھانا پینا

Marfat.com

درست نہیں ہے، شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے لیکن یہ دن روزہ میں شمار نہ ہوگا بلکہ اسکی قضاء رکھنی پڑے گی۔ (بہشتی زیور ص ۶۱ حصہ دوسرا بحوالہ شرح وقایہ ص ۳۱۶ ج ۱)

رات میں پاک ہوجانے کا حکم

اور اگر رات کو پاک ہوئی اور پورے دس دن رات حیض آیا ہے تو اگر ذرا سی رات باقی ہو جس میں ایک دفعہ اللہ اکبر بھی نہ کہہ سکتے تب بھی صبح کا روزہ واجب ہے اور اگر دس دن سے کم حیض آیا ہے تو اگر اتنی رات باقی ہو کے جلدی سے غسل تو کرلے گی لیکن غسل کے بعد ایک دفعہ بھی اللہ اکبر نہ کہہ پائے گی تو بھی صبح کا روزہ واجب ہے، اگر اتنی رات تو تھی لیکن غسل نہیں کیا تو روزہ نہ توڑے بلکہ روزہ کی نیت کرلے اور صبح کو نہا لے، اور اگر اس سے بھی کم رات ہو یعنی غسل بھی نہ کر سکے تو صبح کا روزہ جائز نہیں ہے، لیکن دن کو کچھ کھانا پینا بھی درست نہیں بلکہ سارے دن روزہ داروں کی طرح رہے پھر اسکی قضاء رکھے۔

(بہشتی زیور ص ۶۱ حصہ دوسرا، بحوالہ شرح وقایہ ص ۱۲۹ ج ۱)

اگر رات کو پاک ہوئی تو اب صبح کو روزہ نہ چھوڑے، اگر رات کو نہ نہائی ہو تب بھی روزہ رکھ لے صبح کو نہا لے، اگر صبح ہونے کے بعد پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد روزہ کی نیت کرنا درست نہیں، لیکن کھانا پینا بھی درست نہیں ہے اب دن بھر روزہ داروں کی طرح رہنا چاہئے۔

(بہشتی زیور ص ۷۰ حصہ تیسرا بحوالہ جوہرۃ نیرۃ ص ۱۴۸ ج ۱)

نوٹ غسل کرنا اسی وقت ضروری نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اتنا وقت ہونا چاہئے کہ جس میں غسل کر سکے پھر اگر غسل بعد میں کرلے یعنی صبح کے بعد اور روزہ رکھ لے تب بھی صحیح ہے روزہ میں کوئی حرج نہیں آئے گا۔ اور رمضان کے روزہ میں جس وقت بھی عورت کو حیض آجائے گا چاہے دن کا تھوڑا سا حصہ باقی ہو، وہ روزہ ٹوٹ گیا بعد اسکی قضاء کرلے، فرض ہو یا نفل۔

(مرتب: رفعت قاسمی)

پاک ہوتے ہی قضاء رکھنا واجب

روزہ کے لیے عورتوں کو حیض و نفاس کے خون سے پاک ہونا شرط ہے چنانچہ حیض و نفاس

والی عورت پر نہ روزہ واجب ہے اور نہ روزہ رکھنا درست ہے، دونوں قسم کی عورتوں میں سے کوئی اگر فجر سے ایک لحظہ بھر پہلے پاک ہوگی تو (اسی وقت) رات ہی سے روزہ کی نیت کر لینا واجب ہے، حیض ونفاس والیوں پر جوں ہی یہ روزے سے باز رکھنے والی حالت دور ہو جائے تو ماہِ رمضان کے روزوں کی جو رہ گئے ہیں قضاء واجب ہے۔ (کتاب الفقہ المذاہب الاربعہ ص۸۸۳ ج۱)

عورت کو احتلام ہو جانا

عورت دن میں سوگئی اور ایسا خواب دیکھا جس سے نہانے کی ضرورت ہوگئی تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (بہشتی زیور ص۶۱ تیرا حصہ جوہرہ نیرہ ص۱۴۲ ج۱)

غسلِ جنابت نہ کرنے پر روزے کا حکم

رات کو نہانے کی ضرورت ہوئی مگر غسل نہیں کیا دن کو نہائی تب بھی روزہ ہوگیا بلکہ اگر دن بھر یعنی تمام دن غسل نہ کرے تب بھی روزہ نہیں جاتا، البتہ اس کا گناہ الگ ہوگا۔

(بہشتی زیور ص۷۰ تیسرا حصہ، بحوالہ نور الایضاح ص۱۴۱)

روزہ میں مرد کے ساتھ لیٹنا

مرد اور عورت کا ساتھ لیٹنا ہاتھ لگانا پیار کرنا یہ سب درست ہے لیکن جوانی کا اتنا جوش ہو کہ ان باتوں سے صحبت کرنے کا ڈر ہو تو ایسا نہ کرنا چاہئے مکروہ ہے۔

(بہشتی زیور ص۷۰ حصہ تیسرا، بحوالہ نور الایضاح ص۱۴۷)

عورت کے ہونٹ چوسنا

عورت کا بوسہ (پیار) لینا اور اس سے بغلگیر ہونا مکروہ ہے جبکہ انزال کا خوف ہو یا اپنے نفس کے بے اختیار ہو جانے کا اور ایسی حالت میں جماع کرنے کا اندیشہ ہو، اور اگر یہ خوف اور اندیشہ نہ ہو تو پھر مکروہ نہیں، نیز کسی عورت وغیرہ کے ہونٹ منہ لینا اور مباشرت فاحشہ یعنی خاص بدن شرمگاہ کا آپس میں ملانا، بدوں دخول کے ہر حال میں مکروہ ہے خواہ منی نکلنے کا یا جماع (صحبت) کرنے کا خوف ہو یا نہ ہو۔ (بہشتی زیور ص۱۰۶ گیارہواں حصہ، بحوالہ عالمگیری ص۱۹۸ ج۱)

Marfat.com

ہمبستری

اگر مردسے ہمبستری ہوئی تب بھی روزہ جاتا رہا اسکی قضاء بھی رکھے اور کفارہ بھی دے۔

جب مرد کے پیشاب کے مقام کی سپاری اندر چلی گئی تو روزہ ٹوٹ گیا قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے چاہے منی نکلے یا نہ نکلے۔ نیز اگر مرد نے پاخانہ کی جگہ اپنا عضو (ذکر) کر دیا۔ اور سپاری اندر چلی گئی تب بھی عورت مرد دونوں کا روزہ جاتا رہا قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہیں۔

(بہشتی زیور ص ۷۰ تیسرا حصہ، بحوالہ درمختار ص ۱۵۱ ج ۱)

زبردستی صحبت کرنا

کوئی عورت غافل سورہی تھی یا بے ہوش پڑی تھی اس سے کسی نے صحبت کر لی تو روزہ جاتا رہا، فقط قضاء واجب ہے کفارہ واجب نہیں ہے اور مرد پر کفارہ بھی واجب ہے۔

(بہشتی زیور ص ۷۰ ج ۳ بحوالہ شامی ص ۱۴۳ ج ۱)

کسی روزہ دار عورت سے زبردستی یا سونے کی حالت میں یا بحالت جنون جماع کیا تو عورت کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور عورت پر صرف قضاء لازم آئے گی اور مرد روزہ دار ہو تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ (بہشتی زیور ص ۱۰۵ حصہ گیارہواں ۱۱)

نابالغ یا مجنون سے صحبت کرانا

اگر کوئی عورت کسی نابالغ یا مجنون سے جماع کرائے تب بھی روزہ جاتا رہا اسکو قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ (بہشتی زیور ص ۱۰۵ گیارہواں حصہ بحوالہ عالمگیری ص ۲۰۲ ج ۱)

عورتوں کا آپس میں لطف اندوز ہونا

اگر دو عورتیں آپس میں ساحقہ کریں یعنی آپس میں مشغول اور لطف اندوز ہوں اور دونوں کو انزال ہو جائے اور (منی نکل جائے) تو دونوں کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر انزال نہ ہو تو نہیں ٹوٹے گا۔ اور انزال کی صورت میں کفارہ لازم نہ آئے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ ص ۲۰۲ ج ۲)

رحم میں ربڑ کا چھلّہ داخل کرنا

سوال عورت کو کجی رحم کی شکایت ہے اسکا علاج شرمگاہ میں دو ماہ تک ایک ربڑ کا چھلا چڑھا رہتا ہے جو کہ رحم کے اندرونی حصہ میں داخل کیا جاتا ہے کیا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب خود روزہ کی حالت میں یہ چھلاّ چڑھانا مفسدِ صوم ہے، لیکن اگر بغیر روزہ کی حالت میں چڑھایا ہوا، روزہ کی حالت میں داخل بدن باقی رہے تو اس سے روزہ میں کوئی خلل نہیں آتا ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص۱۴۴ ج۲)

روزے کی حالت میں شرمگاہ کے اندر دوا رکھنا

سوال افطار کے بعد کوئی عورت بیماری کی وجہ سے دوا کی تھیلی باندھکر رات کے وقت ہی اپنی شرمگاہ میں رکھے اور افطار کے بعد وہ تھیلی نکالے، یا روزہ کی حالت میں دن میں تھیلی رکھے، شرعی حکم کیا ہے؟

جواب روزے شروع ہونے سے داخل فرج میں رکھی ہوئی دوا سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، ہاں روزہ کی حالت میں دوا رکھنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۳۸ ج۲)

روزے کی حالت میں شرمگاہ میں ٹیوب لگانا

سوال روزہ کی حالت میں دن میں عورت کو اپنی شرم گاہ میں ٹیوب یعنی دوا لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب اس سے روزہ ٹوٹتا، البتہ فرج داخل دوا پہنچنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اوپر کے مستطیل سوراخ کے آخر میں گول سوراخ سے فرج داخل شروع ہوتا ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص۴۳۸ ج۴)

عورتوں کی شرمگاہ کے اندرونی حصہ میں کوئی چیز رکھی جائے تو روزہ فاسد ہو جاتا ہے اس لیے کہ عورتوں کے اندر یہ فطری منفذ موجود ہے جو پیٹ تک پہنچتا ہے، اگر مردوں کے عضو تناسل میں کوئی چیز ڈالی جائے تو روزہ ہمارے نزدیک نہیں ٹوٹے گا۔ اس لیے کہ معدہ اور اس کی نالی کے درمیان براہِ راست منفذ نہیں ہے بلکہ مثانہ کا واسطہ ہے جہاں سے قطرہ قطرہ پیشاب نیچے آ کر جمع ہو جاتا ہے، عالمگیری ج۱ ص۱۰۴ میں ہے مرد کی پیشاب کی راہ میں قطرہ ڈالے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے یہاں روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ عورت کی شرمگاہ میں قطرہ ٹپکانے کی

Marfat.com

صورت میں بلا اختلاف روزہ ٹوٹ جائے گا اور یہی صحیح ہے۔

(جدید فقہی مسائل ص ۹۷ بحوالہ فتاوی ہندیہ ص ۲۰۴ ج ۱)

کیا حمل دکھلانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا

حضرت المحترم مفتی صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

مندرجہ ذیل صورت میں کیا حکم ہے۔

شروع ایام حمل میں حاملہ کی شرمگاہ میں ڈاکٹرنی یا دایہ بعض مرتبہ دستانہ باریک جھلی نما پہن کر اور بعض مرتبہ بغیر دستانے کے انگلی ڈال کر معائنہ کرتی ہے اس صورت میں روزہ کا کیا حکم ہے۔

والسلام

سعود الرحمٰن، شمس منزل

محلہ بڑے بھائیان دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۸۶/۱۲/۲۲ء

ج ص ۲۹۷ الجواب

ھو الموفق المعین: اگر اس ڈاکٹرنی یا دایہ کے دستانے پر پانی وغیرہ کا اثر نہیں ہے تو اس طرح ہاتھ ڈالنے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، اور اگر اس پر تری ہوگی تو روزہ فاسد ہوگا۔ ادخل اصبعہ الیابسۃ فیہ ای دبرہ او فرجھا الخ لم یفطر (درمختار) ولو مبتلۃ فسد (درمختار)

الجواب صحیح

کفیل الرحمٰن نشاط

نائب مفتی دار العلوم دیوبند

واللہ اعلم

محمد ظفیر الدین

مفتی دار العلوم دیوبند

۲۲/ ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

شرمگاہ میں انگلی داخل کرنا

روزہ میں پیشاب کی جگہ دوا رکھنا یا تیل وغیرہ کی کوئی چیز ڈالنا درست نہیں ۔اگر کسی نے روزہ کے دوران دوا رکھ لی تو روزہ جاتا رہا قضاء واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔

اور اگر کسی ضرورت سے دائی نے پیشاب کی جگہ انگلی ڈالی یا خود اس نے اپنی انگلی ڈالی پھر ساری انگلی یا تھوڑی سی انگلی نکالنے کے بعد پھر کردی تو روزہ جاتا رہا لیکن کفارہ واجب نہیں، اور اگر نکالنے کے بعد پھر نہیں کی تو روزہ نہیں گیا ہاں اگر پہلے سے ہی پانی وغیرہ یا کسی چیز سے انگلی بھیگی ہوئی ہو تو اوّل ہی دفعہ کرنے سے روزہ جاتا رہے گا۔

(بہشتی زیور ص ۷۰ حصہ تیسرا، بحوالہ درمختار ص ۱۴۹ ج ۱)

انگلی داخل کرنے سے روزے پر اثر

سوال عورت کی شرمگاہ میں اگر مرد نے اپنی انگلی پھیری تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

جواب بیوی کی شرمگاہ میں انگلی داخل کرنے سے مرد کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اور عورت کے روزے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر انگلی گیلی داخل کی یا خشک انگلی داخل کرنے کے بعد پوری یا ذرا سی کھینچ کر پھر آگے کی تو عورت کا روزہ ٹوٹ گیا صرف قضاء واجب ہے عورت پر کفارہ نہیں۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۴۷ ج ۴)

انگلی ڈالنے کو مفسد جرم سمجھ کر جماع کرنا

سوال بیوی کی شرمگاہ میں دوا ڈالنے کیلئے انگلی اندر داخل کی اور شہوت غالب آئی تو خیال ہوا کے روزہ ٹوٹ گیا اس کے بعد صحبت کر لی، اب اس کا کیا حکم ہے؟

جواب روزہ کی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۴۴ ج ۴، بحوالہ ردالمختار ص ۱۱۸ ج ۲)

حاملہ کا حکم

حاملہ عورت کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے بشرطیکہ اپنی یا اپنے بچے کی مضرت کا گمان غالب ہو خواہ وہ گمان اس کا واقع کے مطابق نکلے یا نہیں، اگر کسی عورت کو روزہ کی نیت کرنے کے بعد اپنے

Marfat.com

حاملہ ہونے کا علم ہو تب بھی اس کو روزہ کا فاسد کر دینا جائز ہے۔ صرف قضاء لازم آئے گی۔
(عالمگیر اردو پاکستانی ص ۳۳ ج ۲ کتاب الصوم)

حاملہ عورت کو ایسی بات پیش آ گئی جس سے اپنی جان یا بچہ کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑ ڈالنا درست ہے۔ (بہشتی زیور ص ۱۷ حصہ تیسرا)

دردِ زہ سے روزہ توڑ دینا

سوال اگر کسی حاملہ عورت کو حمل کی وجہ سے کافی تکلیف ہے اور وہ روزہ رکھ کر توڑ دیتی ہے، محض تکالیف کی وجہ سے، اور سورج غروب کے وقت بچہ کی ولادت ہو جاتی ہے، شرعی حکم کیا ہے؟

جواب اگر روزہ نہ توڑنے سے عورت یا بچہ کو کوئی نقصان پہنچنے کا ظن غالب ہو تو روزہ توڑ دینا جائز ہے صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں، بغیر ایسے خطرہ کے روزہ توڑنا گناہ ہے اور کفارہ واجب ہے البتہ اگر اسی دن غروبِ آفتاب سے پہلے بچہ پیدا ہو گیا تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔
(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۴۲ ج ۴)

زچہ اور کمزور عورت کا حکم

سوال زچہ (ولادت کے بعد) یا کمزور عورت جو روزہ نہ رکھ سکے، فدیہ دے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب اس صورت میں فدیہ دینا کافی نہیں ہے اگر فدیہ دیدیا اور پھر صحت ہو گئی اور قدرت آ گئی تو اس روزہ کی قضاء کرنا لازم ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۷۸ ج ۶ بحوالہ ہدایہ ص ۲۰۴ ج ۲)

دودھ پلانے والی کی رعایت

دودھ پلانا، جس عورت کے متعلق کسی بچے کا دودھ پلانا ہو خواہ بچہ اسی کا ہو یا کسی دوسرے کا، باجرت پلاتی ہو یا مفت بشرطیکہ بچہ کی مضرت کا گمان غالب ہو، جیسا کہ اکثر مشاہدہ کیا گیا ہے کہ روزہ کی حالت میں دودھ خشک ہو جاتا ہے بچہ بھوک کی وجہ سے تڑپتا ہے اور کچھ حرارت بھی دودھ میں آ جاتی ہے وہ بھی بچہ کو نقصان کرتی ہے ہاں اگر مفت دودھ پلاتی ہو اور کوئی دوسری دودھ پلانے والی مل جائے اور وہ بچہ بھی اس سے پینے سے راضی ہو جائے تو ایسی حالت میں اس کو روزہ نہ رکھنا جائز نہیں۔ (علم الفقہ ص ۳۶ ج ۳ و فتاویٰ دار العلوم ص ۴۶۴ ج ۶)

دودھ پلانے کی نوکری کی پھر رمضان آ گیا

دودھ پلانے والی نے دودھ پلانے کی نوکری کی پھر رمضان آ گیا، اور روزہ سے بچہ کی جان کا ڈر ہے تو انا (دودھ پلانیوالی کو) بھی روزہ نہ رکھنا درست ہے۔

(بہشتی زیور ص ۱۹ حصہ تیسرا، بحوالہ شامی ص ۱۵۹ ج ۱)

کیا دودھ پلانے سے عورت کا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

سوال دودھ پلانے سے عورت کا روزہ یا اس کا وضو ٹوٹ جائے گا؟

جواب روزہ اور وضو باطل نہیں، حاشیہ، روزہ تو اس لیے نہیں ٹوٹتا کہ دودھ باہر نکل رہا ہے اور روزہ نام ہے مفطرات کے روکنے کا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۰۸ ج ۶ بحوالہ ردالمختار ص ۱۱۰ ج ۲ کتاب الصوم)

حائضہ کا رمضان میں کھانا پینا

سوال اگر رمضان میں عورت کو ایامِ حیض کیوجہ سے روزہ نہ رکھے تو اس کو دن میں کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟

جواب اگر حیض کی وجہ سے روزہ نہیں رکھا یا روزہ رکھنے کے بعد حیض آ گیا تو کھانا پینا جائز ہے، لیکن دوسروں کے سامنے نہ کھائے اور اگر دن کو حیض سے پاک ہوئی تو دن کا باقی حصہ روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۲۰)

دودھ پلانے کی مدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ حمل قرار پا گیا

سوال ایک حاملہ حمل کے نقصان پہنچنے کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکی، بچہ کی پیدائش کے بعد دودھ پلانے کی وجہ سے معذور رہی اور ابھی دودھ کی مدت پوری نہ ہوئی تھی کہ پھر حمل قرار پا گیا اس طرح پر تواتر قائم ہو گیا تو اب حاملہ روزہ کس طرح رکھے؟

جواب اگر حالتِ حمل میں اس کو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں ہے یا بچہ کی طرف سے اندیشہ ہے تو جس وقت اس کا تواتر حمل منقطع ہو اسی وقت قضاء کرے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۶۲ بحوالہ ردالمختار فصل فی العوارض ص ۱۵۹ ج ۲)

Marfat.com

روزے میں عورت کا بچے کو چبا کر کھلانا

اپنے منہ سے چبا کر چھوٹے بچے کو کوئی چیز کھلانا مکروہ ہے البتہ اگر اسکی ضرورت پڑے اور مجبوری اور ناچاری ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔ (بہشتی زیور ص ۱۳ ج ۳ بحوالہ شرح وقایہ ج ۱ ص ۳۱۳)

اور چبا کر کھلانے کے عذر میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی عورت کے پاس کوئی حیض والی یا نفاس والی اور کوئی بے روزہ دار نہ ہو کہ جو اسکے بچہ کو کھانا کھلائے اور اس کو نرم پکا ہوا کھانا اور دودھ بھی نہیں ملتا ہے، (تو اس صورت میں چبا کر کھلانا جائز ہے)۔

(فتاویٰ عالمگیری اُردو پاکستانی ص ۱۱ ج ۲)

چباتے وقت لقمہ نگل جانا

اگر کسی نے لقمہ دوسرے کے کھلانے کے لیے چبایا پھر اس کو نگل گیا تو کفارہ نہ ہوگا صرف قضاء واجب ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۱۶ ج ۲ کتاب الصوم)

اگر زبان سے کوئی چیز چکھ کر تھوک دی تو روزہ نہیں ٹوٹا، لیکن بے ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر کسی کا شوہر بڑا بد مزاج ہو اور یہ ڈر ہو کہ اگر سالن میں نمک پانی درست نہ ہو تو پریشان کردے گا۔ اس کو نمک چکھنا درست ہے اور مکروہ نہیں ہے۔

(بہشتی زیور ص ۱۳ حصہ تیسرا، بحوالہ شرح وقایہ ص ۳۱۳ ج ۱)

کھانا پکانے کی وجہ سے پیاس سے بیتاب ہو جانا

کھانا پکانے کی وجہ سے بے حد پیاس لگ آئی اور اتنی بے تابی ہوگئی کہ اب جان جانے کا خوف ہے تو روزہ کھول ڈالنا درست ہے، لیکن اگر خود اس نے قصداً اتنا کام کیا جس سے ایسی حالت ہوگئی تو گنہگار ہوگی۔ (بہشتی زیور ص ۱۷ ج ۳ بحوالہ شامی ص ۱۵۹ ج ۱ اور رد المختار ص ۱۵۲ ج ۲)

روزے میں ہونٹوں پر سرخی لگانا

سوال عورت کو روزہ کی حالت میں ہونٹوں پر سرخی لگانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب جائز ہے، البتہ منہ کے اندر جانے کا احتمال ہو تو مکروہ ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۲۴)

Marfat.com

عورت کا نفل روزہ

عورت کو بغیر اپنے شوہر کی اجازت کے نفل روزہ رکھنا مکروہ ہے لیکن اگر اس کا شوہر مریض یا روزہ دار یا حج یا عمرہ کے احرام میں ہے تو مکروہ نہیں ہے اور ـــــ باندی کو بغیر اجازت اپنے مالک کی روزہ رکھنا جائز نہیں۔

اور اگر ان میں سے کسی نے روزہ رکھ لیا تو شوہر کو اختیار ہے تڑوا دے اور یہی حکم مالک کا ہے اور عورت اس روزے کو اس وقت قضا کرے جب شوہر اجازت دے یا شوہر سے جدا ہو جائے اور اگر شوہر مریض یا احرام میں ہو تو اس کو یہ جائز نہیں کہ اپنی بیوی کو نفل روزے سے منع کرے اور اگر منع کرے تو بھی اس صورت میں نفل روزہ رکھنا جائز ہے۔ (حاشیہ نور الایضاح کتاب الصوم)

عورت کی طرف سے شوہر کا قضاء رکھنا

سوال: اگر کسی عورت کے دو رمضان کے روزے قضا ہو گئے اور اس کا شوہر اس کی طرف سے رکھ لے تو درست ہے یا نہیں؟

جواب: عورت کو روزے رکھنے چاہئیں شوہر کے رکھنے سے عورت کے روزے ادا نہیں ہوں گے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۰۳ بحوالہ باب ثمن الفرائض ص ۲۰۲)

دسواں باب

بچوں کے مسائل

اولاد امانت ہے

اولاد انسان کے پاس ایک امانت ہے اسکے سلسلہ میں اس پر بہت سی شرعی اخلاقی، اور قانونی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اسلام چاہتا ہے کہ انسان کے اندر شروع ہی سے دینی اور دنیوی ذمہ داریوں کا شعور واحساس تازہ رہے اور والدین اپنے بچوں کی تربیت، اسلام کی روشنی میں کریں، بچوں پر اگرچہ نماز روزہ فرض نہیں لیکن عادت ڈالوانے کے لیے بچوں سے بھی نماز پڑھوائی جائے اور روزے بھی رکھوائے جائیں، اگر زیادہ نہ رکھوائے جائیں تو ایک دو ہی کافی ہے۔ کیونکہ آئندہ رمضان میں اس سے زیادہ بھی رکھ سکتا ہے اسی طرح عبادت کرنا عادت بن جائے گا، اور یہی اسلام چاہتا ہے۔ بچہ تازہ شاخ کی مانند ہوتا ہے جس طرف بھی شروع میں موڑ دیں گے (عادت ڈال دیں گے) مڑ جائے گی۔ بعض عورتیں مامتا میں آ کر یہ خیال کرتی ہیں کہ بچہ کمزور ہو جائے گا صحت پر اثر پڑے گا اور اگر بچہ اپنے شوخ میں روزہ رکھ بھی لیتا ہے تو پھول سا مرجھایا ہوا چہرا دیکھا نہیں جاتا اور روزہ افطار کرانا چاہتی ہیں، بھلا کوئی ان سے پوچھے، کل جب اللہ کے یہاں روزہ اور احکام الٰہی کی پابندی نہ کرنے پر سخت سے سخت سزا دی جائے گی اور ہولناک عذاب ہوگا اس کو کیسے برداشت کریں گی؟

صحابہ کرامؓ کے بھی بچے تھے اور وہ بھی اپنے ماں باپ کے چہیتے تھے لیکن ان حضرات کی محبت عقلمندی کے ساتھ تھی، اور وہ حضرات کل کی بڑی مصیبت سے بچنے کے لیے دنیا کی تھوڑی سی دیر کی تکلیف برداشت کرتے تھے، ان کے بچے بھی جب روزہ رکھنے کے قابل بلکہ پہلے ہی سے روزہ رکھوانے کی کوشش فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے رمضان میں ایک شرابی سے فرمایا تیری خرابی ہو ہمارے بچے (تک) تو روزہ دار ہیں پھر اس کو مارا"۔ (بخاری)

جب تک رمضان کے روزے فرض نہیں ہوئے تھے تو رسول اللہؐ عاشورہ کے دن صبح کے

Marfat.com

وقت اعلان کرادیتے تھے، جس نے ابھی کچھ کھایا پیا نہ ہو وہ روزہ رکھ لے، صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں:

''یہ اعلان سنکر ہم خود بھی روزہ رکھتے تھے اور اپنے چھوٹے بچوں کو بھی رکھواتے تھے اور ان کو لے کر مسجد کی طرف نکل جاتے تھے، اور ان کے لیے رنگین اُون وغیرہ کے کھلونے بنادیتے تھے، جب کوئی بچہ کھانے کے لیے روتا تو ہم اس کو کھلونا دے کر بہلا دیتے تھے، اور اسی طرح افطار کا وقت ہو جاتا تھا''۔ (نیل الاوطارص ۲۰۹ ج ۲)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بچوں کی کیا عمر ہوگی جو کھیل کھلونے سے بہل جاتے تھے۔ اور ان بچوں کے والدین پر کیا گزرتی ہوگی۔ لیکن یہ سب کچھ اس لیے برداشت فرماتے تھے کہ ان کے نزدیک بچہ کے دین دار ہونے کی اہمیت آج کل کے احمقانہ لاڈ اور چونچلوں سے زیادہ تھا''۔ (مرتب: محمد رفعت قاسمی)

زوال سے پہلے بالغ ہو جانا

اگر کوئی زوال سے پہلے بالغ ہوا اور ابھی تک کچھ کھایا نہیں ہے اور نفل روزہ کی نیت کی اور روزہ ہو جائے گا۔ (عالمگیری پاکستانی اُردو ص ۳۶ ج ۲)

بچے میں روزے کی طاقت ہو تو

جب بچہ میں روزے رکھنے کی طاقت ہو تو اس کو روزہ کا حکم کیا جائے اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب کہ بچہ کو روزہ رکھنے سے کوئی ضرر نہ ہو اور اگر ضرر ہو تو حکم نہ کیا جائے، اور جب حکم کیا اور اس نے روزہ نہ رکھا تو اس پر قضاء واجب نہیں ہے۔ (عالمگیری ص ۳۶ ج ۲ اُردو پاکستانی)

دس سال کے بچہ کا حکم

ابو حفصؒ سے پوچھا گیا کہ دس برس کے بچہ کو روزہ نہ رکھنے پر کیا ماریں، تو انھوں نے جواب دیا اس میں اختلاف ہے، اور صحیح یہ ہے وہ بمنزلہ نماز کے ہی ہے۔ (عالمگیری اُردو ص ۳۶ ج ۲)

نابالغ بچے کا روزہ توڑ دینا

سوال: نابالغ بچہ روزہ فاسد کردے یا اس کے والد رحم کی وجہ سے روزہ کھلوادے یا فاسد کردے تو کیا اس پر قضاء یا کفارہ واجب ہے؟

Marfat.com

جواب: نابالغ روزہ توڑ دے تو اسکی قضاء کھلوانا ضروری نہیں، نماز توڑ دے تو دوبارہ پڑھوانا (جبکہ سمجھدار ہو) واجب ہے، سات سال کا ہو تو پیار اور محبت سے کہا جائے اور اگر دس برس کا ہو تو مار کر نماز پڑھائی جائے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۳۰ ج ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۱۱۷ ج ۲)

بچے کے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے یا پڑھنے میں محنت کرنا؟

سوال: نابالغ طلباء کو رمضان المبارک میں روزہ رکھنا بہتر ہے یا پڑھنے میں محنت کرنا ضروری ہے؟ جب کہ روزے رکھنے سے ان کو ضعف ہوتا ہے، اور وہ تعلیم میں مصروف رہتے ہوں۔

جواب: درمختار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نابالغ لڑکوں کا حکم روزے کے بارے میں نماز کی طرح ہے کہ سات برس کی عمر میں نماز اور روزہ کا حکم کیا جائے، اور دس سال کی عمر میں مار کر نماز روزہ رکھوایا جائے کہ رمضان میں بچوں سے تحصیل علم کی محنت کم لی جائے، اس وجہ سے مدارس اسلامیہ میں عموماً رمضان شریف کی تعطیل کر دیجاتی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۹۱ ج ۶ بحوالہ ردالمختار ص ۳۲۶ ج ۲ کتاب الصلوٰۃ ج ۲ ص ۱۴۷ کتاب الصوم)

رمضان میں دن میں بالغ ہو جانا

اگر کوئی دن میں مسلمان ہوئے یا دن میں جوان (بالغ) ہو جائے تو دن میں کھانا پینا درست نہیں ہے اور اگر کچھ کھالیا تو اس روزہ کی قضاء رکھنی بھی اس نومسلم یا نئے بالغ پر واجب نہیں ہے۔ (بہشتی زیور ص ۱۹ حصہ ۳ بحوالہ ہدایہ ص ۲۰۳ ج ۱)

آج کل کی رسمیں

آج کل، لوگوں نے بیاہ، شادی، ولیمہ، ختنہ اور عقیقہ اور ان جیسے اور بہت سے ان کاموں کو جو خالص دین ہیں اپنی بے وقوفی سے انھیں رسم ورواج کے شکنجوں میں کس کر اپنے اوپر مصیبت بنالیا ہے اور آسان سے آسان چیز کو سخت سے سخت اور مشکل سے مشکل کر لیا ہے۔ یہی حال بہت سی جگہوں پر بچوں کے پہلے روزہ کا بھی ہے کہ جب بچہ پہلے پہل کا روزہ رکھتا ہے تو چاہے کوئی کتنا ہی غریب اور تنگدست ہو لیکن قرض لے کر، بھیک مانگ کر کسی نہ کسی طرح بچے کے لیے نئے کپڑے بنائے گا، رشتہ داروں، محلہ داروں، اور کنبہ والوں کو دعوت دے گا۔ اور بہتر سے

بہتر کھانے پینے کا انتظام کرے گا اور قسم قسم کے پھل میوے مٹھائیاں بچے کے افطار کے لیے لائے گا، اوران تمام بکھیڑوں کے ساتھ بچے کا پہلا روزہ پورا ہوگا اور جب تک اتنی ہمت نہ ہو بچہ کا روزہ نہیں رکھا جاسکتا چاہے وہ جوان ہو جائیں، میں نے اپنی آنکھ سے ایسے بچے دیکھے ہیں جو جوان ہو گئے لیکن صرف اس وجہ سے ابھی روزے شروع نہیں کئے کہ والدین کے پاس ابھی اتنی گنجائش نہیں ہے کہ دھوم دھام سے بچے کا پہلا روزہ رکھوا سکیں، لاحول و لا قوۃ!۔

سچ کہا ہے اقبال مرحوم نے۔

حقیقت خرافات میں کھوگئی   یہ اُمت روایات میں کھوگئی

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو عقل نصیب فرمائے اور ہماری عبادتوں کو رسم ورواج کے شکنجوں سے آزاد کردے۔ آمین   (رمضان کیا ہے؟ص)

Marfat.com

گیارہواں باب

مریض کے مسائل

مریض کا نیت کے باوجود افطار کر لینا

سوال ایک شخص رمضان شریف میں مریض تھا، بعض دن روزہ رکھتا تھا اور بعض دن افطار کرتا تھا، اتفاقاً ایک دن روزہ کی نیت کی پھر صبح کی نماز کے بعد افطار کرلیا تو اس صورت میں کیا حکم ہے قضاء یا کفارہ؟

جواب اس صورت میں اس روزہ کی قضاء واجب ہوگی کفارہ واجب نہ ہوگا کیونکہ وہ پہلے سے مریض تھا لہٰذا اس کو روزہ افطار کرنا جائز تھا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۲۵ ج ۶، بحوالہ رد المختار ص ۱۵۰ ج ۲)

روزہ رکھنے کے بعد بیمار ہو جانا

سوال ایک شخص روزہ رکھنے کے بعد بیمار ہوگیا اور حالت نازک تھی اگرچہ موت کا خوف نہ تھا، اس حالت میں ڈاکٹر نے دوا پلائی تو کیا یہ شخص گنہگار ہوگا؟ قضاء واجب ہے یا کفارہ؟

جواب اگر روزہ چھوڑنے کی صورت میں مرض کی شدت یا موت میں اضافہ کا ظن غالب ہو تو افطار جائز ہے، صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں، اگر انجکشن سے علاج ہو سکے تو روزہ توڑنا جائز نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۴۲۲ ج ۴)

مجبوری میں افطار کا حکم

سوال ایک شخص نے بخار میں روزہ رکھا اور تیسرے دن بھی اس نے نیت روزہ کی کر کے روزہ شروع کیا اور بخار کی شدت کی وجہ سے یہ تیسرا روزہ افطار کرنا پڑا۔ اور اس کے بعد دس دن برابر بیمار رہا، اور دس دن روزہ نہ رکھ سکا، شرعاً ایسے شخص پر کفارہ ہے؟ یا قضا؟

جواب اس شخص پر قضاء صرف اس روزہ کی ہے اور نیز ان روزوں کی جو اس کے بعد افطار کئے

Marfat.com

(یعنی بیماری کی حالت میں جو روزہ نہیں رکھے تھے) قضاء واجب ہے کیونکہ اس بارہ میں خود روزہ دار مریض کا غلبہ ظن بھی معتبر ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۲۲ ج ۶ بحوالہ رد المختار ص ۱۵۸ ج ۲)

صحت یاب ہونے سے پہلے انتقال ہو جانا

سوال ایک شخص فوت ہو گیا اور اس پر سات دن کی نمازیں مرض کی وجہ سے رہ گئی ہیں اور دو ماہ کے روزے قضاء ہو گئے ہیں، معالج روزہ رکھنے سے منع کرتا ہے، اگر اس کے وارث اسکی طرف سے کفارہ ادا کریں تو کیا حکم ہے؟

جواب اگر اس مرض سے صحت نہ ہوئی ہو تو جس میں روزے فوت ہوئے تھے، اور اسی مرض میں انتقال ہو گیا تو ان نمازوں کی قضاء لازم نہیں ہے، لہٰذا ان نمازوں کا فدیہ ادا کرنا بھی لازم نہیں ہے، البتہ نمازوں کا فدیہ وارثوں کو ادا کر دینا چاہئے، اگرچہ میت نے وصیت نہ کی ہو، امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کفارہ نمازوں کا ہو جائے گا۔

سات دن کی نمازیں ۴۲، بیالیس ہوتی ہیں، وتر کے ساتھ، اور ہر ایک نماز کا فدیہ مثل صدقہ فطر کے پونے دو کلو گیہوں یا اس کی قیمت دینی چاہئے۔ اور روزوں کا فدیہ اگرچہ واجب نہیں لیکن اگر دیدیا جائے تو کچھ حرج نہیں ہے میت کو ثواب پہنچ جائے گا اور فدیہ ایک روزہ کا مثل ایک نماز کے ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۶۵ ج ۶)

روزہ رکھنے سے نکسیر پھوٹ جانا

سوال ایک شخص کو بھوکا رہنے کی وجہ سے نکسیر وغیرہ ہو جاتی ہے ایسی حالت میں دو رمضان گزر گئے ہیں اور آئندہ بھی کم امید ہے، تو یہ شخص گزشتہ رمضان کا فدیہ دے یا صحت کا انتظار کرے؟

جواب یہ شخص مریض ہے شیخ فانی نہیں ہے، اور مریض کا حکم شریعت میں یہ ہے کہ اگر مرض سے اچھا ہونے کے بعد اتنی مدت اس کو ملے کہ اس میں قضاء کر سکتا ہے تو روزے کی قضاء اس کے ذمہ واجب ہے، ورنہ قضاء بھی نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۷۵ قدیم عزیزیہ)

نزلے میں دوا سونگھنا

کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام ذیل کی صورت میں نزلہ میں آج کل دوا کھانے پینے کی بجائے وکس (ایک قسم کی دوا ہے جس کے سونگھنے سے اسکی تیزی دماغ میں پہنچتی ہے جس سے نزلہ

Marfat.com

ٹھیک ہو جاتا ہے) کا استعمال کرتے ہیں روزہ کی حالت میں جائز ہے یا نہیں۔ والسلام

رضی احمد شمس منزل

محلہ بڑے بھائیان دیو بند۔ ۱۸/۴/۱۴۰۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب

ص ج ۱۶ ۷ ھو الموافق والمعین۔ روزہ کی حالت میں وکس کا استعمال احتیاط کے خلاف ہے اگر اس میں سفوف نہیں ہوتا ہے، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، جیسے خوشبو عطر وغیرہ یا گلاب کے پھول سونگھنے سے روزہ نہیں فاسد ہوتا ہے، انه کشم الورد ومائه والمسك لوضوح الفرق بین هواء تطیب بریح المسك وشبهه۔ (ردالمختار)

الجواب صحیح
کفیل الرحمٰن نشاط
نائب مفتی دارالعلوم دیوبند

واللہ اعلم
محمد ظفیر الدین غفرلہٗ
مفتی دارالعلوم دیوبند
۲۲/ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ

ہیضے اور پیٹ کا مریض

سوال مرض ہیضہ پھیلا ہوا تھا، ایک شخص کو قے اور دست آنے لگے وہ روزہ سے تھا جب قے آئی اس شخص نے اور اس کے آس پاس والوں نے یہ سمجھا کہ اب روزہ ٹوٹ گیا۔ مریض نے پانی مانگا اور لوگوں نے پانی پلا دیا، اب اس کے ذمہ قضاء ہے یا کفارہ بھی؟

(۱) اور اسی طرح ایک شخص کے پیٹ میں درد ہوا، اس کو دوا پلا دی گئی اس پر قضاء ہے یا کفارہ؟

جواب دونوں کے ذمہ صرف قضاء واجب ہے، کفارہ نہیں۔ (کفایت المفتی ص ۲۳۰ ج ۲)

ضعف دماغ کا مریض

سوال زید ضعفِ دماغ کے مرض میں مبتلا ہے جسکی وجہ سے کبھی کبھی مرضِ رائشہ میں مبتلا ہو جاتا ہے روزہ رکھنے سے مجبوری ہے اور روزہ رکھنے کی حالت میں ملازمت کا کام انجام نہیں دے سکتا ہے، روزہ رکھے؟ یا قضاء کرے یا کفارہ دے؟

Marfat.com

جواب مریض کو روزہ افطار کرنا اسوقت جائز ہوتا ہے کہ زیادتی مرض کا اندیشہ ہو، اور تکلیف بڑھنے کا خوف ہو، ایسی حالت میں افطار کرنا درست ہے، اور بعد میں قضاء لازم ہے، فدیہ دینا اس کو جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۸۷ ج ۶)

دمہ کا مریض

سوال زید رمضان شریف میں کھانسی اور دمہ کے مرض میں مبتلا ہے ایک روزہ رکھ کر پھر نہیں رکھ سکا، چنانچہ وہ ہی مرض اب بھی ہے، اگر زید ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دے تو کیا روزوں کی معافی ہو سکتی ہے۔

جواب زید مریض بمرض مذکور کے ذمہ قضاء روزوں کی لازم ہے، فدیہ دینا کافی نہیں ہے یعنی قضاء اس سے ساقط نہ ہوگی بلکہ جس زمانہ میں وہ مرض نہ ہو، اس وقت قضاء کرے، فدیہ ایک روزہ کا ایک مسکین کو دونوں وقت کھانا کھلانا ہے یا صدقہ فطرہ کی مقدار کی برابر غلّہ یا کسی قیمت دینا ہے مگر یہ فدیہ شیخ فانی (روزہ کی کبھی بھی وقت کی امید نہ ہو) اسکے حق میں درست ہے، دیگر بیماروں کو قضاء روزہ کی کرنا لازم ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۶۲ بحوالہ ردالمختار ص ۱۶۰ ج ۲ باب فی العوارض)

روزے میں پیشاب بند ہو جانا

پیشاب بند ہونے کی صورت میں ڈاکٹر مثانے میں نلکی ڈال کر پیشاب کراتے ہیں۔ روزے کی حالت میں ایسی صورت پیش آجائے تو روزے کا کیا حکم ہے، بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

اس صورت میں روزہ فاسد نہیں ہوگا، اس لیے کہ مثانے اور عضو تناسل کا تعلق پیٹ سے نہیں ہوتا۔

درمختار میں ہے کہ: اوافطر فی احلیله ماء اودهنا وان وصل الی المثانة علی المذاهب (درمختار) ای قول ابی حنفية ومحمدمعه فی اللظهر الخ والنظهر انه لامنفذله والایجتمع البول فیهابالترشیخ کذایقول الاطباء زیلعی الخ فان المثانة لامنفذ لهاعلی قولهما۔ (درمختار)

خلاصہ یہ ہے کہ مثانہ میں نلکی ڈال کر پیشاب کرانے سے روزہ ٹوٹتا ہے۔

(الجواب کفیل الرحمٰن نشاط نائب مفتی دار العلوم دیوبند ۲۶/۴/۱۴۰۷ھ) واللہ اعلم۔

محمد ظفیر الدین غفرلہ، مفتی دار العلوم دیوبند ۲۲/۴/۱۴۰۷ھ

Marfat.com

روزے میں انیمہ کرانا

سوال پاخانہ بند ہونے کی صورت میں انیمہ کرایا جاتا ہے اس صورت میں روزہ باقی رہے گا یا نہیں؟

جواب انیمہ بھی بطور دوا اندر لگاتے ہیں، لہٰذا اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر اسکی قضاء واجب ہوگی، کفارہ نہیں آئے گا۔ درمختار میں ہے کہ او احتقن او استعط قضٰی فقط۔ (درمختار)

الجواب صحیح کفیل الرحمٰن نشاط نائب مفتی دارالعلوم دیوبند
واللہ اعلم محمد ظفیر الدین مفتی دارالعلوم ۲۲/۴/۱۴۰۷ھ

خونی بواسیر کا مریض

سوال ایک شخص خونی بواسیر کے مرض میں مبتلا ہے، جب بھی روزہ رکھتا ہے خون آنے لگتا ہے۔ اور مسے بھی بواسیر کے پھول جاتے ہیں، اور بڑی تکلیف ہوتی ہے روزہ اگر نہ رکھے تو صحیح رہتا ہے اس کے لیے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب ایسے مریض کو رمضان شریف میں روزہ افطار کرنے کی اجازت ہے پھر جب تندرست ہو جائے اور روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے اس وقت قضاء کرے، فدیہ دینا اس کو کافی نہیں ہے، البتہ ایسے مریض کو جسکا مرض دائمی ہو جائے اور صحت سے ناامید ہو، فدیہ دینا جائز ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۸۴، بحوالہ ردالمحتار ص ۱۶۳، بحوالہ ردالمحتار ص ۱۶۳ ج ۲) فصل فی العوارض)

بواسیر کے مسّوں پر مرہم لگانا

سوال اگر روزہ کی حالت میں مقعد (دبر) کے اندر بواسیر کے مسّوں کے زخم پر مرہم یا تیل انگلی سے لگائے یا اندر سے خوب دھوئے تو روزہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب "روزہ اسکا صحیح ہے" مگر احتیاط بہتر ہے" (حاشیہ میں یہ لکھا ہے صورت مسئولہ میں اندر اس حد تک دوا پہنچ جائے یا پانی جہاں سے معدہ اس کو جزب کر لیتا ہے یا وہ خود معدہ میں پہنچ جاتا ہے تو روزہ فاسد ہو گیا اور اسی وجہ سے حضرت مفتی علام نے احتیاط کو بہتر کہا ہے، اس لیے اس کا لحاظ و خیال ہر شخص کیلئے ممکن نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۱۱ ج ۶ بحوالہ ردالمحتار ص ۱۳۵ ج ۲)

Marfat.com

بواسیر کے مسّے باہر نکل آنا

سوال: ایک شخص کو بواسیر کا مرض ہے اجابت کے وقت (پاخانہ کے وقت) بواسیر کے مسّے باہر آ جاتے ہیں۔ استنجاء کرنے کے بعد دبانے سے اندر جاتے ہیں، ہاتھ کو پانی سے تر کر کے مسّوں کو، یا خواہ مسّوں کو تر کر کے دبایا جائے، اور مسّوں کا اندر جانا کسی وقت غیر ممکن اور کسی وقت سخت دشواری کا باعث اور تکلیف دہ ہوتا ہے، اور بعض مرتبہ تو اسطرح سے دبانے سے خون بھی جاری ہو جاتا ہے، سوال یہ ہے کہ اس طرح کرنے سے روزہ باقی رہے گا یا نہیں؟

جواب: ایسی حالت میں روزہ اس کا قائم رہے گا روزہ میں کسی طرح کا نقصان نہ آئے گا اسلئے کہ مسّوں کی جگہ جو کنارہ دبر ہے اس جگہ پانی پہنچنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، نہ معذور کا اور نہ غیر معذور کا۔

جواب ۲: روزہ کی حالت میں ہاتھ کو پانی سے تر کر کے مسّوں کو دبانا یا طہارت مسّوں کی پانی سے کر کے مسّوں کو دبانا مفسد روزہ نہیں ہے اس لئے کہ جو رطوبت پانی کی مسّوں پر رہ جاتی ہے۔ اور مسّوں کے ساتھ جوف میں داخل ہوگی اس سے احتراز ممکن نہیں خصوصاً مریض بواسیر شدید کو۔

اور جو اس قسم کی چیز جوف میں داخل ہو جس سے احتراز (بچنا) ممکن نہ ہو وہ ناقص روزہ نہیں ہوتی ہے جیسے کہ پانی کی رطوبت کلی کرنے کے بعد رہ جاتی ہے۔ اس لئے باوجود رطوبت مسّوں کے زیادہ ہوتی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۴۷۲)

بواسیر مسے موضع حقنہ سے بہت نیچے ہوتے ہیں، اور براہِ مقعد داخل ہونے والی چیز جب تک موضع حقنہ تک نہ پہنچے مفسد نہیں، لہٰذا مسوں کو پانی سے تر کر کے چڑھانے سے اور مسّوں پر دوا لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ کانچ کو تر کر کے چڑھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے یہ موضع حقنہ تک پہنچ جاتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۳۰)

بے ہوش اور پاگل کا حکم

اگر ماہِ رمضان میں کسی دن جنون لاحق ہوگیا یا پہلے سے جنون طاری تھا اور ماہِ رمضان میں کسی دن افاقہ ہوگیا تو اس روزے کی قضاء واجب ہے ہاں اگر پورے دن یا اس سے زیادہ عرصہ تک حالتِ جنون طاری رہے تو اس کی قضاء واجب نہیں ہے، بخلاف اس کے جس کو بے

Marfat.com

ہوشی لاحق ہو اس پر روزہ کی قضاء واجب ہے خواہ بے ہوشی کتنے ہی عرصہ تک رہی ہو۔

نشہ میں ڈوبے ہوئے اور سوئے ہوئے پڑے کا وہی حکم ہے جو بے ہوشی کا ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کہ کوئی نشہ میں عادی ہو یا نہ ہو۔ (کتاب الفقہ ج۱ص۸۸۵)

ذیابیطس (شکر) کا مریض

سوال زید کئی سال سے ذیابیطس کے مرض میں مبتلا ہے جسکی وجہ سے کمزوری ہو جاتی ہے اور نقاہت بھی، روزہ رکھنا دشوار ہے خصوصاً سخت گرمی میں اسکے لیے کیا حکم ہے؟

جواب ایسے مریض پر کہ وہ روزہ نہ رکھ سکے ضعف کی وجہ سے یا مرض کی وجہ سے افطار کرنا یعنی روزہ نہ رکھنا رمضان شریف میں درست ہے لیکن جب تک توقع صحت کی ہو، فدیہ دینا کافی نہیں، بلکہ صحت کے بعد قضاء لازم ہے اور پھر اگر صحت کی امید نہ رہے اور مرض کا ازالہ نہ ہو تو ان روزوں کا فدیہ دیدے اور ہر ایک روزے کا فدیہ صدقہ فطر کے برابر ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج۶ص۴۷۴ بحوالہ ردالمحتار فصل فی العوارض ص۱۵۹ج۲)

ٹی۔بی (تپِ دق) کا مریض

سوال ہمارے گاؤں میں ٹی۔بی کا مریض ہے کم وبیش چھ ماہ سے زیرعلاج ہے، اس قبل ایکسرے لیا گیا تھا جس میں پھیپھڑے میں خرابی بتائی گئی ہے اور دوسرا ایکسرے چار ماہ بعد لیا گیا تھا۔ اس میں دس بارہ آنہ فائدہ معلوم ہوا ہے دوا جاری ہے، حکیم صاحب کا کہنا ہے کہ روزہ نہ رکھے، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب ٹی۔بی کے مریض کو نقصان پہنچنے کے اندیشہ کی وجہ سے جناب حکیم صاحب روزہ رکھنے کی اجازت نہیں دیتے تو اس کے مطابق عمل کرنا چاہیئے۔ وہ خود عالم ہیں اور حاذق حکیم ہیں انکی رائے معتبر ہے بعد صحت قضاء رکھے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۲ص۳۹)

بیماری کے بعد ضعف باقی رہنا

اگر بیماری سے اچھا ہو جائے لیکن ابھی کمزوری باقی ہے اور یہ غالب گمان۔ ہے کہ اگر روزہ رکھا تو پھر بیمار پڑ جائے گا تب بھی نہ رکھنا جائز ہے۔ (درمختار ج۱ص۱۵۳)

گھوڑے پر بیٹھنے سے منی خارج ہو جانا

سوال ایک شخص کو بعض اوقات یہ بات پیش آتی ہے کہ جس وقت گھوڑے پر سوار ہو کر دوڑتا ہے تو شرمگاہ حرکت کر کے منی کو دکر خارج ہو جاتی ہے، حسبِ اتفاق ایک روزہ رمضان میں گھوڑے پر سوار ہو کر جارہا تھا یہ واقعہ پیش آ گیا اس بارے میں جو شرعی حکم ہو مطلع فرمائیں کیا کفارہ ہوگا یا قضاء؟

جواب اس پر نہ قضاء ہے اور نہ کفارہ بلکہ اس کا روزہ صحیح اور باقی ہے درمختار میں ہے سوچ بیچار سے احتلام یا انزال ہو جائے یا جاندار کی شرمگاہ کو ہاتھ لگایا پیار کیا انزال ہو جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(امداد الفتاویٰ ص ۱۰۷ ج ۱)

روزے میں ٹیکہ لگوانا

سوال اگر روزہ کی حالت میں ٹیکہ لگایا جائے جو کہ بازو میں یا کسی جگہ بدن میں لگایا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہے، کیا روزہ فاسد ہو جائے گا؟

جواب اس سے روزہ ہو جاتا ہے، فاسد نہیں ہوتا۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۰۷ ج ۶ بحوالہ البدائع الصائع ج ۲ ص ۹۳)

روزے میں انجکشن لگوانا، گلوکوز اور خون چڑھوانا

انجکشن کے ذریعہ جو چیزیں جسم میں داخل کی جاتی ہیں وہ عموماً رگوں کے واسطہ سے قلب اور دماغ یا معدہ تک پہنچتی ہیں اور ایک ایسی راہ سے گزرتی ہیں جو اسکی حقیقی راہ اور فقہاء کی زبان میں منفذ نہیں ہے، کتب فقہیہ کی مختلف نظائر کو سامنے رکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ فقہاء ایسی صورتوں کو مفسد صوم قرار نہیں دیتے ہیں، مثلاً زخم دو قسم کے ہیں جس میں دوا ڈالنے کو مفسد صوم (روزہ) قرار دیا ہے۔

(۱) ایک آمہ، دوسرے جائفہ۔

آمہ، سر کے اس گہرے زخم کو کہتے ہیں جو اصل میں دماغ تک پہنچ گیا ہو، اور اس کے ذریعہ دوا بھی وہاں تک پہنچ جاتی ہو۔

(۲) جائفہ، پیٹ کے اس زخم کو کہتے ہیں جو معدہ تک گہرا ہو، اور اس کے ذریعہ دوائیں

Marfat.com

پیٹ تک پہنچ جاتی ہوں، اس طرح گویا یہ زخم معدہ اور دماغ تک پہنچنے کے لیے بلا واسطہ راہ اور منفذ پیدا کر دیتے ہیں، اس میں دوا ڈالنا مفسد صوم ہے، اس کے برخلاف دو دوسرے زخموں پر دوا ڈالنا مفسد صوم نہیں ہے، چاہے وہ کوئی بھی زخم ہو، حالانکہ کوئی بھی زخم ہو جو جسم کے اندرونی حد تک پہنچتا ہو، اس میں ڈالی گئی۔ دوائیں بالواسطہ معدہ تک یا دماغ تک پہنچ ہی جاتی ہیں۔ مگر اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

ہدایہ جلد اول ص ۲۰۰ مفسدات صوم میں ہے،

اگر پیٹ یا دماغ کے اندر پہنچے ہوئے زخم کا دوا کے ذریعے علاج کرے پھر دوا پیٹ یا دماغ کے اندر تک پہنچ جائے تو امام اعظم کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا اور ایسی طرح مرطوب دوا ہی پہنچ سکتی ہے۔

حاصل یہ ہے کہ انجکشن کے ذریعہ چاہئے خون پہنچایا جائے یا دوا مفسد صوم نہ ہوگا، چونکہ گلوکوز وغیرہ کی نوعیت بھی یہ ہی ہوتی ہے کہ رگوں کے واسطے سے پہنچایا جاتا ہے، معدہ یا دماغ کے کی منفذ کے ذریعہ نہیں پہنچایا جاتا ہے اس۔ لیے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (جدید فقہی مسائل ج ۱ ص ۹۶)

انجکشن کے بارے میں علماء دیوبند کا فتویٰ

یہ ظاہر ہے کہ انجکشن کا طریقہ عہد رسالت میں موجود نہ تھا اور نہ ائمہ مجتہدین کے زمانہ میں، اسلیئے اس کا حکم نہ حدیث میں مل سکتا ہے اور نہ ائمہ دین کے زمانہ میں، اس لیے فقہی اصول وقوائد و نظائر پر قیاس کر کے ہی اس کا حکم شرعی معلوم کیا جا سکتا ہے، سو اسکی واضح مثال یہ ہے کہ اگر کسی کو بچھو یا سانپ کاٹ لے تو مشاہدہ ہے کہ زہر بدن کے اندر جاتا ہے، سانپ کا زہر اکثر دماغ پر ہی اثر انداز ہو جاتا ہے، اور بعض جانوروں کے کاٹنے سے بدن پھول جاتا ہے، جس سے زہر اندر جانا یقینی ہو جاتا ہے مگر کسی دنیا کے فقہی عالم نے اسکو مفسد صوم قرار نہیں دیا، یہ انجکشن کی واضح مثال ہے بلکہ سنایا گیا ہے کہ انجکشن کی ایجاد اسی طرح ہوئی ہے کہ زہریلے جانوروں کے کاٹنے کے تجربہ کرتے کرتے اس نتیجہ پر پہنچا گیا ہے کہ دوا کا فوری اثر اس طرح بدن میں پہنچایا جا سکتا ہے۔

سانپ بچھو اور دوسرے زہریلے جانوروں کے کاٹنے کو کسی نے مفسد صوم قرار نہیں دیا ہے اسکی وجہ وہی ہو سکتی ہے جو بدائع کی عبارت سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں

اول یہ کہ کسی چیز کا بدن کے کسی حصہ میں داخل ہونا مطلقاً روزہ کو فاسد نہیں کرتا بلکہ اس

Marfat.com

کے لیے دوشرطیں ہیں۔

(۱) اول یہ کہ وہ چیز جو جوف معدہ یا دماغ میں پہنچ جائے۔

(۲) دوسرے یہ کہ یہ پہنچنا بھی منفذ اصلی کے راستہ سے ہو، اگر کوئی چیز منفذ اصلی کے علاوہ کسی دوسرے کیمیائی طریق سے جوف معدہ یا دماغ میں پہنچائی جائے وہ بھی مفسد روزہ نہیں انجکشن کے ذریعہ بلاشبہ دوا یا اس کا اثر پورے بدن کے ہر حصے میں پہنچ جاتا ہے مگر یہ پہنچنا منفذ اصلی کے راستے سے نہیں بلکہ رگوں کے راستہ سے، یہ راستہ منفذ اصلی نہیں ہے، اس لیے گرمی کے موسم میں کوئی شخص اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کرتا ہے تو پیاس کم ہو جاتی ہے، کیونکہ اجزاء مسامات کے راستہ سے اندر جاتے ہیں مگر اسکو کسی نے مفسد صوم نہیں قرار دیا اس سے یہ شبہ بھی دور ہو گیا کہ گلوکوز وغیرہ کے انجکشن ایسے ہیں کہ ان کے ذریعے بدن کو غذا جیسی قوت پہنچ جاتی ہے اس لیے اس کا حکم غذا کا سا ہونا چاہئے تھا۔ جواب واضح ہے کہ قوت پہنچانا مطلقاً مفسد نہیں ہے جیسے ٹھنڈک پہنچانا مفسد نہیں بلکہ منفذ اصلی کے راستہ کسی چیز کا جوف معدہ یا دماغ میں پہنچنا مفسد ہے وہ انجکشن میں نہیں پایا جاتا اگرچہ قوت اس سے پہنچ جائے۔

الجواب صحیح بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

حسین احمد غفرلہٗ، مدرس دارالعلوم دیوبند

اشرف علی تھانوی ۱۱/ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ

محمد اعزاز علی غفرلہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند

بندہ اصغر حسین عفی عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند

آلات جدیدہ کے شرعی احکام بحوالہ بدائع صنائع ج ۲ ص ۹۳

روزہ اس چیز سے فاسد ہوتا ہے جو کسی منفذ کے ذریعہ معدہ یا دماغ میں پہنچ جائے۔ انجکشن سے دوا بذریعہ منفذ نہیں جاتی، بلکہ عروق اور مسامات کے ذریعہ معدہ میں پہنچتی ہے لہٰذا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(احسن الفتاویٰ رحیمیہ ج ۴ ص ۴۲۳)

بذریعہ انجکشن، جسم میں دوا یا غذا پہنچانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۳۹)

Marfat.com

کتے کے کاٹے کا انجکشن

جس انجکشن کے ذریعہ بعینہٖ دوا جوف معدہ میں پہنچادی جائے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، پاگل کتے کے کاٹنے کے انجکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

انجکشن کی حقیقت

انجکشن کے متعلق جہاں تک تحقیق کی گئی ہے یہ معلوم ہوا کہ اسمیں بذریعہ مسامات کے دوا بدن میں پہنچائی جاتی ہے اسلئے ناقص روزہ نہیں، ناقص صوم وہ ہے جو بذریعہ کسی منفذ کے بدن کے اندر پہنچے نہ بذریعہ مسامات، اور داخل بدن میں دوا کا اثر پہنچ جانے سے فساد روزہ لازم نہیں آتا ہے جیسے غسل کا اثر زہریلے جانور کے کاٹنے کا اثر بدن کے اندر سرایت کر جاتا ہے مگر باتفاق مفسد روزہ نہیں، اسی طرح انجکشن بھی مفسد روزہ نہیں۔

نوٹ اس مسئلہ کی تحقیق احقر کے رسالہ المقالات المفیدہ فی الایت جدیدہ میں مذکور ہے (بندہ محمد شفیع)۔

(فتاویٰ دار العلوم قدیم ج ۳ ص ۶۸)

مریض کے روزے کی قضاء کا حکم

اگر کسی شہر کے لوگوں نے رمضان کا چاند دیکھ کر ۲۹ روزے رکھے اور ان میں بعض مریض تھے انھوں نے روزہ نہیں رکھے تو ان پر ۳۰ تیس دن کی قضاء لازم ہوگی، اور اگر مریض کو شہر والوں کا حال معلوم نہ ہوا تو وہ ۳۰ دن کے روزوں کی قضاء کرے گا۔ تاکہ یقیناً واجب ادا ہو جائے۔

(فتاویٰ عالمگیری اُردو پاکستانی ج ۲ ص ۱۱)

صحت کے بعد غروب تک کھانا پینا

سوال ہندہ کے روزہ کی حالت میں پیٹ میں شدید درد ہو گیا دوا استعمال کی آرام ہو گیا، تو غروب تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے یا مستحب؟

جواب واجب ہے، جس طرح سے مسافر، حائضہ ونفاس والی اور مجنون وغیرہ کو جب افاقہ ہو جائے شام تک کھانے پینے سے رو کے رہنا روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۳۲)

Marfat.com

بارہواں باب

مُسافر کے مسائل

سفر کی تعریف

سفر خواہ جائز ہو یا نا جائز، یا بے مشقت ہو جیسے ریل وغیرہ کا، یا با مشقت جیسے پیدل کا، گھوڑے وغیرہ کی سواری پر، ہر حال میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے، مگر بے مشقت سفر میں مستحب یہ ہی ہے کہ روزہ رکھ لے۔ ہاں اگر چند لوگ اس کے ہمراہ ہوں اور وہ روزہ نہ رکھیں اور تنہا اس کے روزہ رکھنے میں کھانے وغیرہ کے انتظام میں ان لوگوں کو تکلیف ہو تو پھر اگر مشقت بھی نہ ہو تب بھی نہ رکھے۔ (علم الفقہ حصہ سوم ص ۳۵)

سفر میں روزہ رکھنا درست ہے، اور ثواب ہے، البتہ اگر نہ رکھے تو رخصت (اجازت) ہے اور سفر کی مقدار اڑتالیس ۴۸ میل ہونا ضروری ہے۔ (قدیم فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۷۳)

کیا روزے میں بھی قصر ہے؟

سوال جس طرح نماز میں قصر ہے کیا اسی طرح روزے میں بھی قصر ہے یا نہیں؟ یعنی اگر سفر میں پوری نماز پڑھے تو گنہگار ہوگا، کیونکہ کفرانِ نعمت ہے کیا یہ حکم روزوں سے متعلق بھی ہے؟

جواب روزہ کیلئے سفر میں یہ حکم ہے بعد میں قضاء ان روزوں کی کرے جو سفر میں نہ رکھے ہوں۔

فمن کان منکم مریضاً او علیٰ سفر فعدۃ من ایام اخر" (سورۃ بقرہ پارہ ۲ رکوع ۶ چھ)

نماز کے لیے حدیث شریف میں یہ حکم آ گیا ہے کہ اس تخفیف (کمی) کو قبول کرو لہٰذا امام اعظمؒ اس امر کو وجوب کے لیے لیتے ہیں، کہ قصر کرنا نماز میں ضروری فرماتے ہیں، روزہ کے لیے نص سے اختیار ثابت ہوتا ہے کہ چاہے رکھو چاہو تو پھر قضاء کرلو، اگر سفر سہولت کا ہے اور روزہ میں کچھ دشواری نہیں ہے ذ وزہ رکھنا بہتر ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے "وان تصوموا خیر الکم"۔

(سورہ بقرہ رکوع ۶)

Marfat.com

پس معلوم ہوا سفر میں بحالت عدم مشقت روزہ نہ رکھنے کی فضیلت اور خریت خود اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے اور نماز میں قصر نہ کرنے میں کفرانِ نعمت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ وہ بھی حکم خدا تعالیٰ ہی کا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۷۲ بحوالہ ردالمختار فصل فی العوارض ص ۱۶۰ ج ۲)

حالتِ تردد میں روزہ

سوال | جو لوگ تردد میں قصر نماز پڑھتے ہیں ان کو رمضان شریف میں روزہ قضاء کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب مسافر کو جب تک وہ کسی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت نہ کرے اور تردد میں ہو، نماز قصر کرنا چاہئے اور روزہ کو بھی افطار کرسکتا ہے بعد میں قضاء کرے۔

غرض جس حالت میں نماز قصر جائز ہے روزہ کا افطار کرنا بھی درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۷۵ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۵۸ فصل فی العوارض)

ایک دن کا سفر

سوال ایک روز کے سفر میں بھی قضاء کرسکتا ہے یا تین ہی دن کے سفر میں قضاء کرسکتا ہے؟

جواب ۴۸ میل کا سفر ہو جب ہی روزہ افطار کرنا درست ہے اس سے کم کے سفر میں روزہ افطار کرنا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۷۳ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۵۸ فصل فی العوارض)

پندرہ دن کی نیت کا حکم

اگر راستہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے ٹھہر گئے تو اب روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے کیونکہ شرع سے اب وہ مسافر نہیں ہے البتہ پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت کی ہو تو روزہ نہ رکھنا درست ہے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۹ بحوالہ شامی ج ۲ ص ۱۶۸)

صبح صادق کے بعد سفر کرنا

سوال زید کا دن میں سفر میں جانے کا ارادہ ہے تو اگر وہ سحری کھالے، مگر روزہ کی نیت نہ کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب جو شخص صبح کے وقت سفر میں نہ ہو اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز نہیں، اگرچہ دن میں

Marfat.com

سفر کا پختہ ارادہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۲۷)

دوپہر سے پہلے ہی گھر پہنچ جانا

سفر میں روزہ نہ رکھنے کا ارادہ تھا لیکن دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے ہی (زوال) سے اپنے گھر پہنچ جائے یا ایسے وقت میں پندرہ دن کی نیت سے کہیں رہنا پڑے اور اب تک کچھ کھایا پیا نہیں ہے تو اب روزہ کی نیت کر لے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۹ بحوالہ ہدایہ ج ۱ ص ۲۰۲)

اگر کوئی مقیم رمضان میں روزہ کی نیت کے بعد سفر کرے تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے لیکن اگر اس روزہ کو فاسد کر دے تو کفارہ نہ ہوگا، اسی طرح اگر کوئی مسافر نصف، نہار (دوپہر) سے پہلے مقیم ہو جائے اور ابھی تک کوئی فعل روزہ کے خلاف نہیں ہوا مثلاً کھانے پینے وغیرہ کے اس سے صادر نہ ہوا ہو تو بھی روزہ رکھنا ضروری ہے، لیکن اگر فاسد کر دے تو کفارہ نہ دینا پڑے گا۔ (علم الفقہ حصہ سوم ص ۳۵)

روزہ دار مسافر کا روزہ فاسد کر دینا

اگر کوئی مقیم روزہ کی نیت کرنے کے بعد مسافر بن جائے تھوڑی دور جا کر کسی بھولی ہوئی چیز کو لینے کے لیے اپنے گھر واپس آئے اور وہاں پہنچ کر روزہ کو فاسد کر دے تو اس کو کفارہ دینا ہوگا اس لیے کہ اس پر اس وقت مسافر کا اطلاق نہ تھا، گو وہ ٹھہرنے کی نیت سے نہ گیا ہو، اور نہ وہاں ٹھہرا۔ (علم الفقہ حصہ سوم ص ۳۶)

روزے سے بچ کر سفر کرنا

سوال: اگر روزہ سے بچ کر حیلہ سفر یا مرض وغیرہ کر کے روزہ قضاء کرے تو کیسا ہے؟

جواب: مسافر شرعی اور مریض کو افطار کرنا درست ہے، اور حیلہ کرنا مذموم اور قبیح ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۹۶ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۵۸ فصل فی العوارض)

مسافر کا روزہ رکھ کر توڑ دینا

سوال: زید نے سفر میں روزہ کی نیت کی مگر بعد میں نیت بدل دی اور کھا پی لیا تو کیا گنہگار ہوگا؟

جواب: کفارہ نہیں، البتہ روزہ رکھنے کے بعد سفر شروع کرنا وجوب کفارہ میں اختلاف ہے اور

Marfat.com

راجح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی کفارہ واجب نہیں۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۴۸ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۳۳)

کیا سفر میں آنحضرتؐ نے روزہ رکھ کر توڑ دیا تھا؟

سوال حضورؐ نے سفر کی حالت میں روزہ توڑا تھا اور اپنے رفقاء (صحابہؓ) سے افطار کرایا تھا، کیا یہ بات مستند ہے؟

جواب ہاں سفر کی حالت میں حضورؐ اور صحابہ کرامؓ کے روزہ کے افطار کا واقعہ صحیح اور مستند ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) رمضان شریف میں مدینہ سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے تو راستہ میں مقام عسقان پر پانی منگوایا اور صحابہؓ کو بتا کرا رفرمایا پھر مکہ پہنچنے تک روزہ نہ رکھا۔

یہ اپنی مرضی پر ہے جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے ا رکرے۔ دوسری روایتوں میں یہ بھی تصریح ہے کہ روزہ وجہ سے بہ کرام حالت دگرگوں تھی، اس پ نے ایسا ۔حضرت جابرؓ تے ہیں بعض ا ب نے ا رنہیں ۔جب نحضور خبر گئی پ نے (باندازخفگی) یا کہ یہ نا ن ہیں، کیونکہ پ نے رخصت پر عمل اور پ خواہش تھی کہ سب رخصت پر عمل کریں خصوصا اس کہ نحضرت فتح مکہ کیلئے تشریف لے جا رہے تھے، یہ جہاد کیلئے ، بہرحال کچھ صاحبان نے عمل نہیں پ ناگواری ئی، ایک روایت میں ہے کہ ایک میں ایک بی حالت بہت خرابی گئی بہ جمع کر اسکی خدمت کرنے لگے، اس پر سایہ انتظام گیا یہ دیکھ کر " پ نے یا میں (جان پر ظلم کر) روزہ ہی ئی نیکی نہیں ہے"۔

ان احادیث روشنی میں فقہاء کرامؒ تے ہیں حالت میں روزہ رکھنا ضروری اور واجب نہیں ہے، اگر رکھا عزیمت پر عمل ، اور نہ رکھا رخصت پر عمل ا۔

اگر روزہ رکھنے سے طبیعت خراب نہ نے یا تکلیف پہنچنے ڈر نہ رکھ لینا بہتر ہے، اگر اسکو یا اسکے ساتھیوں نقصان یا تکلیف پہنچنے اندیشہ روزہ چھوڑ دینا بہتر ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۳۶ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۶۰، مسلم شریف ص ۳۵۶ ج ۲)

Marfat.com

سفر میں لُو کی وجہ سے روزہ توڑ دینا

سوال: اگر کسی شخص کو ماہِ رمضان میں ایسا سفر پیش آئے جس سے وہ شرعاً مسافر نہیں ہوسکتا اس وجہ سے روزہ کی حالت میں سفر کرے، اور دوپہر کو سخت دھوپ اور لو کی وجہ سے بے برداشت ہو کر روزہ توڑ دے تو اس پر قضاء ہے یا کفارہ بھی لازم آئے گا؟

جواب: اس صورت میں اس شخص پر کفارہ لازم نہ ہوگا صرف قضاء لازم ہوگی۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۴۴ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۵۸ فصل فی العوارض)

پیاس کی شدت یا سفر کی وجہ سے روزہ توڑ دینا

سوال: روزہ دار شدید پیاس کی وجہ سے روزہ توڑ دے یا سفر میں روزہ توڑ دے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: پیاس اگر ایسی شدید ہے کہ اس میں مرجانے کا اندیشہ ہے یا عقل کے جاتے رہنے کا خوف ہے تو اس حال میں قضاء لازم ہے۔ اسی طرح سفر میں بروز سفر روزہ توڑنا نہ چاہئے لیکن اگر توڑ دیا تو قضاء لازم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۴۰ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۵۸)

مُسافر کا فدیہ دینا

سوال: مسافر نے سفر میں چند روزے نہیں رکھے اور فدیہ دیدیا تو کیا یہ درست ہے؟

جواب: ان روزوں کی بعد میں قضاء کرنا ضروری ہے، فدیہ کافی نہیں ہے جیسا کہ آیت قرآنی میں ہے "فمن کان منکم مریضاً اوعلٰی سفر فعدۃ من ایام اخر" سے ثابت ہے۔

(پارہ ۲ سورہ بقرہ رکوع ۶ فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۶۳، ج ۶)

سفر میں فوت شدہ روزوں کا حکم

سوال: سفر کی حالت میں فوت شدہ روزوں کی قضاء ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: ہاں قضاء کا وقت ملے تو قضاء رکھنا ضروری ہے اور نہ رکھے تو فدیہ دینے کی وصیت لازم ہے، بشرطیکہ مال چھوڑ گیا ہو اور سفر کی حالت میں مر گیا ہو یا مقیم ہو کر مرا لیکن قضاء کا وقت نہیں ملا تو فدیہ دینے کی وصیت لازم نہیں، اگر چند روزے قضاء رکھنے کا وقت ملا تو اپنے روزے کی قضاء

Marfat.com

لازم ہے اگر قضاء نہ کرسکا تو ان دنوں کے فدیہ دینے کی وصیت ضروری ہے، مثلاً سفر کی حالت میں دس دن روزے فوت ہوگئے اور پانچ روزہ رکھنے کا وقت ملا لیکن قضاء نہیں کی تو ان پانچ روزوں کے فدیہ کی وصیت لازم ہے اس سے زائد کی نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۳۴ بحوالہ شامی ج ۲ ص ۱۶۰)

اگر مسافر سفر سے لوٹنے کے بعد یا مریض صحت یاب ہونے کے بعد اتنا وقت نہ پائے جس میں قضاء شدہ روزے ادا کرلے تو اس کے ذمہ قضاء لازم نہیں سفر سے لوٹنے یا بیماری سے صحت یاب ہونے کے بعد جتنے دن بھی ملیں، اتنے ہی کی قضاء لازم ہوگی۔ (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۸۱)

چھٹے ہوئے روزے رکھنے کا موقع نہیں ملا

سوال مرض، یا حیض نفاس کی وجہ سے روزے چھوٹ گئے قضاء رکھنے سے پہلے ہی انتقال ہو گیا تو کیا گناہ ہوگا؟

جواب اگر قضاء کرنے کا وقت ہی نہیں ملا تو یہ روزے معاف ہیں اور اگر حالتِ اقامت، صحت اور طہارت میں قضاء رکھنے کا موقع مل گیا ہو تو ترکہ سے فدیہ ادا کرنا وصیت کرنا واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۴۸ بحوالہ ردالمحتار ص ۱۲۷ ج ۲)

روزے دار مسافر کا سفر میں انتقال ہو جانا

سوال ایک شخص رمضان شریف میں مسافر ہوا، اور وہ روزے سے نہیں تھا اور وہ انتقال کر گیا، اس کے روزے کا کیا حکم ہے؟

جواب اس کے ذمہ قضاء روزہ کی لازم نہیں ہوئی اور فدیہ یا فدیہ کی وصیت بھی لازم نہیں ہوئی۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۳۲ بحوالہ درمختار ج ۲ ص ۱۶۰)

رمضان کے روزے اگر کسی مجبوری شرعی کی وجہ سے چھوٹے تھے اور ابھی وہ مجبوری ختم نہیں ہوئی تھی کہ دنیا سے کوچ (انتقال) کر گیا تو اس پر کوئی شرعی مطالبہ نہیں ہے، کیونکہ اس کو ادا کرنے کا موقع ہی نہیں ملا تھا۔ ہاں اگر موقع مل گیا تھا مگر اس نے سستی کر کے روزوں کی قضاء نہیں کی تو یہ فریضہ اس کے ذمہ واجب رہا خدا کے یہاں پکڑ ہوگی، اور اگر سفر یا مرض کی وجہ سے دس روزے رہ گئے تھے اور پھر اس سفر یا مرض سے فارغ ہو کر پانچ دن زندہ رہا اور روزے شروع

Marfat.com

نہیں کئے تھے تو پانچ ہی دن قضاء اس کے ذمہ واجب رہی، کیونکہ اس کو اتنا ہی وقت ملا۔

اب اس کے رشتہ داروں اور متعلقین کو چاہئے کہ روزوں کا فدیہ دیدیں، اس کے ذمہ سے روزوں ادا ہو جائیں گے، اور اگر وہ شخص مال، چھوڑ کر مرا ہے اور فدیہ دینے کی وصیت بھی کر گیا تو وارثوں کے اوپر فدیہ دینا واجب اور ضروری ہے، اور اگر وصیت کی لیکن مال نہیں چھوڑا یا اتنا کم ہے کہ ایک تہائی حصے میں اس کے روزوں کا بدلہ پورا نہیں ہوتا۔ یا مال تو کافی چھوڑا مگر وصیت نہیں کی تو ان سب صورتوں میں وارثوں پر اسکے روزوں کا فدیہ دینا واجب نہیں ہے۔

مگر مرنے والے کے ساتھ ہمدردی اور تعلق اس میں ہی ہے کہ اس کی آخرت کی بھلائی کی نیت سے دیدینا اچھا ہے۔

مرنے والے کی طرف سے اس کے رشتہ دار یا ملنے والے فدیہ تو دے سکتے ہیں۔ لیکن اسکی طرف سے نماز یا روزہ کی قضا نہیں کر سکتا ہیں۔ (مرتب: محمد رفعت قاسمی)

Marfat.com

تیرھواں باب

متفرق مسائل

رمضان میں اعلانیہ کھانا پینا

سوال رمضان المبارک میں جو بلا عذر روزہ نہ رکھے اور اعلانیہ طور پر کھائے پیئے تو کیا حکم ہے؟

جواب ایسا شخص فاسق اور اسلامی شعار کے توہین کرنے والا ہے، خلیفہ ہو تو ایسے بے باک اور بے حیا کو قتل کی سزا دے۔ درمختار میں ہے کہ اگر کوئی بلا عذر شرعی روزہ نہ رکھے اور بالقصد اعلانیہ کھائے پیئے تو خلیفہ اسلام کے حکم سے قتل کر دیا جائے گا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۰۴ بحوالہ شامی ج ۱ ص ۱۵۱)

گرمیوں میں دن بڑا ہونے کی وجہ سے روزے کا فدیہ

سوال موسم گرما میں جبکہ اٹھارہ گھنٹے روزہ رکھنا پڑے تو کیا روزہ کے بدلہ کفارہ اناج دیا جا سکتا ہے؟

جواب روزہ ہی رکھے، فدیہ دینا بلا عذر کے صحیح نہیں ہے، اگر کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے رمضان شریف میں روزہ نہ رکھا تو قضاء اس کی بعد میں کرے فدیہ اسکو بھی دینا جائز نہیں۔ فدیہ خاص شیخ فانی وہ بوڑھا ہے جو کسی طرح روزہ نہ رکھ سکے۔ (فتاویٰ دار العلوم قدیم عزیز الفتاویٰ ج ۳ ص ۷۲)

شیخ فانی اس مرد اور عورت کو کہتے ہیں جو زندگی کے آخری اسٹیج پر پہنچ چکے ہوں، ادائے فرض سے قطعاً مجبور اور عاجز ہوں اور جسمانی طاقت قوت وغیرہ روز بروز گھٹتی چلی جا رہی ہو، یہاں تک کہ ضعف و توانائی کے سبب انہیں یہ قطعاً امید نہ ہو کہ آئندہ کبھی روزہ رکھ سکیں گے۔

(مظاہر جدید جلد ۲ قسط ۵ نمبر ۲۱)

کیا سردیوں میں روزہ رکھنے کا ثواب کم ملتا ہے؟

سوال جن لوگوں کے روزے ماہ رمضان میں کسی سبب کے عذر قضاء ہو جاتے ہیں انکو موسم

Marfat.com

سرما میں ادا کرنے سے کیا ثواب میں کمی آتی ہے؟

جواب: سردیوں کے دنوں میں روزہ کی قضاء کرنے سے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہوتی ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۹۹)

بے نمازی کا روزہ

سوال: جو شخص رمضان شریف میں روزہ رکھتا ہو، اور نماز نہ پڑھتا ہو، اس کا روزہ ہوتا ہے یا نہیں؟

جواب: روزہ ہو جاتا ہے، نماز چھوڑنے کا گناہ رہتا ہے، نماز کی قضاء اس کے ذمہ فرض ہے (حاشیہ میں ہے) دونوں الگ الگ ہیں، ایک دوسرے پر موقوف نہیں ہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۹۹)

جان کنی (نزع) کی حالت میں روزہ

سوال: اگر کوئی روزہ دار جان کنی کی عالم میں ہو تو اس کو روزہ افطار کرا کر شربت دینا چاہئے یا نہیں؟

جواب: ایسی حالت میں روزہ افطار کرا دینا چاہئے اور شربت وغیرہ دینا چاہئے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۷۰)

بغیر افطار کئے انتقال ہو جانے پر نمازِ جنازہ کا حکم

سوال: ایک شخص روزہ کی حالت میں پیاس وبھوک کی شدت سے مر گیا ہے، لیکن اس نے شریعت کا حکم نہیں مانا، افطار نہیں کیا، اسکی نمازِ جنازہ پڑھی جائے یا نہیں، کیونکہ اس نے شریعت کی خلاف ورزی کی ہے۔

جواب: اس صورت میں اگر وہ شخص روزہ کی حالت میں میں فوت ہو گیا تو ماجور ہے یعنی عند اللہ اجر وثواب پائے گا، گنہگار نہیں ہوا، پس اسکی نماز کے جواز میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۷۱ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۵۸)

طویل اوقات والے علاقوں میں روزہ

روزہ کے اوقات کے سلسلہ میں اس بات کی قرآن وحدیث میں تصریح ہے کہ طلوع

فجر سے اسکا آغاز اور غروب آفتاب پر اس کا اختتام ہوتا ہے، نیز اس پر امت کا اجماع بھی ہے بعض جزوی باتوں پر تھوڑا سا اختلاف ہے مگر اس حد تک سب کا اتفاق ہے۔ اس لیے تو یہ ظاہر ہے کہ روزہ کے اصل اوقات یہ ہی ہیں۔

جغرافیائی اور موسمی حالات کے لحاظ سے ان میں کمی وبیشی ہو سکتی ہے، اور ہوتی رہتی ہے، خود ہندوستان میں بھی ایسا تفاوت ہوتا رہتا ہے، اب اگر کہیں اوقات کا تھوڑا بہت فرق ہو دن بارہ کی بجائے سولہ یا سترہ گھنٹے کا ہو جائے تو ظاہر ہے کہ روزہ کا یہ ہی حکم رہے گا۔ اور اگر غیر معمولی فرق ہو جائے۔ مثلاً بیس یا بائیس گھنٹوں کا دن ہو جائے، اور دو چار گھنٹوں کی رات رہ جائے تو بھی قرآن وحدیث کے عمومی احکام کا تقاضہ کہ روزہ طلوع فجر سے غروب آفتاب تک وہ فتویٰ اسی پر ہے۔

البتہ بسا اوقات اسکی وجہ سے غیر معمولی مشقت پیدا ہو جائے گی اور عمر رسیدہ اور کمزور آدمیوں کے لیے روزہ رکھنا دشوار ہو جائے گا۔ ان کو یہ خصوصی سہولت دی جاسکتی ہے کہ وہ رمضان المبارک میں روزہ نہ رکھیں، آئندہ جب موسم ہلکا اور قابل تحمل ہو جائے اور دن کے اوقات نسبتاً کم ہو جائیں تو قضاء کرلیں، جیسا کہ فقہاء نے بھوک وپیاس کی ہلاکت خیز شدت کو بھی روزہ توڑنے کے لیے عذر قرار دیا ہے، فتاویٰ عالمگیری میں اسکی تصریح ص ۱۰۶ ج ۱ پر موجود ہے۔

لیکن جہاں پر ایک طویل عرصہ کا دن اور پھر اسی طرح رات کا سلسلہ رہتا ہے، وہاں جس طرح نماز کے اوقات کا اندازہ سے تعین کیا جائے گا اسی طرح ماہ رمضان کی آمد اور روزہ کے اوقات کا بھی۔

ایسے مقام کے باشندوں کو ان مقامات کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ جو ان سے قریب ہیں اور وہاں معمول کے مطابق دن رات کی آمد ورفت کا سلسلہ ہے۔ (جدید فقہی مسائل ص ۹۴)

ہوائی سفر میں دن بہت چھوٹا ہو جانے پر روزے کا حکم

سوال: زید ہوائی جہاز کے ذریعہ مغرب کی سمت جا رہا ہے سورج غروب ہو رہا ہے تو نماز کس طرح ادا کرے اور روزہ کس وقت افطار کرے؟

اور اس کے برعکس مشرق کی طرف جا رہا ہے اسکا دن بالکل چھوٹا رہیگا۔ اسکی نماز اور روزے کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: ردالمختار ص ۳۳۹ میں حدیث دجّال کے تحت جو مسائل درج ہیں اس سے ثابت ہوا کے مغرب کی طرف جانے والا شخص اگر چوبیس گھنٹہ میں پانچ وقت نمازیں ان کے اوقات میں ادا کرسکتا ہو تو ہر نماز اس کا وقت داخل ہونے پر ادا کرے، اور اگر اس کا دن اتنا طویل ہوگیا کہ چوبیس گھنٹے میں پانچ نمازوں کا وقت نہیں آیا تو عام ایام میں اوقات نماز کے فصل کا اندازہ کرکے اس کے مطابق نمازیں پڑھے، اور یہی حکم روزہ کا ہے کہ اگر طلوع فجر سے لے کر چوبیس گھنٹے کے اندر غروب ہوجائے تو غروب کے بعد افطار کرے۔

جن ممالک میں مستقل طور پر دن اتنے طویل ہوں کہ چوبیس گھنٹے میں صرف بقدر کفایت کھانے پینے کا وقت ملتا ہو، ان میں سورج غروب ہونے سے پہلے افطار کی اجازت نہیں، تو عارضی طور پر شاذونادر ایک دن طویل ہوجانے سے بطریق اولیٰ اس کی اجازت نہ ہوگی، البتہ اگر چوبیس گھنٹے کے اندر غروب نہ ہو تو چوبیس گھنٹے پورے ہونے سے اتنا وقت پہلے کہ اسمیں بقدرِ ضرورت کھاپی سکتا ہے اور افطار کرلے، اگر ابتداء صبح صادق کے وقت بھی سفر میں تھا تو اس پر روزہ فرض نہیں بعد میں قضاء رکھے، اور اگر اس وقت مسافر نہ تھا تو روزہ رکھنا فرض ہے اور اتنے طویل روزہ کا تحمل نہ ہو تو سفر نا جائز ہے۔

جو شخص جانب مشرق جارہا ہے نماز کے اوقات اس پر گزرتے رہیں گے ان اوقات میں نماز ادا کرے گا اور روزہ غروب کے بعد افطار کرے کیونکہ صوم (روزہ) کے معنیٰ ہیں طلوع فجر سے غروب شمس (سورج) تک امساک (رکنا)۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ص ۱۷ ج ۴ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۸۸)

سفر کی وجہ سے روزوں کا کم یا زیادہ ہوجانا

سوال: ایک شخص جدہ میں کام کرتا ہے وہاں اس نے رمضان کے روزہ رکھنے شروع کئے (وہاں پر رمضان کا روزہ جمعہ کو ہوا اور ہمارے یہاں ہند میں سینچر کو پہلا روزہ ہوا) پھر وہ شخص یہاں آگیا اور یہاں پر انتیس کا چاند نہیں ہوا اور اس شخص کے تیس روزے پورے ہوگئے اب وہ یہاں والوں کے ساتھ کیا اکتسواں روزہ رکھے؟

جواب: یہ شخص اتوار کو یہاں والوں کے ساتھ روزہ رکھے، چاہے اکتیس روزے ہوجائیں، جس طرح کسی نے تنہا چاند دیکھا اور اسکی گواہی قبول نہ کی گئی تو اس کو اپنی رویت کے اعتبار سے

Marfat.com

رمضان کا روزہ رکھنا چاہیے، اور اتفاق سے تیس روزے پورے کرنے کے بعد چاند نظر نہ آئے تو اس کو تنہا افطار کرنا جائز نہیں بلکہ اس کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے اور سب کے ساتھ عید کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۸۱ بحوالہ شامی ج ۲ ص ۱۲۳)

روزہ رکھ کر عمرے کے لیے گیا تو وہاں روزے کی تاریخوں میں فرق تھا

سوال ایک شخص نے بمبئی میں روزے رکھنے شروع کیے اور پھر وہ شخص رمضان میں عمرہ کرنے کے لیے مکہ معظمہ چلا گیا، وہاں والے ایک دو دن آگے تھے، اب وہ شخص وہاں والوں کے ساتھ عید منائے یا کیا حکم ہے؟

جواب یہ شخص وہاں والوں کے ساتھ عید کرلے بعد میں باقی ماندہ روزوں کی قضاء کرلے، یعنی اگر ستائیس روزے ہوئے تو دو روزے رکھے، اور اگر ۲۸ اٹھائیس ہوئے تو ایک روزہ رکھے کہ مہینہ انتیس دن سے کم کا نہیں ہوتا ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۸۱)

روزے کی حالت میں لفافے کا گوند زبان سے تر کر کے چپکانا

سوال روزہ کی حالت میں زبان سے لفافہ کا گوند لگا کر چسپاں (بند) کرنا بلا کراہت درست ہے یا نہیں؟

جواب اگر زبان سے لفافہ کا گوند چاٹ کر تھوک نگل گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر چاٹنے کے بعد تھوک دیا تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ مگر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۴۳ بحوالہ ردالمختار ۲ ص ۱۲۲)

سرجری اور اعضاء کی تبدیلی

روزہ کو فاسد کرنیوالی دراصل وہ چیزیں ہیں جو دماغ یا بطن (پیٹ) کے جوف تک پہنچ جائیں۔ اس سے یہ بات تو واضح ہوگی کہ ایسے آپریشن جو جسم کے دوسرے حصے یا ہاتھ پاؤں وغیرہ کے ہوں، ان کا تو روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ اسی طرح کان، شرم گاہ، سرین، ناک وغیرہ کے اعضاء جن سے دماغ یا پیٹ کی جانب منفذ (اصلی راہ) نہیں ہیں۔ اس کا بھی صرف آپریشن

Marfat.com

مفسد صوم نہ ہوگا یعنی روزہ کو نقصان نہ ہوگا، اور نہ اعضاء کی تبدیلی، اس لیے کہ مفسد صوم تو کسی ایسی چیز کا داخل کرنا ہے جو بدن کو درست کرنے اور دماغ اور پیٹ تک پہنچ جائے، یا غالب امکان اس کے پہنچنے کا ہو، یہاں یہ مصنوعی اعضاء اپنی جگہ لگے رہ جائیں گے ہاں اگر آپریشن کے ساتھ کوئی دوا ڈالی جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ ان کے علاوہ اگر خود پیٹ یا دماغ کا آپریشن اس طرح ہو کہ کچھ کاٹ کر نکال دیا جائے کوئی نئی چیز داخل نہ کی جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

اور اگر اندر کوئی دوائی لگائی یا مصنوعی اعضاء لگایا تو روزہ ٹوٹ جائے گا اس کی نظیر فقہاء کا یہ جزیہ ہے کہ اگر نیزہ اس زور سے مارا کے جوف بطن تک پہنچ گیا پھر اس کو نکال لیا، تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، اور اگر پیٹ کے اندر رہ گیا۔ تو بعض لوگوں کی رائے ہے کہ روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ اور بعض حضرات اس کے قائل ہیں کہ ٹوٹ جائے گا یہاں گو کہ صحیح تر قول روزہ کا نہ ٹوٹنا ہے۔

مگر اس عاجز کے خیال میں سرجری علاج کی مذکورہ صورت میں صحیح روزہ کا ٹوٹ جانا ہے اس لیے کہ نیزہ مارنے کا مقصد جسم کو نقصان پہنچانا ہے اور اس سرجری کا منشاء جسم کی اصلاح اور درستگی ہے اور اگر یہ صورت ہو کہ معدہ کے آپریشن میں کوئی عضوء سرجری کے دوران باہر نکالا جائے پھر اپنی جگہ فٹ کر دیا جائے تو بھی روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اسکی نظیر تے ہے کہ اگر منہ سے باہر آجانے کے بعد اسے کھالیا جائے یا لعاب دہن منہ سے نکال کر ہاتھ میں جمع کیا جائے اور پھر کھا لیا جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

اسی طرح یہ عضوء جب باہر لے آیا گیا اور پھر اس کو جوف بطن میں فٹ کر دیا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(جدید فقہی مسائل ص۹۹)

سونے کی حالت میں مسوڑھوں سے خون منہ میں چلا جانا

سوال میرے مسوڑھوں سے خون نکلتا ہے، آج کل روزہ میں دوپہر کے بعد خون بہت جاری رہتا ہے یہ کیفیت خاص طور پر سونے کی حالت میں ہوتی ہے۔ خون تھوک پر غالب رہتا ہے، جاگنے کی صورت میں تو احتیاط کرتا ہوں، لیکن سونے کی حالت میں تھوک حلق سے نیچے اتر جاتا ہے اب تک رمضان میں ایسا دو مرتبہ ہوا ہے، میرا روزہ ہوا یا قضاء رکھنا ہوگا؟

آج کل نیند رات کو نہیں ہوتی اگر دن میں نہ سوؤں تو رات کو عبادت میں خلل ہوگا۔ اور نوکری کرنا بھی محال ہوگا۔ میرے لئے کیا حکم ہے؟

Marfat.com

جواب خون اگر صرف حلق میں گیا مگر پیٹ میں نہیں پہنچا تو روزہ نہیں ٹوٹا۔ اور اگر خون مغلوب ہو یعنی تھوک کا رنگ سرخ کے بجائے زرد ہو تو پیٹ میں جانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ خون مغلوب ہونے کے باوجود حلق، میں اسکا مزہ محسوس ہو تو پیٹ میں جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اسی طرح خون غالب ہو یعنی تھوک سرخ ہو تو پیٹ میں جانے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ اگر چہ مزہ محسوس نہ ہو۔

جن صورتوں میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے ان میں اگر سونے کی حالت میں یا اور کسی عذر سے خون بلا اختیار پیٹ میں اتر جاتا ہو تو روزہ نہ ٹوٹنے کے قول کی گنجائش معلوم ہوتی ہے شامی میں اسی طرح ہے۔

بہتر یہ ہے کہ اگر مستقبل قریب میں صحت کی توقع ہو تو روزہ نہ رکھیں بعد میں قضاء کریں، اور اگر روزہ کی حالت میں غیر اختیاری طور پر خون پیٹ میں چلا گیا تو صحت کے بعد احتیاطاً اس روزہ کی قضاء کریں۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۳۸)

ایسا تندرست جسمیں روزہ رکھنے کی طاقت نہیں

سوال ایک شخص دیکھنے میں جوان اور تندرست ہے اور کسی قسم کی علامت ظاہرہ اس کو نہیں ہے مگر کمزور بہت ہے، اور رمضان کا روزہ اس سے نہیں رکھا جاتا، روزہ رکھنے سے اس کو بہت کمزوری ہوتی ہے اگر وہ روزہ چھوڑ دے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب مسئلہ یہ ہے کہ شیخ فانی کو روزہ نہ رکھنا اور فدیہ دیدینا درست ہے، شیخ فانی کے یہ معنیٰ ہیں کہ اسکی قوت فنا ہوگئی ہو، اور روزہ کی طاقت نہ ہو، پس اگر وہ شخص خلقتاً ایسا ضعیف کمزور ہے کہ کسی طرح روزہ نہیں رکھ سکتا ہے، اسکو درست ہے کہ روزہ نہ رکھے اور فدیہ دیدے، حاشیہ دارالعلوم فتاویٰ میں ہے، لیکن اگر وہ ایسا نہیں ہے بلکہ عارضی طور پر مرض کی وجہ سے ایسا ہے تو افطار کی اجازت ہے صحت کے بعد قضاء واجب ہے بلکہ شیخ فانی کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ بعد میں اگر روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے گا قضاء کرے گا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۶۸ بحوالہ ردالمختار ج ۲ فصل فی العوارض ص ۱۶۳)

روزہ رکھنے سے بیمار ہو جانا

سوال ایک شخص نماز روزہ کا پابند ہے، لیکن رمضان شریف شروع ہونے پر تین چار روزے

رکھنے سے فوراً بیمار ہو جاتا ہے غریب آدمی عیالدار ہے دواو غیرہ کرنے کی یا مسکین کو کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا، اور اگر سردیوں میں بھی قضاء کرتا ہے تب بھی ویسا ہی بیمار قریب المرگ ہو جاتا ہے اس صورت میں اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب ایسے مریض کے لیے جو روزہ رکھنے پر قادر نہ ہو ہمیشہ رمضان کے روزہ رکھنے سے یا قضاء کرنے سے اسکا بڑھتا ہو، اور کسی طرح روزہ نہ رکھ سکتا ہو، فدیہ دینا فقہاء نے جائز لکھا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۷۸، بحوالہ ردالمختار فصل فی العوارض ج ۲ ص ۱۶۳)

کیا رمضان میں امتحان آجانے پر روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟

سوال دنیوی علوم مثلاً بی۔کام، بی اے وغیرہ کے امتحان کے تحت روزہ کی حالت میں امتحان میں خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو تو کیا کرے؟ روزہ، رکھے یا پھر قضاء کرے؟

جواب صورت مسئولہ میں روزہ چھوڑنا یا روزہ توڑنے کی گنجائش نہیں ہے روزہ کے ساتھ ہی امتحان دے، خدا مدد فرمائیں گے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۳۴)

روزے میں باجہ بانسری بجانا

سوال کوئی آدمی روزہ کی حالت میں بانسری، باجا اور دیگر گانے بجانے کی اشیاء دم گھونٹ کر بجائے تو روزہ میں کچھ خلل ہوگا یا نہیں؟

جواب روزہ میں طنبورہ وغیرہ بجانا گناہ کا کام ہے، لیکن روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۳۸)

کیا اختلاج کی وجہ سے روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟

سوال عمر کو اختلاج یا کوئی مرض ہے جس سے اس کو روزے کی مطلق برداشت نہیں ہوتی، اس کو کیا کرنا چاہیے؟

جواب روزہ معاف نہیں ہو سکتا، اگر کسی قوی شرعی عذر کی وجہ سے رمضان میں روزہ نہ رکھ سکے تو بعد میں قضاء کرنا واجب ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۸۳، بحوالہ ردالمختار فصل فی العوارض ج ۲ ص ۱۶۰)

Marfat.com

کیا معاشی محنت کیوجہ سے روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟

سوال رمضان شریف کے روزہ فرض ہیں، لیکن معاش کی وجہ سے مثلاً کاشتکاری یا کھانا وغیرہ پکانے کی وجہ سے کیا روزہ کی قضاء کر سکتے ہیں؟

جواب ان عذروں کیوجہ سے رمضان شریف کے روزہ قضاء کرنا درست نہیں بلکہ مناسب ہے رمضان شریف میں اسے سخت محنت کے کام نہ کئے جائیں جنکی وجہ سے قضاء کرنے کی نوبت آئے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۶۶، بحوالہ رد المختار باب ما یفسد الصوم ج ۲ ص ۱۵۷)

جان کے خطرہ کی حالت میں افطار

سوال روزہ کی وجہ سے جان خطرے میں ہو تو روزہ توڑنا واجب ہے یا رخصت؟

جواب اگر مرض یا بھوک یا پیاس کی شدت سے جان کا خطرہ ہو تو روزہ توڑنا واجب ہے اگر روزہ نہ توڑا اور مر گیا تو گنہگار ہوگا۔ اور بحالت اکراہ میں یعنی جب کوئی روزہ توڑنے پر مجبور کر رہا ہو اور نہ توڑنے کی صورت میں جان سے مار دینے کی دھمکی دے رہا ہو تو روزہ توڑ دینا واجب نہیں جائز ہے، اور نہ توڑنا افضل ہے، جان دیدی تو ثواب ہے، البتہ روزہ دار مریض یا مسافر ہو تو اکراہ کی صورت میں بھی روزہ توڑنا واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۴۱ بحوالہ بدائع صنائع ج ۲ ص ۹۴، ۹۶)

روزے میں غسل کرتے وقت غرغرہ

سوال کسی شخص کو روزہ کی حالت میں غسل کی ضرورت ہوئی غسل کرتے وقت غرغرہ نہیں کیا اور نہ ناک کے نرم حصہ تک اس نے پانی پہنچایا تو اس کا غسل ہوا یا نہیں؟ اور اس طرح غسل کر کے نماز پڑھی تو نماز درست ہوئی یا نہیں؟

جواب روزہ دار کے لیے غرغرہ اور ناک کے نرم حصہ میں پانی پہنچانے کا حکم نہیں ہے کہ روزہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہے اور جو نماز پڑھی ہے وہ صحیح ہے اعادہ کی ضرورت نہیں"۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۹۸ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۳۹)

کیا روزے میں استنجے کا پانی خشک کرنا ضروری ہے؟

سوال نورالایضاح سے معلوم ہوتا ہے کہ روزہ دار کو استنجاء کرنے کے بعد خاص مقام کو کسی چیز سے اچھی طرح خشک کرلے تاکہ پانی اندر کی طرف جذب نہ ہونے پائے، کیا یہ قول مفتیٰ بہ ہے؟

جواب اسکی کوئی ضرورت نہیں، استنجاء سے روزہ پر اثر نہیں پڑتا، البتہ اگر پانی موضع حقنہ تک پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، مگر استنجاء میں ایسا نہیں ہوتا۔

(احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۲۷، بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۰۸)

کیا غیبت کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال امام صاحب نے نماز کے بعد یہ حدیث پڑھ کر سنائی کہ دو شخص جنہوں نے نماز ظہر یا عصر آپؐ کی اقتداء میں پڑھی تھی نماز کے بعد آپ نے ان سے فرمایا تمہارا وضو نماز نہیں ہوئی کہ تم نے غیبت کی تھی اور اپنا روزہ پورا کرلو، دوسرے دن اسکی قضاء کرنا''

کیا غیبت کرنے سے نماز اور روزہ نہیں ہوگا؟ کیا اعادہ ضروری ہے؟

جواب حدیث میں وضو، نماز اور روزے کے اعادہ کا حکم خواص کے لیے ہے حقیقتاً، اور عوام کے لیے زجراً اور احتیاطاً ہے۔

غیبت حرام ہے اس سے عبادت میں خلل واقع ہوتا ہے، لہٰذا غیبت سے بچنے کا پورا اہتمام کیا جائے، یہ مطلب نہیں کہ وضو، نماز اور روزہ فاسد ہوجائے گا، علماء نے لکھا ہے کہ روزہ کے تین درجہ ہیں۔

۱ آدمی روزہ کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے دن بھر کا رہے یہ عوام کا روزہ ہے۔

۲ آدمی روزہ کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے رکنے کے علاوہ آنکھ، ناک، کان، زبان، ہاتھ، پیر، اور تمام اعضاء کو تمام گناہِ کبیرہ سے وصغیرہ سے روکے رکھے، یہ صالحین اور نیک مومنین کا روزہ ہے۔

۳ روزے کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے دن بھر رکنے کے علاوہ تمام اعضاء کو گناہوں سے روکے اور قلب کو بھی دنیوی خیالات اور فکروں سے روکے اس طرح کے اللہ کے علاوہ کوئی خیال ہی قلب میں نہ آئے۔

ایک حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ'' رسول اللہؐ نے فرمایا جو روزہ

رکھ کر باطل کلام اور باطل کام نہ چھوڑے (یعنی غیبت اور گناہ کرتا رہے) تو اس کے بھوکے پیاسے رہنے کی ضرورت نہیں'' معلوم ہوا کہ روزہ مقبول ہونے کے لیے آدمی کھانا پینا اور جماع چھوڑنے کے علاوہ معصیات اور منکرات مثل جھوٹ غیبت چغل خوری وغیرہ سے بھی زبان کی حفاظت کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۱۹۶ ج۵)

ایک حدیث کی تشریح

سوال حدیث ''ہاتھ میں پیالہ ہو اور اذان ہو جائے تو پانی پی لے'' اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ صبح صادق کے بعد بھی کھانا پینا جائز ہے، حدیث کا کیا مطلب ہے؟

جواب حضرات محدثین نے اس حدیث کی مختلف توجیہیں بیان فرمائی ہیں

① جب روزہ دار کو ظنِ غالب ہو کہ اذان وقت سے پہلے ہوئی ہے۔

② حضرت بلالؓ کی اذان مراد ہے جو صبح صادق سے پہلے جگانے کے لیے ہوتی تھی۔

③ یہ افطار سے متعلق ہے، مقصد یہ ہے کہ افطار کی حالت میں اذان سننے یا اسکا جواب دینے کے لیے افطار میں توقف نہیں کرنا چاہیے۔

فائدہ بندہ کے خیال میں اس کی مندرجہ ذیل توجیہیں بھی ہو سکتی ہیں۔

① اس کا روزہ سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ جب پانی پینے کے لیے پیالہ ہاتھ میں لے لیا ہو اور اس حال میں اذان شروع ہو جائے تو پانی پی لے، اذان کے سننے اور جواب کے لیے پانی نہ چھوڑے۔

② حدیث میں ندا کا لفظ ہے جس سے اقامت مراد لی جا سکتی ہے یعنی ایسی حالت میں اقامت شروع ہوئی کہ پیالہ ہاتھ میں ہے تو پانی پی کر اطمینان سے جماعت میں شریک ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج۴ ص۴۴۴)

رمضان المبارک میں دن میں ہوٹل کھولنا

سوال رمضان المبارک میں دن میں ہوٹل کھولنا کیسا ہے؟

ہوٹل بلاتفریق مذہب وملت ہر قسم کے لوگ آتے ہیں اگر کھلا رکھنا ناجائز ہو تو کیا صرف غیر مسلموں کے لیے کھول سکتے ہیں؟

Marfat.com

جواب ماہ رمضان المبارک کے احترام کی خاطر دن کے وقت ہوٹل بند رکھنا ضروری ہے، خواہ کھانے پینے والے کسی بھی مذہب کے ہوں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۵ ص۱۹۷)

عید کے مہینے (شوال) میں عید کے دن کے بعد سے ختم مہینے تک جاہے جس تاریخ میں چھ روزے رکھ لینے چاہئیں، یہ روزے رمضان شریف کے فرض روزوں کے بعد ایسے ہیں جیسے فرض نماز کے بعد سنتیں اور نفلیں ہوتی ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں ص ۱۷۹ میں ہے ''جس نے رمضان کے روزے رکھے اور پھر عید کے بعد چھ روزے رکھے تو اس نے گویا ہمیشہ پورے سال کے روزے رکھے

تشریح سال بھر کے روزوں کے برابر ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر نیکی کا ثواب دس گناہ دیا جاتا ہے رمضان کے ایک مہینے کے روزے تو دس مہینوں کے برابر ہوں گے باقی بچے دو ماہ تو یہ چھ روزے دس گنے ہو گئے ایک سال کے برابر ہو جاتے ہیں، کتنا سہل کام اور محنت بہت کم اور ثواب زیادہ۔

شش عید کے روزے کب سے شروع کرے

سوال ماہ شوال میں چھ روزے نفلی رکھے جاتے ہیں ان روزوں کو عید کے اگلے ہی دن سے شروع کرے؟ اگر اگلے دن سے شروع نہ کرے تو باقی مہینے میں رکھے یا نہیں؟

جواب شوال کے چھ روزے شش عید کے نام سے مشہور ہیں، درمختار میں لکھا ہے کہ متفرق ان کا رکھنا بہتر اور مستحب ہے، اور پے در پے مسلسل رکھنا بھی مکروہ نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج۶ ص۴۹۱ بحوالہ ردالمختار مطلب فی الصوم السبت ص ۱۷۱ ج۲)

شش عید میں قضاء روزوں کا حکم

سوال رمضان میں چھ روزے قضاء ہوئے اور ان کو شوال میں قضاء رکھے تو حدیث کے بموجب شش عید کے روزوں کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب رمضان کے روزے فرض ہیں اسکی نفل میں نیت کرنے سے رمضان کا روزہ صحیح نہ ہوگا۔ اور اگر نیت نفل شش عید کی گئی ہو تو رمضان کے قضاء ادا نہ ہونگے۔

(فتاویٰ دارالعلوم قدیم عزیزیہ ج۳ ص۴۰)

Marfat.com

چودھواں باب

نذر کے روزوں کے مسائل

نذر کی دو قسمیں

نذر کی دو قسمیں ہیں معلق اور غیر معلق، معلق وہ نذر جس میں کسی شرط کا اعتبار کیا گیا ہو۔ خواہ وہ شرط مقصود جیسے کوئی مریض کہے کہ اگر مجھ کو اس مرض سے صحت ہو جائے تو میں اتنے روزے رکھونگا یا غیر مقصود جیسے کوئی کہے کہ اگر میں نماز نہ پڑھوں تو اس قدر روزے رکھوں گا، نذر غیر معلق کسی زمانے یا کسی جگہ کے ساتھ خاص نہیں ہوتی اگرچہ متکلم (نذر کرنے والا) تخصیص کرے مثال:

(۱) کوئی شخص یہ نذر کرے کہ میں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا۔ اور وہ دوشنبہ کے دن رکھ لے تب بھی نذر پوری ہو جائے گی۔

(۲) کوئی شخص نذر کرے کہ میں مکہ معظمہ میں روزے رکھوں گا اور وہ اپنے گھر میں ہی رکھ لے تب بھی جائز ہے، نذر غیر معلق روزوں میں البتہ اس شرط کی پابندی کرنا ہوگی، جس کا اس میں لحاظ کیا گیا ہو جو شخص یہ نذر کرے کہ فلاں مقصد میں کامیاب ہو جاؤں تو اس قدر روزے رکھوں گا اور کامیابی سے پہلے روزے رکھ لے تو اس کی نذر پوری نہ ہوگی، اور کامیابی کے بعد پھر اسکو روزے رکھنے ہوں گے۔

نذر اور قسم میں فرق یہ ہے کہ قسم کے روزوں کو اگر فاسد کردے تو قسم کا کفارہ دینا پڑے گا۔ اور اگر عمر بھر نہ رکھے تو اسکے کفارہ کی وصیت کر جانا اس پر ضروری ہے بخلاف نذر کے کہ اس کے روزوں کے فاسد کرنے میں صرف قضاء لازم ہوتی ہے کفارہ لازم نہیں ہوتا ہاں وصیت کرنا اس میں بھی ضروری ہے۔ (علم الفقہ ج سوم ص ۴۳)

نذر کی شرطیں

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ جس چیز کی نذر کرے اسکی جنس سے شرعاً کوئی واجب ہو، اس لیے کہ

Marfat.com

مریض کی عیادت کی نذر صحیح نہیں

(۲) دوسرے یہ کہ وہ مقصود بالذات ہو وسیلہ نہ ہو پس وضو اور سجدہ تلاوت کی نذر صحیح نہ ہوگی۔

(۳) تیسرے کہ جس چیز کی نذر کرے وہ فی الحال یا کسی اور وقت میں واجب نہ ہو، پس اگر کوئی ظہر کی نماز کی یا کسی وقت کی نماز کی نذر کرے تو صحیح نہیں۔

(۴) چوتھی یہ کہ جس چیز کی نذر کرے وہ اپنی ذات میں گناہ کا کام نہ ہو۔

پس اگر کوئی یوں ہی کہے کہ اللہ کے لیے قربانی کے دن روزہ رکھوں گا، اور روزہ نہ رکھے اور پھر قضاء کرے اور یہ نذر صحیح ہے اس کے لیے روزہ رکھنا بالذات مشروع ہے اور منع دوسری وجہ سے ہو گیا ہے۔

(۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ یہ ضروری ہے جس کام کے لیے نذر کرے اس کام کا ہونا محال نہ ہو مثلاً کسی گزشتہ روز روزے کی نذر کی تو یہ نذر صحیح نہ ہوگی۔ (عالمگیری اُردو ص ۲۵ ج ۲)

کوئی نذر پوری نہ کرے تو؟

جب کوئی نذر مانے تو اس کا پورا کرنا واجب ہے اگر نہ رکھے گا تو گنہگار ہوگا۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۸ بحوالہ نور الایضاح ص ۱۵۰)

نذر کی نیت کا طریقہ

(۱) نذر دو طرح کی ہے ایک تو یہ کہ دن مقرر کر کے نذر مانی کہ یا اللہ آج اگر فلاں کام ہو جائے تو کل ہی روزہ رکھوں گا۔ یا اس طرح کہے کہ یا اللہ میری فلاں مراد پوری ہو جائے تو پرسوں جمعہ کے دن روزہ رکھوں گا۔ ایسی نذر میں اگر رات سے روزہ کی نیت نہ کی تو دوپہر سے ایک گھنٹہ پہلے نیت کرے یہ بھی درست ہے، نذر ادا ہو جائے گی۔

(بہشتی زیور حصہ ۳ سوم ص ۸ کنز الدقائق ص ۶۶)

(۲) دوسری نذر یہ ہے کہ دن تاریخ مقرر کر کے نذر نہیں مانی بس اتنا ہی کہا یا اللہ اگر میرا کام ہو جائے تو ایک روزہ رکھوں گا یا کسی کام کا نام نہیں لیا ویسے ہی کہہ دیا کہ پانچ روزے رکھوں گا۔ ایسی نذر میں رات سے نیت کرنا شرط ہے اگر صبح ہو جانے کے بعد نیت کی تو نذر کا روزہ نہیں ہوا بلکہ وہ روزہ نفل ہو گیا۔

(بہشتی زیور ج سوم ص ۸ بحوالہ شرح وقایہ ج ۱ ص ۳۶ و عالمگیری ج ۱ ص ۲۱۰)

Marfat.com

واہیات نذر کا حکم

کسی کام پر عبادات کی کوئی نذر مانی پھر وہ کام ہو گیا جسکے لیے منت مانی تھی تو اب منت کا پورا کرنا واجب ہے اگر منت پورا نہیں کرے گا تو بہت گنہگار ہو گا، لیکن اگر کوئی واہیات نذر ہو جسکا شریعت میں کچھ اعتبار نہیں تو اس کا پورا کرنا واجب نہیں۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۴۷، بحوالہ جوہرۃ النیرہ ص ۲۶۳ ج ۲)

پانچ روزوں کی منت رکھنے کا طریقہ

اگر کسی نے کہا کہ یا اللہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو میں پانچ روزے رکھوں گا تو جب کام ہو جائے تو پانچ روزے رکھنے پڑیں گے اور اگر نہ ہو تو نہ رکھے۔

اگر فقط اتنا ہی کہا تھا کہ پانچ روزہ رکھوں گا تو اس میں اختیار ہے کہ پانچوں روزے ایک ساتھ لگاتار رکھے، چاہے ایک ایک دو دو کر کے پورے پانچوں روزے رکھ لے۔ دونوں صورتوں میں درست ہیں اور اگر نذر کرتے وقت یہ کہدیا کہ پانچوں روزے لگاتار رکھوں گا۔ یا دل میں یہ نیت تھی تو سب ایک ساتھ رکھنے پڑیں گے۔ اگر پانچ میں ایک آدھ چھوٹ جائے تو دوبارہ رکھنے پڑیں گے۔ (درمختار ص ۱۵۵ ج ۱)

نذر کے بعد نفل روزے کی نیت کرنا

جمعہ کے دن روزہ رکھنے کی نیت (نذر) کی اور جب جمعہ آیا تو بس اتنی نیت کر لی کہ آج میرا روزہ ہے یہ مقرر نہیں کیا یہ نذر کا روزہ ہے، یا کہ نفل کی نیت کر لی تب بھی نذر کا روزہ ادا ہو گیا۔ البتہ جمعہ کو اگر قضاء روزہ رکھ لیا اور نذر کا روزہ رکھنا یاد نہیں رہا، یا یاد تھا۔ مگر قصداً قضاء کا روزہ رکھ لیا تو نذر کا روزہ ادا نہ ہو گا بلکہ قضاء کا روزہ ہو جائے گا نذر کا روزہ پھر رکھے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۸، بحوالہ شرح وقایہ ج ۱ ص ۳۰۶)

عید کے دن روزہ رکھنے کی نذر ماننا

اگر کوئی شخص عید کے دن روزہ رکھنے کی منت مانے۔ تب بھی اس دن روزہ درست نہیں، اسکے بدلے کسی اور دن رکھنا چاہیے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۹، بحوالہ شرح وقایہ ج ۱ ص ۳۱۸)

Marfat.com

پورے سال روزہ رکھنے کی نذر ماننا

اگر کسی نے یہ منت مانی کہ میں پورے سال روزے رکھوں گا، سال میں کسی دن کا روزہ بھی نہ چھوڑونگا تب بھی یہ پانچ روزے نہ رکھے، (عید کے دن ذی الحجہ کی دس، گیارہ، بارہ، تیرہ) باقی سب رکھے۔ پھر ان پانچ روزوں کی قضاء رکھ لے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص۹ بحوالہ شرح وقایہ ج اص ۳۱۸)

نذر میں جمعہ کی قید لگانا

اگر یہ کہا جائے کہ جمعہ کا روزہ رکھوں گا یا محرم کی پہلی تاریخ سے دس ویں تاریخ تک روزے رکھوں گا تو خاص جمعہ کو روزہ رکھنا واجب نہیں اور محرم کی خاص ان ہی تاریخوں روزہ رکھنا واجب نہیں، جب چاہے دس روزے رکھ لے لیکن دسوں لگا تار رکھنا پڑیں گے چاہے محرم میں رکھے چاہے اور کسی مہینے میں رکھے سب جائز ہے، اسی طرح اگر یہ کہا کہ آج میرا یہ کام ہو جائے تو کل ہی روزہ رکھوں گا۔ جب بھی اختیار ہے جب چاہے رکھ لے۔

نیز کسی نے نذر کرتے وقت یوں کہا محرم کے مہینے کے روزے رکھوں گا تو محرم کے پورے مہینے کے روزہ لگا تار رکھنا پڑیں گے بیچ میں کسی وجہ سے دس پانچ روزے چھوٹ جائیں تو اس کے بدلے اتنے روزے رکھ لے سارے روزے نہ دہرائے اور یہ بھی اختیار ہے کہ محرم کے مہینے میں نہ رکھے کسی اور مہینے میں رکھ لے۔ لیکن سب لگا تار رکھے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۴۸ بحوالہ درمختار ج اص ۲۹۹)

نذر مان کر بیمار ہو گیا

سوال جو شخص نذر روزہ کی کرنے کے بعد بیمار ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب صحت کا انتظار کرے اور صحت کے بعد نذر کا روزہ رکھے، اگر اچھا نہ ہو تو وصیت فدیہ کی کرے کہ اسکے مال میں سے اس کے وارث فدیہ ادا کریں۔

اور فدیہ ایک روزہ کا فطرہ کی برابر ہے، زندگی میں فدیہ دینا اس کو درست نہیں ہے، یعنی اس فدیہ سے روزے ادا نہ ہوں گے، تندرست ہو کر پھر روزے رکھنے ہوں گے۔ ورنہ وصیت کرنا لازم ہوگا۔

(فتاویٰ دار العلوم قدیم عزیزیہ ج ۳ ص ۴۷)

Marfat.com

پندرہواں باب

نفل روزے کے مسائل

فرض روزہ جان بوجھ کر توڑنا بہت بڑا گناہ ہے اور اسکی شریعت نے سزا (کفارہ) مقرر کی ہے لیکن نفلی روزہ بغیر کسی سخت مجبوری کے بھی توڑ سکتے ہیں، مسئلہ میں گنجائش ہے جبکہ اپنے پر قضاء رکھنے کا پورا بھروسہ ہو، مگر رکھنے کے بعد توڑنا اچھا نہیں ہے ہاں اگر کوئی بہت ہی ضرورت پیش آجائے تو شریعت نے رخصت دیدی ہے مثلاً کوئی مہمان ایسا آجائے کہ اس کے ساتھ کھانا نہیں کھایا تو افسوس کرے گا، یا کسی نے دعوت کی اگر اس میں شرکت نہ کی تو مہمان نواز کی دل شکنی ہوگی۔ تو نفل روزہ توڑ دینا جائز ہے مگر قضاء رکھنا واجب ہے، کیونکہ نفل شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے۔

میرے محترم ومکرم استاد فقیہی الامت مفتی محمود صاحب دامت برکاتہم مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، دارالافتاء میں اپنے ساتھیوں کو بعض مرتبہ حکم دے کر نفلی روزہ تڑوادیتے ہیں اور پھر فرمایا کرتے ہیں کہ اسکی قضاء رکھنا، اب تم کو ڈبل ثواب ملے گا۔ پہلے تو صرف نفلی روزہ تھا اس کا ہی ثواب ملتا لیکن نفل شروع کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے اور اس کا پورا کرنا بھی واجب ہی ہے۔

تنبیہ بعض حضرات بیماری یا سفر شرعی میں روزہ کی وجہ سے بالکل لب دین ہو جاتے ہیں۔ مگر روزہ نہیں توڑتے، یہ طریقہ غلط اور خلاف شریعت ہے کیونکہ شریعت نے مریض اور مسافر کو اجازت دے رکھی ہے، اس سے فائدے اٹھانا چاہئے۔ (مرتب: محمد رفعت قاسمی)

نفل روزہ کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا معمول

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب نفل روزے رکھنے شروع کرتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزے رکھنا ختم نہیں کریں گے اور جب روزے نہ رکھنے پر آتے تو ہم کہتے کہ اب آپ کبھی روزے نہیں رکھیں گے"۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ نفل روزہ نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ اس سلسلہ میں آپ کا معمول مبارک یہ تھا کہ کبھی تو مسلسل کافی عرصہ تک روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے روزے کی کثرت اور تسلسل کو دیکھ کر لوگ گمان کرنے لگتے تھے کہ اب روزوں کا یہ سلسلہ شاید آپ ﷺ

Marfat.com

کبھی بھی ختم نہ کریں۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آپ مسلسل کافی عرصہ تک روزہ رکھتے ہی نہیں تھے، یہاں تک کہ لوگ سوچتے کہ شاید اب آپ کبھی نفل روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ (مظاہر حق جدید جلد۲ قسط۵ ص ۴۳)

نفل روزہ میں خفیف عذر

صحیح یہ ہے کہ نفل روزہ کا بھی بغیر عذر کے افطار کرنا جائز نہیں ہاں اس قدر فرق ہے کہ نفل روزہ میں خفیف عذر کے سبب بھی افطار کرنا جائز ہے، بخلاف فرض روزہ کے، مثلاً روزہ دار کسی کی دعوت کرے اور مہمان بغیر اس کی شرکت کے کھانا نہ کھائے یا رنجیدہ ہو جائے تو ایسی حالت میں اگر اس کو اپنے نفس پر کامل وثوق ہو کہ اس کی قضاء رکھ لے گا تو نفل روزہ توڑ ڈالے ورنہ نہیں۔ (علم الفقہ حصہ سوم ص ۴۲)

نفل روزہ کی نیت کا طریقہ

نفل روزے کی نیت اگر یہ مقرر کر کے کرے کہ میں نفل کا روزہ رکھتا ہوں جب بھی صحیح ہے اگر فقط اتنی نیت کرے کہ میں روزہ رکھتا ہوں جب بھی صحیح ہے نفل روزہ میں دوپہر سے ایک گھنٹہ قبل تک نفل کی نیت کر لینا درست ہے تو اگر دن کے دس بجے تک مثلاً روزہ رکھنے کا ارادہ نہیں تھا لیکن ابھی تک کچھ کھایا پیا نہیں، پھر دل میں یہ خیال آ گیا اور روزہ رکھ لیا تو بھی درست ہے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۹ بحوالہ قدوری ص ۴۵ وفتاویٰ ہندیہ ج۱ ص ۱۶۴)

نفل کا روزہ کے نیت کرنے کے بعد واجب ہو جاتا ہے، سو اگر صبح صادق سے پہلے روزہ رکھنے کی نیت کر لی کہ آج میرا روزہ ہے پھر اس کے بعد توڑ دیا تو اب اسکی قضاء رکھے، نیز اگر کسی نے رات کو ارادہ کیا کہ میں کل روزہ رکھوں گا۔ لیکن صبح صادق ہونے سے پہلے ارادہ بدل گیا اور روزہ نہیں رکھا تو قضاء واجب نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۹ قدوری ص ۴۵ وعالمگیری ج۱ ص ۱۹۳)

عورت کا نفل روزہ

عورتوں کو بغیر شوہر کی اجازت کے نفل روزہ رکھنا درست نہیں اگر بغیر اجازت کے روزہ رکھا تو شوہر کے تڑوانے سے توڑ دینا درست ہے پھر جب شوہر اجازت دے جب اسکی قضاء رکھے۔

فائدہ: یہ حکم جب ہے کہ جب شوہر مکان پر موجود ہو۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۰ بحوالہ فتاویٰ خانیہ برحاشیہ عالمگیری ج۱ ص ۱۹۴)

Marfat.com

عید کے دن نفل روزہ رکھنا

کسی نے عید کے دن نفل روزہ رکھ لیا اور نیت کر لی تب بھی توڑ دینا ضروری ہے اور اس کی قضاء بھی واجب نہیں ہے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۰ بحوالہ ہدایہ ج ۱ ص ۲۰۸)

محرم اور ذی الحجہ کے روزے

محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے حدیث شریف میں آیا ہے "کہ جو کوئی یہ روزہ رکھے اس کے گزرے ہوئے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں" اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے، اسی طرح بقرعید کی نویں تاریخ کا روزہ رکھنے کا بھی بڑا ثواب ہے اس سے ایک سال کے اگلے اور ایک کے سال کے پیچھے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر شروع چاند سے نویں تاریخ تک برابر روزے رکھے تو بہت ہی بہتر ہے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۰ بحوالہ فتاوٰی ہندیہ ج ۲۰۰ و عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۰)

شبِ برات کے روزے

شبِ برات (شعبان) کی پندرہویں اور عید کے چھ دن نفل روزے رکھنے کا بھی اور نفلوں سے یعنی جن روزوں کی کوئی خاص بزرگی ثابت نہیں، زیادہ ثواب ہے، اور اسی طرح ہر مہینے کی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں تین دن روزہ رکھ لیا کرے تو گویا اس نے سال بھر برابر روزے رکھے حضورؐ یہ تین روزے رکھا کرتے تھے، ایسے ہی ہر دوشنبہ و جمعرات کے دن بھی روزہ رکھا کرتے تھے، اگر کوئی ہمت کرے تو ان کا بھی ثواب ہے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۰ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۰، مراقی الفلاح ص ۱۹۳)

کچھ اور روزوں کا حکم

اگر مہینے کی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں تین دن روزہ رکھ لیا کرے تو گویا اس نے سال بھر برابر روزے رکھے، حضورؐ یہ تین روزے رکھا کرتے تھے۔ ایسے ہی طرح ہر دوشنبہ و جمعرات کے دن بھی روزہ رکھا کرتے تھے، اگر کوئی ہمت کرے تو ان کا بھی بہت ہے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۰ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۱۹۳)

Marfat.com

سولھواں باب

وہ عذر جنکی وجہ سے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوتی ہے

یہ مجبوریاں ایسی ہیں کہ ان میں رمضان کے اندر روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہو جاتی ہے۔

(۱) بیماری کی وجہ سے روزہ کی طاقت نہ ہو، یا مرض بڑھنے کا شدید خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے رمضان کے بعد اسکی قضاء لازم ہے۔

(۲) جو عورت حمل سے ہو اور روزہ میں بچہ کو یا اپنی جان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے بعد میں قضاء کرے۔

(۳) جو عورت اپنے یا کسی غیر کے بچہ کو دودھ پلاتی ہے، اگر روزہ سے بچہ کو دودھ نہیں ملتا تکلیف پہنچتی ہے تو روزہ نہ رکھے پھر قضاء کرے۔

(۴) مسافر شرعی (جو کم از کم اڑتالیس میل کی سفر کی نیت پر گھر سے نکلا ہو) اس کے لیے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے پھر اگر کچھ تکلیف و دقت نہ ہو تو افضل یہ ہے کہ سفر ہی میں روزہ رکھ لے اگر خود اپنے آپ کو یا اپنے ساتھیوں کو اس سے تکلیف ہو روزہ نہ رکھنا ہی افضل ہے۔

(۵) روزہ کی حالت میں سفر شروع کیا تو اس روزہ کا پورا کرنا ضروری ہے اور اگر کچھ کھانے پینے کے بعد سفر سے وطن واپس آ گیا تو باقی دن کھانے سے احتراز کرے۔ اور اگر کچھ کھایا پیا نہیں تھا کہ وطن میں ایسے وقت آ گیا جبکہ روزہ کی نیت ہو سکتی ہے یعنی زوال سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تو اس پر لازم ہے کہ روزہ کی نیت کر لے۔

(۶) کسی کو قتل کی دھمکی دے کر روزہ توڑنے پر مجبور کر دیا جائے تو اس کے لیے توڑ دینا جائز ہے پھر قضاء کرے۔

(۷) کسی بیماری یا بھوک و پیاس کا اتنا غلبہ ہو جائے کہ کسی مسلمان دین دار ماہر طبیب یا ڈاکٹر کے نزدیک جان کا خطرہ لاحق ہو تو روزہ توڑ دینا جائز بلکہ واجب ہے پھر قضاء

لازم ہوگی۔

۸) عورت کے لیے ایام حیض میں اور بچہ کی پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے یعنی نفاس کے دوران میں روزہ رکھنا جائز نہیں، ان دنوں میں روزہ نہ رکھے بعد میں قضاء کرے، بیمار، مسافر، حیض اور نفاس والی عورت کے لیے رمضان میں روزہ نہ رکھنا اور کھانا پینا جائز ہے ان کو بھی لازم ہے کہ رمضان کا احترام کریں سب کے سامنے کھاتے پیتے نہ پھریں۔

(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۸۱)

روزہ نہ رکھنے میں اپنی رائے

اگر ایسی بیماری ہے کہ روزہ نقصان کرتا ہے اور یہ ڈر ہے کہ اگر روزہ رکھے گا تو بیماری بڑھ جائے گی۔ یا دیر میں صحت ہوگی یا جان جاتی رہے گی تو روزہ نہ رکھے جب صحت ہو جائے تو اسکی قضاء رکھ لے لیکن فقط اپنے دل سے ایسا خیال کر لینے سے روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے بلکہ جب کوئی مسلمان دین دار طبیب کہدے کہ تم کو روزہ نقصان کرے گا۔ تب چھوڑنا چاہئے، نیز اگر حکیم یا ڈاکٹر نے تو کچھ نہیں کہا لیکن اپنا خود تجربہ ہے اور کچھ نشانیاں معلوم ہوئیں جن کی وجہ سے دل گواہی دیتا ہے کہ روزہ نقصان کرے گا تب بھی نہ رکھے اور اگر خود تجربہ کار نہ ہو اور اس بیماری کا کچھ حال معلوم نہ ہو تو فقط خیال کا اعتبار نہیں۔ اگر دیندار حکیم کے بغیر بتائے اور بغیر تجربہ کے اپنے خیال ہی خیال پر رمضان کا روزہ توڑ دیا تو کفارہ دینا پڑے گا اور اگر روزہ نہ رکھے گا تو گنہگار رہو گا۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۸ بحوالہ درمختار ج ۱ ص ۱۵۳)

جن صورتوں میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے ان صورتوں میں دوسرے کے سامنے اپنے بے روزہ ہونے کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں ڈبل گناہ ہے ایک تو یہ کہ گناہ کر کے اس کو ظاہر کرنا بھی گناہ ہے اور اگر سب سے کہدے دوہرا گناہ ہے۔

عوام میں جو مشہور ہے کہ خدا کی چوری نہیں تو بندوں کی کیا چوری، یہ غلط بات ہے ہر وہ بات جو خدا کو معلوم ہے کیا بندوں کے سامنے ظاہر کیجاتی ہے؟

بلکہ جو کسی عذر سے روزہ نہ رکھے اس کو مناسب ہے کہ سب کے روبرو نہ کھائے۔

(مرتب: محمد رفعت قاسمی)

Marfat.com

سترہواں باب

وہ عذر جسکی وجہ سے روزہ توڑ دینا جائز ہے

(۱) اچانک ایسا بیمار پڑ جائے کہ اگر روزہ نہ توڑے گا تو جان خطرہ میں ہو جائے گی یا بیماری بڑھ جائے گی۔ تو روزہ توڑ دینا بہتر ہے جیسے اچانک پیٹ میں درد اٹھا (ہو گیا) کہ بے تاب ہو جائے یا سانپ نے کاٹ لیا تو ایسی صورت میں دوا پی لینا اور روزہ توڑ دینا درست ہے، ایسے ہی اگر پیاس لگی کہ ہلاکت کا ڈر ہے تو بھی توڑ دینا درست ہے۔

(بہشتی زیور ص ۱۷ ج ۳ ھدایہ ج ۱ ص ۲۰۱ و مراقی الفلاح ص ۲۱۲)

(۲) حاملہ عورت کو کوئی ایسی بات پیش آ گئی کہ جس سے اپنی جان کا یا بچہ کی جان کا ڈر ہے تو روزہ توڑ ڈالنا بہتر ہے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۷ بحوالہ شرح البدایہ ج ۱ ص ۲۰۲)

(۳) کھانا پکانے کی وجہ سے بے حد پیاس لگ آئی اور اتنا بیتاب ہو گیا کہ اب جان کا خوف ہے تو روزہ کھول ڈالنا درست ہے لیکن اگر خود قصداً اس نے اتنا کام کیا جس سے ایسی حالت ہو گئی تو گنہگار خود ہو گا۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۷، بحوالہ شامی ج ۲ ص ۱۵۹ اور درمختار ج ۲ ص ۱۵۲)

Marfat.com

اٹھارہواں باب

مکروہاتِ روزہ

روزہ کی حفاظت کیجئے

ہر چیز کا قاعدہ ہے کہ اپنا صحیح اثر اسی وقت دکھاتی ہے جب کہ اس کو نقصان دینے والی اور اس کے اثر کو ختم کرنے والی چیزوں سے محفوظ رکھا جائے۔ اگر حفاظت نہ کی جائے تو فائدہ کے بجائے نقصان بھی ہوسکتا ہے، مثلاً ڈاکٹری علاج کے بعد اگر اس کے بتائے ہوئے پرہیز پر عمل نہ کیا جائے تو نتیجہ ظاہر ہے۔

روزہ ایک بہت ہی اہم اور قیمتی اور اپنے اندر بے شمار فائدے لئے ہوئے ہے لیکن اگر اسکی حفاظت نہ کی گئی شرعی بتایا ہو پرہیز نہ کیا گیا یعنی کھانے پینے اور منافی روزہ کے ساتھ ساتھ لغویات بے ہودہ گوئی، لڑائی، جھگڑا، جھوٹ، غیبت چغلخوری، دھوکہ دہی، اور اسی قسم کی اور چیزوں سے اگر نہ بچا گیا تو روزہ تو ہو جائے گا مگر روزہ کا جو فائدہ ہونا چاہئے تھا وہ نہیں ہوگا۔

مشکوۃ شریف ج ا ص ۱۷۷ میں اس بارے میں بہت سی احادیث آئی ہیں مثلاً:

"آپؐ نے فرمایا بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جنہیں سوائے بھوک و پیاس کے کچھ نہیں ملتا ہے، اور راتوں کو جاگنے اور عبادتیں کرنے والے کتنے ہی ایسے ہیں جنہیں جاگنے کی پریشانی کے سوا کچھ حاصل نہیں"۔ "جو شخص روزہ رکھے اور بے کار باتیں اور بے ہودہ حرکتیں نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کے کھانے پینے چھوڑنے کی کوئی پرواہ نہیں"۔

مطلب پوری طرح واضح ہے کہ جب تک روزہ کے ساتھ ساتھ اس کا پورا پورا پرہیز نہ کیا جائے تو اس روزہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ جو کام، مثلاً کھانا پینا وغیرہ روزہ کی نیت سے پہلے حلال تھے، نیت کے بعد ان سے بھی روک دیا گیا، اور جو روزہ سے پہلے ہی سے حرام و ناجائز ہیں۔ ان کی کس قدر بُرائی بڑھ گئی ہوگی۔ لیکن کتنے ہی افراد ایسے ہیں صرف کھانے پینے اور جماع سے

Marfat.com

رکنے کے علاوہ باقی کسی برائی سے نہیں بچتے ہیں ان میں عورتوں کا تو کیا ہی کہنا بلکہ مرد حضرات بھی وقت کاٹنے کیلئے مشغول ہو جاتے ہیں، یہ باتیں بظاہر معمولی سی معلوم ہوتی ہیں، لیکن وہ بہت ہی نقصان دہ اور روزہ کا اجر و ثواب کو ختم کر دینے والی ہیں۔ (مرتب: محمد رفعت قاسمی)

وہ چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر مکروہ ہو جاتا ہے

(۱) کسی چیز کا چکھنا جبکہ وہ معدہ میں نہ جائے خواہ روزہ فرض ہو یا نفل البتہ اگر ایسا کرنا ضروری ہو تو جائز ہے مثلاً کسی عورت کا خاوند بد مزاج ہو تو کھانے کا نمک چکھ لیا کرے اور یہی حکم باورچی نان بائی کا بھی ہے۔

(۲) کسی چیز کا چکھنا بغیر کسی عذر کے اگر معذوری ہو تو جیسے کوئی عورت اپنے بچے کو چبا کر کچھ کھلانا چاہے اور کوئی بغیر روزہ دار نہ ہو۔

(۳) اپنی بیوی کا بوسہ (پیار) لینا مکروہ ہے خواہ یہ بوسہ فاحشہ ہو مثلاً اس سے ہونٹوں کو چوسنا۔ یا فاحشہ نہ ہو۔

(۴) اپنے منہ میں جمع شدہ لعاب کو نگل جانا مکروہ ہے کیونکہ اس میں روزہ ٹوٹنے کا اندیشہ ہے۔

(۵) ایسا کوئی کام کرنا جسکی بابت گمان یہ ہو اس سے روزہ کی حالت میں کمزوری ہو جائے گی۔ اگر کمزوری کا گمان غالب نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

(۶) دن کے وقت دانتوں کے کھندانے میں بیچ دندان کا ایک مرض ہے دوا لگانا مکروہ ہے اگر رات تک رکنے سے ضرر کا اندیشہ ہے یا سخت اذیت کا اندیشہ ہو تو دوا کا ڈالنا واجب ہے، (اگر دوا کا اثر پیٹ میں چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا)

(۷) کتان (السی) کا ذائقہ ہو، کا تنا مکروہات میں ہے، اور کتان السی وغیرہ ہے جبکہ مرطوبات میں کر سڑایا جاتا ہو یہ مکروہ اس صورت میں جبکہ کاتنے والا کاتنے کے کام پر مجبور نہ ہو۔ ورنہ مکروہ نہیں ہے اس پر لازم ہے کہ اسکے (اثر سے) منہ میں پانی بھر آئے اس کو مسلسل (برابر) تھوکا جائے۔

(۸) ایک کتان وہ ہوتی ہے جس کو دریا میں ڈال کر سڑایا جاتا ہے ایسی کتان کا کاتنا مکروہ نہیں ہے اگر چہ بغیر کسی مجبوری کے ہو۔

(۹) فصل کا کام بھی روزہ دار کے لیے مکروہ ہے، اور اس کا مکروہ ہونا بھی اس صورت میں

Marfat.com

ہے جبکہ مجبوراً ایسا کرنا پڑے مجبوری ہوتو مکروہ نہیں۔ البتہ کھیتی کے مالک کو اجازت ہے کاٹتے وقت وہاں پر موجود رہے کیونکہ اس کے لیے (غلہ کی) حفاظت اور دیکھ بھال کرنا ضروری ہے۔

(۱۰) جماع کے محرکات مثلاً بوسہ لینا (اور شہوت انگیز) خیالات میں پڑنا، اور ایسی اشیاء کا دیکھنا مکروہ ہے جبکہ مذی کے نکلنے یا انزال ہونے کی طرف سے اطمینان نفس نہ ہو، اور اگر اسمیں شک ہو یا اطمینان نہیں ہے یا کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ بچ نہیں ہو سکے گا تو یہ باتیں حرام ہیں، تاہم اگر ایسی صورت میں مذی کا اخراج یا انزال نہ ہوتو روزہ صحیح ہو جائیگا۔ اور اگر ان افعال سے مذی آجائے تو روزہ کی قضاء لازم ہے، البتہ اگر بلا ارادہ اور مسلسل نظر کیئے بغیر محض مذی خارج ہو جائے تو قضاء واجب نہیں ہے، اگر (ایسی حرکات سے) انزال ہو جائے اور رمضان کا روزہ ہو تو قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہونگے بشرطیکہ جن محرکاتِ جماع سے ارتکاب کیا گیا وہ (اسکے لیے) حرام ہوں مثلاً دیکھنے والے کو اپنے نفس پر اطمینان نہ ہو کہ (انزال یا جماع) سے محفوظ رہے گا۔ یا ایسا ہو جانے کا اندیشہ رہا ہو لیکن ان (محرکات) کا ارتکاب محض مکروہ تھا بائیں طور کہ اس سے نفس پر اطمینان تھا (کہ ایسا نہ ہوگا تاہم ایسا ہو گیا) تو قضاء واجب ہوگی، بشرطیکہ محرکات کے ارتکاب میں سہل انگاری سے کام نہ لیا گیا ہو جس کے باعث انزال ہو گیا تو اس صورت میں بھی قضاء اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

(۱۱) ہری مسواک کا استعمال کرنا جو کسی قدر منہ میں گھل جاتی ہو مکروہ ہے، اگر ایسی نہ ہوتو تمام دن جائز ہے بلکہ امر مستحب ہے۔

(۱۲) صبح ہونے تک ناپاکی کی حالت میں رہنا خلافِ اولیٰ ہے، بہتر یہی ہے کہ رات کے اندر نہالے (غسل) لیا جائے۔ (کتاب الفقہ المذاہب الاربعہ ج ا ص ۹۲۳)

(۱۳) فصد کرانا کسی مریض کے لیے اپنا خون دینا جو آج کل ڈاکٹروں میں رائج ہے یہ بھی اس میں داخل ہے۔ (یعنی مکروہ ہے)۔

(۱۴) غیبت یعنی کسی کو پیٹھ پیچھے اس کے برائی کرنا یہ ہر حال میں حرام ہے روزہ میں اسکا گناہ اور بڑھ جاتا ہے۔

(۱۵) روزہ میں لڑنا، جھگڑنا، گالی دینا خواہ انسان کو ہو یا کسی بے جان چیز کو یا جاندار کو، ان

Marfat.com

سے بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

(۱۶) روزہ میں ٹوتھ پیسٹ ٹوتھ پاؤڈر، یا منجن یا کوئلہ سے دانت صاف کرنا بھی مکروہ ہے۔

(جواہر الفقہ ج ا ص ۳۷۹)

(۱۷) فصد اور پچھے (خون نکلوانا) روزہ دار کے لیے مکروہ ہے، یہ بھی مکروہ جب ہے کہ کوئی مریض ہو۔

(۱۸) اور یہ اندیشہ ہو کہ شاید مرض کی زیادتی کے باعث روزہ توڑنا پڑے اگر زیادتی مرض سے محفوظ رہنے کا یقین ہو تو دونوں باتیں جائز ہیں۔

(۱۹) لعاب دہن کو منہ میں جمع کر کے اس کو نگل لینا اور ایسی چیز کا جو گھلنے والی نہ مکروہ ہے اور گھلنے والی چیز کا چبانا حرام ہے اگر چہ اسکا شیرازہ نگل نہ گیا ہو۔

(۲۰) بلاضرورت کھانے کو چکھنا مکروہ ہے اگر کھانے کو کسی خاص غرض سے چکھا گیا ہو تو مکروہ نہیں ہے، تاہم اگر بلاضرورت ایسا کرنے سے کچھ حلق تک پہنچ گیا تو روزہ جاتا رہا۔

(۲۱) خوراک کا ذرہ دانتوں میں پھنسا رہنے دینا، اور ایسی اشیاء کا سونگھنا جسکے حلق میں پہنچ جانے کی طرف سے اطمینان نہ ہو مکروہ ہے مثلاً مشک کافور کا سفوف اور عود وغیرہ کے بخارات، بخلاف ان اشیاء کا جن کی طرف سے اطمینان ہو کہ (انکا اثر) حلق تک نہیں پہنچے گا سونگھنا مکروہ نہیں ہے۔

(۲۲) بیوی کا پیار لینا (بوسہ) اور دوسری محرکاتِ جماع مثلاً چمٹنا، لپٹنا، اور ہاتھ پھیرنا اور بار بار دیکھنا جبکہ ان اشیاء سے شہوت کی تحریک ہو مکروہ ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ اگر پیار اور دوسری محرکات جماع (صحبت) سے اگر انزال ہو جانے کا اندیشہ یا گمان ہو تو ایسا کرنا حرام ہے۔ (کتاب الفقہ ج ا ص ۹۲۷)

Marfat.com

انیسواں باب

وہ چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا

۱) مسواک کرنا۔
۲) سر یا مونچھوں پر تیل لگانا۔
۳) آنکھوں میں دوا یا سرمہ ڈالنا۔
۴) خوشبو سونگھنا۔
۵) گرمی یا پیاس کی وجہ سے غسل کرنا۔
۶) کسی قسم کا انجکشن یا ٹیکہ لگوانا۔
۷) بھول کر کھانا پینا۔
۸) حلق میں بلا اختیار دھواں یا گرد و غبار یا مکھی وغیرہ چلا جانا۔
۹) کان میں پانی ڈالنا یا بلا مقصد چلا جانا۔
۱۰) خود بخود قے آجانا۔
۱۱) سوتے ہوئے احتلام (غسل کی حاجت) ہو جانا۔
۱۲) دانتوں سے خون نکلے مگر حلق میں نہ جائے تو روزہ میں خلل آیا نہیں۔
۱۳) اگر خواب یا صحبت سے غسل کی ضرورت ہوگی اور صبح صادق ہونے سے پہلے غسل نہیں کیا اور ایسی حالت میں روزہ کی نیت کرلی تو روزہ میں خلل نہیں آیا۔

(جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۷۹)

۱۴) کلی کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا خواہ یہ عمل وضو کے علاوہ میں ہو غسل کرنا۔
۱۵) بدن پر بھیگا ہوا کپڑا رکھ کر جسم کو ٹھنڈک پہنچانا۔
۱۶) پچھنے (آپریشن) لگوانا اگر روزہ دار کو کمزوری نہ ہو۔ (کتاب الفقہ ج ۱ ص ۹۲۴)

Marfat.com

بیسواں باب

مستحباتِ روزہ

(۱) سورج ڈوبتے ہی نماز سے پہلے روزہ کھولنے میں جلدی کرنا۔
(۲) کھجور یا چھوہارے سے افطار کرنا، اس کے بعد پانی کا درجہ ہے۔
(۳) اور جس چیز سے روزہ افطار کیا جائے وہ طاق عدد میں ہو مثلاً تین یا اس سے زیادہ (کوئی طاق) عدد ہو۔
(۴) افطار کے بعد دعائے ماثورہ کا پڑھنا مثلاً اللھم لك صمت وعلی رزقك افطرت۔
(۵) کچھ نہ کچھ سحری کے وقت کھایا جائے خواہ تھوڑا سا ہی ہو یا صرف پانی کا ایک گھونٹ ہو۔ کیونکہ آنحضرتؐ نے فرمایا سحری کھایا کرو بلاشبہ سحری میں برکت ہے۔ سحری کا وقت آخری نصف شب ہے اس میں جتنی بھی تاخیر کی جائے افضل ہے۔
(۶) لیکن اتنی دیر نہ کی جائے کہ صبح ہونے کا اندیشہ ہونے لگے۔
(۷) زبان کو بے ہودگی سے باز رکھا جائے۔ رہاں حرام افعال مثلاً غیبت اور چغلی کا کرنا تو اس سے بچنا بہرحال واجب ہے اور رمضان شریف میں تو خاص طور سے بچنے کی تاکید ہے۔
(۸) رشتہ داروں محتاجوں اور مسکینوں کو صدقات وخیرات سے نوازنا۔ اور حصولِ علم میں مشغول رہنا اور قرآن شریف کی تلاوت، درود شریف، ذکرِ الٰہی میں حتی الامکان دن رات لگے رہنا، اور اعتکاف کرنا۔ (کتاب الفقہ ج ا ص ۹۳۷)

Marfat.com

اکیسواں باب

فدیہ کے مسائل

شیخ فانی کی تعریف

عمر رسیدہ نحیف وناتواں بوڑھا یا بوڑھیا، ایسا بڑھاپا آ گیا ہو کہ اب طاقت آنے کی کوئی امید بھی نہیں، یا ایسا بیمار ہو گیا کہ اب صحت کے آثار نظر نہیں آتے شیخ فانی کا یہ مطلب ہے۔ جو زندگی کے آخری اسٹیج پر پہنچ چکا ہو ادائے گی فرض سے قطعاً مجبور، اور عاجز ہو، اور جسمانی قوت وطاقت روز بروز گھٹتی چلی جارہی ہو یہاں تک ضعف وناتوانی کے سبب یہ قطعاً امید نہ ہو کہ آئندہ بھی کبھی روزہ رکھ سکے، صرف شیخ فانی ہی کے لیے جائز ہے کہ اپنے روزوں کا فدیہ (مالی بدلہ) دے دے۔

ہاں اس شخص کیلئے بھی فدیہ دیدینا جائز ہے جس نے ہمیشہ روزہ رکھنے کی نذر مانی ہو اور اس سے عاجز ہو یعنی اسباب معیشت کے حصول یا کسی اور عذر کی وجہ سے اپنی نذر کو پوری نہ کرسکے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے، روزہ کے بدلہ فدیہ دیدیا کرے اور فدیہ کی مقدار ایک فطرہ کی برابر ہے یا صبح وشام ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو پیٹ بھر کر کھلائے (فدیہ یعنی روزوں کا مالی بدلہ) ان کے علاوہ تمام عذر کا مسئلہ یہ ہے کہ عذر زائل ہو جانے کے بعد روزوں کی قضاء ضروری ہے فدیہ دینا درست نہیں ہے یعنی فدیہ دینے سے روزہ معاف نہیں ہوگا۔

اگر کوئی معذور اپنے عذر کی حالت میں مرجائے تو اس پر ان روزوں کی فدیہ کی وصیت کرنا واجب نہیں ہے جو اس کے عذر کی وجہ سے فوت ہوئے ہیں اور نہ اس کے وارثوں پر یہ واجب ہوگا کہ وہ فدیہ ادا کریں خواہ عذر بیماری کا ہو یا سفر کا یا کوئی شرعی عذر ہو، ہاں اگر کوئی اس حال میں انتقال کرے کہ اس کا عذر زائل ہو چکا تھا اور وہ قضاء روزہ رکھ سکتا تھا مگر اس نے قضاء روزے نہیں رکھے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان دنوں کے روزوں کا فدیہ کی وصیت کرجائے جن میں مرض سے نجات پا کر صحتمند رہا تھا یا سفر پورا کر کے مقیم تھا۔ اور یا جو بھی عذر رہا ہو وہ زائل ہو چکا تھا۔

Marfat.com

اگر کوئی شخص شیخ فانی سفر کی حالت میں انتقال کر جائے تو اسکی طرف سے ان دنوں کے روزوں کا فدیہ دینا ضروری نہیں ہوگا جن میں وہ سفر میں رہا کیونکہ جس طرح اگر کوئی دوسرا شخص سفر کی حالت میں مرجائے تو اس کے ایام سفر کے روزے معاف ہوتے ہیں۔ اور اس کے لیے بھی ان دنوں کے روزہ معاف ہیں۔

فتاویٰ دار العلوم ج ٦ ص ٤٧٠ میں شیخ فانی کی یہ تعریف کی ہے کہ اس قدر بوڑھا ہو کہ اس میں بالکل قوت نہیں رہی اور قریب موت کے پہنچ گیا، عمر کی کوئی حد نہیں ہے قوت اور عدم قوت پر مدار ہے جب تک روزہ رکھ سکے اگرچہ بتکلف ہو روزہ رکھے۔ قضاء کے روزہ متواتر رکھنا ضروری نہیں ہے، متفرق رکھے، فدیہ دینا اس وقت تک کافی نہیں ہے جب تک بالکل طاقت روزہ نہ رکھنے کی رہے اور کسی طرح بھی روزہ نہ رکھ سکے۔

فدیہ کا قاعدہ کلیہ

اور اگر قسم کے کفارہ کے روزے تھے اور شیخ فانی ہونے کی وجہ سے روزہ سے عاجز ہو گیا تھا تو ان کے بدلہ کھانا کھلانا جائز نہیں، اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو روزے کے خود اصل ہو اور کسی دوسرے کا عوض ہو نہ ہو اس کے عوض میں جب روزہ رکھنے سے مایوس ہو تو کھانا دے سکتا ہے، اور جو روزہ کے دوسرے کا بدل ہو خواہ اصل نہ ہو اسکی عوض کھانا نہیں دے سکتا۔ اگرچہ آئندہ روزہ رکھنے سے مایوس ہو گیا ہو۔

مثلاً قسم کے کفارہ کے روزے کے بدلے میں کھانا دینا جائز نہیں۔ اس لیے کہ وہ خود دوسرے کے بدل ہیں۔ اور کفارہ ظہار اور کفارہ رمضان میں اپنی غربت کی وجہ سے غلام آزاد کرنے سے یا بوڑھاپے کی وجہ سے روزہ رکھنے سے عاجز ہو۔ تو اس کے عوض میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے اس لیے کہ یہ فدیہ روزہ کے عوض میں نص سے ثابت ہوا ہے۔

(عالمگیری اُردو پاکستانی ج ٢ ص ٢٤)

کیا فدیہ رمضان سے پہلے دینا جائز ہے؟

سوال رمضان کے روزوں کا فدیہ کی رقم اگر رمضان آنے سے قبل ایڈوانس میں دی جائے تو کیا یہ صحیح ہے یا نہیں؟ یعنی ابھی روزے نہیں آئے اور روزوں کا فدیہ پہلے ہی دیدیا۔

Marfat.com

جواب فدیہ روزوں کا بدل ہے اور رمضان کے آنے سے واجب ہوتا ہے، لہٰذا رمضان شروع ہونے سے قبل فدیہ دینا وجود السبب ہونے کی وجہ سے درست نہیں، البتہ رمضان شروع ہونے پر آئندہ ایام کا فدیہ بھی ایک دم دے سکتے ہیں۔ اس کے برخلاف صدقہ فطر کا وجوب افراد پر ہے جو رمضان سے قبل دینا صحیح ہے بلکہ کئی سالوں کا پیشگی بھی دے سکتے ہیں۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۳۶)

فدیہ کی مقدار

ہر روز کے بدلہ ایک مسکین کو صدقہ فطر کی برابر غلہ دے دے یا صبح وشام پیٹ بھر کر کھانا اس کو کھلا دے شریعت میں اسکو فدیہ کہتے ہیں۔

اگر غلہ کے بدلہ اس قدر غلہ کی قیمت دیدے جب بھی جائز ہے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۲۰ بحوالہ درمختار ج ۱ ص ۱۶۳)

مظاہر حق جدید جلد ۲ قسط ص ۲۱ میں قاعدہ کلیہ اس طرح لکھا ہے، ہر ان کے روزے کے بدلے فدیہ کی مقدار نصف صاع میں ایک کلو ۶۳۳ گرام گیہوں یا اسکی قیمت ہے، فدیہ اور کفارہ میں جس طرح تملیک جائز ہے اسی طرح اباحتِ طام بھی جائز ہے یعنی چاہے تو ہر دن کے بدلے مذکورہ بالا مقدار کسی محتاج کو دیدی جائے اور چاہے ہر دن دونوں وقت بھوکے کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دیا جائے دونوں صورتیں، جائز ہیں، صدقہ فطر کے برخلاف کے اس میں زکوٰۃ کی طرح تملیک ہی ضروری ہے اس بارہ میں یہ اصول سمجھ لیجئے کہ جو صدقہ لفظ ''اطعام یا طعام'' (کھلانے) کے ساتھ مشروع ہے اس میں تملیک اور اباحت دونوں جائز ہیں اور جو صدقہ لفظ ''ایتاء یا اداء'' (دینے) کے ساتھ شروع ہے اس میں تملیک شرط اور ضروری ہے اباحت قطعاً جائز نہیں ہے۔

گزشتہ سالوں کے فدیہ میں کس وقت کی قیمت کا اعتبار کیا جائے؟

سوال اگر بالغ ہونے کے بعد شروع عمر میں روزہ قضاء ہو گئے ہوں، اب ضعیفی کی وجہ سے قضاء رکھنے سے معذوری ہے تو کیا فدیہ میں گندم کی قیمت چالیس سال قبل کی لگائی جائے گی۔ کہ جب روزہ قضاء ہوئے تھے یا موجودہ نرخ کا اعتبار کیا جائے؟

جواب فدیہ میں اصل واجب خود گیہوں ہے، قیمت اسکے قائم مقام ہے اسلئے بہر صورت ادا

کے وقت کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۳۱)

کیا بیمار فدیہ دے سکتا ہے؟

سوال ایک شخص بیماری کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا اسکا فدیہ کیا ہے؟

جواب صحت کے بعد اسکی قضاء رکھنا فرض ہے البتہ اگر صحت کی کوئی امید نہیں رہی اور آخر دم تک روزہ رکھنے کی طاقت لوٹنے سے بالکل مایوسی ہے، چھوٹے اور ٹھنڈے دنوں میں بھی روزہ رکھنے کی طاقت نہیں، تو ایک روزہ کے عوض پونے دو کلو گیہوں کی قیمت کسی مسکین کو دیدے۔

(احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۳۲)

متعدد روزوں کا فدیہ ایک شخص کو دینا

سوال ایک روزہ کا فدیہ دو مسکینوں کو اسی طرح متعدد روزوں کے فدیے ایک مسکین کو دینا درست ہے یا نہیں؟

جواب ایک فدیے کے گیہوں تھوڑے تھوڑے متعدد مساکین کو دینا درست ہے اسی طرح اسکی قیمت بھی اور اسی طرح سے متعدد روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا بھی صحیح ہے کفارہ کی طرح نہیں بلکہ صدقہ فطر کی طرح ہے، لہٰذا متعدد روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا درست ہے اور اس میں پریشانی سے سہولت ہے حفاظت ہے ورنہ بڑی رقم میں بڑی دشواریوں کا سامنا ہوگا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۹۹)

فدیہ کے مصارف کیا ہیں؟

فدیہ واجبہ کے مصارف وہ ہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں اس میں محتاج و مفلس کو مالک بنانا ضروری ہے خواہ وہ غرباء و مساکین کسی بھی جگہ کے ہوں ان کی ملک ہونا ضروری ہے پس جن مصارف میں تملیک کسی کی نہیں ہوتی، ان مصارف میں رقم کا خرچ کرنا درست نہیں، جیسے تعمیر مسجد، مدرسہ و کنواں، کتب احادیث و فقہ وغیرہ اس میں صرف کرنا بلا کسی تملیک کے جائز نہیں ہے مگر اس حیلہ سے کہ کسی غیر مالک نصاب کی ملک کر کے اس کی طرف سے مذکورہ بالا مصرف میں خرچ کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

یتیم نابالغ مفلس کے مصارف میں صرف کرنے کے لیے اس کے ولی کو دیدینا درست ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۲۵۹ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۷۹ و ص ۸۵ باب المصرف)

فدیہ کی رقم سے کسی مفلس کا قرض ادا کرنا

سوال فدیہ کی رقم سے کسی مفلس قرض دار کا قرض جائز ادا کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ وہ قرض خود ادا کر دیا جائے یا اس روپے سے دیکر ادا کر دیا جائے؟

جواب اس رقم سے خود قرض ادا کر دینا کسی مفلس مقروض کا درست نہیں ہے البتہ اس مقروض مفلس کو دیدینا درست ہے کہ وہ اپنا قرض ادا کر لے۔

(فتاویٰ دارالعلوم، ج ۶ ص ۲۵۸ بحوالہ ردالمختار باب المصرف، ج ۲، ص ۸۵)

فدیہ کی رقم یتیم خانہ میں دینا

سوال فدیہ کی رقم کسی یتیم خانہ کے مصارف میں دیجاسکتی ہے یا نہیں اور کسی یتیم نابالغ کے ولی کو اس نابالغ کے مصرف کے لئے دیدینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب یتیم نابالغ مفلس کے مصارف میں صرف کرنے کے لئے اس کے ولی کو دیدینا درست ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶، ص ۲۵۸، بحوالہ ردالمختار، ج ۲، ص ۸۵ باب المصرف)

فدیہ کی رقم سے کپڑا خرید کر تقسیم کرنا

سوال فدیہ میں غربا اشخاص کو کپڑا دے سکتے ہیں یا نہیں؟ موجودہ وقت میں ایک نماز یا روزہ کا فدیہ نقد کی صورت میں ایک روپیہ ہوتا ہے اگر بیس روپے کا کمبل خرید کر ایک شخص کو دیدیا جائے تو ایک روزہ کا فدیہ ہوگا بائیس کا یا بیس کا ہوگا۔

جواب فدیہ میں گیہوں کی قیمت کے برابر کپڑا وغیرہ دینا بھی جائز ہے اور متعدد روزوں کے فدیہ کی رقم ایک فقیر کو دینا بھی جائز ہے اس لیے بیس روپے کا کمبل دینے سے بیس روزوں کا فدیہ ادا ہو گیا۔ غلہ کی قیمت یا اتنی قیمت کا سامان دینا بھی جائز ہے نابالغ کا باپ اگر مسکین ہو تو اس کو صدقہ دینا جائز ہے البتہ نابالغ کو کھانا کھلانا کافی نہیں ہے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ۴ ص ۴۳۹)

Marfat.com

بائیسواں باب

افطار کے مسائل

رزقِ حلال کی اہمیت

افطار کے وقت اُکل حلال کی پابندی کی جائے اور حرام کے شبہ سے بھی گریز کیا جائے، کیونکہ اس صورت میں روزہ کے کوئی معنی نہیں کہ تمام دن حلال کھانے سے رکا ہے اور جب افطار کرنے بیٹھا تو حرام رزق سے روزہ، افطار کیا۔

یہ روزہ دار اس شخص کی مانند ہے جو ایک محل تعمیر کرائے اور ایک شہر منہدم (تڑوائے) کرائے اس لیے کہ حلال کھانے کی کثرت مضر ہوتی ہے، اور روزہ کثرت کا زور ختم کرتا ہے۔

جو شخص بہت سی دوائیں کھانے کے ڈر سے زہر کھائے تو یقیناً وہ شخص بے وقوف کہلانے کا مستحق ہے حرام بھی ایک زہر ہے جس طرح زہر جسم کے لیے مہلک ہے اسی طرح رزق حرام بھی دین کے لیے مہلک ہے اور حلال کھانے کی مثال ایک دوا کی سی ہے جسکی کم مقدار مفید ہے اور زیادہ مضر ہے۔

"روزہ کا مقصد یہ ہے کہ حلال کھانا بھی کم کھایا جائے تاکہ مفید ہو، ایک روایت نسائی حضرت ابنِ مسعودؓ سے آپؐ کے الفاظ منقول ہیں "بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ جنکے روزہ کا حاصل بھوک اور پیاس کے علاوہ کچھ بھی نہیں"۔

اس حدیث کی مختلف تفسیر منقول ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو حرام کھانے سے افطار کرے، بعض لوگوں کے نزدیک اس سے مراد وہ شخص ہے جو حلال رزق سے رکا رہے اور لوگوں کے گوشت یعنی غیبت سے روزہ افطار کرے بعض لوگوں کی رائے ہے وہ شخص مراد ہے جو اپنے اعضاء کو گناہوں سے نہ بچائے۔

افطار کے وقت حلال رزق بھی اتنا نہ کھایا جائے کہ پیٹ پھول جائے، اللہ کے نزدیک کوئی ظروف اتنا برا نہیں ہے جتنا برا وہ پیٹ ہے جو حلال رزق سے بھر دیا گیا ہو۔

Marfat.com

روزہ کا اصل مفہوم (مقصد) ہے کہ پیٹ خالی رہے اور نفس کی خواہشات ختم ہو جائیں۔ اور روزہ سے یہ بھی مقصد ہوتا ہے کہ روزہ دار کے نفس میں تقویٰ پیدا ہو، اور زیادہ کھانے کی صورت میں یہ مقصد ختم ہو جاتا ہے، اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ جب غذا میں کمی کی جائے اور کمی کی معیاد یہ ہے کہ افطار میں اتنا کھایا جائے کہ جتنا کہ عام راتوں میں کھایا جاتا ہے یہ نہیں کہ صبح سے شام تک کے اوقات کا کوٹہ جمع کرلیا جائے اگر ایسا کیا جائے تو ایسے روزہ سے یقیناً اصل مقصد حاصل نہیں ہوگا۔ (احیاء العلوم ج ا قسط۴ ص ۵۹۶)

پانچوں چیز افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ شکم سیر ہو جائے۔ اس لیے کہ روزہ کی غرض اس سے فوت ہو جاتی ہے، مقصود روزہ سے قوت شہوانیہ اور بہیمیہ کا کم کرنا ہے۔ اور قوتِ نورانیہ اور ملکیہ کا بڑھانا ہے گیارہ مہینے تک بہت کچھ کھایا پیا ہے، اگر ایک مہینہ اس میں سے کچھ کمی ہو جائے گی تو کیا جان نکل جاتی ہے؟ مگر ہم لوگوں کا حال ہے کہ افطار کے وقت تلافی مافات میں اور سحر کے وقت حفظ ماتقدم میں اتنی زیادہ کھالیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے اور بغیر روزہ کی حالت کے اتنی مقدار کھانے کی نوبت ہی نہیں آتی، رمضان المبارک بھی ہم لوگوں کے لیے خوید کا کام کرتا ہے۔ (فضائل رمضان ص ۲۹)

روزہ افطار کرانے کا ثواب

مشکوٰۃ شریف ج ا ص ۱۷۳ افطار کرانے کے بارے میں احادیث آئی ہیں جنکا مفہوم یہ ہے کہ ''اگر کوئی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے تو اس کے صغیرہ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور جہنم کی آگ سے نجات ملتی ہے اور اس کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے کہ جتنا روزہ دار کا روزہ رکھنے کا'' اس پر مزید لطف، اور خدا تعالیٰ کا احسان کے روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی بلکہ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنی طرف سے روزہ افطار کرانے والے کو روزہ دار کی برابر ثواب رحمت فرمائیں گے۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ اگر کسی میں روزہ کھلوانے کی گنجائش نہ ہو تو وہ کیسے اس ثواب کو حاصل کرے گا کیونکہ ہم میں سے ہر یک اس لائق نہیں ہے کہ کسی کو افطار کرائے ''آپ نے فرمایا'' یہ ثواب تو اللہ تعالیٰ ایک گھونٹ لسّی پلانے یا ایک کھجور کھلانے یا ایک گھونٹ پانی پلانے پر بھی دیدیتے ہیں۔ اور جس نے پیٹ بھر کھانا کھلا دیا اس کو اللہ تعالیٰ میری حوضِ (کوثر)

سے ایسا پانی پلائیں گے جسکی ادنیٰ تاثیر یہ ہوگی کہ جنت میں داخل ہونے تک پھر کبھی اس کو پیاس نہ لگے گی۔

بعض جاہل کسی کے یہاں روزہ افطار نہیں کرتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ روزہ کا ثواب جاتا رہے گا اور اگر کسی کے یہاں دعوت قبول کر لیتے ہیں تو افطار کرنے کے لیے اپنے گھر سے کوئی چیز لیجاتے ہیں یہ بہت بڑی جہالت اور کم علمی کی بات ہے۔

فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۹۳ میں اسی ہی کے بارے میں فتویٰ یہ ہے:

سوال بعض حضرات کا یہ خیال ہوتا ہے کہ غیر کی افطاری سے روزہ نہ کھولا جائے کیونکہ روزہ کا ثواب اسکو پہنچ جائے گا کیا یہ صحیح ہے؟

جواب یہ عقیدہ فاسد ہے کہ دوسرے کی افطاری سے روزہ نہ کھولا جائے کہ روزہ کا ثواب افطار کرانے والے کو پہنچ جائے گا، حدیث نبویؐ کا مفہوم ہے کہ جو شخص کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اور افطار کرانیوالے کو روزہ دار کی برابر ثواب ملتا ہے روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آتی ہے۔ (مشکوٰۃ ج ۱ ص ۱۷۴) (مرتب: محمد رفعت قاسمی)

افطار کے لیے گھنٹہ وغیرہ کا استعمال

سحری کا یا افطاری کا اگر وقت معلوم نہ ہوتا ہو اور روزوں کے فساد کا اندیشہ ہو تو، نقارہ بجانا یا گھنٹہ بجانا یا گولہ وغیرہ کا استعمال درست ہے لیکن مسجد یا اس کی چھت پر نہیں ہونا چاہئے بلکہ مسجد سے ہٹ کر کسی دوسرے مکان یا بلند مقام پر ہونا چاہئے کیونکہ یہ چیزیں احترام مسجد کے خلاف ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ ص ۲۹۲)

جلدی افطار کرنے کا حکم

حضور اکرمؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنی چاہئے'' اور افطار میں جلدی کرنے والے بندہ خدا کو بہت پیارے ہیں'' ایک حدیث میں ہے کہ ''جب تک مسلمان روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے دین کا غلبہ رہے گا''۔

اور افطار میں جلدی کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ آفتاب غروب ہونے سے پہلے ہی روزہ کھول لیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب سورج کا غروب ہونا متحقق ویقینی ہو جائے تو پھر افطار میں

Marfat.com

محض شبہ اور وہم کی بناء پر افطار میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں زیادہ محبوب بندہ وہ ہے جو افطار میں جلدی کرے''۔

افطار جلدی کرنے کو غلط نہ سمجھا جائے اس لیے آپؐ نے عام فہم قائدہ یہ بتایا کہ ''جب رات آجائے اور دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو افطار کا وقت ہو گیا''۔ (ترمذی شریف)

یہ تین کلمات تاکید اور توضیح کیلئے ارشاد فرمائے گئے ہیں تاکہ کوئی یہ گمان نہ کرے کہ سورج کا صرف کناہ غروب ہونے سے یا اس کے بغیر رات کی سی تاریکی (جیسا کہ ابر کے دن) ہو جانے سے افطار درست ہو جائے گا۔ (مشکوٰۃ شریف ج ۱ ص ۱۷۴ و بحوالہ معارف مدینہ جلد ۱۰)

افطار میں گھڑی اور جنتری کا استعمال

سوال: نماز مغرب و افطار کا حکم ایسے وقت دینا جبکہ چند اشخاص کو غروب آفتاب میں کلام ہو کیسا ہے؟ اور ان دونوں کا صحیح وقت کیا ہے؟

جواب: یہ امر تجربہ اور مشاہدہ پر موقوف ہے، اور اس کے جاننے والے ہر وقت میں موجود رہتے ہیں، اور صحیح گھڑی سے اور جنتری طلوع و غروب سے بھی اس میں مدد ملتی ہے، پس جو جنتری طلوع اور غروب کی صحیح ہو، اور اس کا تجربہ ہو چکا ہو صحیح گھڑی سے اس کے مطابق افطار اور مغرب کی نماز کا حکم کیا جائے گا، اور اکثر زمانوں میں مشاہدہ اور علامات سے بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

(فتاوٰی دار العلوم ج ۶ ص ۴۹۸)

فتاوٰی رحیمیہ ج ۳ ص ۱۰۸ میں اس طرح درج ہے، مغرب کی اذان و نماز اور افطار کا مدار غروب آفتاب پر ہے نہ کہ گھڑی یا جنتری پر، گھڑی اور جنتری غروب کے تابع ہیں یہ غلط بھی ہو سکتی ہیں ان سے ایک حد تک امداد لی جا سکتی ہے ان پر مدار نہیں رکھا جا سکتا ہے، لہٰذا اگر آپ دیکھ لیں کہ آفتاب چھپ گیا یا دوسرے کے خبر دینے اور قرائن سے یقین ہو جائے کہ سورج غروب ہو گیا تو ضرور افطار کر لیجئے اور جیسے ہی یقین ہو جائے کہ فوراً افطار کر لیجئے اب احتیاط وغیرہ کے تصور (چکر) میں تاخیر کرنا درست نہیں ہے، اور جب تک آپ خود اپنے مشاہدہ یا قبل یقین خبر یا اعلان کی بناء پر یقین حاصل نہ ہو بلکہ تردد ہو تو صرف جنتری یا گھڑی پر اعتماد کر کے نماز پڑھنا اور افطار کرنا درست نہیں ہے، لیکن اگر مطلع صاف نہ ہو جسکی وجہ سے آفتاب کو ڈوبتا ہوا نہ دیکھ سکیں، تو

Marfat.com

پھر چند منٹ کی تاخیر کی جاسکتی ہے"۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۰۸)

مسجد میں افطار و سحر کرنا

سوال مسجد میں روزہ افطار کرنا، ایسے ہی سحری کھانا کیسا ہے؟ اگر مکان پر افطار کیا جائے تو نماز فوت ہو جاتی ہے، لہٰذا کیا کرے؟

جواب بہتر یہ ہے کہ ایسی صورت میں اعتکاف کی نیت کرے، مسجد میں افطار کرنا یا سحری کھانا درست ہے لیکن جہاں تک ممکن ہو مسجد کو ملوث (خراب) نہ کیا جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۱ ص ۵۰۸)

غروب سے قبل اذان پر افطار

سوال مؤذن نے اذان تقریباً سات منٹ پہلے دیدی، میں نے اس اذان پر روزہ افطار کر لیا، کیا میرا روزہ ہو گیا یا نہیں؟

جواب روزہ نہیں ہوا، اگر آپ کو اسی اذان کے صحیح وقت پر ہونے کا ظن غالب تھا، تو صرف قضاء واجب ہے کفارہ نہیں۔ اور اگر شبہ تھا تو کفارہ بھی واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۴۶)

زکوٰۃ کے پیسے سے مسجد میں افطار کرانا؟

سوال کیا زکوٰۃ کے پیسے کو مسجد میں سحری یا افطاری یا شبینہ میں خرچ کر سکتے ہیں؟

جواب رمضان کی افطاری کا یا شبینہ میں زکوٰۃ کا دینا اس طرح جائز ہے کہ افطار کھانے والے یا شبینہ کا کھانے والے مسکین ہوں اور تملیکاً (مالک بنا دیا جائے) ان کو افطار یا کھانا تقسیم کر دیا جائے، اگر غنی مالدار ہوں گے تو جائز نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۲۵۸ بحوالہ فتاویٰ ہندیہ ص ۲۰۱)

افطار کا صحیح وقت

آفتاب کے غروب ہونے کا یقین ہو جانے کے بعد افطار میں دیر کرنا مکروہ ہے۔ ہاں اگر بادل وغیرہ کی وجہ سے شبہ ہو تو دو چار منٹ انتظار کر لینا بہتر ہے، اور تین منٹ کی احتیاط بہر حال کرنا چاہئے، کھجور اور خرما سے افطار کرنا افضل ہے اور اگر کسی دوسری چیز سے افطار کریں تو اس میں بھی کوئی کراہت نہیں۔ (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۸۱)

Marfat.com

افطاری کیا ہونی چاہئے

کھجور اور چھوہارے سے افطار کرنا افضل ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۶ ص۴۹۴ بحوالہ مشکوٰۃ شریف کتاب الصوم ص۱۷۵ ج۱)

تازہ کھجور سے افطار مستحب ہے وہ نہ تو خشک کھجور سے اور اگر وہ بھی نہ ہو تو پانی سے۔

(احسن الفتاویٰ ج۴ ص۴۳۶)

آنحضرتؐ کی افطاری

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ مغرب کی نماز سے پہلے چند تازہ کھجوروں سے افطار فرماتے تھے اور اگر تازہ کھجور نہ ہوتی تھیں تو خشک کھجوروں سے افطار فرماتے تھے اور اگر خشک کھجوریں بھی نہ ہوتیں تو چند (یعنی تین) چلّو پانی پی لیتے"۔ ترمذی کی ایک اور حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ آپؐ تین کھجوروں سے یا کسی ایسی چیز سے جو آگ کی پکی ہوئی نہ ہوتی تھی روزہ کھولنا پسند فرماتے تھے۔

تشریح کھجور یا پانی سے افطار کرنے میں بظاہر حکمت یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب معدہ خالی ہوتا ہے اور کھانے کی خواہش پوری طرح ہوتی ہے اس صورت میں جو چیز کھائی جاتی ہے اسکو معدہ اچھی طرح قبول وہضم کرتا ہے، لہٰذا ایسی حالت میں جب شیرنی معدہ میں پہنچتی ہے تو بدن کو بہت زیادہ فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ شیرنی (مٹھاس) کی یہ خاصیت ہوتی ہے کہ اسکی وجہ سے قوائے جسمانی میں قوت جلد سرایت کرتی ہے خصوصاً قوتِ باصرہ (نگاہ) کو شیرنی سے بہت فائدہ پہنچتا ہے، اور چونکہ عرب میں شیرنی اکثر کھجور ہی ہوتی تھی اور اہل عرب کے مزاج اس سے بہت زیادہ مانوس تھے، اس لیے کھجور سے افطار کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے اور کھجور نہ پانے کی صورت میں پانی سے افطار کرنے کیلئے فرمایا گیا ہے کیونکہ یہ ظاہری اور باطنی طہارت وپاکیزگی کیلئے فالِ نیک ہے۔

ابن مالکؒ فرماتے ہیں کہ بہتر یہ ہے کہ اسکی علت شارع علیہ السلام کے حوالہ کردی جائے۔

(مظاہر حق ج۲ ص۹۵)

افطاری کی وجہ سے جماعت میں تاخیر

سوال افطار کے وقت لوگوں کی افطاری لائی ہوئی کھا کر مغرب کی نماز ادا کرتے ہیں ایک

Marfat.com

شخص اس پر معترض ہے کہ نماز کے بعد کھاؤ، اوراذان ہوتے ہی صرف چھوہارے سے روزہ افطار کر کے فوراً نماز کو کھڑے ہو جاؤ، اور وہ شخص ناراض ہو کر مغرب کی نماز الگ پڑھتا ہے، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب افطاری کی وجہ سے مغرب کی نماز میں کچھ دیر کرنا جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے اطمینان سے روزہ افطار کر کے اور پانی پی کر اور کچھ کھا کر جو موجود ہو نماز پڑھنی چاہئے۔

پس جو شخص ایسی معمولی تاخیر کی وجہ سے ناراض ہوا اور علیحدہ نماز پڑھنے لگا اس نے خطا کی اس کو چاہئے جماعت میں شریک ہو کر اور اس تاخیر کو جو روزہ افطار کرنے کی وجہ سے ہے خلاف شرع نہ سمجھے یہ عین شریعت کا حکم ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۴۵۲ بحوالہ عالمگیری ج ا ص ۴۹)

جب وقت میں گنجائش ہے اور ایک ضروری امر کی وجہ سے ذرا دیر کی جاتی ہے تو اس میں قطعاً کوئی مضائقہ نہیں، مشکوٰۃ شریف کی حدیث باب تعجیل الصلوٰۃ ج ا ص ۶۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ستارے زیادہ تعداد میں آسمان پر نکل کر پھیل جائیں، تاخیر میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(مرتب: محمد رفعت قاسمی)

مشترکہ افطاری کا ثواب کس کو ملے گا؟

سوال چار اشخاص افطاری کیلئے چار روٹی لائے اور ایک جگہ رکھدی، پانچ سات افراد تھے اوپر کی روٹی سے روزہ افطار کرلیا باقی تینوں کو بھی افطاری کا ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب ان تینوں کو بھی ثواب ملے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۹۵)

غیر مسلم کی چیز سے افطار کرنا

سوال ایک ہندو مشرک ہر ماہ رمضان میں دودھ اور کھانڈ اور برف خرید کر مسلمانوں کے حوالہ کر دیتا ہے اس سے روزہ افطار کرنے میں کچھ حرج تو نہیں؟

جواب اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۹۴)

کفایت المفتی ج ۴ ص ۲۳۴ پر یہ درج ہے:

غیر مسلم کی بھیجی ہوئی اشیاء قبول کرنا اور ان چیزوں کو افطار کے وقت استعمال کرنا ناجائز ہے۔

Marfat.com

طوائف کی افطاری سے افطار کرنا

سوال: طوائف کی بھیجی ہوئی افطاری سے روزہ افطار کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: خلافِ تقویٰ ہے (گو از راہِ فتویٰ یہ صورت عدم علم حرمت درست ہے) یعنی حرام مال کا علم نہ ہونے کی صورت میں درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۹۴)

غیر مسلم کے پانی سے روزہ کھولنا

سوال: ایک روزہ دار نے ہندو سے پانی لے کر روزہ افطار کیا، ایک شخص کہتا ہے کہ روزہ جاتا رہا، وہ پانی حرام ہے ہندو کافر ہیں، صحیح کیا ہے؟

جواب: اس روزہ دار کا ہندو مذکور سے پانی لے کر وقت پر روزہ افطار کرنا جائز اور حلال ہے، جھگڑا کرنے والے کا جھگڑنا غلط ہے، اس کو جھگڑا نہ کرنا چاہئے یہ اسکی ناواقفیت اور بے علمی کی بات ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۵۶)

نمک کی کنکری سے افطار کرنا

چھوہارے سے روزہ کھولنا بہتر ہے اور کوئی میٹھی چیز اس سے افطار کرلے اگر وہ بھی نہ ہو تو پانی سے افطار کرلے بعض حضرات نمک کی کنکری سے افطار کرتے ہیں، اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں یہ غلط عقیدہ ہے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۱۵ بحوالہ ترمذی)

دوا سے روزہ افطار کرنا

سوال: جو شخص مریض ہو وہ دوا سے رمضان شریف میں روزہ افطار کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: وہ شخص دوا سے روزہ افطار کرے اس میں کچھ حرج نہیں"۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۹۵)

حقہ سے افطار کرنا

سوال: جس شخص نے روزہ رکھا افطار کیا حقہ سے، اور بے ہوش ہوگیا اس کا روزہ جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

جواب اسکا روزہ ہو گیا'' حاشیہ میں یہ ہے'' اس لیے کہ روزہ صبح صادق سے غروب آفتاب تک روزہ کی نیت کے ساتھ کھانا پینا اور جماع کے چھوڑ دینے کا نام ہے اور اس پر اس نے عمل کیا۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۴۹۸ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۱۰)

افطار کے وقت قبولیت کا حکم

روزہ دار کو ہر افطار کے وقت ایک ایسی دعاء کی اجازت ہوتی ہے، جس کے قبول کرنے کا خاص وعدہ ہے''۔ (الحدیث حاکم: بہشتی زیور ج ۳ ص ۱۷)

افطار کی دعاء

حدیث میں ہے جب تم میں سے کسی کے سامنے کھانا قریب کیا جائے اس حال میں کہ وہ روزہ دار ہو (یعنی روزہ افطار کرنے کے لیے کوئی چیز اس کے پاس رکھی جائے تو چاہئے کہ یعنی افطار سے پہلے یہ دعاء پڑھے: بسم اللہ والحمدللہ اللّٰھم لک صمت وعلی رزقک افطرت وعلیک توکلت سبحانک وبحمدک تقبل منی انک انت السمیع العلیم۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۲۷ بحوالہ دارقطنی)

مؤذن پہلے افطار کرے یا اذان دے؟

سوال رمضان میں افطار کے بعد کتنی دیر سے اذان دی جائے؟

جواب غروب آفتاب کے بعد افطار کر کے اذان پڑھے، افطار کی وجہ سے جماعت میں پانچ سات منٹ تاخیر کی گنجائش ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۳۸)

افطار اور مغرب کی نماز کا وقت

سوال مغرب کی نماز کا وقت اور افطار کا وقت سورج غروب پر ہی ہو جاتا ہے یا کچھ دیر بعد میں، جبکہ پہاڑ چھ سات کوس مغرب کی جانب فاصلہ پر واقع ہو اور آفتاب پہاڑ کے پیچھے ہو جائے تو افطار و مغرب کی نماز کا وقت ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب افطار اور مغرب کی نماز کا وقت سورج غروب ہوتے ہی ہو جاتا ہے کچھ دیر کی ضرورت نہیں اگرچہ جانب مغرب پہاڑ واقع ہو، کیونکہ غروب کے یہ معنی نہیں کہ دنیا میں کہیں بھی سورج

Marfat.com

نظر نہ آئے ایسا تو ممکن نہیں کہیں غروب ہوتا ہے اور کہیں طلوع۔

بلکہ غروب کے معنیٰ یہ ہیں کہ ہمارے افق سے غروب ہو جائے اور مشرق میں تاریکی نمودار ہو جائے، ہاں اگر کوئی شخص پہاڑ پر کھڑا ہوا آفتاب دیکھ رہا ہے اسکو افطار حلال نہیں کیونکہ اس کے افق سے آفتاب غائب نہیں ہوا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۷۰ بحوالہ شامی ج ۲ ص ۸۰)

مظاہر حق جدید ج ۲ قسط ۴ میں ہے ''شہروں میں آفتاب غروب ہونے کی علامت یہ ہے کہ مشرق کی جانب سیاہی بلند ہو جائے یعنی جہاں سے صبح صادق شروع ہوتی ہے وہاں تک پہنچ جائے، آسمان کے بیچوں بیچ سیاہی کا پہنچنا شرط نہیں ہے۔

افطار کیوجہ سے جماعت میں تاخیر

سوال: ماہ رمضان میں افطار کے وقت مغرب کی نماز کس قدر تاخیر سے کر سکتے ہیں؟

جواب: افطار کے لیے جماعت مغرب میں پانچ سات منٹ کی تاخیر کی گنجائش ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۲ ص ۳۷ بحوالہ کبیری ص ۲۳۳)

Marfat.com

تیئسواں باب

صدقہ فطر کے مسائل

عید کا دن بہت مبارک اور خدا کی مہمانی کا دن ہے۔ آج کے دن ہم سب خدا کے مہمان ہیں، اسی وجہ سے آج کا روزہ حرام ہو گیا۔ کیونکہ جب خدا نے ہمیں مہمان بنا کر کھانے پینے کا حکم دیا ہے تو ہم کو اس سے منہ موڑنا ہرگز نہ چاہیئے آج کے دن روزہ رکھنا گویا خدا کی مہمانی کو رد کرنا ہے۔ یہ ہم مسلمانوں کا بہت بڑا تیوہار ہے، ہمارے تیوہار میں کھیل تماشہ اور ناچ گانا وغیرہ نہیں ہوتا۔ کسی کو تکلیف دینا، ستانا نہیں ہوتا، بلکہ جس کو خدا نے دیا ہے وہ دوسرے ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتا ہے، مالدار جب اپنے پھول سے بچوں کو اُجلے اُجلے کپڑوں میں خوشی خوشی اُچھلتا کودتا دیکھتا ہے تو غریب کے مرجھائے ہوئے چہرے اور اس کے بچوں کی حسرت بھری نظریں اس سے دیکھی نہیں جاتیں۔ مسلمان دولتمند اپنے گھر کے اس قسم کے خوشبودار اور لذیذ کھانوں کو اس وقت تک ہاتھ نہیں لگاتا جب تک کہ مفلس پڑوسی کے گھر میں سے دھواں اُٹھتا نہ دیکھ لے۔ بھلا میری کیا عید اگر میرا پڑوسی آج کے دن بھی بھوکا رہا بھلا میری جگمگ بیوی مجھے کیسے بھا سکتی ہے جبکہ برابر میں ایک نادار کی بیوی کے کپڑوں میں تین تین پیوند ہیں۔ اگر خدا نخواستہ ہم اتنے غیرت مند نہیں ہیں۔ اور مسلمان غیرتمند کیوں نہ ہو؟ تو ہمارا غیور خدا تو اس کو برداشت نہیں کر سکتا کہ میرا ایک محتاج بندہ اپنے میلے کپڑوں کی وجہ سے عید کی نماز تک میں شریک ہونے سے شرما رہا ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے جب اپنے ساتھ کھیلنے والے بچوں کے پاس جھل مِل کرتے ہوئے شاندار کپڑے اور کھنا کھن بجتے ہوئے پیسے دیکھ کر اپنی ماں سے منہ بسور کر اماں ہم بھی ایسا ہی لیں گے، کہتے ہیں، پھر ان کی ماں بچوں کو کلیجے سے لگاتے ہوئے آنسوں پونچھتے ہوئے کہتی ہے کہ "بیٹا ہاں تم کو بھی دلائیں گے۔ اور یہ کہتے ہوئے مارے غم کے بے اختیار اسکی چیخ نکل پڑتی ہے اور اس کے دکھی دل پر فکر وغم کے بادل چھا جاتے ہیں تو یہ منظر خدائے رحیم وکریم سے دیکھا نہیں جاتا۔ اور کون غیر تمند دیکھ سکتا ہے؟ اس لیے خدا نے اپنے خوش حال بندوں پر یہ لازم کر دیا ہے کہ جب تک وہ میرے غریب بندوں اور بندیوں کے آنسوں نہ

پونچھ دیں، جب ان کا تن نہ ڈھانپ دیں، جب تک ان کا چولہا گرم نہ کر دیں، جب تک ان کے نونہالوں کو مسکراتا نہ دیکھ لیں خود عید نہ منائیں، جب تک ان کے دل کی کلی نہ کھل جائے میرے سامنے نہ آئیں جب تک اسکی بیوی کی سکھ سے عید منانے کا انتظام نہ ہو جائے۔ اپنی بیوی کی پازیب کو بیڑی اور ہار کو طوق سمجھیں۔ آپس کی اس ہمدردی کے کم سے کم اور ضروری حصے کا نام "صدقہ الفطر" ہے صدقہ فطر مسلمانوں کی آپس کی ہمدردی کا وہ کم سے کم اور گرے سے گرا حصہ ہے کہ اگر اتنا بھی نہ ہو تو مالداروں پر خدائی قہر اترتا ہے ان کی کمائیوں کی برکتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ خدائے قہار ان کے پیچھے ایسی الجھنیں لگا دیتا ہے کہ صدقہ فطر سے کہیں زیادہ پیسہ برباد ہو جاتا ہے اور کسی غریب کے ایک دن کے رونے کی پروا نہ کرنے کی سزا میں خدائے غیور اس بے غیرت دولت مند کو کبھی کبھی برسوں گھنٹوں میں سر دے کر رلاتا ہے اور جب یہ بندے خوشیوں اور مسرتوں میں دوسروں کو اپنا شریک نہیں بناتے تو خدائے دانا و بینا غموں تکلیفوں، آنسوں اور ہچکیوں میں دونوں کو شریک کر کے اپنے تمام بندوں کو یکساں کر دیتا ہے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۷۵)

صدقۂ فطر کے شرائط

صدقۂ فطر واجب ہے فرض نہیں اور صدقۂ فطر کے واجب ہونیکے لیے صرف تین چیزیں شرط ہیں (۱) آزاد ہونا (۲) مسلمان ہونا (۳) کسی ایسے مال کے نصاب کا مالک ہونا جو اصلی ضرورتوں سے فارغ ہو، اور قرض سے بالکل یا بہ قدر ایک نصاب کے محفوظ ہو۔ اس مال پر سال کا گزر جانا شرط نہیں نہ مال کا تجارتی ہونا شرط ہے نہ صاحب مال کا بالغ ہونا اور عاقل ہونا شرط ہے یہاں تک نابالغ بچوں اور مجنونوں پر صدقۂ فطر واجب ہے ان کے اولیاء کو ان کی طرف سے ادا کرنا چاہئے اور اگر ولی نہ ادا کرے اور وہ اس وقت خود مالدار ہوں تو بالغ ہو جانے کے بعد یا جنون زائل ہو جانے کے بعد خود ان کو عدم بلوغ یا جنون کے زمانے کا صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے۔

صدقۂ فطر کا حکم نبی کریمؐ نے اسی سال دیا تھا جس سال رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تھے۔

صدقۂ فطر کی مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ دن خوشی کا ہے اور اس دن اسلام کی شان وشوکت کثرتِ جمعیت کے ساتھ دکھائی جاتی ہے اور صدقہ دینے سے یہ مقصد خوب کامل ہو جاتا ہے علاوہ اس کے اس میں روزہ کی تکمیل ہے، صدقہ فطر کے دینے سے روزہ مقبول ہو جاتا ہے،

Marfat.com

اوراس صدقہ میں حق تعالیٰ کا عظیم الشان احسان کہ اس نے ماہِ مبارک سے مشرف کیا اوراس میں روزہ رکھنے کی ہم کو توفیق دی۔اور کچھ ادائے شکر بھی ہے۔ (علم الفقہ ج۴ص۵۰،ص۵۱)

صدقۂ فطرادا کرنا اس شخص کے ذمہ واجب ہے جو صاحبِ نصاب مالدار ہو یعنی ۵۲ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج٦ص۳۲٦ در مختار ج۳ص۹۹)

ضرورتِ اصلیہ کیا ہے

کسی کے پاس بڑا بھاری گھر ہے اگر بیچا جائے تو ہزار پانچ سو کا بکے اور پہننے کے قیمتی قیمتی کپڑے ہیں مگران میں سچا (چاندی سونے کا) گوٹا نہیں ہے، اورخدمت کے لیے دوچار خدمت گار ہیں گھر میں ہزار پانچ سو کا ضروری اسباب بھی ہے مگر زیورنہیں، اوروہ سب کام میں آیا کرتا ہے یا کچھ سامان ضرورت سے زائد بھی موجود ہے اور کچھ سچا گوٹا اور زیور وغیرہ بھی ہے لیکن وہ اتنا نہیں جتنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ایسے پر صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص۳۴ بحوالہ نورالایضاح ج۱ص۱٦۱)

نیز کسی کے پاس ضروری سامان سے زائد اسباب ہے لیکن وہ قرض دار بھی ہے تو قرض کا اندازہ (تخمینہ) لگا کر دیکھو کیا بچتا ہے اگر اتنی قیمت کا سامان بچ جائے جتنے پر زکوٰۃ واجب ہو جائے تو صدقہ واجب ہے اور اگر اس سے کم بچے تو واجب نہیں۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص۳۴ بحوالہ ہدایہ ج۱ص۱۸۹)

خالی مکان ضرورتِ اصلیہ میں داخل ہے یا نہیں؟

کسی کے دو گھر ہیں ایک میں خود رہتا ہے اور ایک خالی پڑا ہے یا کرایہ پر دے رکھا ہے تو دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے اگر اسکی قیمت اتنی ہو جتنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے اور ایسے کو تو زکوٰۃ کا پیسہ دینا بھی جائز نہیں ہے البتہ اگر مالک مکان کا اسی پر گزراوقات ہے (یعنی کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے) تو یہ مکان بھی ضروری اسباب میں داخل ہو جائے گا اور اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا اور زکوٰۃ کا پیسہ لینا دینا درست ہوگا۔

خلاصہ یہ ہوا جس کو زکوٰۃ وصدقۂ واجبہ کا پیسہ لینا درست ہے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہے اور جسکو صدقہ اور زکوٰۃ کا لینا دینا درست نہیں اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔

(بہشتی زیور ج سوم ص۳۵ بحوالہ فتاویٰ خانیہ ج۱ص۲۲٦)

Marfat.com

جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر صدقۂ فطر بھی واجب ہے لیکن فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب میں تو سونا، چاندی یا تجارت کا مال ہی ہونا ضروری ہے اور صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے صرف یہی تین چیزیں نہیں بلکہ اس کے نصاب میں ہر قسم کا مال حساب میں لیا جاتا ہے، ہاں یہ بات دونوں نصابوں میں شرط ہے کہ اپنی روزمرہ کی ضرورتوں سے زائد ہو اور قرضے سے بچا ہوا ہو۔

چنانچہ اگر ایک شخص کے پاس روزانہ پہننے کے کپڑوں کے علاوہ کچھ اور کپڑے رکھے ہوں، یا روزمرہ کی ضرورت سے زائد تانبے، پیتل، اسٹیل، چینی وغیرہ کے برتن رکھے ہیں اس کا کوئی مکان خالی پڑا ہوا ہے یا اور کسی قسم کا سامان ہے اور روزانہ کی ضرورت سے زائد ہے تو اگر ان چیزوں کی قیمت مل کر نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہوتی ہے تو اس پر زکوٰۃ تو فرض نہیں لیکن صدقہ فطر واجب ہے، اور ایسی طرح صدقہ فطر کے نصاب پر سال گزرنا بھی ضروری نہیں بلکہ اگر اسی دن اتنے مال کا مالک ہوا ہو تو تب بھی صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ (رمضان کیا ہے؟ص ۱۷۷)

جو صاحبِ نصاب نہ ہو اس کے لیے حکم

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ''غنی بھی صدقہ فطر ادا کرے اور فقیر بھی صدقہ دے'' ان دونوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے ''اللہ تعالیٰ اس مالدار کو تو اس کے صدقہ فطر دینے کی وجہ سے پاکیزہ بنا دیتا ہے اور فقیر (جو مالکِ نصاب نہ ہو) اس کو اس سے زیادہ عنایت فرماتا ہے جتنا اس نے صدقہ فطر کے طور کے برابر دیا ہے''۔

یہ بشارت اگرچہ مالدار کے لیے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے مال میں اس سے کہیں زیادہ برکت عطا فرماتے ہیں جتنا اس نے دیا ہے مگر اس بشارت کو فقیر کے ساتھ مخصوص اس لیے فرمایا تاکہ اس کی ہمت افزائی ہو، اور وہ صدقہ فطر دینے میں پیچھے نہ رہے۔

(مظاہر حق جدید قسط سوم ج ۲ ص ۵۸)

صدقہ فطر کس وقت واجب ہوتا ہے؟

صدقۂ فطر کا وجوب عید الفطر کی فجر طلوع ہونے پر ہوتا ہے لہٰذا جو شخص قبل طلوع فجر کے مرجائے یا فقیر ہو جائے، اس پر صدقہ فطر واجب نہیں، اسی طرح جو شخص بعد طلوع فجر کے اسلام لائے اور مال پا جائے یا جو لڑکا، لڑکی فجر طلوع ہونے سے پہلے پیدا ہوا ہو جو شخص فجر کے

Marfat.com

طلوع ہونے سے پہلے اسلام لائے یا مال پا جائے اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

(علم الفقہ حصہ چہارم ص ۵۱)

عید کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے اسی وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے تو اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی مر گیا تو اس پر صدقۂ فطرہ واجب نہیں اس کے مال میں سے نہ دیا جائے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۵ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۶)

رمضان سے پہلے صدقہ فطر دینا

سوال صدقۂ فطر کی ادائیگی کا کیا وقت ہے؟ رمضان سے پہلے مثلاً شعبان یا رجب میں ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب اختلافی مسئلہ ہے، رمضان سے پہلے کا قول بھی ہے، اس پر عمل کرنا خلاف احتیاط ہے، ماہِ رمضان میں بھی ادا کرنے میں اختلاف ہے، مگر قوی یہ ہے کہ اگر درست ہے اور صدقہ ادا ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۷۶ بحوالہ ج ۱۲ البحر الرائق ص ۲۵۵)

صدقہ فطر رمضان شریف میں دینا درست ہے خواہ کسی بھی عشرہ میں دیدے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۰۵)

صدقۂ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب ہے؟

صدقۂ فطر کا ادا کرنا اپنی طرف سے بھی واجب ہے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی اور بالغ اولاد کی طرف سے بھی بشرطیکہ وہ فقیر یعنی صاحب نصاب نہ ہوں اور اپنی خدمت گار لونڈی غلاموں کی طرف سے بھی اگرچہ وہ کافر ہوں، نابالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو اس کے مال سے ادا کرے، اور اگر مالدار نہیں ہیں تو اپنے مال سے، بالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں وہاں احساناً اگر ادا کردے تو جائز ہے یعنی پھر ان اولاد کو دینے کی ضرورت نہیں رہے گی، اور اگر بالغ اولاد مالدار تو ہوں مگر مجنون ہوں تب بھی ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے مگر انہیں کے مال سے، جو لونڈی غلام خدمت کے نہ ہوں بلکہ تجارت کے ہوں ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں۔

باپ اگر مر گیا ہو تو دادا باپ کے حکم میں ہے یعنی پوتے اگر مالدار ہیں تو انکے مال سے

Marfat.com

ورنہ اپنے مال سے ان کا صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ (علم الفقہ ج سوم ص ۵۲)

فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۲۴ بحوالہ عالمگیری میں اس طرح لکھا ہے۔

عورت پر جبکہ صاحبِ نصاب ہو تو فطرہ اسی پر واجب ہے اگر شوہر ادا کردے گا تو ادا ہو جائے گا، باپ پر نہیں ہے۔

صدقۂ فطر میں اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں؟

سوال جس طرح کسی دوسرے شخص کی زکوٰۃ اسکی اجازت کے بغیر ادا نہیں ہوتی تو کیا یہ ہی حکم صدقہ فطرہ کا بھی ہے یا کچھ فرق ہے؟

جواب ہاں یہی حکم صدقہ فطرہ کا بھی ہے اجازت ضروری ہے لیکن چونکہ صدقہ فطر کی مقدار کم اور معلوم ہے اس لیے بیوی اور اولاد کی طرف سے جو اس کے عیال (زیر کفالت) میں ہیں ادا کر دیتا ہے، اور عادتاً اسکی اجازت ہوتی ہے اس لیے استحساناً جائز ہے، بخلافِ زکوٰۃ کے اسکی مقدار نامعلوم اور زیادہ ہوتی ہے بغیر کہے ادا کرنے کی عادت نہیں ہے اس لیے اجازت اور وکالت ضروری ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۷۳ بحوالہ شامی ج ۱ ص ۱۰۳)

جس نے روزے نہ رکھے ہوں اسکا حکم

جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب دونوں میں کچھ فرق نہیں، (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۵ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۲ اور فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۱۴ پر) جس نے روزے نہ رکھے ہوں تب بھی اس پر صدقہ فطر واجب ہے نہ ادا کیا ہو تو اب دیدے جب تک وہ ادا نہ کرے بری الذمہ نہ ہوگا۔

شادی شدہ لڑکی کا فطرہ کس پر واجب ہے؟

سوال لڑکی کی شادی ہو چکی ہو، اور وہ لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر ہے، نابالغ ہے اسکا فطرہ کس پر ہے ماں باپ پر یا سسرال والوں پر؟

جواب اگر وہ لڑکی مالدار ہے تو خود اس کے مال میں صدقۂ فطر واجب ہے خواہ بالغ ہو یا نابالغ اور اگر مالدار نہیں تو بالغ ہے تو کسی کے ذمہ نہیں، اور اگر مالدار نہیں اور نابالغ ہے اور رخصت نہیں

Marfat.com

ہوئی تو باپ کے ذمہ اور اگر رخصت ہوگئی تو باپ کے ذمہ نہیں۔ (امداد الفتاویٰ جدید ج ۲ ص ۸۰)

مال تقسیم ہونے کے بعد صاحبِ نصاب نہ ہوتو کیا فطرہ واجب ہے؟

سوال چار بھائیوں کا مال مشترک ہے اگر تقسیم کیا جائے تو کسی کا حصہ بقدرِ نصاب نہیں ہوتا ہے کیا قربانی یا صدقہ واجب ہے؟

جواب اس صورت میں کہ کسی ایک بھائی کا حصہ قدرِ نصاب کو نہیں پہنچتا کسی پر بھی فطرہ اور قربانی واجب نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ٦ ص ۳۰۸ بحوالہ رد المختار باب صدقۃ الفطر ج ۲ ص ۹۹)

جو جوان لڑکے اپنی کمائی باپ کو دیتے ہیں اُنکے فطرے کا حکم

سوال ایک شخص کے دو لڑکے ہیں جو کچھ کماتے ہیں باپ کو دیتے ہیں لڑکوں کے پاس کچھ نہیں ہے تو ایسی حالت میں ان بھائیوں پر صدقۂ فطر، زکوٰۃ یا قربانی واجب ہے یا نہیں؟

جواب ان پر زکوٰۃ اور صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ٦ ص ۳۱۱ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۹۹)

کیا صاحبِ نصاب بچہ بالغ ہونے کے بعد فطرہ ادا کرے؟

سوال اگر بچہ مالکِ نصاب ہے اور اس کا ولی اسکی طرف سے صدقہ فطر ادا نہ کرے تو اس بچہ پر بالغ ہونے کے بعد ادا کرنا کیا واجب ہے؟

جواب ہاں اس کو بالغ ہونے کے بعد صدقہ فطر ادا کرنا ہوگا، اگر بچہ صاحب نصاب نہ ہو گو باپ صاحب نصاب تھا، اور اس نے ادا نہ کیا تو بچہ پر بالغ ہونے کے بعد ادا کرنا واجب نہیں ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۸۲)

سب کا فطرہ ادا کرنے کی گنجائش نہ ہوتو؟

اگر کسی شخص کے پاس اتنا ہی غلہ موجود ہو کہ کچھ لوگوں کا صدقہ ادا کر سکتا ہے اور کچھ لوگوں کا ادا نہیں کر سکتا تو ان لوگوں کا صدقہ پہلے ادا کرے جن کے نفقہ کی تاکید زیادہ ہو، آنحضرتؐ نے اولاد کے نفقہ (خرچہ) کو بیوی کے نفقہ پر اور بیوی کے نفقہ کو خادم کے نفقہ پر مقدم فرمایا ہے۔

Marfat.com

مسلمان مرد پر اس کا، اسکی بیوی، بچوں، غلاموں اور ان رشتہ داروں کا صدقہ فطرہ ادا کرنا واجب ہے، جنکا خرچہ اس پر ہے، جیسے باپ، دادا، ماں، نانی، وغیرہ حدیث میں، ان لوگوں کا صدقہ ادا کرنا جنکا خرچ تم اٹھاتے ہو۔ (احیاء العلوم ج اقسط۵ ص ۵۲۷ بحوالہ ابوداؤد شریف)

فطرہ عید گزر جانے سے معاف نہیں ہوتا

اگر کسی نے عید کے دن صدقہ فطر نہ دیا ہو تو معاف نہیں ہوا، اب کسی دن بھی دے دینا چاہیئے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۵ بحوالہ ہدایہ ص ۱۹۱ ج ۱)

صدقۂ فطر کی مقدار

صدقۂ فطر میں گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا گیہوں کا ستو دے تو اسی کے سیر یعنی آدھی چھٹانک اور پونے دوسیر (پونے دوکلو) بلکہ احتیاط کے لیے پورے دوسیر یا کچھ زیادہ دینا چاہیئے کیونکہ زیادہ ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے بلکہ بہتر ہے اور اگر جوں یا جوں کا آٹا دے تو اس کا دوگناہ دینا چاہیئے، اور اگر جوں کے علاوہ کوئی اور اناج دے جیسے چنا، جوار، چاول تو اتنا دے کہ اسکی قیمت اتنے گیہوں کی برابر ہو جائے، جس میں پونے دوکلو گیہوں آسکیں۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۵ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۱۹۲)

کیا چاول دینے سے فطرہ ادا ہو جائے گا

سوال ہمارے یہاں بنگال میں عام طور پر ہر فرد کی غذا چاول ہے، اس صورت میں ہم لوگ پونے دوسیر چاول سے فطرہ ادا کر سکتے ہیں؟

جواب درمختار میں ہے اگر کوئی شخص صدقہ فطر میں چاول ادا کرنا چاہے تو اس چاول کا کوئی وزن پیمانہ معتبر نہیں بلکہ وہ چاول اس قدر ہوں کہ قیمت میں برابر نصف صاع (پونے دوکلو گیہوں یا ایک صاع جَو کے ہو جائیں تو اس وقت صدقہ فطر ادا ہوگا، اگر کسی نے پونے دوکلو چاول دیدیا اور وہ قیمت میں اشیاء مذکورہ سے کم ہو تو صدقہ فطر ادا نہ ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ایک ص ۱۵۶)

صدقہ فطر اگر گیہوں، گیہوں کے آٹے، یا ستو کا دے تو پونے دوکلو دیا جائے یا اسکی قیمت ادا کی جائے اگر گیہوں نہ دے بلکہ کوئی اناج (چاول وغیرہ) دے تو اتنا دے کہ اسکی قیمت پونے دوکلو گیہوں کے برابر ہو جائے اور اگر جوں یا جوں کا آٹا دے تو پونے دوسیر کا دوگنا دے،

Marfat.com

فتاویٰ ہندیہ ج ا ص ۱۹۲ کفایت المفتی ج ۴ ص ۲۹۳ میں ہے غیر منصوص اشیاء میں حکم یہ ہے کہ صاع یا نصف صاع (پونے دو کلو) گیہوں کی قیمت میں جس قدر چاول آتے ہوں اس قدر دے۔

صدقہ فطر میں میدہ یا اس کی قیمت دینا

سوال یہاں پر جزیرہ مورشش میں لوگ گیہوں کی روٹی نہیں کھاتے ہیں بلکہ باہر سے تیار معدہ آتا ہے اسکی روٹی کھاتے ہیں اور اس کے پانچ سو گرام کی قیمت تقریباً پچاس پیسے ہیں، اور جسکو خاص ضرورت ہو وہ لوگ گیہوں خرید کر کھاتے ہیں سوال یہ ہے کہ ہم معدہ کی قیمت کا اعتبار کر کے صدقہ فطر ادا کریں یا گیہوں کی قیمت کا؟

جواب جب آٹا (میدہ) خالص گیہوں کا ہو، اس میں کسی اور چیز کی ملاوٹ نہ ہو اور پونے دو کلو دیا جائے تو صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔ اسی طرح اس کی قیمت دی جائے تو بھی صدقہ فطر ادا ہو جائے گا، ہاں اگر اس میدہ میں کسی اور چیز کی ملاوٹ ہو تو پونے دو کلو دینے سے صدقہ فطر ادا نہ ہوگا، اور اسکی قیمت بھی صدقہ فطر کی ادائیگی کے لیے کافی نہ ہوگی خالص گیہوں کی قیمت سے صدقہ فطر ادا کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۷۷ بحوالہ ہدایہ ج ا ص ۱۹۰)

جو مختلف غلّہ استعمال کرتا ہو وہ کیا دے؟

صدقۂ فطر اس غلّے میں سے ادا کرے جو خود استعمال کرتا ہو، اگر کوئی شخص گیہوں استعمال کرتا ہے تو اس کے لیے جو کا دینا صحیح نہ ہوگا، اگر مختلف غلّے استعمال کرتا ہو تو وہ غلّہ دے جو سب سے اچھا ہو، اگر معمولی غلّہ بھی دے دے گا تو صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔

(احیاء العلوم ج ایک قسط ۴ ص ۵۲۶ بحوالہ ابوداؤد شریف)

کیا صدقۂ فطر میں کنٹرول کی قیمت کا اعتبار ہے؟

صدقۂ فطر میں اصل تو یہ ہے کہ گیہوں کا غلّہ دیا جائے، غلّہ اعلیٰ قسم کا، یا اوسط یا ادنیٰ جو بھی دیا جائے صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔ قیمت ادا کرنی ہو تو بازاری دام سے ادا کرنی ہوگی، یہ ضروری نہیں کہ اعلیٰ قسم کے گیہوں کی قیمت ہو، اوسط اور ادنیٰ قسم کے گیہوں کی قیمت بھی معتبر ہے، مگر قیمت ہو تو بازاری دام (قیمت) کے گیہوں کی۔ کنٹرول (راشن) کی قیمت معتبر نہیں۔ فقیر

کے ہاتھ میں اتنی رقم پہنچنی چاہئے کہ اگر وہ اس کے گیہوں خریدنا چاہئے تو پونے دوکلو (ایک کلو ۶۳۳ گرام) گیہوں بازار سے مل جائیں کنٹرول (سرکاری راشن) کے حساب سے قیمت دی جائے گی تو بازار سے اتنے گیہوں نہیں ملیں گے، اور کنٹرول سے حاصل کرنے کے لیے راشن کارڈ کا ہونا ضروری ہے اور کارڈ ہر فقیر کے پاس نہیں ہوتا ہے اس لیے کنٹرول کے حساب لگا کر ادا کرنا اور اس کے حساب کے مطابق قیمت ادا کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

اگر گیہوں کے علاوہ اور کوئی غلہ باجرہ، چاول وغیرہ دیا جائے تو اس میں گیہوں کی قیمت کا اعتبار ہوگا یعنی جس قدر پونے دوکلو گیہوں کی قیمت ہو اتنی رقم کا دوسرا غلہ دیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۷۲)

اگر آٹا کی قیمت گیہوں سے کم ہو جیسے کہ آج کل سرکاری راشن کا آٹا تو آٹے کی بجائے وزن مذکور یعنی پونے دوکلو گیہوں سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے یا اتنا آٹا دیا جائے کہ جسکی قیمت پونے دوکلو گیہوں کی برابر ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۸۵)

فطرہ میں قیمت کہاں کی معتبر ہوگی؟

سوال ہمارے یہاں گیہوں کی پیداوار نہیں، ورنہ فروخت ہوتا ہے، البتہ بعض گھروں میں آٹا کم اور میدہ بکثرت، میدہ کی قیمت آٹے سے بہت زیادہ تو ایسی صورت میدہ کے حساب سے فطرہ دیا جائے یا ہندوستان سے گیہوں کے دام معلوم کر کے؟

جواب گیہوں، میدہ، آٹا، تینوں میں سے کسی ایک کے دینے سے صدقہ فطر ادا ہو جاتا ہے، گیہوں سے آٹا دینا افضل ہے اور آٹا دینے سے قیمت دینا افضل ہے۔ جس قریب کی جگہ گیہوں آٹے کی فروخت ہوتی ہو وہاں کے نرخ سے قیمت لگائی جائے اور رمضان کے مہینہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ اور جب آپ کے یہاں میدہ کی فروخت بکثرت ہوتی ہے تو خود میدہ یا اسکی قیمت دینا چاہئے اگر چہ گیہوں سے زیادہ بیٹھے، ہندوستان سے گیہوں کا نرخ معلوم کر کے قیمت دینا کافی نہیں۔ (قریب جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا)۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ ص ۲۷۱)

صدقہ فطر میں شہر یا ضلع کی قیمت کا اعتبار

سوال اگر کسی جگہ گیہوں نہ ملیں اور آٹا زیادہ قیمت کو ملتا ہے اور شہر میں گندم کی قیمت کم ہو تو

Marfat.com

شہر کی قیمت سے صدقہ فطر ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب اپنی بستی کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے۔ اگر وہاں گندم نہ ملیں تو آٹا کی قیمت کا حساب کرنا چاہئے یا جوار، اور چھوہارے کے صاع کی قیمت کا حساب کرنا چاہئے غرض جو جنس (منصوص یعنی جنکا حدیث میں ذکر ہے مثلاً گیہوں، چھوہارے، منقیٰ، جو کا ایک صاع) وہاں ملتی ہو اس کی قیمت کا حساب کیا جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۲۲ بحوالہ رد المختار باب الصدقۃ الفطر ج ۱ ص ۱۰۳)

سب سے بہتر فطرہ

اگر گیہوں یا جو کی قیمت دیدی جائے تو یہ سب سے بہتر ہے۔ (عالمگیری ج ایک ص ۱۹۲)

اگر زمانہ ارزانی کا ہو تو نقد دینا بہتر ہے اگر خدانخواستہ گرانی کا ہو تو کھانے کی چیزوں کا دینا افضل ہے۔

اور علم الفقہ کے حاشیہ میں یہ ہے کہ میرے نزدیک امراء کو یہ مناسب ہے کہ اگران سے گراں چیز کی قیمت دیں مثلاً آج کل چھوہارا، اور منقیٰ ان سب چیزوں میں گراں ہیں لہٰذا اسکی قیمت دیا کریں کیونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ "اذا وسع اللّٰہ فوسعوا" جب اللہ تمہیں زیادہ دے تو تم بھی زیادہ دو"۔ (علم الفقہ ج چار ص ۵۳)

غیر ممالک والوں کا فطرہ کس حساب سے دیا جائے؟

سوال بیرون ممالک کے باشندے اپنے خویش واقارب سے فطرہ کی ادائیگی کیلئے لکھتے ہیں کہ ہماری طرف سے اتنے فطرہ ادا کردیں، احتیاطاً چار سیر گیہوں یا اس کی قیمت دیجاتی ہے معلوم یہ کرنا ہے کہ ان کے فطرہ کی قیمت یہاں پر کس قیمت پر ادا کی جائے یہاں کی قیمت سے یا وہاں کی قیمت سے؟

جواب ان کے فطرے عمدہ قسم کے گیہوں پونے دو کلو گیہوں ادا کرے، یا وہاں کے حساب سے گیہوں کی قیمت دیجائے، اگر یہاں کے گیہوں کی قیمت زیادہ ہوتی ہے تو یہاں کے حساب سے ادا کرے، بہتر یہی ہے کہ گیہوں دیدے، اور اگر قیمت دے تو وہ قیمت لگائی جائے جس میں صدقہ لینے والے غریبوں کا فائدہ ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۱۲)

Marfat.com

عہدِ نبویؐ میں فطرہ کس وقت دیا جاتا تھا؟

سوال آپؐ کے زمانے میں صدقہ فطر نماز سے پہلے نکالا جاتا تھا یا نہیں یا کچھ دنوں تک جمع رہتا تھا اس کے بعد محتاجوں کو تقسیم کیا جاتا تھا؟

ہمارے یہاں ایک جگہ کے سردار کے پاس صدقہ فطر جمع ہونا ضروری ہے اور سردار یا نائب سردار جب مرضی ہو جب تقسیم کرتے ہیں یہ عمل کیسا ہے؟

جواب درمختار میں لکھا ہے کہ جسکا حاصل یہ ہے کہ صدقہ فطر نماز سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے۔ آنحضرتؐ کے حکم اور فعل کے موافق۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''آنحضرتؐ نے عید کی نماز کے جانے سے پہلے صدقہ فطر کے نکالنے کا حکم فرمایا ہے، پس ثابت ہوا کہ جو کچھ عمل ان سرداروں کا ہے خلاف سنت ہے اور بے اصل ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۳۰۲ بحوالہ مشکوٰۃ باب صدقۃ الفطر فصل اول ص ۱۶۰)

صدقہ فطر کا اگر وہ عید کے دن سے پہلے ادا نہ کیا گیا ہو تو عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دینا مستحب ہے۔ (علم الفقہ حصہ چہارم ص ۵۴)

کیا سید کو صدقہ فطر دے سکتے ہیں؟

جواب مفتی بہ مذہب یہ ہی ہے کہ سادات کو اس زمانے میں بھی زکوٰۃ اور صدقات واجبہ مثلاً چرم قربانی اور صدقہ وغیرہ دینا حرام ہے اور زکوٰۃ وغیرہ ادا نہ ہوگی فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۶۹ فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۷۰ پر ہے کہ سید کو زکوٰۃ وعشر کا روپیہ یا غلّہ دینا درست نہیں۔ ہاں حیلہ کر کے دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، حیلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی غریب کو یہ کہہ کر دیدیا جائے کہ فلاں سید کو دینا تھا مگر وہ سید ہے اس کے لیے زکوٰۃ جائز نہیں لہٰذا تو کو دیتے ہیں اگر کل یا بعض اسکو بھی اپنی طرف سے دیدو تو بہتر ہے۔ اور وہ لیکر دیدے تو سید کیلئے ناجائز ہے۔ (بحوالہ کفایت المفتی ص ۲۷۲)

صدقہ کی تقسیم کا طریقہ

ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دیدے یا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دیدے دونوں باتیں جائز ہیں۔ نیز اگر کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دیدیا تو یہ بھی درست ہے، حاشیہ

میں لکھا ہے، لیکن وہ اتنے آدمیوں کا نہ ہو کے یہ سب مل کر نصاب زکوٰۃ یا نصاب صدقہ فطر کو پہنچ جائے اس لیے اس قدر دینا ایک شخص کو مکروہ ہے، نیز صدقہ فطر کے مستحق وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔

حاشیہ میں لکھا ہے غیر مسلم کو بھی صدقہ فطرہ دینا درست ہے، لیکن زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۶ بحوالہ فتاویٰ ہندیہ ج اص ۱۹۱)

صدقہ فطر کی رقم سے مدرسہ کی زمین خریدنا

سوال برمنگھم مسجد ٹرسٹ، مسجد سے ملحق زمین پر بچوں کے لیے دینی مدرسہ بنانا چاہتے ہیں، یہاں پر اس وقت بچوں کی تعلیم کوئی معقول انتظام نہیں ہے ہمارے پاس روپئے کی کمی ایک دیرینہ شکایت ہے لیکن صدقہ فطر کی رقم کی مد میں کچھ رقم پڑی ہوئی ہے آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا یہ رقم اس زمین کی خریداری میں استعمال کی جاسکتی ہے؟

جواب صدقہ فطر کا حکم یہ ہے کہ عید کے دن نماز عید سے پہلے ادا کیا جائے اور اس سے پہلے بھی ادا کرنا درست ہے، اگر کسی نے ادا نہ کیا تو جلدی ادا کرنے کی فکر کرے، ساقط اور معاف نہیں ہوتا ہے۔

اس حکم کے باوجود آپ حضرات کے پاس صدقہ فطر کی کثیر رقم کیسے جمع ہے تعجب ہوتا ہے، اور افسوس بھی، اور اگر آپ کی مالی حالت مدرسہ بنانے کے قابل نہ اسوقت ہے نہ مستقبل قریب میں ہونے کی توقع ہے تو اس رقم کا شرعی حیلہ کر کے مدرسہ کیلئے خریدی جاسکتی ہے۔ بلا اضطراری حالت اور بدوں عذر شرعی کے حیلہ کر کے بھی یہ رقم زمین خریدنے میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔

صدقہ فطر کے اصل حق میں فقراء ومساکین ہیں ان کی حق تلفی ہوگی۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۷۸)

فدیے کی رقم کو مقروض کے قرض میں مجرا کرنا

سوال ایک شخص کا قرض کسی کے ذمہ ہے اور مدیوں مفلس اور نادار ہے، اگر قرض دار صدقہ فطر میں اس قرض کو مجرا کر لے تو کیا صدقہ فطر ادا ہو جائے گا؟

جواب: اس طرح صدقہ فطر ادانہ ہوگا، بغیر وصول کئے قرض میں مجرا کر لینے سے زکوٰۃ وفطرہ ادا نہیں ہوتا ہے، قرض میں وصول کر سکتے ہیں مگر دینا ضروری ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۰۳، بحوالہ ردالمختار ج ا باب المصرف ص ۸۵ کتاب الزکوٰۃ ج ۲ ص ۱۶)

مسجد کے امام کو صدقہ دینا

سوال: امام مسجد کو صدقہ فطر دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: امامت کی وجہ سے اسکو فطرہ دینا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۲۸)

جو سحری کیلئے اُٹھاتا ہے اسکو فطرہ دینا

صدقہ فطر کا مال اس شخص کو دینا جو سحری کے لیے لوگوں کو اٹھاتا ہو جائز ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو اسکی اجرت میں قرار نہ دے بلکہ پہلے کچھ اور اس کو دیدے اسکے بعد صدقہ فطر کا مال دے۔

(علم الفقہ حصہ چار ص ۵۴)

نابالغ کو فطرہ دینا

سوال: فطرہ غریب ویتیم مسکین نابالغ بچوں کو دینے سے ادا ہو جاتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر غریب نابالغ ہو تو ان کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں، البتہ ان کے لیے سرپرستوں کو دینا جائز ہے۔

اگر وہ بچے سمجھدار ہیں تو خود ان کو بھی دینا جائز ہے اور اگر وہ بچے مالدار کے ہیں تو ان کو کسی طرح بھی دینا درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷ ص ۲۶۹)

جہاں فقراء نہ ہوں، وہاں فطرہ کس وقت نکالا جائے؟

سوال: جس ملک میں شرعی فقراء نہ ہوں، وہاں کے لوگ صدقہ فطر عید کے دن نماز سے پہلے نکال کر علیحدہ رکھ لیں یا کسی شخص معتمد کو دیدیں، اس کے بعد دوسرے غریب ملک کو روانہ کر دیا جائے، تو مستحب ادا ہوگا یا نہیں؟

جواب: صدقہ فطر عید سے پہلے فقراء کو دینا مستحب ہے، پس اس صورت میں کے صدقۂ فطر علیحدہ کر کے رکھدیا جائے اور فقراء کو نہ دیا جائے تو مستحب ادا نہ ہوگا۔

Marfat.com

اور یہ عادتاً متحقق نہیں ہو سکتا کہ کسی ملک میں فقراء نہ ہوں۔ اگر حقیقت میں ایسا ہوتا ہے تو پھر دوسری جگہ کے فقراء کو بھیجنا چاہئے۔ اور عذر کی وجہ سے وہ شخص تارک مستحب نہ کہلائے گا۔
(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۳۱۷ بحوالہ عالمگیری مصری ج ۱ ص ۱۸۰ باب ثامن صدقۃ الفطر)

کیا قیدیوں کا شمار مساکین میں ہے؟

سوال: یہاں قیدیوں کے سوا کوئی مسکین نہیں تو کس طرح صدقۂ فطر ادا کیا جائے کیا قیدیوں کا مساکین میں شمار ہے؟

جواب: جب کہ انکے پاس بقدر نصاب مال نہ ہو تو وہ مساکین ہیں اور ان کو صدقہ فطر دینا درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۳۱۲ حوالہ درمختار باب مصرف ج ۲ ص ۷۹ و ص ۸)

فطرہ منی آرڈر سے نہ پہنچے تو کیا دوبارہ دینا ہوگا؟

سوال: زید نے صدقہ فطر کی رقم کسی یتیم خانہ میں بذریعہ رجسٹری روانہ کیا وہاں کے ناظم صاحب کا خط آیا کہ رجسٹری تو مل گئی ہے مگر رقم نہیں، تو کیا زید کے ذمہ سے فطرہ ادا ہو گیا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں بھی بھیجنے والے کے ذمہ سے زکوٰۃ و فطرہ ادا نہیں ہوا، کیوں کہ ڈاک خانہ بھیجنے والے کا وکیل ہے اور جس کے پاس بھیجا گیا اس کا نہیں ہوتا۔ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۲۷۹)

ایک التجاء

آخیر میں ناظرین سے درخواست ہے کہ رمضان المبارک کے عام و خاص اوقات میں جب اپنے لیے دُعائیں کریں تو احقر اور اس کے والدین مرحومین کو بھی شامل فرمالیں، کیا بعید ہے کہ کریم آقا آپ کی مخلصانہ دعاؤں سے مرحومین کی مغفرت اور بندہ کے انجام بخیر ہونے کا فیصلہ فرمادے۔ (آمین)

محمد رفعت قاسمی

مدرس دارالعلوم دیوبند ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۷ء

Marfat.com

مآخذ کتاب

معارف القرآن	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ	اشرفی بک ڈپو دیوبند
معارف الحدیث	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی	کتب خانہ الفرقان لکھنؤ
کفایت المفتی	حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ دہلوی	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
فتاویٰ دار العلوم مکمل ومدلل	حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانیؒ	مکتبہ دار العلوم دیوبند
نظام الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب مدظلہ	مکتبہ حسامیہ دیوبند
فتاویٰ محمودیہ	حضرت مفتی محمود صاحب مدظلہ مفتی اعظم (د) دیوبند	مکتبہ محمودیہ جامع مسجد میرٹھ
امداد الفتاویٰ	حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ	ادارہ تالیفات اولیاء دیوبند
فتاویٰ عالمگیری (اُردو)	علامہ سید امیر علیؒ	پاکستانی
جدید فقہی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ صاحب مدظلہ	مجلس تحقیقات اسلامی حیدرآباد
احسن الفتاویٰ	حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ	سعید کمپنی اب منزل چوک کراچی
فتاویٰ رحیمیہ	حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب مدظلہ	مکتبہ رحیمیہ منشی اسٹریٹ ضلع سورت گجرات
علم الفقہ	حضرت مولانا عبد الشکور صاحبؒ	کتب خانہ اعزازیہ دیوبند
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ	حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب الجزیری	شعبہ مطبوعات محکمہ اوقاف پنجاب لاہور
فتاویٰ رشیدیہ	حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
القاموس الجدید	حضرت مولانا وحید الزمان صاحب کیرانوی مدظلہ	کتب خانہ حسینیہ دیوبند
مشکوٰۃ شریف		کتب خانہ رشیدیہ دھلی
بہشتی زیور مکمل ومدلل	حضرت مولانا تھانویؒ	مکتبہ تھانوی دیوبند
مظاہر حق جدید	حضرت علامہ قطب الدین خاں دہلویؒ	ادارہ اسلامیات دیوبند
آلات جدیدہ	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب (مرحوم)	کتب خانہ قاسمی دیوبند
جواہر الفقہ	فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ	عارف کمپنی دیوبند
فضائل رمضان	فقیہ شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ	ادارہ اشاعت دینیات حضرت نظام الدین نئی دہلی نمبر ۱۳
رمضان کیا ہے؟	مولانا عبد اللہ صاحب دہلوی	مکتبہ نور۔ رحمت بلڈنگ بستی حضرت نظام الدین نئی دہلی نمبر ۱۳

مکمل و مدلل

مسائل شبِ برأت و شبِ قدر

قرآن وسنت کی روشنی میں

حضرت مفتیان کرام دارالعلوم دیوبند کی تصدیق کے ساتھ

مؤلف: مولانا محمد رفعت قاسمی
مدرس دارالعلوم دیوبند

مکتبہ خلیل
یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ،
اُردو بازار، لاھور فون: 7321118

Marfat.com

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دینی و دیگر علمی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور طباعت سے قبل کوشش کی جاتی ہے کہ نشاندہی کی جانے والی جملہ غلطیوں کی بروقت تصحیح کردی جائے۔ اس کے باوجود غلطیوں کا امکان باقی رہتا ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ علمی غلطیوں کی نشاندہی کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہوسکے۔ نیکی کے اس کام میں تعاون کرنا صدقہ جاریہ کے مترادف ہے۔ (ادارہ)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	....	مسائل شبِ برأت وشبِ قدر
مؤلف	....	مولانا محمد رفعت قاسمی
طبع اوّل	....	2008ء
باہتمام	....	وکیل احمد
تعداد	....	1100
قیمت	....	روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ العاصم بیرون تبلیغی مرکز رائیونڈ

اشرف بک ایجنسی راولپنڈی

اسلامی کتاب گھر خیابان سرسیّد راولپنڈی

مدنی کتب خانہ تبلیغی مرکز مانسہرہ

Marfat.com

فہرست مضامین

مسائل شب برأت و شب قدر

مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
انتساب	5	شب بیداری کی چودہ راتیں	24
عرضِ مؤلف	6	ہررات لیلۃ القدر ہے	25
آیاتِ قرآنی مع ترجمہ	7	شب برأت میں رسول اللہ ﷺ کا عمل	26
وجہ تسمیہ	8	اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ کی فراست	28
شعبان کے حروف	8	خدائی نظام کی توہین	29
شعبان کی قدر و قیمت	8	رات کے کس حصہ میں جاگیں	30
شعبان وصحابہ کرامؓ کا عمل	9	شیطانی دھوکہ	31
بہترین انتخاب	9	مبارک رات میں گناہ کرنا	31
فضائل شب برأت	11	اس رات کے گناہ	32
خصوصیات شب برأت	12	الفیہ نماز کی حقیقت	32
امتحان کا وقت	13	بخشش کی رات میں بھی محرومی	33
شب برأت کیا ہے؟	14	محرومین کی فہرست	34
حضرت جبرائیلؑ کی آمد	16	مشرک	35
شب برأت مبارک کیوں؟	16	کینہ کیا ہے؟	35
شب برأت میں نظامِ خداوندی	17	قطع رحمی کیا ہے؟	37
فرشتوں کی عیدیں	18	ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا استعمال	38
موت وحیات کے فیصلہ کی رات	18	کتے کا شرعی حکم	40
سال بھر کے بجٹ کی منظوری کی شب	21	تصویر کا شرعی حکم	41
درخواست کی پیشی کا وقت	22	علم نجوم	42
درخواست کا مضمون	22	شراب نوشی کا حکم	43
شب قدر کی پوشیدگی کی حکمت	23	غیب کی باتیں بتانے والے کا حکم	43
شب برأت ظاہر کرنے کی حکمت	24	والدین کی نافرمانی کرنے والے کا حکم	44

Marfat.com

مضمون	صفحہ
شعبان کے روزہ کا ثبوت	44
شب برأت کا روزہ رکھنے کی وجہ	46
عورت کے لئے نفل روزہ کا حکم	47
عبادت میں نیند کیوں آتی ہے؟	48
عبادت میں نیند نہ آنے کی ترکیب	48
جاگنے کا طریقہ	49
شریعت کا مقصود	50
مبارک راتوں میں مساجد میں اجتماع	50
نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے	52
مبارک راتوں میں مسجد کو سجانا	52
آتش بازی کی تاریخ	55
آتش بازی کا حکم	56
یاجوج ماجوج کی مشابہت کا حکم	57
آتش بازی کے نقصانات	58
شب برأت میں قبرستان جانے کا ثبوت	59
کیا عورت زیارتِ قبور کرسکتی ہے؟	59
کیا میت کی روح گھر میں آتی ہے؟	60
قبرستان جانے کے آداب واحکام	61
قبرستان جانے کا مسنون طریقہ	62
کیا مردے زیارت کرنے والے کو......	63
ایصالِ ثواب کے چند ضروری مسائل	64
شب برأت کی رسومات	66
شب برأت میں حلوہ پکانا اور کھانا	69
شب برأت کے اعمالِ مسنونہ	69
شب برأت کی مخصوص دعائیں	71
شب قدر کی عظمت	72
ایک سوال کا جواب	73
یا تمام دنیا میں ایک ہی وقت میں شب......	74

مضمون	صفحہ
شب قدر کے معنی	75
شب قدر کیا ہے؟	75
کمائی کی رات	77
فرشتوں کی آمد	78
شب قدر کا تعین نہ ہونے کا سبب	79
شب قدر کی پوشیدگی کا راز	81
شب قدر کا علم حضور ﷺ کو دیا گیا تھا	82
کیا شب قدر اب بھی باقی ہے؟	83
پانچ چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں	83
بدنصیب کون ہے؟	84
کیا خبر کہ یہ آخری شب قدر ہو	85
حکمتِ الٰہی	85
شب قدر کب آتی ہے؟	86
سات عدد اور شب قدر	87
دلچسپ نتیجہ	88
ستائیسویں شب قدر میں قرآن ختم کرنا......	89
شب قدر کی علامت	89
شب قدر کے اعمال	91
صلوٰۃ التسبیح	92
اس نماز میں ایک خاص نقطہ ہے	92
صلوٰۃ التسبیح کی خاص تاثیر	93
صلوٰۃ التسبیح کا ثواب عام ہے	93
صلوٰۃ التسبیح کی جماعت	94
تعلیم کی غرض سے جماعت کرنا	94
نماز میں ہاتھ کی کیفیت	94
نماز کا طریقہ	94
تسبیح کے شمار کا طریقہ	95
اگر نماز میں بھول ہوجائے	96

Marfat.com

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو اُم المؤمنین زوجۂ مطہرہ سیّدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، جن کے ذریعے اسلام کی بہت سے تعلیمات اور اِن مبارک راتوں کے اعمال ہم تک پہنچے۔

(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

Marfat.com

عرضِ مؤلف

الحمد لله راب العالمين والصلوٰة والسلام علیٰ سیدالمرسلین وعلیٰ اله وصحبہٖ اجمعین۔

الحمدللہ کہ آٹھویں کتاب ''مکمل ومدلل مسائل شبِ برأت وشب قدر'' ہدیۂ ناظرین ہے، جس میں فضائل ومسائل وبے شمار جزئیات اوراعمالِ مسنونہ قرآن واحادیث کی روشنی میں جمع کردیئے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے احقر کی کاوشیں حضرات مفتیانِ کرام دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی نگاہوں سے گزرکرمنظرِ عام پرآرہی ہیں، یااللہ ان تمام حضرات کا سایۂ عاطفت تادیر قائم رکھیئے آمین۔

بارگاہِ ایزدی میں دست بدعاء ہوں کہ اپنے فضل وکرم سے سابقہ کتابوں مکمل ومدلل مسائلِ امامت، مکمل ومدلل مسائلِ تراویح، مکمل ومدلل مسائلِ روزہ، مکمل ومدلل مسائلِ اعتکاف، مکمل ومدلل مسائل نماز جمعہ، مکمل ومدلل مسائلِ عیدین وقربانی اورآداب ملاقات کی طرح اس کتاب کوبھی مقبول ونافع دارین بناکرآئندہ بھی اسی نہج پر خدمت انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم۔

محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند

۱۲/ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ

مطابق ۲۲/ دسمبر ۱۹۹۱ء

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حٰمٓ ٥ والکتٰب المنبین - انا انزلنٰه فی لیلة مبٰرکةٍ انا کنا منذرین - فیها یفرق کل امرٍ حکیم- امراً من عندنا انا کنا مرسلین- (سورہ الدخان پارہ ۲۵)

ترجمہ حٰمٓ (اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں) قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر ایک برکت والی رات میں اتارا ہے کیونکہ ہم بوجہ شفقت کے اپنے ارادہ میں اپنے بندوں کو آگاہ کرنے والے تھے یعنی ہم کو یہ منظور ہوا کہ مضرتوں سے بچانے کیلئے خیر وشر پر مطلع کردیں، یہ قرآن کو نازل کرنے کا مقصد تھا، آگے اس شب کے برکات ومنافع کا بیان ہے کہ اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم صادر ہو کر طے کیا جاتا ہے یعنی سال بھر کے معاملات جو سارے کے سارے ہی حکمت پر مبنی ہوتے ہیں جس طرح انجام دینے اللہ کو منظور ہوتے ہیں اس طریقے کو متعین کر کے ان کی اطلاع متعلقہ فرشتوں کو کر کے ان کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں، چونکہ وہ رات ایسی ہے اور نزولِ قرآن سب سے زیادہ حکمت والا کام تھا اس لیے اسکے لیے بھی یہی رات منتخب کی گئی۔ (معارف القرآن ص ۹۸ ج ۷)

اس کے متعلق عکرمہؒ اور مفسرین کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ ''لیلۃ مبارکۃ'' سے مراد شب برأت ہے جیسا کہ ''فیھا یفرق کل امر حکیم'' سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ اس تفسیر پر اس آیت سے ماہِ شعبان کی پندرہویں شب کی خصوصیت سے بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

نزولِ قرآنی سے مراد حقیقۃً نزولِ قرآنی نہیں ہے۔ بلکہ نزول کا فیصلہ مراد ہے کہ اس مبارک رات میں ہم نے قرآن کو نازل کرنے کا فیصلہ کر دیا تھا، پھر نزولِ حقیقی شب قدر میں ہوا۔

شب برأت میں امورِ محکمہ کے فیصلے ہوا کرتے ہیں اس لیے ظاہر ہے کہ شب برأت میں اس کا بھی فیصلہ کیا گیا ہوگا کیونکہ قرآن شریف کے نازل کرنے سے بڑا امرِ محکم اور کون سا ہو سکتا ہے۔ (فضائل الایام والشہور ص ۱۰۸)

شبِ برأت میں حکم ہوا کہ اس دفعہ رمضان میں جو شبِ قدر آئے گی اس میں قرآن نازل کیا جائے گا، پھر شبِ قدر میں اس کا وقوع ہو گیا، کیونکہ عادۃً ہر فیصلہ کے دو مرتبے ہوتے ہیں: ایک تجویز، ایک نفاذ، یہاں بھی دو مرتبے ہو سکتے ہیں کہ تجویز تو شب برأت میں ہو جاتی ہے

Marfat.com

اور نفاذ لیلۃ القدر میں ہوتا ہے۔ غرض آیت میں لیلۃ مبارکہ سے مراد جو بھی ہو لیکن احادیث سے تو اس رات کا بابرکت ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (التبلیغ ص ۱۴ ج ۸)

وجہ تسمیہ

شعبان شعب وتشعب سے مشتق ہے جس کے معنی تفرق اور پھیل جانے کے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے کہ اس ماہ میں روزہ رکھنے والے پر رحمتوں اور بھلائیوں کا نزول ہوتا ہے، یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے، چونکہ یہ مہینہ رحمتوں کے پھیلنے کا ہے، اس لیے اس کو شعبان کہا جاتا ہے۔ (فضائل الایام والشہور ص ۹۹)

شعبان کے حروف

شعبان کے پانچ حروف ہیں: ش۔ع۔ب۔ا۔ن۔ ان میں ہر حرف ایک ایک بزرگی کی نشان دہی کرتا ہے۔ ش کا اشارہ شرف کی طرف ہے۔ ع بلندی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ب سے مراد برّ یعنی نیکی ہے۔ الف سے مراد الفت اور ن کا حرف نور کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ یہ پانچوں انعامات اللہ کی جانب سے اس ماہ شعبان میں بندوں کو دیئے گئے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۵۶)

شعبان کی قدر و قیمت

ہر عقل مند کے لیے ضروری ہے کہ شعبان کے مہینہ میں غفلت نہ کرے اور ماہ رمضان المبارک کے استقبال کے لیے اس ماہ میں تیاری کر لے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کر لے، جو اعمال اس سے رہ گئے ہیں ان کو پورا کرے۔ ماہِ شعبان میں اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی وزاری کرے۔ سچے دل سے اس کی طرف رجوع کرے۔ اس ماہ کی نسبت والے کی طرف یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرے تاکہ اس کا دل صاف ہو سکے، اور باطن کے امراض کے لیے دوا کام انجام دے۔ یہ کام ملتوی نہ کرے (بلکہ اسی مہینہ میں انجام دے) کیونکہ اصل میں تین ہی دن ہیں، ایک کل کا دن ہے جو گذر گیا۔ دوسرا موجودہ دن جو کام کرنے کا ہے اور تیسرا آئندہ کا دن جو اُمید کا دن ہے اور آئندہ کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہیں کہ زندہ بھی رہے گا یا نہیں؟

جو دن گذر چکا ہے اس سے نصیحت اور عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ موجودہ دن کو غنیمت

Marfat.com

جاننا چاہئے اور آئندہ کا دن خطرے کا دن ہے یعنی شاید وہ دن آئے یا نہ آئے۔ یہی حال ان تینوں مہینوں کا ہے۔ رجب گذر جاتا ہے اور رمضان کا انتظار ہوتا ہے یہ کسی کو علم نہیں کہ اس ماہ کے آنے تک زندہ رہے گا یا نہیں۔ شعبان ان دونوں کے درمیان ہے، اس مہینہ کے آنے پر خدا کی عبادت اور اطاعت غنیمت جانو۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نصیحت فرمائی کہ پانچ چیزوں سے پہلے پانچ چیزیں غنیمت جانو۔ بڑھاپے سے قبل جوانی، بیماری سے قبل تندرستی، فقیری سے پہلے تونگری (مالداری) مصروفیت سے قبل فراغت اور موت سے قبل زندگی۔

(غنیۃ الطالبین ص ۳۵۷)

شعبان اور صحابہ کرامؓ کا عمل

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بزرگ اصحابؓ شعبان کا چاند دیکھ کر قرآنِ کریم (زیادہ) پڑھا کرتے تھے، مسلمان اپنے مال سے زکوٰۃ بھی نکالا کرتے تھے تاکہ غریب اور مسکین لوگ فائدہ اٹھاسکیں اور ماہِ رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے لیے ان کا کوئی وسیلہ بن جائے۔ حاکم لوگ قیدیوں کو بلا کر ان میں سے جو حد (سزا) جاری کرنے کے لائق ہوتے تھے، ان پر حد جاری کرتے تھے، باقی قیدی رہا کر دیئے جاتے تھے۔ کاروباری لوگ بھی اسی ماہ میں اپنا قرض ادا کیا کرتے تھے، اور دوسروں سے جو کچھ وصول کرنا ہوتا تھا وصول کرلیا کرتے تھے۔ ماہِ رمضان کا چاند نظر آنے پر لوگ غسل کرتے اور اعتکاف میں بیٹھ جاتے تھے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۵۶)

بہترین انتخاب

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا فرمان ہے وربك یخلق مایشآء (پارہ ۲۰ رکوع ۱)۔ اللہ جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس چیز کو چاہے برگزیدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے چار چیزیں چن لیں (منتخب کرلیں) پھر ان میں سے ایک کو منتخب کرلیا۔ سب فرشتوں میں چار کو بزرگ کیا یعنی جبرائیلؑ، اسرافیلؑ، میکائیلؑ اور عزرائیلؑ پھر ان چاروں میں سے ایک یعنی جبرئیلؑ کو منتخب فرمایا۔ اور نبیوں میں حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم

Marfat.com

السلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو، چنانچہ ان میں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منتخب کرلیا۔ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو چن لیا۔ پھر ان میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو برگزیدہ کیا۔ مسجدوں میں مسجدِ حرام، مسجدِ اقصیٰ، مسجد مدینہ یعنی مسجدِ نبویؐ، مسجد طور سینا کو چنا گیا، پھر ان میں سے مسجدِ حرام کو برگزیدہ کیا گیا۔

دنوں میں سب بہتر عید الفطر، عید الاضحیٰ، عرفہ اور عاشورہ کے دن ہیں، پھر ان میں سے عرفہ (دس ذی الحجہ) کو دوسرے دنوں پر ترجیح دی گئی۔ راتوں میں شب برأت، شب قدر، شب جمعہ، شب عید پسند فرمائیں۔ پھر ان میں سے شب قدر کو سب پر فضیلت دی۔

مکہ، مدینہ، بیت المقدس اور مساجد العشار چار مقامات کو بزرگی دی، پھر ان میں سے مکہ کو افضلیت بخشی۔ پہاڑوں میں سے چار پہاڑوں کو چن لیا، اُحد، سینا ولکام اور لبنان۔ اور ان چاروں میں سے طور سینا کو پسند کیا۔

دریاؤں میں ان چار کو فضیلت دی، جیحون، سیحون، فرات اور نیل۔ پھر ان میں سے فرات کو افضل قرار دیا۔ مہینوں میں رجب، شعبان، رمضان اور محرم کی بزرگی دی پھر ان میں سے شعبان کو ترجیح دی دوسرے مہینوں پر، شعبان کو پیغمبرؐ کا مہینہ قرار دیا یعنی جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب پیغمبروں سے افضل ہیں، اسی طرح یہ شعبان کا مہینہ بھی دوسرے مہینوں سے افضل ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۵۵)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعبان میرا مہینہ ہے، رجب اللہ کا مہینہ ہے، رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ اور شعبان گناہ سے دور کرنے والا ہے، رمضان کا مہینہ آدمی کو پاک صاف کرتا ہے (گناہوں سے)۔

آپؐ کا ارشاد ہے کہ شعبان، رجب اور رمضان کے درمیان ایک ایسا مہینہ ہے جس کی بزرگی کا لوگوں کو علم نہیں۔ اس مہینہ میں لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچائے جاتے ہیں، لہٰذا میری خواہش ہے کہ جب میرے اعمال لے جائے جائیں تو اس وقت میں روزہ سے ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، رجب دوسرے مہینوں پر وہی بزرگی رکھتا ہے جو قرآن مجید دوسری تمام کتابوں پر۔ اسی طرح شعبان کی بزرگی دوسرے مہینوں پر اسی طرح ہے جس طرح مجھے تمام نبیوں پر بزرگی دی گئی ہے۔

Marfat.com

رمضان کی بزرگی باقی مہینوں پر ایسی ہے جیسی ساری مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی بزرگی۔

(غنیۃ الطالبین ص ۳۵۵)

فضائل شبِ برات

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ چار راتیں ایسی ہیں کہ ان میں اللہ تعالیٰ سب لوگوں پر نیکیوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ عید الاضحیٰ، عید الفطر، شعبان کی درمیانی رات اور عرفہ کی رات۔ ان میں اللہ تعالیٰ لوگوں کی عمریں، ان کا رزق اور ان کے حج کے بارے میں احکام لکھ دیتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۶۲)

شب برات کو بھی "مبارک" اسی لئے کہا گیا ہے کہ اس رات میں لوگوں پر رحمت اور برکت اور اللہ تعالیٰ کی بخشش نازل ہوتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعبان کی درمیانی رات میں دنیا کے آسمانوں کی طرف حکمِ الٰہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بخش دیتا ہے، مگر مشرک، کینہ رکھنے والے، قطع رحمی کرنے والے اور زانیہ کو نہیں بخشتا۔

(غنیۃ الطالبین ص ۳۵۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ روزوں میں بہتر روزے کون سے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا شعبان کے روزے، رمضان المبارک کے روزوں کی تعظیم کے لیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک شعبان کا مہینہ زیادہ بہتر ہے، کیونکہ یہ رمضان المبارک کے قریب ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص شعبان کے آخری دوشنبہ کو روزہ رکھے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے، یعنی اس ماہ کا آخری دوشنبہ نہ کہ اس مہینے کا آخری دن، اس لیے کہ رمضان سے ایک دو دن پہلے (عام لوگوں کے لیے) روزہ رکھنا منع ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

Marfat.com

اس مہینے کا نام شعبان اس لیے پڑا کہ اس میں بہت سی نیکیاں تقسیم کی جاتی ہیں اور رمضان نام اس لیے پڑا کہ اس میں سارے گناہ جلا دیئے جاتے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۵۴)

خصوصیاتِ شب برأت

شب برأت کی یہ خصوصیت ہے کہ اس رات میں مغرب کے بعد ہی سے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی تجلیات وتوجہات کا آسمانِ دنیا پر نازل ہوتا ہے اور عام اعلان ہوتا ہے کہ کیا کوئی استغفار کرنے والا ہے کہ میں اس کی مغفرت کروں۔ کیا کوئی رزق مانگنے والا ہے کہ میں اس کو رزق دوں، کیا کوئی مصیبت زدہ ہے کہ میں اسے نجات دوں۔ کیا کوئی ایسا ہے؟

غرض تمام رات اسی طرح دربار رہتا ہے اور عام بخشش کی بارش ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ فجر (صبح صادق) ہو جاتی ہے اور دربار برخاست ہو جاتا ہے۔

اس قسم کا دربار اگر چہ تمام سال ہر رات کو ہوتا ہے، مگر وہ آخری تہائی رات کے وقت سے مخصوص ہے۔ اس رات کی یہ فضیلت ہے کہ دربار غروبِ آفتاب کے بعد ہی سے شروع ہو جاتا ہے اور فجر کے وقت تک رہتا ہے۔ یہ وہ رات ہوتی ہے جس میں رحمتیں تقسیم ہی نہیں کی جاتیں بلکہ صحیح معنی میں لٹائی جاتی ہیں۔ مگر افسوس کہ اب کتنے خوش قسمت ہیں جو اس لوٹ سے حصہ لیتے ہیں، شاید فی صد ایک دو بھی نہ ہوں؟

اس ماہ کے دیگر خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس مہینہ میں آئندہ سال مرنے والے کا پروانہ حیات چاک کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے بھی ضرورت ہے کہ اس ماہ میں خصوصیت کے ساتھ نیک اعمال کیے جائیں تا کہ زندگی کا فیصلہ ہوتے وقت وہ ایک نیک کام میں مشغول ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ آپ شعبان میں بہت زیادہ روزے رکھتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو حضورؐ نے یہ ہی جواب دیا کہ حق تعالیٰ اس مہینہ میں آئندہ سال مرنے والوں کے نام تحریر فرماتے ہیں میں یہ چاہتا ہوں کہ میری وفات کا نوشتہ ایسے وقت میں لکھا جائے جبکہ میں روزہ دار ہوں۔ اس سے اشارۃً یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ جس شخص کا نوشتہ وفات ایسے وقت میں لکھا جائے گا کہ وہ کسی اچھے کام یعنی عبادت میں مشغول ہو تو فضلِ خداوندی سے قوی امید ہے کہ اس شخص کی موت بھی اچھی حالت میں ہوگی،

انشاءاللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بخیر وخوبی ہوگا۔ (فضائل الایام والشہور ص ۱۰۴)

امتحان کا وقت

عن اسامة بن زيد رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شعبان شهري و رمضان شهر الله۔

ترجمہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے۔

تشریح شعبان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مہینہ فرما رہے ہیں، اس مہینہ کو اپنی جانب منسوب فرماتے ہیں۔ اس کے بعد شعبان کے دیگر فضائل کے بیان کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ جو مہینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوگا، اس کی عظمت، اس کی فضیلت و بڑائی معلوم ہے۔ اس ماہ کی ایک یہ بھی خصوصیت ہے کہ اس مہینہ میں حق تعالیٰ کے سامنے تمام بندوں کے سال بھر کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''شعبان کا مہینہ جو رجب اور رمضان کے درمیان ہے لوگ اس سے غافل ہیں اس میں حق تعالیٰ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں چنانچہ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال روزہ دار ہونے کی حالت میں پیش کیے جائیں''۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

ہم نے عام مدرسوں اور کالجوں وغیرہ میں دیکھا ہے اور جس کا جی چاہے دیکھ سکتا ہے کہ جب سال قریب الختم ہوتا ہے اور تمام سال کی تعلیم کا جائزہ (امتحان) لینے کا وقت قریب آجاتا ہے تو کم محنت سے کم محنت اور بدشوق سے بدشوق طالب علم بھی کتابوں کی ورق گردانی وتکرار ومطالعہ میں مشغول ہوجاتا ہے غرض یہ انسانی فطرت ہے کہ جب کسی چیز کے جائزہ لینے کا وقت آتا ہے فطرۃً ہر آدمی کو اس کی طرف توجہ کرنا پڑتی ہے۔

یہی حال اعمال کا ہے۔ یہ دنیا انسانوں کی دائمی قیام گاہ نہیں ہے، انسان کو اس میں ہمیشہ قیام کرنا نہیں، بلکہ ایک ہوٹل یا سرائے ہے کہ ایک دو روز کے لیے یا چند روز کے لیے اس میں مسافرانہ قیام کرلیا جاتا ہے۔ الدنیا مزرعة الآخرة کا مشہور مقولہ تو آپ نے بھی سنا ہوگا۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ انسان کو حق تعالیٰ نے کچھ روز کے لیے دنیا میں امتحاناً بھیج دیا ہے کہ دیکھیں یہ کیسے اعمال کرتا ہے۔ یہ اپنی عاقبت سنوارتا ہے یا بگاڑتا ہے۔ پھر یہ بھی نہیں کہ اللہ نے انسان کو دنیا

Marfat.com

میں بھیج کر آزاد چھوڑ دیا ہو، نہیں بلکہ ہر سال اس کے گذشتہ اعمال کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے اور آئندہ سال کے لیے (ہماری اصطلاح میں) اس کا بجٹ منظور کیا جاتا ہے۔

شعبان کا مہینہ امتحان کا مہینہ ہے۔ اس میں تمام سال کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور ان پر آئندہ کے احکام صادر کیے جاتے ہیں۔ گذشتہ حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نکتہ کی طرف امت کی رہ نمائی فرمائی ہے کہ یہ مہینہ ہمارے اعمال کے جائزہ لینے کا ہے اس لیے ان میں خصوصی طور پر اس مہینہ میں نیک اعمال کرنا چاہئیں اور بالکل اسی طرح جیسے تم عام امتحانوں میں کیا کرتے ہو اس امتحان میں بھی گذشتہ کوتاہیوں کی تلافی اور امتحان کی پوری پوری تیاری کر لینا چاہیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی نہیں بلکہ خود کر کے دکھا بھی دیا اور عملی نمونہ بن کر ہمارے لیے ایک نیک مثال قائم فرمادی۔

چنانچہ مجموعۂ احادیث کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر شعبان میں کثرت سے روزے رکھتے تھے رمضان کے علاوہ اور کسی دوسرے مہینہ کو یہ خصوصیت حاصل نہیں تھی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام شعبان میں روزے رکھتے تھے یہاں تک کہ رمضان آجاتا تھا اور دوبارہ رمضان المبارک کے روزے شروع فرما دیتے تھے۔

ہاں امت کو اس ماہ کی خیر و برکت سے بالکل ہی محروم نہ رہنے کے لیے اس کی اجازت دی جائے گی کہ شعبان کے نصف اول میں روزے رکھ لیا کریں اور نصف آخر میں آرام کر لیں کہ رمضان کے روزوں کے لیے تازہ دم ہو جائیں۔ پورے شعبان کے روزے رکھنے کی ممانعت کی وجہ بظاہر ضعف کا خوف ہے کہ رمضان کے روزوں میں اس کی وجہ سے کوتاہی نہ ہو، لہٰذا اگر کوئی قوی اور توانا ہو اور اس کی صحت اچھی ہو کہ دو ماہ کے مسلسل روزوں سے اس کی صحت وقوت پر کوئی اثر نہ پڑے تو اس کو اس کی اجازت بھی دے دی جائے گی کہ شعبان اور رمضان کے مسلسل روزے رکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور عمل میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ قول اُمت کے لیے اور عمل اپنے لیے۔ (فضائل ایام وشہور ص ۱۰۳)

شبِ برأت کیا ہے؟

اسلام کے دیئے ہوئے عقیدۂ توحید کی رو سے زمانہ کی ہر ساعت، گھڑی، وقت اور

Marfat.com

شب وروز کا ہر لمحہ مبارک اور بہتر ہی ہے اور کسی ساعت اور لمحہ میں نحوست اور شر کا تصور رکھنا اسلام کیخلاف ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثِ قدسی کی وساطت سے اس حقیقت کا انکشاف فرمایا کہ ”زمانہ کی ساعت کو ناپسندیدہ اور برا کہنا ممنوع ہے کہ زمانہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی شان کا نام ہے، البتہ برکت وسعادت اور فضیلت وبرتری کے اعتبار سے کسی مہینہ کو کسی مہینہ پر، بعض دنوں کو دوسرے دنوں پر یا بعض ایام کو دوسرے ایام پر اور بعض راتوں کو دوسری راتوں پر حتیٰ کہ بعض ساعتوں کو دوسری ساعتوں پر فوقیت اور برتری حاصل ہے اور اس قسم کی فوقیت وفضیلت کی خبر قرآن وحدیث کے ذریعہ دی گئی ہے جن کی فضیلت وبرتری اور خواص قرآن شریف میں بیان کیے گئے اور ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی۔ اس میں ایک شب معراج، دوسری شب برأت اور تیسری شب قدر ہے اور عیدین کی راتیں۔ قرآنِ کریم نے شبِ برأت کو لیلۃ المبارکہ کہا ہے جس کو حدیث میں لیلۃ البرأت فرمایا گیا ہے، اور ہماری اصطلاح میں یہ مبارک رات شب برأت کے نام سے مشہور ہے، برأت کے معنی عربی زبان میں رہا ہونے اور نجات پانے کے آتے ہیں، اور یہ رات ایسی ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی تعداد میں انسانوں کے گناہ اور ان کی خطائیں معاف کر کے عذابِ جہنم سے بری قرار دیا جاتا ہے اس لیے اس رات کا نام ہی لیلۃ البرأت اور شب برأت قرار پا گیا ہے۔

دوسرے یہ کہ اس رات میں انسانی زندگی اور اس کی ضروریات سے متعلق ایک سال سے مہمات امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اور یہ مبارک رات شعبان کی پندرہویں رات ہے جو چودہ تاریخ کی شام سے شروع ہوتی ہے اور صبحِ صادق تک رہتی ہے۔

جہاں تک شبِ برات کا تعلق ہے عید، بقرعید کی طرح یہ کوئی تہوار نہیں ہے اس کی شرعی حیثیت صرف اس قدر ہے کہ شب برأت ایک مقدس رات ہے، اس رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزمرہ سے زیادہ عبادت فرماتے تھے، مردوں کی دعائے مغفرت کے لیے قبرستان تشریف لے جاتے تھے اور دوسرے دن روزہ رکھتے تھے، یہی شبِ برأت منانے کا اصل طریقہ ہے کہ اس رات زیادہ سے زیادہ عبادت کر کے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہیں اور قبرستان جا کر سنت طریقہ کے مطابق اپنے آباء واجداد، اعزاء اقرباء اور عامۃ المسلمین ومسلمات کے لیے دعائے مغفرت کریں اور اگلے دن روزہ رکھیں۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

حضرت جبرائیلؑ کی آمد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" شعبان کی درمیانی رات میں جبرائیلؑ میرے پاس تشریف لائے اور کہا اے محمد صلی اللہ علی وسلم اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاؤ، میں نے سر اٹھایا (آسمان کی طرف دیکھا) جنت کے سب دروازوں کو کھلا ہوا پایا، پہلے دروازہ پر ایک فرشتہ کھڑا پکار رہا تھا کہ جو شخص اس رات میں رکوع کرتا ہے (نماز پڑھتا ہے) اسے خوشخبری ہو، دوسرے دروازہ پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ جو شخص اس رات میں سجدہ کرتا ہے اسے خوشخبری ہو۔ تیسرے دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا جس نے اس رات میں دعاء کی اسے خوش خبری ہو۔ چوتھے دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ جس نے اس رات میں ذکر کیا اسے خوش خبری ہو۔ پانچویں دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ جس نے اس رات میں خدا کے خوف سے زاری کی (یعنی رویا) اُسے خوشخبری ہو۔ چھٹے دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ اس رات میں تمام مسلمانوں کو خوشخبری ہو۔ ساتویں دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ اگر کسی کو کوئی سوال کرنا ہے تو کرے، اس کا سوال پورا کیا جائے گا۔ آٹھویں دروازے پر ایک فرشتہ کہہ رہا تھا کہ کوئی ہے جو بخشش کی درخواست کرے، اس کی درخواست قبول کی جائے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبرائیلؑ سے پوچھا، یہ دروازے کب تک کھلے رہیں گے؟ انہوں نے جواب دیا پہلی رات سے صبح ہونے تک کھلے رہیں گے۔ پھر فرمایا اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ اس رات (شعبان کی پندرہویں) میں دوزخ کی آگ سے اتنے بندوں کو نجات دیتا ہے، جتنے قبیلہ کلب کی بکریوں کے بال ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۶۲)

(عرب میں ہر قبیلہ میں بہت سی بکریاں ہوتی تھیں لیکن بنی کلب میں سب سے زیادہ بکریاں تھیں۔ ان تمام بکریوں کے جسم پر جتنی تعداد میں بال تھے، ان سے کہیں زیادہ تعداد میں اللہ تعالیٰ لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں۔ مطلب تعداد کی زیادتی بیان کرنا ہے کہ ایک بکری کے جسم پر کتنے بے شمار بال ہوتے ہیں اور پھر ان کثیر تعداد بکریوں کے جسم پر کتنے بے حساب بال ہوں گے ان سے بھی بڑھ کر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو معاف فرماتے ہیں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

شب برأت مبارک کیوں؟

جو رات آنے والی ہے یعنی پندرہویں شب شعبان، اس کے خاص فضائل آئے ہیں

Marfat.com

اس لحاظ سے اس کو مبارک کہنا درست ہے، گو احادیث میں مبارک کا لفظ نہیں آیا اگرچہ قرآن میں لفظ ''مبارکہ'' آیا ہے۔ مگر یہ تفسیر خود محتمل ہے مگر یہ احتمال اس لقب میں مضر نہیں کیونکہ برکت کی حقیقت ہے کثرتِ نفع، اگر کسی چیز کا کثیر النفع ہونا ثابت ہوجائے تو اس کو مبارک کہنا صحیح ہوگا، پس احادیث میں جو فضائل اس رات کے آئے ہیں جب ان سے کثیر النفع ہونا معلوم ہوتا ہے تو اس کو مبارک کہنا صحیح ہوگا۔ گو مبارک کا لفظ نہ آیا ہو۔ لیکن قرآن شریف میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ:

انا انزلنٰه فی لیلةٍ مبٰرکةٍ انا کنا منذرین۔ فیها یفرق کل امر حکیم۔

(الدخان پارہ ۲۵)

ترجمہ: ہم نے اس (قرآن) کو ایک برکت والی رات میں اُتارا ہے بے شک ہم ڈرانے والے ہیں، اسی رات کو ہر امرِ حکم کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

یعنی یہ بھی ایک برکت ہے کہ اس شب میں تمام امور (کاموں) کا فیصلہ ہوجاتا ہے۔ تمام امور میں سب چیزیں آگئیں صرف نماز وروزہ ہی نہیں بلکہ دنیوی امور بھی اس میں داخل ہیں۔ مثلاً اس کھیت میں اتنا اناج پیدا ہوگا، جنگ ہوگی، فتح ہوگی یا شکست ہوگی، اتنا پانی برسے گا (موت وحیات، شادی وبیاہ وغیرہ) غرض سب امور کا فیصلہ وانتظام ہوتا ہے، یہ سب انتظام برکت میں داخل ہوگیا۔ پس ایک قسم تو برکت کی یہ ہے۔ دوسری قسم برکت کی دینی ہے جو احادیث میں مذکور ہے کہ جب شعبان کی پندرھویں شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اول شب سے آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں۔ یہ خصوصیت اس رات میں بڑھی ہوئی ہے۔ (کیونکہ ہر روز نصف شب کے بعد خدا تعالیٰ آسمانِ دنیا پر تجلی فرما کر بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں) یعنی اور راتوں میں نصف شب کے بعد نزولِ الٰہی ہوتا ہے اور اس شب میں شروع ہی سے نزول فرماتے ہیں، یہ بھی وجہ برکت میں سے ایک ہے۔ اس کی قدر وہی کرے گا جس میں محبت کا مادہ ہوگا کیونکہ اس کو ایک ایک لمحہ غنیمت معلوم ہوگا، وہ تو محبوب کی طرف سے پانچ منٹ بڑھا دینے کو بھی بہت غنیمت سمجھے گا اور یہاں (شب برأت وشبِ قدر میں) پوری رات ملتی ہے تو یہاں اضافہ اصل سے بھی زیادہ ہوگیا ہے، مجموعہ دونے سے بڑھ گیا۔ (التبلیغ ص ۲۶ ج ۸ از مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

شبِ برأت میں نظامِ خداوندی

حضرت عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے قول ''اور اس رات میں تمام

Marfat.com

مضبوط کام جدا کیے جاتے ہیں"۔ کی تفسیر میں یہ منقول ہے کہ اس آیت میں جس رات کا ذکر ہے وہ شعبان کی درمیانی رات ہے۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ سال کے کاموں کی تدبیر کرتا ہے، مرنے والے لوگ زندہ لوگوں سے الگ کر دیئے جاتے ہیں (جن لوگوں کو اس سال مرنا ہوتا ہے، انکے نام الگ کر دیئے جاتے ہیں، گویا ان کی فہرست اس رات میں تیار کر لی جاتی ہے)۔ جو لوگ حجِ بیت اللہ شریف کرنے والے ہوتے ہیں ان کے نام بھی الگ کر دیئے جاتے ہیں اس میں ذرا کمی و بیشی نہیں ہوتی۔

حکیم ابنِ کیسانؒ کا کہنا ہے کہ شعبان کی درمیانی رات میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نگاہ کرتا ہے اور اس رات میں وہ جسے پاک کرتا ہے وہ اگلے سال کی وہی رات آنے تک اسی طرح پاک رہتا ہے۔

عطاء بن یسارؒ سے روایت ہے کہ شعبان کی درمیانی رات میں لوگوں کے سال بھر کے اعمال اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش ہوتے ہیں۔ اور ایک شخص سفر کے لیے نکلتا ہے، یا ایک شخص نکاح کرتا ہے، حالانکہ وہ زندوں کی جماعت سے نکال کر مردوں کی جماعت میں لکھ دیا جاتا ہے (یعنی آدمی کا ارادہ و پلاننگ کیا کیا ہوتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی موت لکھی ہوتی ہے)۔
(غنیۃ الطالبین ص ۳۶۱)

فرشتوں کی عیدیں

جس طرح زمین پر مسلمانوں کی دو عیدیں ہیں، اسی طرح آسمان پر فرشتوں کی بھی دو عیدیں ہوتی ہیں۔ مسلمانوں کی عیدیں عید الفطر (یکم شوال) اور عید الاضحیٰ (دس ذی الحجہ) کے دن ہوتی ہیں اور فرشتوں کی عدیں شبِ برات اور شب قدر میں ہوتی ہیں۔

فرشتوں کی عیدیں رات میں اس لیے ہوتی ہیں کہ وہ سوتے نہیں، مسلمان چونکہ سوتے ہیں اس لیے انکی عیدیں دن میں ہوتی ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۶۲)

موت وحیات کے فیصلہ کی رات

وعن عائشة ان النبی صلی اللہ علیه وسلم قال هل تدرین ما فی هٰذه اللیلة یعنی لیلة ــــــ شعبان قالت مافیها یا رسول اللہ فقال فیها ان یکتب کل مولود

بنی ادم فی هٰذہٖ السنة وفیھا ان یکتب کل ھالكٍ من بنی آدم فی ھٰذہ السنة و فیھا ترفع اعمالھم وفیما تنزل ارزقھم ، فقالت یا رسول اللّٰہ ما من احدٍ یدخل الجنة الا برحمة اللّٰہ تعالیٰ فقال مامن احدٍ یدخل الجنة الا برحمة اللّٰہ تعالیٰ ثلاثاً قلت ولا انت یا رسول اللّٰہ فوضع یدہ علیٰ ھامتہٖ فقال ولاانا الا ان یتغمر فی اللّٰہ من برحمتہٖ یقولھا ثلاث مداتٍ۔ (رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر)

ترجمہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ سرتاجِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا کہ ''کیا تم جانتی ہو کہ اس شب میں یعنی شعبان کی پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے''؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (مجھے تو معلوم نہیں، آپؐ ہی بتایئے کہ) کیا ہوتا ہے''؟۔ آپؐ نے فرمایا بنی آدم میں کا ہر وہ شخص جو اس سال پیدا ہونے والا ہوتا ہے لکھدیا جاتا ہے اور بنی آدم میں کا ہر وہ شخص جو اس سال مرنے والا ہوتا ہے اس رات میں لکھا جاتا ہے۔ اس رات میں بندوں کے اعمال (اوپر) اٹھالیے جاتے ہیں اور اسی رات میں بندوں کے رزق اُترتے ہیں''۔

حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوگا''۔ آپؐ نے فرمایا'' (ہاں) کوئی شخص بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوسکتا''۔ آپؐ نے یہ الفاظ تین مرتبہ فرمائے میں نے عرض کیا'' اور نہ آپ یا رسول اللہ! (یعنی آپؐ بھی اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوں گے؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک (ہاتھ) سرِ مبارک پر رکھا اور فرمایا'' اور نہ میں! (یعنی میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہوں گا)۔ یہ الفاظ بھی آپؐ نے تین بار فرمائے۔

تشریح دنیا میں جتنے بھی انسان پیدا ہوں گے یا وفات پائیں گے ان سب کی پیدائش اور موت کے بارے میں بہت پہلے ہی عموی طور پر لوحِ محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے، مگر ہر شعبان کی پندرہویں شب میں پھر دوبارہ ان لوگوں کی پیدائش اور موت کا وقت لکھ دیا جاتا ہے جو اس سال پیدا ہونے والے ہیں یا مرنے والے ہوتے ہیں۔

''اعمال اٹھائے جاتے ہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ اس سال میں بندہ سے جو بھی نیک وصالح اعمال سرزد ہونے والے ہوں گے وہ اسی رات میں لکھ دیئے جاتے ہیں جو ہر روز صادر ہونے کے بعد بارگاہِ رب العزت میں اٹھائے جائینگے۔

Marfat.com

"رزق اترنے" سے مراد رزق کا لکھا جانا ہے اس سال میں جس بندہ کے حصہ میں جتنا رزق آئے گا اس کی تفصیل اس شب میں لکھی جاتی ہے جیسا کہ ایک حدیث میں منقول ہے کہ "اس شب میں موت اور رزق لکھے جاتے ہیں اور اس سال میں حج کرنے والے کا نام (بھی) اس شب (پندرھویں شعبان کی) میں لکھا جاتا ہے"۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سنا کہ وہ اعمالِ صالحہ جو سال بھر میں بندہ سے سرزد ہونے والے ہوتے ہیں اور کرنے سے پہلے ہی لکھ دیئے جاتے ہیں تو وہ سمجھیں کہ جنت میں داخل ہونے کا دارومدار محض تقدیر اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر ہے، دخولِ جنت عمل پر موقوف نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا "یارسول اللہ مامن احد یدخل الخ۔

اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بے شک جنت میں داخل ہونا تو محض اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل پر موقوف ہے وہ جسے چاہے اپنے فضل وکرم سے جنت میں داخل کرے اور جسے چاہے نہ داخل کرے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی قرآن شریف کی اس آیت کے خلاف نہیں ہے ان تلکم الجنة اورثتموها بما کنتم تعملون۔ یعنی یہ جنت وہ ہے جو تمہیں اس چیز کے بدلہ میں دی گئی ہے جو تم کرتے تھے (یعنی دنیا میں جو اعمال کرتے تھے)۔ (پارہ ۸ رکوع ۱۲)

کیونکہ نیک اعمال تو جنت میں داخل ہونے کا ظاہری سبب ہیں مگر جنت میں داخل ہونے کا حقیقی سبب تو اللہ جل شانہٗ کا فضل وکرم اور اس کی رحمت ہی ہے نہ کہ اعمالِ نیک۔ پھر یہ کہ نیک اعمال بھی تو اللہ تعالیٰ ہی کی رحمت ہیں، اگر کسی بندے کے ساتھ خدا کی توفیق شامل حال نہ ہو اور اس کے فضل وکرم اور اس کی رحمت کا سایہ اس پر نہ ہو تو وہ نیک اعمال کیسے کرسکتا ہے؟

نیک وصالح اعمال تو بندہ جب ہی کرتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی رحمت بندہ کی رہنمائی کرتی رہے، لہٰذا اس طرح بھی یہی کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہونا تو محض پروردگار عالم کی رحمت پر موقوف ہے۔ اور بعض علماء نے کہا ہے کہ "جنت میں داخل ہونا تو محض اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب ہے اور جنت میں درجات کی بلندی اعمال کے تفاوت پر موقوف ہے یعنی بندہ جنت میں داخل تو اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہوگا ہاں اعمال کی کارفرمائی اس درجہ کی ہوگی جس بندہ کے نیک اعمال جس درجہ کے ہوں گے جنت میں اسے اس کے مطابق درجہ ملے گا۔

(مظاہر حق جدید ج ۲ ص ۲۰۰)

Marfat.com

سال بھر کے بجٹ کی منظوری کی شب

فقال فیھا ان یکتب کل مولود بنی آدم فی ھٰذہ السنة وفیھا ان یکتب کل ھالكٍ من بنی آدم فی ھٰذہ السنة وفیھا ترفع اعمالھم وفیھا تنزل ارزاقھم۔

(مشکوٰۃ شریف مظاہر حق ص۱۹۹ ج۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بنی آدمؑ میں کا ہر وہ شخص جو اس سال میں پیدا ہونے والا ہوتا ہے اس رات میں لکھ دیا جاتا ہے، بنی آدمؑ کا ہر وہ شخص جو اس سال مرنے والا ہوتا ہے اسی رات میں لکھ دیا جاتا ہے، اس رات میں بندوں کے اعمال (اوپر) اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں بندوں کے رزق اترتے ہیں۔

تشریح دنیا بھر کی حکومتوں میں یہ دستور ہے کہ وہ اپنے وسائل اور پالیسی کے مطابق آمدنی واخراجات کا بجٹ ایک سال پہلے ہی تیار کرلیتی ہیں۔ ان کی پارلیمانی اور وزراء کے اجلاسوں کی میٹنگ میں اس بجٹ پر مہینوں بحث ہوتی ہے، یہ بجٹ اپنی حکومت کے اغراض ومقاصد کا آئینہ دار بھی ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ آنے والے سال میں ترقی کی کن منازل کو طے کرنا ہے۔

بعینہٖ شعبان کی چودہویں اور پندرہویں تاریخوں کے درمیان ہر سال خالقِ کائنات اپنی وسیع تر مملکت دنیا کے بجٹ کا اعلان کرتا ہے اور یہ بجٹ زندگی کے ہر زاویئے پر محیط ہوتا ہے۔ اس رات میں یہ بھی فیصلہ ہوتا ہے کہ آنے والے سال میں کتنے لوگوں کو دنیا میں بھیجنا ہے اور کتنے لوگوں کو ان کی ذمہ داریوں سے سبکدوش کرنے کے بعد واپس بلایا جائے گا۔ کتنا خرچ کرنے کی اجازت ملے گی اور کس سے کتنا کچھ واپس لے لیا جائے گا۔

شعبان کی پندرہویں شب میں عالمِ بالا میں حکیم وخبیر ودانا مدبر کے حکم کے مطابق دنیا والوں کے لیے جو روزِ ازل میں فیصلے کیے گئے تھے ان میں سے ایک سال کا جامع بجٹ کارکنانِ قضاء وقدر یعنی خاص مقرب فرشتے حضرت جبرئیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل اور عزرائیل علیہما السلام کے سپرد کردیا جاتا ہے، اس دنیا میں سب کچھ وہی ہوتا ہے جو فرشتوں کو پیش کیا جاتا ہے۔

Marfat.com

درخواست کی پیشی کا وقت

آپ نے دیکھا یا سنا ہوگا کہ جن دنوں بجٹ تیار ہو رہا ہوتا ہے ملک کے متعلقہ طبقے اپنے اپنے مطالبات و درخواستیں حکومت تک پہنچانے اور اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے حاضر ہوکر استدعاء کرتے ہیں۔ اسی طرح جب خالقِ کائنات اپنا بجٹ تیار کرتے ہیں تو اس کے بندے اس کے سامنے اپنی ضروریات اور اپنی آرزوؤں کو پیش کرتے ہیں اور جس طرح حکومتیں اپنے عوام کے مطالبات کو ملحوظ رکھ کر بجٹ میں ترمیم کرلیتی ہیں۔ اسی طرح رب العالمین اپنے بندوں کی دعاؤں کو سن کر اپنے بجٹ میں ترمیم فرمالیتے ہیں۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا:

وعن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کانت لیلۃ النصف من شعبان فقوموا لیلھا وصوموا یومھا فان اللہ تعالیٰ ینزل فیھا۔ بغروب الشمس الی السماء الدنیا فیقول الا من مستغفر فاغفرلہ الا مسترزق فارزقہ الا مبتلی فاعافیہ الا کذا حتیٰ یطلع الفجر۔ (الترغیب ص۳۶۰ ج ۲ وتفسیر روح المعانی ص۱۰۲ ج)

ترجمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب شعبان کی پندرہویں رات ہوتو اس رات میں عبادت کرو (اور اس کے بعد) والے دن میں روزہ رکھو کیونکہ اس رات کو اللہ تعالیٰ غروبِ آفتاب کے وقت سے ہی آسمانِ دنیا پر جلوۂ خاص فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا کوئی مغفرت چاہنے والا ہے کہ میں اسے بخش دوں۔ کیا کوئی مبتلائے مصیبت ہے کہ اسے عافیت دوں۔ کیا کوئی ایسا ویسا ہے اور یہ آوازیں صبح تک آتی رہتی ہیں۔

درخواست کا مضمون

دعاؤں کے علاوہ شعبان کی پندرہویں رات کو عبادت اور اگلے دن روزے رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ہم اپنی حکومتوں کے سامنے جب کوئی درخوست پیش کرتے ہیں تو الفاظ کے انتخاب اور جملوں کی ساخت اور مضمون میں عجز وانکساری کا اظہار کرتے ہیں تو پھر جب ہم اپنی درخواست بجٹ میں ترمیم کرانے کی، کائنات کی سب سے بڑی حکومت کے سربراہ اور مالکِ حقیقی اللہ رب العزت کے دربار میں پیش کررہے ہیں تو لازم آتا ہے کہ عجز وانکساری و نیازمندی کے ساتھ اس کے سامنے جھک جائیں، گڑگڑا کر اور اپنی کمتری اور اس کی برتری کے اظہار

Marfat.com

واعتراف کے ساتھ درخواست گزار ہوں۔ ہمارا یہ گڑگڑانا ہماری یہ عاجزی رات بھر کی عبادت میں ظاہر ہوسکتی ہے۔ اور احادیث سے یہ ثابت ہے کہ بندہ جب اپنے خدا کے حضور پورے عجز وانکساری کے ساتھ دست بہ دعاء ہوتا ہے تو رحمتِ ایزدی جوش میں آ جاتی ہے اور دعاء مستجاب ہو جاتی ہے۔

اب بھی وقت ہے جو کچھ ہو چکا اس کی تلافی کرلو اور جو وقت آنے والا ہے اس میں رحمتوں اور سعادتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لو، شعبان المعظم کی جتنی مسعود، اقبال مند راتیں تم اپنی غفلت سے چھوڑ چکے ہو ان بابرکت راتوں میں آگ کا کھیل یا دیگر رسومات کر چکے ہو ان کی وجہ سے مایوس نہ ہو۔ آؤ خدا کی بارگاہ میں آؤ۔ اس رات ہی میں خدائے رحیم کے دربار میں آ کر کوئی مغموم نہیں رہتا، احساسِ ندامت ساتھ لاؤ۔ شکستہ دل سے ندامت کے آنسو بکھیر دو۔ تم جلد ہی دیکھ لوگے کہ خدا تم سے خوش ہو گیا ہے۔ اس کی رحمت آگے بڑھ کر تمہیں اپنے دامن میں چھپا لے گی۔ اب صرف ضرورت ہے خدا کی طرف دل لگانے کی، تم اگر ایک قدم آگے خدا کے راستہ میں چلو گے تو رحمتِ خداوندی دس قدم آگے بڑھے گی۔

لہٰذا اس مبارک رات میں جہاں ہم اپنے لئے اللہ سے دعا مانگتے ہیں وہیں تمام اعزاء واقارب، دوست احباب، اولیاء اللہ اور عامۃ المسلمین کے لیے بھی مغفرت کی دعاء کریں اور نئی ارواح کے لیے یعنی اولاد کے لیے بھی دعاء کریں، اور اگر ممکن ہو تو قبرستان جا کر زیارتِ قبور وایصالِ ثواب کی سنت ادا کریں اور پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھیں۔ اور اگر یہ کچھ ممکن نہ ہو سکے تو کم از کم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو ان گناہوں اور خرافات سے بچانے کی تو کوشش کی جائے جو اس مقدس رات میں ثواب سمجھ کر کیے جاتے ہیں۔ یاایھاالذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراً۔ (التحریم پارہ ۲۸)۔ اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے۔ (ترجمہ شیخ الہند ص ۷۴۳) (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

شبِ قدر کی پوشیدگی کی حکمت

شب برات کو ظاہر کرنے اور شبِ قدر کو پوشیدہ رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت ہے کہ شبِ قدر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نازل ہونے اور بخشش عطا ہونے اور دوزخ سے نجات حاصل کرنے کی رات ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے چھپا کر رکھا ہے تا کہ لوگ اس رات پر ہی تکیہ

وبھروسہ نہ کر بیٹھیں۔

شبِ برات ظاہر کرنے کی حکمت

شبِ برات (شعبان کی پندرہویں شب) کو اس لیے ظاہر فرمایا کہ یہ رات قضاء اور حکم، قہر اور رضاء قبولیت اور رد، قرب اور بعد، سعادت اور شقاوت، کرامت اور پرہیز گاری کی رات ہے، اس رات میں کوئی نیک بخت بنا دیا جاتا یہ اور کوئی مردود قرار پاتا ہے، ایک کو نیک کاموں کی جزاء دے کر کامراں کر دیا جاتا ہے اور دوسرے کو برے کاموں کے بدلہ میں خوار کر دیا جاتا ہے، ایک کو بزرگی دی جاتی ہے، دوسرے کو اس سے محروم کر دیا جاتا ہے، ایک کو اَجر دیا جاتا ہے، دوسرے کو دُھتکارا جاتا ہے۔ پس بہت سے لوگ تو بازاروں میں اپنے کاروبار میں لگے ہوتے ہیں اور اللہ کے یہاں ان کے کفن تیار ہو رہے ہوتے ہیں، بعض کی قبریں کھودی جارہی ہوتی ہیں، مگر وہ دنیا میں خوشی میں لگے ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ غرور اور ہنسی کھیل میں مصروف ہوتے ہیں، حالانکہ وہ عنقریب ہلاک ہونے والے ہوتے ہیں۔

بہت سے شاندار محل اپنی تکمیل کو پہونچتے ہیں، حالانکہ ان کے مالک جلد ہی فنا ہو کر خاک میں مل جانے والے ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ ثواب کے امیدوار ہوتے ہیں مگر ان کے لیے عذاب نازل کیا جاتا ہے۔ بہت سے لوگ خوش خبری کی توقع لگائے جاتے ہیں حالانکہ انھیں نقصان پہنچتا ہے۔ بہت سے لوگ بہشت کے امیدوار ہوتے ہیں، حالانکہ ان کو دوزخ نصیب ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ وصل (ملاقات) کی اُمید کر رہے ہوتے ہیں حالانکہ ان کے لیے جدائی مقرر ہوتی ہے بہت سے لوگ بادشاہت حاصل کرنے پر یقین رکھتے ہیں حالانکہ ان کے نصیب میں ہلاکت لکھی ہوتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۶۳)

شب بیداری کی چودہ راتیں

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ سال کی ان چودہ راتوں میں جاگ کر عبادت کرنی چاہیے:

(۱) محرم کی پہلی رات (۲) عاشورہ کی رات (۳) رجب کی پہلی رات (۴) رجب کی درمیانی رات (۵) رجب کی ستائیسویں رات (۶) شعبان کی درمیانی رات (۷) عرفہ کی رات (۸) عیدالفطر کی رات (۹) عیدالاضحیٰ کی رات (۱۰) ماہِ رمضان کی پہلی رات (۱۱ تا ۱۴) رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتیں یعنی اکیسویں تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں، اُنتیسویں رات۔

اسی طرح اس بات پر بھی علماء کا اتفاق ہے کہ ان سترہ دنوں میں عبادت کرنا بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

عرفہ کا دن، عاشورہ (دس محرم) کا دن، شعبان کا درمیانی دن، جمعہ کا دن، دونوں عیدوں کے دن، ذی الحجہ کے دس معلومہ دن، تشریق کے دن (ذی الحجہ کی گیارہ، بارہ اور تیرہ تاریخ۔ ان سب دنوں میں جمعہ اور رمضان کے سارے مہینہ کے بارے میں زیادہ تاکید کی گئی ہے۔

نوٹ رجب کی پہلی رات میں جاگے (عبادت کرے) اور دن میں روزہ رکھے، دونوں عیدوں کی راتوں کو قیام کرے یعنی جاگ کر عبادت کرے، مگر دنوں میں روزہ نہ رکھے۔ شعبان کی درمیانی رات میں جاگے اور دن میں روزہ رکھے اور عاشورہ کی رات میں جاگے اور دن میں (دس محرم کو) روزہ رکھے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۴۱)

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رجب کا مہینہ برائیاں ترک کرنے کے لیے اور شعبان کا مہینہ عبادت کرنے کے لیے ہے، نیز رمضان المبارک کی کرامتوں کا منظر دیکھنے کے لیے ہے۔ پس جو شخص آفات (برائیوں) کو نہیں چھوڑتا اور بندگی و اطاعت اختیار نہیں کرتا، کرامتوں کا منتظر نہیں رہتا، وہ بے ہودہ کام کرنے والوں میں سے ہے۔

نیز آپؒ ہی کا ارشاد ہے کہ رجب کا مہینہ کھیتی بونے کے لیے ہے۔ شعبان میں اس کھیت کو پانی دیا جاتا ہے۔ رمضان میں اس کھیت کو کاٹ لیا جاتا ہے اور چونکہ کاٹنے والا وہی چیز کاٹتا ہے جو اس نے بوئی ہو، اس لیے آدمی جو کچھ کرتا ہے اسی کا اجر دیا جاتا ہے، جو شخص اپنی کھیتی کو ضائع کرتا ہے وہ کھیت کاٹنے کے وقت پشیمانی اٹھاتا ہے، اس کا انجام برا ہوتا ہے۔

(غنیۃ الطالبین ص ۳۳۹)

ہر رات لیلۃ القدر ہے

بلکہ اگر لیلۃ القدر کو لغوی معنی کے لحاظ سے لیا جائے تو ہر رات لیلۃ القدر اور قابلِ قدر ہے، کیونکہ ہر روز نعمت ہے اور ہر رات دولت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ہر روز نصف شب کے بعد اللہ تعالیٰ آسمانِ دنیا پر تجلی فرما کر بندوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور دنیا ہمارا گھر ہے اور زمین فرش ہے اور گویا آسمان اوّل دنیا کی چھت ہے اور گھر کی چھت گھر کا جز ہی کہلاتی ہے تو گویا حق سبحانہ تعالیٰ ہمارے گھر تشریف لاتے ہیں اور ہم کو یہ شرف نصیب ہوتا ہے کہ شاہنشاہ ہر

Marfat.com

روز ہمارے گھر (آسمانِ دنیا پر) تشریف لاتے ہیں اور متوجہ ہوتے ہیں اور وعدہ فرماتے ہیں۔

ایک اور لطفِ کرم دیکھئے کہ اگر ہم کسی دوست کے دروازے پر جائیں خصوصاً مریدین کے دروازہ پر اور وہ گھر والے ہم سے بات نہ کریں تو یقیناً ان سے بیزار ہو جائیں گے۔ اور اگر بیزار بھی نہ ہوں تو اس قدر تو ضرور شکایۃً کہیں گے کہ ہم سے بولے کیوں نہیں۔ اور گھر والے سوتے ہوں گے تو کہیں گے کہ ایسا بھی کیا سونا کہ ہمارے آنے کا کچھ بھی خیال نہ کیا (غرضیکہ جتنا تعلق ہوگا اتنا ہی شکایت نامہ زیادہ) اور اگر خط کے ذریعہ پہلے سے اطلاع کردی گئی ہو کہ آدھی رات میں حاضر ہوں گے تو اس صورت میں ان مریدوں کو سونے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

اور اب حق سبحانہ تعالیٰ کا معاملہ دیکھئے کہ باوجود اس کے کہ ان کے حقوق (اللہ کے) واقعی ہیں، مگر اپنی تشریف آوری کی خبر دینے کے بعد بھی تشریف لا کر ہم کو سوتا ہوا دیکھ کر بھی ناراض نہیں ہوتے، اور یہ فرماتے ہیں کہ اس بندہ نے ایک مستحب ہی تو چھوڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بے مروتی کا الزام نہیں دیتے کیا ٹھکانا ہے اس رحم کا۔

(خلاصہ مطلب مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کی تقریر کا یہ ہے کہ اگر ہم کسی دوست یا مرید کے مکان پر جائیں اور وہ نہ بولے تم ہم کتنے برہم وغصہ ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے گھر (آسمانِ دنیا پر) تشریف لاتے ہیں اور ہم اس وقت پڑے سوتے رہتے ہیں مگر وہ ہماری اس حالت کو دیکھ کر ناراض نہیں ہوتے)۔

اس عنایت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ہم سب کچھ کرتے، اس لیے کہ آقا کبھی کچھ نہ کہتا ہو تو اس کے سامنے پگھل جانا چاہئے گویا ہر شب شبِ قدر اس معنی پر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز ہماری طرف رحمت کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں۔ (التبلیغ ص ۳۰ جلد ۱۸ از حضرت تھانویؒ)

شبِ برات میں رسول اللہؐ کا عمل

بعض علماء کے نزدیک اس شب کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں قبرستان جانا اور وہاں ارواحِ مسلمین کے لیے دعاء مغفرت کرنا اور کچھ کلام اللہ پڑھ کر ایصال ثواب کرنا مسنون ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ (پندرہویں شعبان کو) میری باری تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان میں تشریف لائے اور کپڑے اُتارے اور ابھی پوری طرح اتارے بھی نہ تھے کہ پھر پہن لیے۔ مجھ پر وہی سخت رشک سوار ہوا (جو عورتوں کو ہوا کرتا

ہے) میں نے خیال کیا کہ آپ ضرور میری کسی سوتن (دوسری بیوی) کے پاس جائیں گے ہیں آپ کے پیچھے پیچھے نکل کھڑی ہوئی۔ تلاش کرتے کرتے آپ بقیع غرقد (مقبرہ مسلمین) میں ملے۔ آپ مؤمنین اور مؤمنات اور شہداء کے لیے استغفار فرما رہے تھے۔ تو میں نے اپنے دل میں کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ تو کس کام میں ہیں اور میں کس خیال میں ہوں، پھر وہاں سے (اُلٹے پاؤں) واپس ہو کر اپنے حجرہ میں چلی آئی، اور میرا سانس پھول رہا تھا۔ اتنے میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا اے عائشہ! تم اتنا ہانپ کیوں رہی ہو؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، میں نے آپؐ کو موجود نہ پایا مجھے رشک نے گھیر لیا اور مجھے خیال ہوا کہ آپ اس وقت میری کسی سوتن کے یہاں جائیں گے، یہاں تک کہ میں نے آپ کو بقیع غرقد میں پایا جہاں آپ استغفار وغیرہ فرما رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ کیا تم کو یہ خوف تھا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے۔ میرے پاس تو اس وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور بتایا کہ آج کی رات شعبان کی پندرھویں رات ہے، اس رات کو حق تعالیٰ بنو کلب قبیلہ کی بکریوں کے بالوں کے برابر (اس قبیلہ میں سب سے زیادہ بکریاں تھیں) مخلوق کو جہنم سے آزاد کرینگے، البتہ مشرک اور کینہ ور اور قطع رحمی کرنے والے اور ٹخنہ سے نیچی لنگی (وغیرہ) پہننے والے، نیز والدین کی نافرمانی کرنے والے اور ہمیشہ شراب نوشی کرنے والے پر حق تعالیٰ نظرِ عنایت نہ فرمائیں گے۔

اس کے بعد آپؐ نے کپڑے اتارے اور فرمایا اے عائشہ! کیا تم آج رات عبادت کرنے کی اجازت دیتی ہو (کیونکہ اجازت طلب کرنے کی ضرورت اس لیے ہوئی کہ رات بھر عبادت کرنے کا معمول نہ تھا، بلکہ کچھ وقت ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہما کی دل جوئی اور دل جمعی وغیرہ کے لیے بھی مخصوص تھا جو اس رات نہ ہو سکا)۔ میں نے عرض کیا ہاں ہاں میرے والدین آپؐ پر قربان۔ چنانچہ آپ کھڑے ہو گئے (اور نماز شروع فرما دی) پھر ایک لمبا سجدہ کیا حتیٰ کہ مجھے خیال ہوا کہیں (خدانخواستہ) آپ کی روح تو قبض نہیں ہو گئی، میں کھڑی ہو کر ٹٹولنے لگی اور اپنا ہاتھ آپؐ کے تلوؤں پر رکھا، آپؐ میں یک گونہ حرکت ہوئی جس سے میں مسرور و مطمئن ہو گئی (زندہ ہونیکا یقین ہوا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں پڑھ رہے تھے:

أعوذ بعفوك من عقابك واعوذبرضاك من سخطك واعوذبك منك جل وجهك لا احصى ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك۔

Marfat.com

ترجمہ میں تیری سزا سے تیرے عفو کی پناہ مانگتا ہوں اور تیری ناراضی سے تیری رضامندی کی اور تجھ سے (یعنی تیرے عذاب وعقاب وقہر سے) تیری ہی پناہ مانگتا ہوں، تیری ذاتِ بزرگ وبرتر ہے، میں تیرے لائق تیری تعریف نہیں کرسکتا، تو ویسا ہی ہے جیسا تو نے خود اپنے نفس کی تعریف فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان کلماتِ دعائیہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ انھیں سیکھ لو اور پھر دوسروں کو بھی سکھا دو، مجھے جبرائیل علیہ السلام نے یہ کلمات سکھائے ہیں اور فرمایا کہ میں انھیں سجدہ میں بار بار پڑھا کروں۔
(رواہ البیہقی)

اس تفصیل سے آپ حضرات کو اس مبارک رات کا دستور العمل معلوم ہوا۔ نیز آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ ہمیں اس رات میں کیا کرنا چاہئے، کس طرح عبادت کرنی چاہئے اور کس طرح مقبرہ میں جانا اور وہاں جا کر کیا کیا کرنا، اس کے بعد گھر آ کر بھی عبادت میں مشغول رہنا، دعاء کرنا اور اس کا طریقہ، اس کے مسنون الفاظ آپ کو سب کچھ معلوم ہو گئے ہوں گے۔
(فضائل الایام والشہور ص ۱۱۳)

اُم المؤمنین عائشہؓ کی فراست

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نعوذ باللہ) خدا اور خدا کے رسول نے میرے ساتھ ظلم کا معاملہ نہیں کیا ہے، بلکہ مجھے تو خیال ہو گیا تھا کہ یا تو آپؐ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یا اپنے اجتہاد سے میرے پاس سے اٹھ کر کسی دوسری کے یہاں چلے گئے ہیں۔

علامہ ابنِ حجرؒ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس جواب کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ'' خدانخواستہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے جواب میں نعم (جی ہاں) فرمادیتیں تو معاملہ اتنا نازک تھا کہ حضرت عائشہؓ کا یہ جواب کفر شمار ہوتا مگر حضرت عائشہؓ اپنی فراست اور ذہانت سے صورتِ حال سمجھ گئیں اس لیے جواب انہوں نے اس پیرایہ سے دیا کہ اپنی پریشانی وحیرانی کا عذر بیان کیا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پاس سے اٹھ آنے کا عذر بیان کیا کہ ''شعبان کی پندرہویں شب میں اللہ جل شانہٗ آسمانِ دنیا کی طرف متوجہ

Marfat.com

ہوتا ہے اور دنیا والوں پر اس کی رحمتِ کاملہ کا فیضان اس بے کراں طور پر ہوتا ہے کہ قبیلہ بنو کلب کی بکریوں کے ریوڑ کے جتنے بال ہیں ان سے بھی زیادہ لوگوں کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، لہٰذا یہ وقت چونکہ برکاتِ ربانی اور تجلیاتِ رحمانی کے اترنے کا تھا اس لیے میں نے چاہا کہ ایسے بابرکت اور مقدس وقت میں اپنی اُمت کے لوگوں کی بخشش کی دعاء کروں چنانچہ میں جنت البقیع (قبرستان) میں پہنچ کر اپنے پروردگار کی مناجات کرنے اور اس سے دعاء مانگنے میں مشغول ہو گیا۔ (مظاہر حق جدید ص ۱۹۵ ج ۲)

خدائی نظام کی توہین

مگر خدا سمجھے ہماری بداعمالی اور کور باطنی کو جن دنوں میں ضرورت عبادت کی تھی ان ہی دنوں میں ہم نے بیش از بیش گناہ کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ ہمارے دوستوں نے اسے تو خوب یاد کرلیا کہ شبِ برات میں جاگنا چاہیے، مگر اس بات کو بھول گئے کہ کیوں اور کس طرح جاگنا چاہیے''۔ وہ جاگتے ضرور ہیں مگر خدا کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کے لیے نہیں، اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کے لیے نہیں، خدا کی رحمتوں سے حصہ لینے کے لئے نہیں، اپنا نامۂ اعمال گناہوں سے دھونے کے لیے نہیں بلکہ خدا کا قہر و غضب حاصل کرنے کے لیے، اپنے گناہوں میں اضافہ کرنے کے لیے، خدا کی رحمتوں سے اعراض اور روگردانی کرنے کے لیے اپنے نامۂ اعمال کو سیاہ کرنے کے لیے اور رہی سہی نیکیوں کو بھی مٹانے کے لیے؟ الا ماشاء اللہ۔

مسلمانو! خوب سمجھ لو اور کان کھول کر سن لو کہ خدا تعالیٰ جہاں رحیم و غفار ہے وہیں جبار و قہار بھی ہے۔ یہ طرزِ عمل اس کی رحمتوں کے ساتھ مذاق کرنے کے مترادف ہے۔ اور جیسا افضل الاوقات میں اعمالِ صالحہ کا اجر بڑھتا ہے، اسی طرح برائیوں (اعمالِ سیئہ) کا گناہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

سوچو تو سہی اگر کوئی معمولی بادشاہ اپنی فوج کو حکم دے اور اعلان کردے کہ آج فلاں میدان میں تمام فوج جمع ہو کر پریڈ کریں، اپنے کمال کے جوہر دکھائیں، شاہ کی جانب سے آج انعامات و اکرامات کی بارش کی جائے گی، فوجیوں نے سنا اور تیار ہو کر میدان میں پہنچ گئے، پریڈ کرنے کے لیے نہیں، سپاہیانہ کمالات، شجاعانہ جذبات، فوجیانہ جاں نثاری کا مظاہرہ کرنے کے لیے نہیں بلکہ آتش بازی چھوڑنے کے لیے، تو کیا بادشاہ کو اس حرکت سے غصہ نہ آئے گا، کیا وہ

Marfat.com

اس فوج پر انعامات واکرامات کے بجائے لعنت وملامت کی بارش نہ کرے گا؟ کرے گا، ضرور کرے گا۔

اب غور فرمایئے کہ ہم نے جو طرزِ عمل شبِ برات میں اختیار کیا ہے اس پر اگر خدا کا قہر وغضب ہمیں ہر طرف سے نہ گھیرے تو اور کیا کرے، کیا ہماری طرف سے صحیح معنی میں اس کی رحمتوں کا استہزاء اور مذاق نہیں اڑایا جارہا ہے، پھر مسلمان اپنی نکبت، اپنی مصیبت اپنی آفت پر کیوں آنسو بہاتے ہیں۔ جیسا تم نے اب تک کیا ویسا ہی بھرا، تم نے خدا کو چھوڑ دیا، تم خدا کو بھول گئے ہو اور خدا کی عبادت کے بجائے شیطان کی پرستش کو اپنا فخر سمجھنے لگے۔ خدا نے بھی تمہیں چھوڑ دیا۔ اپنے اعمال درست کرو، اپنی سرکشیوں سے باز آؤ۔ اپنی حماقتوں سے توبہ کرو، اور آئندہ اسی خدائے یکتا کے پرستار بن جاؤ جس کے تم آج سے چودہ سوسال پہلے پرستار تھے، تم خدا کے ہو جاؤ، خدا بھی تمہارا ہو جائے گا۔ اور خدا ہی نہیں بلکہ خدا کی تمام کائنات تمہاری ہو جائے گی۔

(فضائل الایام والشہور ص ۱۱۵)

رات کے کس حصہ میں جاگیں؟

اب قابل غور بات یہ ہے کہ رات کے کون سے حصہ میں جاگنا افضل ہے؟ اس فیصلہ قرآن شریف سے بھی ہوتا ہے اور حدیث شریف سے بھی، کیونکہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر شب میں جاگنا ضروری ہے۔ چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔ ان ناشئة اللیل هی اشد وطأً واقوم قیلاً (المزمل پارہ ۲۹)۔ (البتہ اٹھنا رات کو سخت روندتا ہے (مؤثر ہے نفس کے کچلنے میں) اور سیدھی نکلتی ہے بات۔

اور ناشئۃ اللیل سونے کے بعد متحقق ہوتا یہ کیونکہ اسکے اختیار کرنے سے نفس پر مشقت کا زیادہ اثر ہوتا ہے تو وہی افضل ہوگا، اور آخر سورت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔

یہ تو قرآن شریف سے معلوم ہوا۔ حدیث شریف سے بھی اس کا افضل ہونا معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ آخر شب کی فضیلت میں بکثرت احادیث آئی ہیں اور قواعد عقلیہ بھی اس پر شاہد ہیں کیونکہ وہ وقت سونے کا ہے اور سونے (نیند) کو چھوڑنا مشکل ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص رات کو اٹھ کر التجا کرتا ہو تو میں اس سے بہت خوش ہوتا ہوں اس لیے کہ میری وجہ سے اپنی بیوی اور گرم بستر کو چھوڑ دیا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخر حصہ رات کا افضل ہے، لیکن اگر کسی

Marfat.com

کو اس حصہ میں جاگنا دشوار ہو تو وہ اول ہی حصہ (رات) میں کچھ کر لے، کیونکہ اور راتوں میں خدا تعالیٰ کا نزول آخر شب ہوتا ہے اور اس رات میں اول ہی شب سے نزولِ الٰہی ہو جاتا ہے، اس لیے جن لوگوں کو آخر رات میں عبادت کرنا دشوار ہو وہ اوّل ہی شب میں عبادت کر کے فضیلت حاصل کر لیں، جس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ عشاء تک ہی عبادت میں مشغول رہیں۔
(التبلیغ ص ۲۶ جلد ۸)

شیطانی دھوکہ

یہ نفس کا ایک کید (چال، دھوکہ) ہے کہ آدمی جہاں ثواب کا قصد کرتا یہ اس کو وہ حیلہ سے روکنا چاہتا ہے چنانچہ اس موقعہ پر (شبِ برات وشبِ قدر میں) وسوسہ ڈالتا ہے کہ آخر شب میں زیادہ فضیلت ملے گی اس لیے آخر میں ہی جاگنا چاہئے، اول شب میں جاگنے سے کیا فائدہ؟ دیکھئے گا اول شب میں تو یوں محروم رہے (کہ دل نے بہانہ حیلہ کیا) اور جب آخر شب ہوئی تو اُٹھا نہ گیا، دونوں طرف سے محرومی ہوئی، پوری کے پیچھے لگ کر اَدھوری بھی گئی۔

اور خفی کیدِ نفس کا (نفس کی ہلکی سی چال) بعض کے لیے اس صورت میں یہ بھی ہے کہ وہ یہ چاہتا ہو کہ ممتاز ہو کر رہے اور اس میں نفس کو مزا آتا ہے، اس لیے بعض آدمی یہ چاہتے ہیں کہ اخیر شب میں ہی جاگیں اور نیت یہ ہوتی ہے کہ اس امتیاز میں لذت ہو (دکھاوا ہو) یہ غرور ہے اور غرور وتکبر ایسی بری چیز ہے کہ جس وقت کوئی شخص اپنی نظر میں پسندیدہ ہوتا ہے اس وقت خدا تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ (التبلیغ ص ۲۷ ج ۸)

مبارک رات میں گناہ کرنا

اس مبارک رات میں فضیلت ہے اور جس میں فضیلت ہوگی اسمیں معصیت (گناہ) بہ نسبت دوسرے اوقات کے بہت بڑی ہوگی جیسے مکان کا حکم ہے اسی طرح زمان کا حکم ہے مثلاً ایک تو گناہ معمولی جگہ پر کرنا اور ایک مسجد میں گناہ کرنا زیادہ برا ہے (پھر مساجد کے اندر بھی مسجدِ نبوی، مسجدِ حرام وغیرہ کہ جہاں پر ایک نماز کا ثواب اور جگہ کی نمازوں سے زیادہ ہے) اس جگہ گناہ اتنا ہی شدید عذاب کا موجب بنے گا اسی طرح ایک تو گناہ کرنا دوسرے اوقات میں اور ایک متبرک اوقات مثلاً رمضان شریف میں گناہ کرنا دوسرے دنوں کے مقابلہ میں زیادہ برا ہے اور یہ راتیں بھی متبرک ہیں تو اسمیں گناہ کی سزا اور اوقات سے زیادہ شدید ہوگی۔ (التبلیغ ج ۸ ص ۵،۷)

اس رات کے گناہ

جو گناہ اس رات میں کیے جاتے ہیں دو قسم کے ہیں، ایک وہ جو برنگِ عبادت نہیں ہیں اس کا برا ہونا تو بالکل ظاہر ہی ہے جیسے آتشبازی چھوڑی جاتی ہے جس کی وہ ہی مثل ہے گھر پھونک تماشہ دیکھا، اس میں کبھی ہاتھ جل جاتے ہیں مال اور جان دونوں کا نقصان ہوتا ہے پس علاوہ معصیت و گناہ ہونے کے اس میں دنیا کا بھی تو نقصان ہے۔

دوسری قسم جو کہ معصیت برنگِ عبادت ہے وہ کیا ہے بدعت، چنانچہ اسی رات میں ایک بدعت یہ بھی عوام میں جاری ہے، اگرچہ ہمارے یہاں نہیں ہے مگر بعض بوڑھیاں اب بھی جاری کیے ہوئے ہیں، جیسے حلوہ، اور چونکہ بدعت میں مزہ بہت ہے اس لیے تاویلیں کر کے حلوہ جائز کرنا چاہتے ہیں۔

ایک تاویل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک دانت جب شہید ہوا تھا تو آپؐ نے حلوہ نوش فرمایا تھا۔ یہ بالکل موضوع اور غلط قصہ ہے، اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں، اس لیے کہ یہ واقعہ شوال میں ہوا نہ کہ شعبان میں۔

اور بعض یہ تاویل کرتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی تھی، یہ ان کی فاتحہ ہے، یہ بھی محض بے اصل ہے کیونکہ حمزہؓ کی شہادت بھی شوال میں ہوئی تھی نہ کہ شعبان میں۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۳۲)

اور منع کرنے سے بھی نہیں مانتے، غرض چونکہ اس کے اندر لطف ہے اور مزہ ہے اور چونکہ بدعت بھی ایک معصیت ہے اس شب بابرکت میں ان معاصی (گناہوں) کا ارتکاب اور زیادہ برا ہے۔ (التبلیغ ص ۷۶ ج ۸)

اَلفیہ نماز کی حقیقت

ایک بات یہ بھی سمجھنے کی ہے کہ بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ پندرہویں شعبان میں خاص نوافل (نمازِ الفیہ پڑھی جاتی ہے یعنی سو رکعتیں اس طرح پڑھتے ہیں کہ ہر رکعت میں دس دس بار سورۂ قل ھو اللہ احد کی قرأت ہو، یہ صحیح حدیث سے ثابت نہیں، نہ کسی صحابیؓ اور تابعی کا کوئی مضبوط ارشاد منقول ہے) پڑھنی چاہئیں، یہ کوئی قید نہیں۔ جو چیز شرعاً بے قید ہے اس کو بغیر قید کے ہی رکھو۔ حدیث شریف میں (مبارک راتوں میں) نوافل کی کوئی قید نہیں آئی ہے بلکہ جو عبادت

Marfat.com

آسان ہو وہ کرلو۔ اس میں نوافل بھی آ گئے اور وہ بھی کسی خاص ہیئت وکیفیت کے ساتھ نہیں۔

باقی بزرگوں کے کلام میں جو خاص ہیئت کے نوافل کا ذکر آیا ہے تو اس کا سبب یہ ہے کہ کسی بزرگ نے کسی مرید کے لیے اس کی خاص حالت کے پیشِ نظر اس کے لیے تجویز کیا ہوگا، اور اس کے حق میں بھی مصلحت ہوگی، اب اس کو عام کرلینا، یہ بدعت ہے، باقی بزرگوں کو برا نہ کہے، غرض حدیث شریف میں کوئی عمل وارد نہیں، چاہے قرآن شریف پڑھو، یا اللہ اللہ کرو، یا نوافل پڑھو، خواہ وعظ کہو سنو۔ چنانچہ (حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں) کانپور میں اس شب کے اندر ہم وعظ کہلواتے تھے کیونکہ وعظ کے شغل میں جاگنا ذرا آسان ہوتا ہے، اگرچہ بعض اس میں بھی سو جاتے ہیں۔ (التبلیغ ص ۱۴۱ ج ۸)

خوب سمجھ لو کہ اس رات میں کوئی عبادت منقول نہیں، خواہ وعظ سنو، خواہ نفل پڑھو، خواہ تلاوت کلام اللہ کرو، اختیار ہے اور یہ جو ارشاد فرمایا کہ:۔ ''صوموا نهارها'' تو یہ امر بھی استحبابی ہے یعنی روزہ پندرہویں کا مستحب ہے فرض وواجب نہیں۔ غرض قوموا ليلها'' سے اس رات کی فضیلت معلوم ہوگی، اور حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رات میں آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں ''هل من داعٍ فاجيب له هل من مستغفر فاغفر له'' یعنی ہے کوئی دعاء مانگنے والا کہ ہم قبول کرلیں؟ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت ہو جائے؟ صبح تک اسی کیفیت سے اعلان ہوتا رہتا ہے۔ (التبلیغ ص ۸۴ ج ۸، الترغیب ص ۱۰۴ ج ۲)

بخشش کی رات میں بھی محرومی

و عن ابی موسیٰ الاشعریؓ عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال ان اللّٰه تعالیٰ لیطلع فی لیلة النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقه الا لمشرك او مشاحن۔

(رواہ ابن ماجة ورواہ احمد عن عبداللّٰه بن عمرو بن العاصؓ)

ترجمہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرتاجِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جل شانہٗ نصف شعبان کی رات کو یعنی شب برات میں دنیا والوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور مشرک اور کینہ رکھنے والے کے علاوہ اپنی تمام مخلوق کی بخشش فرماتا ہے'' اور یہ بھی الفاظ ہیں کہ کینہ رکھنے والے اور ناحق کسی کی زندگی ختم کردینے والے (کے علاوہ اللہ تعالیٰ اس شب میں اپنی تمام مخلوق کی بخشش فرماتا ہے)۔

Marfat.com

تشریح: حدیث شریف کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اس بابرکت اور مقدس رات میں اپنی رحمتِ کاملہ کے ساتھ دنیا والوں پر متوجہ ہوتا ہے تو اس کا دریائے رحمت اتنے جوش میں ہوتا ہے کہ وہ اپنے حقوق کو بھی معاف کر دیتا ہے اور اپنی بندگی وعبادت اور اطاعت کے معاملہ میں اتنی مہلت دیتا ہے کہ اگر وہ توبہ کرلیں تو ان کی توبہ قبول کی جائے گی اور اگر توبہ نہ کریں اور اپنی بداعتقادی اور بدعملی سے باز نہ آئیں تو انہیں عذاب میں مبتلا کیا جائے۔

کینہ توز (کپٹ رکھنے والے) سے مراد وہ شخص ہے جو شرعی جہت سے نہیں بلکہ نفسِ امارہ کی فریب کاریوں میں مبتلا ہو کر خواہ مخواہ دوسروں کے لیے اپنے سینہ میں بغض وحسد کی آگ جلائے رکھتا ہے، ایسا بدباطن شخص بھی اس بابرکت رات میں پروردگار کی عام بخشش سے کوئی حصہ نہیں پاتا، شب برات میں جو بدبخت رحمتِ الٰہی کے سایہ میں نہیں ہوتے بایں طور کہ ان کی بخشش نہیں ہوتی، ان کی تفصیل مختلف روایتوں میں مذکور ہے یہاں تو کفر کرنے والے، کینہ توز اور ناحق کسی کی جان لینے والے کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعض روایتوں میں اتنا اور منقول ہے کہ ناتا کاٹنے والے (یعنی رشتہ داری اور بھائی بندی کو منقطع کرنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا۔ اسی طرح بعض روایتوں میں ازار لٹکانے والوں یعنی ٹخنوں سے نیچا پاجامہ، لنگی لٹکانے والوں، ماں باپ کی نافرمانی کرنیوالوں، ہمیشہ شراب پینے والوں اور بعض روایتوں میں زنا کرنے والوں اور ظلم کے ساتھ محصول لینے والوں، جادو کرنے والوں، کاہن غیب کی باتیں بتانے والوں اور باجا بجانے والوں کا ذِکر بھی کیا گیا ہے، یعنی یہ وہ بدبخت لوگ ہیں جو اس مقدس رات میں بھی پروردگارِ عالم کی عام رحمت سے محروم ہیں۔

(مظاہر حق جدید ص۲۰۲ ج۲)

محرومین کی فہرست

روایات میں پندرہویں شبِ شعبان کی فضیلت واضح طور پر معلوم ہو رہی ہے کہ یہ شب اللہ رب العزت کے نزدیک نہایت مبارک اور قیمتی ہے۔ اور اللہ رب العزت اپنے بندوں کی عام مغفرت فرماتے ہیں اور خاص توجہ فرماتے ہیں۔ مگر یہ توجہ انہیں حضرات پر ہوتی ہے جو کہ خود بھی اس کی طرف انابت (رجوع اور متوجہ ہوں) کریں اور طالبِ مغفرت ہوں، اپنی اپنی حاجاتِ اُخروی اور دنیوی کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کریں اور ان کو پورا کرائیں۔

Marfat.com

مگر چند نوع گناہوں کی اس قدر شدید ہیں کہ جب تک ان کو نہ چھوڑیں اور ان سے مکمل توبہ نہ کریں اس وقت تک اس شخص کی مغفرت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا (۱) مشرک (۲) کینہ رکھنے والا (۳) والدین کا نافرمان (۴) زنا کرنے والا (۵) شراب نوشی کرنے والا (۶) کاہن (۷) قطع رحمی کرنے والا (۸) کپڑا یعنی تہبند و پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا۔

یہاں ہر ایک کی الگ الگ کچھ تشریح پیش کی جاتی ہے۔

مشرک

خدا کی ذات وصفات میں غیر خدا کو شریک کرنے والا اور اس کے ساتھ معبود کی طرح معاملہ کرنے والا، اس کی پرستش کرنے والا وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ان اللّٰہ لایغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشآء۔"
(پارہ ۵ سورہ النسآء)

بے شک اللہ تعالیٰ نہیں بخشتا اس کو جو اس کا شریک کرے اور بخش دیتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے چاہے۔

دوسری آیت "و اذ قال لقمٰن لابنہٖ و ھو یعظہ یٰبنی لا تشرک باللّٰہ ان الشرک لظلم عظیم"۔

اور جب کہ کہا لقمان (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے سے، جب اس کو سمجھانے لگا، اے بیٹے! شریک نہ ٹھہراؤ (اللہ کے ساتھ) بے شک شریک بنانا بڑا ظلم ہے۔ (سورۂ لقمان، پارہ ۲۱)

شریک کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک جرمِ عظیم اور بغاوت ہے اور یہ جرم ناقابلِ معافی ہے۔ اپنی جان پر اس سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں جو کہ سبب دائمی ہلاکت اور بربادی کا ہے۔ اللہ رب العزت جو کہ خالق و مالکِ ارض وسماء یعنی زمین وآسمان کا مالک ہے اور اس کی ذات تن تنہا ہے، اس کا شریک کوئی نہیں ہے۔ قل ھو اللّٰہ احد الخ۔ خداوندِ قدوس جو کہ رحیم وکریم ذات ہے مگر غیرت خداوند عالم اس کی معافی کو گوارہ نہیں فرماتی۔ جس طرح خدا کی ذات میں شرکت جرم عظیم ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کمالیہ میں بھی شرکت گناہِ عظیم ہے۔ (حقیقتِ شب برات ص ۱۹)

کینہ کیا ہے؟

آپس میں ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان سے کینہ رکھے تو یہ بالکل حرام اور خدا کی

Marfat.com

رحمت سے محروم کرا دینے کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: خذ العفو و امر بالعرف و اعرض عن الجٰھلین۔ (پارہ۹ سورہ الاعراف)

''اختیار کرو معاف کر دینے کو اور حکم کرو اچھی بات کا اور منہ موڑ جاہلوں سے''۔

غلطی کا امکان لازمی ہے، اگر ایسا ہو جائے تو معاوف کر دینا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے۔ اسی وجہ سے ارشاد فرمایا معافی کو اختیار کرو، اور جہلاء اگر کوئی بات نامناسب کہیں تو ان سے اعراض کرلو اس طرف دھیان مت کرو۔

حدیث شریف میں ہے: قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تباغضوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپس میں بغض نہ رکھو''۔

کینہ، جس کو عربی میں حقد کہتے ہیں، اس کی حقیقت یہ ارشاد فرمائی گئی ہے کہ جب کسی آدمی کو غصہ میں اپنے دشمن سے بدلہ لینے کی قدرت نہیں ہوتی تو اس کے ضبط کرنے سے اس شخص کی طرف سے دل میں ایک قسم کی گرانی ہو جاتی ہے، اس کو حقد یعنی کینہ کہتے ہیں۔ بس اس کا علاج یہی ہے کہ اس شخص کا قصور معاف کر کے اس سے میل جول و تعلقات شروع کرے گو بتکلف سہی، چند روز میں کینہ دل سے نکل جائے گا۔ (تعلم الدین از مولانا تھانویؒ ص ۵۸)

حدیث شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر پیر و جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور ہر اس بندہ کی مغفرت کی جاتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ بالکل شریک نہیں ٹھہراتا (خالص مؤمن ہے) مگر وہ شخص اس مغفرت سے محروم رہتا ہے کہ اسکے اور اس کے مسلمان بھائی کے درمیان کینہ ہو۔ (مشکوٰۃ ص ۴۲۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر ہفتہ میں پیر اور جمعرات کو تمام انسانوں کے اعمال پیش ہوتے ہایں، ہر مؤمن کی مغفرت کر دی جاتی ہے، مگر جن مسلمانوں کے درمیان میں کینہ ہو (ان کی مغفرت نہیں ہوتی)۔ ان کو اس بات کی ترغیب دی جائے کہ یہ حضرات اس کو ترک کر دیں اور آپس میں ملاقات کرلیں۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۲۸)

(ان روایات میں کینہ جیسی بری عادت کی مذمت اور خرابی بیان کی گئی ہے جو دنیا اور

Marfat.com

آخرت ہر اعتبار سے مہلک اور نقصان دہ ہے۔ آپسی تعلقات خداوندِ قدوس کو محبوب ہیں۔ اگر آپس میں رنجش ہو جائے تو زائد وقت تک اس کو باقی نہ رکھا جائے، بلکہ بہت جلد ہی اس کو دور کیا جائے اور اس کی بہترین صورت ابتداءً سلام کرنا ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ آدمی کے لیے حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی (مسلمان) سے تین دن رات سے زائد ترکِ تعلق کر دے کہ وہ اس سے منہ موڑ کر چلے۔ محمد رفعت)

قطع رحمی کیا ہے؟

جو عزیز واقارب (رشتہ داروں) کے حقوق ہم پر واجب ہیں ان کو ادا نہ کرنا اور انکے ساتھ بدسلوکی کرنا، تعلقات کو ختم کرنا، اسکو قطع رحمی کہتے ہیں۔ احادیث میں اسکی نہایت مذمت آئی ہے اور ایسا کرنے والے کو نہایت مذموم فرمایا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ (دو گناہ) اس قدر سخت ہیں کہ ان کے کرنے والے کو بہت جلدی دنیا میں (بھی) عذاب (سزا) فرماتے ہیں (اور آخرت میں) اس کے علاوہ ہوگا۔ بغاوت (ظلم) قطع رحمی (تعلقات کا ختم کرنا)۔ (مشکوٰۃ شریف)

بہت سی احادیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رحم کا لفظ اللہ تعالیٰ کے پاک نام رحمٰن سے نکالا گیا ہے۔ جو اس کو ملائے گا رحمٰن اس کو ملائے گا۔ اور جو اس کو قطع (توڑنا) کرے گا رحمٰن اس کو قطع کرے گا۔ (فضائلِ صدقات ص ۲۱۹ ج اول)

فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قطع رحمی اس قدر بدترین گناہ ہے کہ یہ شخص پاس بیٹھنے والے کو بھی رحمت سے دور کر دیتا ہے، اس لیے ہر ایمان والے کو چاہئے کہ بہت جلد اس مہلک مرض سے توبہ کرلے، اگر اس میں مبتلا ہے تو عملاً ختم کر دے اور صلہ رحمی پر یعنی تعلقات قائم کرنے پر کاربند ہو۔

حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے بعد ایک مجمع میں تشریف فرما تھے، فرمانے لگے میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں، اگر اس مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو چلا جائے۔ ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے ایک دعاء کرنا چاہتے ہیں کیونکہ آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لیے بند ہو جاتے ہیں۔

دیکھئے گا کس قدر اظہارِ ناراضگی ہے۔ اور حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ کا ارشاد قرآن

واحادیث کی روشنی میں ہی ہوسکتا ہے۔ دعاء کی قبولیت میں قطعی رحمی سے پرہیز نہایت ضروری ہے۔

اجتماعاً اگر دعاء کرنا ہے تو اس کے آداب میں سے ایک ادب یہ بھی ہے کہ یہ مجمع اس گناہ سے پاک وصاف ہوتا کہ رحمتِ خداوندی دعاء کرنے والوں پر متوجہ ہو، اور جبکہ دوسرے قطع رحمی کرنے والے کی وجہ سے محروم رہ سکتے ہیں تو پھر یہ خود کس قدر محروم ہوگا۔ نیز جب کہ اس کی توبہ بھی مقبول نہیں ہوتی، تاوقتیکہ کہ اس بدترین فعل سے بچ نہ جائے۔ (حقیقتِ شب برأت ص ۲۴)

آپس میں دشمنی رکھنے والا، نفسانیت کی وجہ سے انسان اکثر حق وناحق کے فرق سے غافل ہوجاتا ہے اور دوسرے کا جو حق اپنے ذمہ آتا یا اسے نظر انداز کردیتا ہے، شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اگر کسی بات پر دو بھائیوں (آپس) میں کچھ ناچاقی ہوجائے تو ایماندارانہ طریقے پر ہر شخص اپنی حالت پر غور کرے اور جو غلطی پر ہو وہ اپنی غلطی تسلیم کرکے اسے دور کرے اور خود آگے بڑھ کر صلح کرلے، اور ایمانی تقاضے کو سب سے زیادہ پورا کرنے والا وہ ہے جو پہلے بڑھ کر صلح صفائی کی پیش کش کردے چاہے غلطی دوسرے ہی کی ہو۔

خدا نے انسان کو جو جسم وجان دیئے ہیں، یہ امانت ہے، انسان ان کی مدد سے نیکی کی راہ میں جدوجہد تو کرسکتا ہے ان کو ضائع نہیں کرسکتا، اور جو شخص یہ بددیانتی اور خیانت کرتا ہے خدا کی نظر میں وہ بڑا باغی اور مجرم ہے جو اس رات کی خاص رحمت ومغفرت سے محروم رہے گا اور دوسری بہت سی سزاؤں کا بھی مستحق ہوگا۔ (الترغیب ص ۳۶۰ ج ۳)

ٹخنوں سے نیچے کپڑے کا استعمال

(۱) ٹخنوں سے نیچے پاجامہ یا لنگی (وغیرہ) پہننا یا بہت لمبی آستین بنانا اور بہت لمبا شملہ (صافہ میں جو پیچھے کمر کی جانب چھوڑا جاتا ہے) چھوڑنا، حدیث شریف بخاری ومسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''نظرِ رحمت نہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف جو اپنی ازار (پاجامہ لنگی وغیرہ) کو اترانے کی راہ سے نیچے لٹکائے۔''

(۲) دوسری حدیث میں اس لٹکانے کی حد آئی ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ازار ٹخنوں سے نیچا ہو وہ دوزخ میں ہے (روایت کیا اسکو بخاریؒ نے)

(۳) تیسری حدیث میں دوسرے لباسوں میں بھی اس کا حرام ہونا مذکور ہے۔ ارشاد فرمایا

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اسبال یعنی دراز کرنا اور حد سے بڑھانا ازار میں بھی ہوتا ہے اور کرتہ میں بھی اور عمامہ میں بھی۔ جو شخص ان میں سے کسی لباس کو تکبیر کی راہ سے حد سے زیادہ بڑھائے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہ کریں گے قیامت کے دن۔

(روایت کیا اس کو ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے)

اور اس کی تائید کرنے والی ایک اور حدیث ہے جس میں ارشاد ہے کہ ''جو شخص اپنے کپڑے کو اترا کر بڑھائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف قیامت کے روز نظر رحمت نہ فرمائیں گے، روایت کیا اس کو امام بخاریؒ نے۔ اس میں مطلقاً کپڑے کو فرمایا، جس میں تمام کپڑے آ گئے، جس میں ازار کے بڑھانے کی حد تو حدیث میں آ گئی ہے اور دوسرے لباسوں اور کپڑوں کے متعلق علماء محققین نے فرمایا کہ آستین کا انگلیوں سے آگے بڑھانا اور شملہ کا نصف کمر سے نیچے ہونا، یہ سب اسبالِ ممنوع ہے۔

بعض کج فہم یوں کہتے ہیں کہ حدیث میں تو اس کی ممانعت آئی ہے جو براہِ تکبر ہو، ہم تو تکبر نہیں کرتے، اس لیے ہمارے لیے جائز ہے۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اول تو یہ کہنا غلط ہے کہ ہم تکبر نہیں کرتے، اچھا پھر ایسا کیوں کرتے ہو، وضعِ مسنون کیوں اختیار نہیں کرتے ہو، اس کے اختیار کرنے میں دل کیوں تنگ ہوتا ہے، اونچے پائچوں کو حقیر کیوں جانتے ہو، اگر یہ تکبر نہیں تو اور کیا ہے؟

دوسرے یہ کہ حدیث شریف میں جو تکبر کی قید آئی ہے یہ کیا ضروری ہے کہ قید احترازی ہو، ممکن ہے کہ قید واقعی ہو، چونکہ اکثر لوگ اسی قصد سے کرتے ہیں، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قید ذکر فرمائی اور ممنوع ویسے بھی ہے۔ چنانچہ دوسری حدیث میں ہے جس میں ٹخنوں کی حد کا ذکر ہے، اس میں یہ قید تکبر کی مذکور نہیں، مطلقاً ارشاد ہوا ہے جس سے یہ ثابت ہوا ہے خواہ تکبر ہو یا نہ ہو، ہر حال میں ممنوع ہے، ہاں تکبر میں ایک گناہ تکبر کا اور مل کر معصیت شدید ہو جائے گی، یہ دوسری بات ہے اور بلا تکبر ایک ہی معصیت رہے گی، مگر رہے گی تو سہی۔ بچاؤ اور جواز کی تو صورت نہ نکلی، اگر کوئی کہے کہ اس مطلق کو بھی ہم اسی پر محمول کر لیں گے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اَمر اصولِ فقہ حنفی میں بدلیل ثابت ہو چکا ہے کہ مطلق اپنے اطلاق پر رہا کرتا ہے۔ غرض کوئی گنجائش جواز کی نہیں۔

بعض لوگ تقویٰ جتلانے کو نماز میں (پائجامہ پینٹ وغیرہ کو) اوپر کو کر لیتے ہیں حالانکہ

Marfat.com

نماز سے خارج بھی تو گناہ سے بچنا واجب ہے اس حیلہ سے کیا ہوتا ہے بعض لوگ پائنچے تو لمبے لمبے بناتے ہیں مگر بٹن ٹخنوں سے اونچے لگا لیتے ہیں کہ ٹخنوں سے اوپر چوڑیاں پڑی رہتی ہیں۔ یاد رکھو کہ اصل گناہ تو کپڑے کا برباد کرنا ہے، خواہ ٹخنے ڈھکے رہیں یا کھلے رہیں اس سے کیا بچاؤ ہوا، اور یاد رہے کہ درزی کو بھی ایسے کپڑے سینا جائز نہیں، کیونکہ گناہ کی اعانت بھی گناہ ہے۔ صاف انکار کر دینا چاہئے، کچھ رزق ایسے ہی کپڑے سینے پر منحصر نہیں ہے۔ (اصلاح الرسوم ص ۲۸)

کتے کا شرعی حکم

منجملہ رسوم کے گھر میں تصویروں کا لگانا اور بلا ضرورت کتوں کا رکھنا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نہیں داخل ہوتے فرشتے (رحمت کے) جس گھر میں کتا یا تصویر ہو''۔ (بخاری ومسلم)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ سب سے زیادہ عذاب اللہ تعالیٰ کے نزدیک تصویر بنانے والے کو ہوگا''۔ اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بجز تین غرض کے کتا پالے (۱) مویشی کی حفاظت (۲) شکار (۳) گھر یا کھیت کی حفاظت۔ اس کے ثواب میں ہر روز ایک قیراط (حدیث میں قیراط کی مقدار اُحد پہاڑ کے برابر آئی ہے) کم ہوتا رہے گا روایت کیا اس کو مسلم و بخاری نے۔ ان حدیثوں سے تصویر بنانا، تصویر رکھنا، بلا ضرورت کتا پالنا۔ سب کا حرام ہونا ثابت ہو گیا ہے۔

اس زمانہ میں تہذیب جدید کے لوازم میں سے یہ دونوں امر ہو گئے۔ تصویر مکان کا جز اور کتا اہل وعیال (گھر والوں) میں داخل سمجھا جاتا ہے۔ ذرا بھی دل کو انقباض (رکاوٹ) اور روک ٹوک نہیں، بے دھڑک دونوں چیزیں برتی جاتی ہیں۔ بعض لوگوں کی عقلوں پر اس قدر ستی کا غلبہ ہے کہ کتے کے اوصاف حمیدہ بیان کر کے ممانعت کی وجہ دریافت کرتے ہیں۔ گویا درپردہ نعوذ باللہ اس حکم شرعی کے عبث (بے کار) اور لغو ہونے کے مدعی ہیں۔ اگر سچ مچ ان کے دلوں میں ایسا خیال ہے تو تجدیدِ ایمان ضروری ہے۔ مسلمان بننے کے بعد احکام شرعیہ کی علت ڈھونڈھنے کی ضرورت نہیں۔ احکامِ مجازی (دنیاوی احکام) کے بہت سے قوانین واحکام کی علت سمجھ میں نہیں آتی اور پھر بے چون وچرا ان کو مانتے ہیں، تو حاکمِ حقیقی (اللہ تبارک وتعالیٰ) کے احکام میں کیوں چون وچرا کی جائے؟ اگر کوئی کہے کہ ہمارا دین تو عقل کے موافق ہے تو اس کا

Marfat.com

جواب یہ ہے کہ عقل کے موافق ضرور ہے مگر عقل کی رسائی (پہنچ) تو وہاں تک ضروری نہیں۔ مثلاً بہت سی چیزیں حس بصر سے دریافت کرنے کے قابل ہیں مگر اندھوں کو اِدراک (محسوس) نہیں ہوسکتا۔ یہ عقل والے کا کام ہے کہ احکام کی علت کو سمجھ لے، یہ عقل انبیاء علیہم السلام) اور اولیاء کاملین اور علماء راسخین (پکے علماء رحمۃ اللہ علیہما) کو عطا ہوتی ہے۔ عوام کی عقل میں اس قدر قوت نہیں۔ اور کوئی ڈگری، یا پاس کر لینے سے زمرۂ عوام سے خارج نہیں ہو جاتا۔

اور یہ کہ مراد اس سے دین کے اصول ہیں کہ وہ عقلی ہیں۔ یعنی جو قرآن شریف اور حدیث شریف کو بھی نہ مانتا ہو، اس کو توحید ورسالت کی تعلیم دلیل عقلی سے ممکن ہے رہ گئے فروع، مثلاً فلاں چیز حرام کیوں ہے، فلاں چیز حلال کیوں ہے، اس کا عقلی ہونا بایں معنی ضروری نہیں، بلکہ اس کو دلیل شرعی سے مان لینا چاہئے اور عقل کے موافق بھی یہی بات ہے کہ حاکم کو حاکم ماننے کے لیے جتنی دلیلیں چاہئیں کر لی جائیں، جب حاکم ہونا تسلیم کر لیا، پھر اس کے ہر ہر حکم میں حجتیں (دلیلیں) تلاش کرنا صریح بغاوت ہے۔ یعنی جب اللہ کو تسلیم کر لیا ایمان لے آئے تو پھر اس کے ہر حکم کو مانا جائے، وجہ اور علت نہ تلاش کی جائے کیونکہ دنیاوی قوانین کی علت، وجہ، لم، ہماری سمجھ میں نہیں آئی ہے پھر بھی مانتے ہیں۔

غرض حکمِ شرعی کو بلا نزاع مان لینا واجب ہے۔ ہاں ماننے کے بعد تحقیقِ حکمت کیلئے بطور استفادہ کے اگر غور کیا جائے تو وجہ بھی نکل آتی ہے۔ بعض لوگ زبردستی کی ضرورتیں تراش لیتے ہیں کہ ہم نے مکان کی حفاظت کے لیے کتا پال رکھا ہے۔ لیکن یاد رکھئے گا اللہ تعالیٰ تو ارادہ اور نیت کو دیکھتے ہیں۔ اگر خاص مقصد تفریح سے پالتے ہیں تو اجازت نہیں ہوسکتی ہے، صرف کتے سے تو حفاظت وہ کرے جس کے پاس نوکر (ملازم) دربان، پہرے دار نہ ہوں، جب ماشاء اللہ ایک ایک کام کے لیے متعدد نوکر ہیں تو کتوں کی کون سی ضرورت رہ گئی ہے؟ اسی طرح شکار کا پورا سامان بندوق ہے تو پھر کتے کیوں پالتے ہیں؟

(اصلاح الرسوم ص ۱۳۰ از حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

تصویر کا شرعی حکم

بعض لوگ تصویر کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ ہم پوری تصویر نہیں بناتے اور نہیں رکھتے، بلکہ صرف گردن تک ہوتی ہے، اور جب تصویر میں ایسا عضو کم ہو جائے جس کے بغیر زندگی ممکن

Marfat.com

نہیں تو ایسی تصویر جائز ہوتی ہے۔

اصل یہ ہے کہ عضو کے کم ہو جانے سے حرمت اس لیے نہیں رہتی کہ وہ تصویر نہیں معلوم ہوتی بلکہ جھاڑ یا درخت وغیرہ معلوم ہونے لگتا ہے اور چہرہ تو تمام تصویر کی ناک ہے، جب یہ باقی ہے بس پوری تصویر کے قائم مقام ہے اور ہرگز اس کی اجازت نہیں ہو سکتی ہے۔

بعض لوگ اعتراضاً کہتے ہیں کہ روپیہ رکھنے کی کیوں اجازت ہے جب کہ اس پر بھی تصویر ہوتی ہے؟

جواب یہ ہے کہ روپیہ تو ایک ضرورت کی چیز ہے، ضرورت میں تنگی کم ہو جاتی ہے اور یہ لوگ محض زینت و آرائش کے شوق میں تصویر لگاتے ہیں۔ تو کہاں یہ اور کہاں وہ۔

(اصلاح الرسوم ص ۳۱)

مسئلہ جس گھر میں کتا، سور (خنزیر)، شراب، زانی یا زانیہ یا تصویر ہو اس میں فرشتہ (رحمت کا) داخل نہیں ہوتا۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۸۰)

علمِ نجوم

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک نقل فرماتے ہیں کہ "جس نے علمِ نجوم کے حصول میں سے کچھ حصہ (جو کہ شریعت کے خلاف ہو) حاصل کیا تو (گویا) اس نے جادو کو حاصل کیا، نجومی کاہن ہے اور کاہن جادوگر ہے اور جادوگر کافر ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۳۹۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ومن سحر فقد اشرک" (نسائی شریف ص ۱۷ا ج ۲)۔

جادو وغیرہ یہ تمام شرک و کفر کی ہی شاخیں ہیں جو بالکل حرام ہیں جس طرح جادو کرنا حرام ہے، ایسے ہی جادو کرانا بھی حرام ہے، اور آج کل عوام تو کیا بعض خواص بھی اس مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں، جہاں کسی سے کوئی دشمنی ہوئی یا اور کوئی بات ہوئی تو اس کا سہارا لیتے ہیں اور اپنی دِلی بھڑاس نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اور عورتیں بھی اس مرض میں مبتلا ہیں کہ ذرا سا کوئی خلافِ منشاء کام ہوا تو اس کی طرف دوڑتی ہیں جبکہ یہ وعیدیں سامنے ہیں۔ اور اس قسم کے تعویذات وغیرہ جن میں کسی مسلمان کو یا کسی بھی انسان کو تکلیف ہو، ناجائز اور حرام ہے۔

Marfat.com

ان تمام چیزوں سے بچنا چاہئے اور جو اس قسم کے کام کرتے ہیں وہ بھی سخت گنہگار ہیں اور اس پر اجرت لینا اور دینا دونوں ہی حرام ہیں۔ (حقیقتِ شب برات ص ۱۵)

شراب نوشی کا حکم

اسلام میں شراب اور ہر نشہ والی چیز کا استعمال حرام کیا گیا ہے۔ قرآن واحادیث میں اس کی حرمت مفصل طور پر بیان کی گئی ہے "انما الخمر والمیسر والانصاب الخ۔ (پارہ ۷ رکوع ۲)

ترجمہ: بے شک شراب اور جوا اور بت اور پانسے سب گندے کام ہیں۔

مشکوٰۃ شریف ص ۳۸۶ ج میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل مسکر حرام۔ (یعنی تمام نشہ آور چیزیں حرام ہیں)۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "احسان جتلانے والا، والدین کی نافرمانی کرنے والا، شراب پینے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۲۰)

ایک اور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ "تین آدمیوں پر جنت حرام ہے (منجملہ ان کے) ایک شراب پینے والا بھی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۱۸)

غیب کی باتیں بتانے والے کا حکم

درحقیقت علمِ غیب اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے، اس کے سوا کسی کو علمِ غیب اپنی اصطلاحی حقیقت کے ساتھ نہیں، اس لیے غیب کی خبر بتلانا اور دریافت کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہوسکتا ہے۔ شریعت نے ان کو بالکل حرام فرمایا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں اس کی تفصیل آئی ہے کہ غیب کا علم صرف اللہ ہی کو ہے۔ فرمانِ خداوندی ہے کہ: ان اللہ عندہ علم الساعۃ۔

(پارہ ۲۱۔ سورہ لقمان)

احادیث میں اس پر سخت ترین وعید فرمائی گئی ہے کہ جو شخص علمِ غیب پوچھے اور بتلائے۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتی ہیں کہ جو شخص عراف یعنی غیب کی بات بتلانے والے کے پاس آیا اور پھر اس نے اس سے کسی چیز کی بابت (دریافت کیا تو اس شخص کی نماز چالیس رات تک قبول نہ ہوگی۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۳۹۳)

Marfat.com

والدین کی نافرمانی کرنے والے کا حکم

انسان کی تربیت میں چونکہ والدین کا درجہ سب مخلوق سے اول ہے اس لیے ہر قسم کی نیکی اور حسنِ سلوک ماں باپ کے ساتھ کیا جائے۔ خصوصاً جبکہ والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو گئے ہوں تو ایسی حالت میں ان سے نہایت نرمی، شیرینی اور خوش خلقی کی گفتگو کی جائے۔ زبان یا ہاتھ پاؤں سے ان کی شان میں کوئی بدتہذیبی اور سختی کا مظاہرہ نہ کیا جائے بلکہ ان کے سابقہ حقوق کو یاد کر کے ان کے لیے دعاءِ رحمت و مغفرت کی جائے۔

والدین اپنی اولاد کو انتہائی مہربانی و شفقت سے پرورش کرتے ہیں، اس کا تقاضہ ہے کہ ان پر شفقت و مہربانی کی جائے۔ اور ہر طرح کی ان کی دست گیری اور امداد کی جائے اور فقط اس شفقت و خبر گیری پر اکتفاء نہ کیا جائے بلکہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاءِ رحمت بھی کی جائے۔ والدین سے نیک برتاؤ کرنے کے متعلق بکثرت احادیثِ صحیحہ موجود ہیں، ان میں سے چند نقل کی جارہی ہیں:

امام احمدؒ نے بروایتِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ذلیل ہو ہو شخص جس نے ماں باپ یا دونوں میں ایک کو پایا پھر جنت میں داخل نہ ہوا" (یعنی ان کی خدمت و فرماں برداری نہ کی)۔

ایک صحابیؓ نے خدمتِ گرامی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے جہاد کا ارادہ کیا ہے۔ حضور کی خدمت میں مشورہ کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تیری ماں ہے؟ صحابیؓ نے عرض کیا جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی خدمت اپنے اوپر لازم کر لے جنت اس کے قدموں کے پاس ہے۔ پھر متفرق مجالس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ سہ بارہ یہی ارشاد فرمایا۔ (رواہ النسائی وابنِ ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "رضائے الٰہی والدین کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضی والدین کی ناخوشی میں ہے۔" (ترمذی، تفسیر ابن السجان ص ۳۹۵ ج ۲)

شعبان کے روزہ کا ثبوت

وعن علی رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا کانت

Marfat.com

ليلة النصف من شعبان فقولوا ليلها وصوموا يومها فان الله تعالیٰ ينزل فيها بغروب الشمس الى السماء الدنيا فيقول الامن مستغفر فاغفرله الا مسترزق فارزقه الا مبتلى فاعافيه الاكذا حتّٰى يطلع الفجر۔ (رواه ابن ماجة)

ترجمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب نصف شعبان کی رات ہو (یعنی شب برات) تو اس رات میں نماز پڑھو اور اسکے دن میں (پندرھویں شعبان کو) روزہ رکھو، کیونکہ اللہ جل شانہٗ اس شب میں آفتاب چھپنے کے وقت سے آسمانِ دنیا (یعنی نیچے کے آسمان) پر نزول فرماتا ہے۔ (یعنی اپنی خاص رحمت کیساتھ متوجہ ہوتا ہے) اور (دنیاوالوں سے) فرماتا ہے کہ آگاہ! ہے کوئی بخشش چاہنے والا کہ میں اسے بخشوں؟۔ آگاہ! ہے کوئی رزق مانگنے والا کہ میں اُسے رزق دوں؟۔ آگاہ! ہے کوئی گرفتارِ مصیبت کہ میں اُسے عافیت دوں؟۔ آگاہ! ہے کوئی ایسا ویسا (یعنی اللہ تعالیٰ ہر تکلیف کا نام لے کر اپنے بندوں کو پکارتا رہتا ہے مثلاً فرماتا ہے کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ میں عطا کروں؟ ہے کوئی غمگین کہ میں اُسے خوشی اور مسرت کے خزانے بخشوں وغیرہ وغیرہ) یہاں تک کہ طلوعِ فجر ہو جاتی ہے۔ (ابن ماجہ)

تشریح شب برات کی عظمتوں اور فضیلتوں کا کیا ٹھکانہ؟ یہی وہ مقدس رات ہے جب کہ پروردگارِ عالم اپنی رحمتِ کاملہ اور رحمتِ عامہ کے ساتھ اہل دنیا کی طرف متوجہ ہوتا ہے دنیاوالوں کو اپنی رحمت کی طرف بلاتا ہے ان کے دامن میں رحمت و بخشش اور عطا کے خزانے بھرتا ہے۔

بشارت ہو ان نفوسِ قدسیہ کو اور ان خوش بختوں کو جو اس مقدس رات میں اپنے پروردگار کی رحمت کا سایہ ڈھونڈھتے ہیں، عبادت و بندگی کرتے ہیں اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں اپنی ضرورتوں اور حاجتوں کی درخواست پیش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی درخواستوں کو اپنی رحمتِ کاملہ کے صدقہ میں قبول فرماتا ہے۔

افسوس ہے ان بدنصیبوں پر، جو اس بابرکت وباعظمت شب کی تقدیس کا استقبال لہوولعب یعنی کھیل کود سے کرتے ہیں، آتش بازی جیسے قبیح فعل میں مبتلا ہوکر اپنی نیک بختی وسعادت کو بھسم کرتے ہیں، کھیل کود اور حلوے مانڈے کے چکر میں پڑھ کر رحمتِ خداوندی سے دوری اختیار کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کر ہم شب برات کی عظمت وفضیلت کا احساس کریں، اس رات کی تقدیس کا احترام کریں اور عبادت وبندگی کا مخلصانہ نذرانہ پروردگار کی بارگاہ میں پیش

Marfat.com

کر کے اس کی رحمتِ عامہ سے اپنی دین ودنیا کی سعادتوں اور کامرانیوں کو حاصل کریں۔

(مظاہر حق جدید ص۲۰۱ ج۲)

شبِ برات کا روزہ رکھنے کی وجہ

عن اسامه بن زيد رضى الله عنهما قال قلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم لم ارك تصوم منْ شهر من الشهور ماتصوم من شعبان قالْ ذاك شهر يغفل الناس عنه بين رجب ورمضان، وهو شهر ترفع فيه الاعمال الىٰ رب العالمين واحب ان يرفع عملى وانا صائم۔ (رواه النسائى)

ترجمہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ کے رسول! آپ شعبان کے مہینے میں جتنے روزے رکھتے ہیں میں نے آپ کو کسی اور مہینے میں اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! یہ، رجب اور رمضان کے درمیان وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہو جاتے ہیں اور اسی مہینے میں بارگاہِ رب العالمین میں اعمال لے جائے جاتے ہیں، تو میں یہ چاہتا ہوں کہ جب میرے اعمال لے جائے جائیں تو میں روزے سے ہوں"۔

اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اس مہینے میں اس سال کے تمام وفات پانے والوں کا فیصلہ لکھ دیا جاتا ہے، میں چاہتا ہوں کہ جب میری اَجل (موت) کا فیصلہ لکھا جائے تو روزے سے ہوں۔

تشریح رمضان کا مہینہ تو افضل ترین مہینہ ہے ہی، ماہ رجب بھی اشہرِ حرم (باعظمت چار مہینوں ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں سے ایک ہے اور جس کی اسلام سے قبل بہت تعظیم کی جاتی تھی، اور شعبان ان دو مبارک مہینوں کے درمیان واقع ہے اور خود شعبان کے بھی متعدد فضائل ہیں۔ یہاں تک کہ ترمذی اور بیہقی (حدیث کی کتابوں کے نام ہیں) میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ رمضان کے بعد سب سے بہتر شعبان کے روزے ہیں جو رمضان کے احترام (اور اس کی تیاری) میں رکھے جائیں۔

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے ہیں کہ یہ مہینہ لوگ غفلت میں نہ گزاریں، پھر جس طرح فرض نماز سے پہلے کی سنتیں، نماز سے انسان کے دل کو مانوس کرنے میں اور عالم

Marfat.com

روحانی سے اُسے قریب کرنے میں ایک خاص اثر رکھتی ہیں وہی نسبت شعبان کے روزوں کی فرض روزوں سے ہے۔

شعبان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر روزے رکھنے کی ایک خاص وجہ علاوہ شعبان کی فضیلت کے یہ بھی تھی کہ آپ ؐ کا معمول ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کا تھا تو کبھی وہ روزے رہ بھی جاتے تھے تو آپ ؐ ان سب کو جمع کر کے شعبان میں پورا فرما لیتے تھے۔

اور ماہِ شعبان میں آپ ؐ کے روزوں کے متعلق روایات مختلف ہیں، یہ بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کے اکثر حصے میں روزے رکھتے تھے، اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ ؐ نے سوائے رمضان کے اور کسی مہینے میں تمام مہینے کے روزے نہیں رکھے، اس لیے علماءؒ نے اس روایت میں تمام وہ ماہ سے اکثر ایام مراد لیے ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی سال پورے شعبان کے روزے رکھے ہوں اور کسی سال کچھ ناغہ بھی کر دیئے ہوں۔

(الترغیب والترہیب ص ۳۵۶ جلد ۲)

عورت کے لیے نفل روزہ کا حکم

عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال لایحل الامرأةِ ان تصوم وزوجها شاهد الا باذنه۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ”علاوہ رمضان کے کوئی روزہ رکھے“۔

تشریح اجازت (نفلی روزہ کے لیے) یا تو زبانی لے لی جائے اور یہی بہتر ہے اور اگر عورت کو یہ یقین ہے کہ میں روزہ رکھ لوں گی تو انھیں یعنی شوہر کو ناگوار نہ ہوگا یا یہ کہ شوہر کی طرف سے پہلے سے اجازت ہے تو بغیر نئی اجازت کے بھی روزہ رکھ سکتی ہے۔

(اور نفلی روزہ کی) ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ نہ معلوم کس وقت ایسا اتفاق پیش آ جائے جس میں روزہ رکاوٹ ہو۔ البتہ رمضان المبارک کا روزہ فرض ہے اس میں کسی اجازت کی ضرورت نہیں۔

(الترغیب والترہیب ص ۳۸۳ ج ۲)

Marfat.com

عبادت میں نیند کیوں آتی ہے؟

نیند یکسوئی سے آتی ہے کھیل تماشہ میں یکسوئی نہیں ہوتی، ہر جز میں جدا جدا الذت ہوتی ہے جس پر توجہ منتقل کی جاتی ہے، اس سے توجہ تقسیم ہو جاتی ہے اس لیے نیند نہیں آتی بخلاف نماز کے، جب اس کو شروع کر دیا چونکہ وہ ہم کو ایسی یاد ہوتی ہے کہ سوچنے اور غور کرنے میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی جیسے گھڑی میں چابی بھر دیتے ہیں تو خود بخود چلتی ہے، اس لیے بالکلیہ نماز میں توجہ بانٹنے والی کوئی چیز نہیں ہوتی اس میں یکسوئی ہو جاتی ہے اس لیے نیند آ جاتی ہے اسی طرح وعظ کہ جہاں شروع ہو گیا اور اس طرف کان لگ گئے، بس یکسوئی ہو گئی اور نیند آنے لگی اور کھیل تماشہ میں توجہ بٹی رہتی ہے یکسوئی نہیں ہوتی، اس لیے نیند بھی نہیں آتی، مطلب یہ کہ یکسوئی میں نیند آتی ہے۔ (التبلیغ ص ۱۶۵ ج ۸)

عبادت میں نیند نہ آنے کی ترکیب

اور عبادت میں نیند نہ آنے کی تدبیر یہ ہے کہ متفرق اعمال کر لیے جائیں تا کہ توجہ منقسم رہے، کچھ نوافل پڑھ لے، تلاوت کرنے لگے، ذکر کرنے لگے، پھر وعظ شروع کر دیا جائے یا سننے لگے، بہتر تو یہی ہے کہ گھر کے لوگ جمع ہو کر عبادت کریں، اگر ساری رات نہ جاگ سکے اور نیند کا غلبہ ہو اور اکثر حصہ جاگ سکے، تو بھی شبِ قدر کی فضیلت ملے گی، پس سستی نہ کرے، اور نیند نہ آنے کی تدبیر بھی کرے مثلاً یہ کہ رات کو کھانے میں قدرے کمی کرے، پھر اگر ضرورت ہو تو کالی مرچ چبائے اس سے بھی نیند بھاگتی ہے۔ اور جو بھی تدبیریں نیند نہ آنے کی ہوں سب کرے، اور اگر باوجود تدبیر کرنے کے پھر بھی نیند غالب ہو تو وہ نیند بہتر ہے، یعنی پھر سو جائے لیکن یہ نہیں کہ ذرا سی نیند آئی اور پڑ کر سو گئے، غلبہ نیند کی صورت اس طرح سمجھو، ایک صاحب کی حکایت ہے کہ وہ پڑھ رہے تھے کہ "کریما بہ بخشائے بر حالِ ما"۔ اور نیند میں نکل رہا تھا "اری ماں"۔

(التبلیغ ص ۱۶۷ ج ۸)

(مطلب یہ کہ ذرا سی اونگ سی آنے لگے اس کا اعتبار نہیں بلکہ نیند غالب ہو جائے اور نیند کی وجہ سے ذکر کرتے وقت یا پڑھتے وقت الفاظ کچھ کے کچھ نکل رہے ہوں جس کی وجہ سے معنی بھی بدل جائیں۔ اگر یہ حالت ہو تو سو جائے، نیت پر دارومدار ہے، یہ مکلف نہیں اور امید ہے کہ اس کو پورا ثواب ملے۔ اور شروع شب میں ہی عبادت وغیرہ کر لے کیونکہ آخر رات میں عبادت

Marfat.com

کرنا افضل انہیں کے لیے ہے جن کو اُٹھنا آسان ہو یا اُٹھنے کی اُمید ہو۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

جاگنے کا طریقہ

نیند نہ آنے کے لیے متفرق عبادتوں میں مشغول ہوں کسی سے کوئی مختصر مباح بات بھی کر لی (جائز بات، غیبت وغیرہ نہ ہو جیسے کھانے کے ساتھ کبھی کبھی مربہ، اَچار و چٹنی کا بھی ذائقہ لیتے ہیں) اتنی بات کرنے میں کوئی حرج بھی نہیں، یہ نہ ہو کہ سارا وقت باتوں میں ہی گزار دیں کیونکہ صرف خالی جاگنا ہی مقصود نہیں (عبادت کرنا بھی ہے) جیسے میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ محض جاگنے کے لیے افیون کھایا کرتے تھے جو خلافِ شرع حرکت تھی۔ تو ایسے جاگنے سے کیا فائدہ، ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہئے، جاگنا تو عبادت کے لیے ہو مگر تجدیدِ نشاط کے لیے بیچ بیچ میں تھوڑی بات بھی کر لی تو کوئی مضائقہ نہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے باتیں کر لیتے تھے۔ باتیں مقصود نہیں تھیں، بلکہ طبیعت کی تازگی کے لیے ایسا فرماتے۔ اس طرح نفس کو خوش رکھ کر جاگے۔ (التبلیغ ص ۴۴۳ ج ۸)

(بعض حضرات یہ خیال کرتے ہیں کہ پوری رات جاگنا تو مشکل ہے اور تھوڑی بہت دیر جاگنے سے کیا فائدہ؟ یہ خیال غلط ہے کیونکہ اگر رات کے اکثر حصہ میں جاگ کر عبادت کر لی تو یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی، اور پوری رات ہی جاگنا کون سا مشکل کام ہے، انسان ڈیوٹی یعنی ملازمت، کاروبار اور دنیاوی دھندوں میں کئی کئی رات مسلسل جاگتا ہے اور فخریہ کہتا ہے کہ مجھے اتنی رات جاگتے ہوگئی ہیں۔ ذرا دیکھئے گا گذشتہ مبارک شب میں کتنے لوگ ایسے تھے جو آج دنیا میں نہیں ہیں اور وہ ان کے لیے آخری مبارک شب تھی، ہمیں کیا خبر ہے کہ آئندہ ہم میں سے کس کس کا بلاوا آجائے اور اس نعمت سے محروم ہونا پڑے۔ ہر عقلمند انسان جانتا ہے کہ آئندہ ہر ضرورت کا انتظام اس کے پیش آنے سے پیشتر ہی کیا جاتا ہے۔ سردی کے گرم کپڑے سردی شروع ہونے سے پہلے ہی تیار کئے جاتے ہیں، شادی وغیرہ کا انتظام پہلے ہی سے کیا جاتا ہے، تو کیا موت کی تیاری موت کے بعد ہوگی؟ اگر ایسا نہیں تو بتائیے کہ اس وقت جب کہ آپ یہ مضمون پڑھ رہے ہیں، اس کے علاوہ کون سی تاریخ اور کونسا دن آپ کا پانا یقینی ہے؟ زندگی کے یہ صبح و شام ہی عمل کرنے کا موقع اور وقت ہیں ہر دن موت کو کھینچ کر ہمارے پاس لیے چلا آرہا ہے۔ بس اب ہماری کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ خود ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے ہم جیسا چاہیں فیصلہ کریں۔

کیونکہ خدا کا دیا ہوا وقت موجود ہے، یہ دنیا دار العمل بھی ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

شریعت کا مقصود

اگر تکان ایسا ہو جائے کہ نیند سے بے قابو ہو جائے تو جاگے نہیں بلکہ سو جائے کیونکہ ارشاد ہے: فلیرقد۔ (پس وہ سو جائے)۔ ایسی حالت میں سونے میں ہی فضیلت ہے۔

بہر حال عبدیت مطلوب ہے خواہ سونے میں ہو یا جاگنے میں اپنے کو خدا کے سپرد کر دے جیسا حکم ہو ویسا ہی کرے، غرض اتباعِ نفس کے لیے کچھ نہ ہو محبوب کا جو حکم ہو وہ کرو، یہی دراصل عبدیت ہے اور باقی کوئی شئے بالذات مقصود نہیں، بعض اوقات نماز پڑھنا ممنوع ہو جاتا ہے۔ (التبلیغ ص ۴۴)

مبارک راتوں میں مساجد میں اجتماع

سوال نصف شعبان وعیدین اور رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ وغیرہ میں جو عام رواج بن گیا ہے کہ مساجد میں ذکر و تلاوت وغیرہ کے لیے لوگ جمع ہوتے ہیں، شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب ان مبارک راتوں میں مساجد میں آ کر عبادت کرنے کے تین طریقے ہیں:

(۱) مسجد میں آ کر عبادت کرنے کا اہتمام نہیں کیا بلکہ اتفاقاً مسجد میں آ کر تلاوتِ قرآن اور ذکر میں لگ گئے، یہ جائز ہے لیکن یہ نوافل اور ذکر اگر گھر میں کرتا تو زیادہ ثواب ملتا، بلکہ مسجدِ حرام اور نبوی کی بہ نسبت بھی گھر میں نفل عبادت کا زیادہ ثواب ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔

(۲) مساجد میں آنے کا اہتمام کیا گیا ہو، بدعت ہے اس لیے کہ نوافل کے لیے مسجد کا اہتمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں نوافل پڑھنے کو زیادہ ثواب سمجھتا ہے اور یہ شریعت مطہرہ پر زیادتی ہے بلکہ اللہ اور اسکے رسول کا مقابلہ ہے اسلیے کہ حدیث شریف میں اسکی صراحت ہے کہ نوافل کا گھر میں پڑھنا زیادہ افضل ہے۔

(۳) خاص راتوں میں مسجد میں عبادت کا اہتمام ہیئتِ اجتماعیہ کے ساتھ کیا جائے، مثلاً نوافل کی جماعت کی جائے یا تقریریں، یہ صورت بدعت ہے، دوسری صورت سے بھی زیادہ قبیح ہے۔ اسمیں ایک تو وہ خرابی ہے جو نمبر ۲ میں مذکور ہوئی۔ دوسری یہ خرابی بھی ہے کہ نفلی عبادت کیلئے ہیئتِ اجتماعیہ پیدا کر لی جو شرعاً ممنوع ہے۔

Marfat.com

بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ گھروں میں شور ہوتا ہے بچے روتے ہیں جس کی وجہ سے دل جمعی اور خشوع باقی نہیں رہتا۔ یہ شیطان کا فریب ہے، دراصل خشوع نام ہے سنت کے مطابق عبادت کرنے کا۔ اگر سنت کے مطابق عبادت کرلی تو خشوع وخضوع بھی حاصل ہے، اگر خلافِ سنت لاکھ آہ وبکا اور ہیتِ خشوع اختیار کریں، شرع کی نظر میں اس کو خشوع نہیں کہا جائے گا۔

سوچنے کی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو انتہائی سخت مجبوری کے باوجود تہجد وغیرہ کے نوافل گھر میں ادا کیے اور اسی کو زیادہ ثواب سمجھے اور آج ہم یہ کہنے لگیں کہ ہمیں تو گھر میں خشوع حاصل نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ یہ شیطان کا دھوکہ ہے۔

حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حجرۂ مبارکہ میں نفل پڑھ رہے ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سامنے پاؤں پھیلائے ہوئے لیٹی ہوئی ہوتیں، جب آپؐ سجدہ کرنے لگتے تو اپنے ہاتھ سے ان کے پاؤں کو چھوتے تب وہ اپنے پاؤں کو سمیٹ لیتیں۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو حضرت عائشہؓ اپنے پاؤں پھیلا دیتی تھیں۔

رات اندھیری، چراغ کا انتظام نہیں، گھر میں اتنی وسعت تک نہیں کہ ایک آدمی لیٹ جائے تو دوسرا سجدہ کر سکے، اور مسجدِ نبویؐ اتنی قریب کہ حجرہ سے قدم نکالا تو مسجد میں پہنچ گئے، پھر مسجد بھی مسجدِ نبوی ہے، جس کا فضل ظاہر ہے اس کے باوجود محسنِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملِ مبارک یہ تھا کہ حجرہ میں نوافل پڑھتے تھے، مسجد میں تشریف نہ لے جاتے تھے۔

نیز بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ گھر میں اکیلے پڑھنے سے نیند آجاتی ہے، اور اگر مسجد میں ہیتِ اجتماعیہ کی شکل میں ذکر ونوافل میں لگ جائیں، اور کچھ تقاریر ہوں اور کچھ نوافل کی جماعت وغیرہ ہو تو نیند ختم ہو جاتی ہے اس طرح سے بہت زیادہ عبادت کی توفیق ہو جاتی ہے، اگر اکیلے گھر میں نوافل وغیرہ پڑھتے تو اس کا آدھا حصہ بھی نہ کر پاتے۔

خوب سمجھ لیجئے کہ تکثیرِ عبادت یا اس کی کمیت مقصود ہی نہیں بلکہ عبادت کی کیفیت پر اس کا دارومدار ہے۔ اگر تھوڑی دیر عبادت کرلی تو یہ اس عبادت سے لاکھوں درجہ اچھی ہے جو سنت کے خلاف ہو، سنت یہ ہے کہ جب تک طبیعت میں نشاط ہو نوافل وغیرہ میں مشغول رہے اور جب نیند کا غلبہ ہو اور طبیعت اُکتا جائے تو آرام کرلے، حدیث سے یہ ثابت ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۳۷۳ جلد اول)

Marfat.com

نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے

باوجودیکہ مسجدِ نبویؐ میں ایک نماز کا ثواب ہزار نمازوں کے ثواب سے زیادہ ہوتا ہے لیکن نفل نمازوں کو گھروں میں پڑھنا مسجدِ نبویؐ میں نفل نماز پڑھنے سے افضل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ گھروں میں پڑھی گئی نماز ریاء اور نمائش کے جذبہ سے بالکل پاک وصاف ہوتی ہے۔

(مظاہرِ حق جدید ص۱۹۶ ج۲)

مسئلہ نوافل کی جماعت تہجد ہو یا غیر تہجد سوائے تراویح وکسوف (گہن) واستسقاء (بارش کے لیے) کے اگر چار مقتدی ہوں تو حنفیہؒ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے خواہ جمع ہوں یا بطلب آویں، اور تین میں اختلاف ہے اور دو میں کراہت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص۲۹۹)

مسئلہ اور اگر مقتدی جماعتِ نوافل میں چار تک ہو جائیں تو بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے۔

(طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۲۱۱ وشامی ص۵۲۴ ج اول)

مسئلہ اگر امام صاحب (جو نمازِ نوافل کی جماعت کر رہے ہیں) کہ صراحۃً یا کنایۃً یا اشارۃً اجازت کے بغیر لوگ شریک ہو گئے تو کراہ کے وہ شریک ہونے والے ذمہ دار ہوں، لیکن امام صاحب کو چاہئے کہ مسئلہ بتا کر شریک ہونے سے روک دیں ورنہ امام صاحب کراہت کی ذمہ داری سے سبک دوش نہ ہوں گے۔ شامی میں ہے کہ نفل پڑھنے والے کی ایک دو آدمیوں نے اقتداء کی پھر دوسرے لوگ شریک ہو گئے تو علامہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کراہت کے ذمہ دار پیچھے آنے والے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۳۲۵ ج۴۔ بحوالہ شامی ص۶۶۴ ج۱)

مبارک راتوں میں مسجد کو سجانا

شب برات شعبان کی پندرہویں شب اور شب قدر وغیرہ میں مساجد کو مزین کرنا یا روزمرہ کی ضرورت سے زائد چراغ جلانا (زیادہ روشنی کا اہتمام کرنا جائز نہیں، اور بہت سے مفاسد اور بدعت پر مشتمل ہے۔

اوّل یہ کہ ساری خرابیوں سے قطع نظر کر لی جائے اور ان مصالح کو بھی صحیح تسلیم کر لیا جائے جو زیادہ چراغ جلانے میں پیش کیے جاتے ہیں بلکہ یہ فرض کر لیا جائے کہ مساجد کی ایسی تزئین (یعنی سجاوٹ) فی نفسہٖ مستحب واَولیٰ بھی ہو تب بھی خاص راتوں شب قدر وشب برات وغیرہ میں اس کا اہتمام کرنا بدعت ہو گا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ میمون سے لے کر

Marfat.com

تمام قرونِ مشہود لہابالخیر (یعنی وہ زمانہ جس میں نیکی کرنے کی تڑپ تھی) میں اور پھر تمام ائمہ علماء دین وصلحاء کے زمانہ خیر میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی، اگر یہ کوئی ثواب کی چیز تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ اس کے مستحق تھے کہ عملاً وقولاً اس کی دعوت دیتے، اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سب سے زیادہ اس کے اہل تھے کہ اسکو قبول کرتے۔

اور ضرورتیں زیادہ چراغ جلانے میں اس وقت بتلائی جاتی ہیں کہ لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں یہ اس وقت بھی موجود تھیں، اور صحابہ کرامؓ اور تابعین کے زمانہ میں تو جمع قرآن اور قرآن شریف کی کتابت کے بعد یہ ضرورت بہت زیادہ عام ہوگئی تھی، جب ان حضرات نے اس ضرورت کو ضرورت نہ سمجھا بلکہ نفسِ اجتماعِ مساجد ہی سے احتراز کیا تو اب کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس بدعت کو سنت بنائے یا کارِ خیر اور باعثِ ثواب ہونا ثابت کرے۔ ورنہ بقول امام مالکؒ گویا اس کا دعویٰ کرنا ہوگا کہ نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ رسالت میں خیانت کی اور جو چیزیں ثواب کی تھیں وہ امت کو نہ پہنچائیں۔ نیز یہ دعوی لازم آئے گا کہ ہم اس طریقہ سے اچھا طریقہ رکھتے ہیں جو صحابہ کرامؓ وتابعین اور سلفِ صالحینؒ کا تھا۔

الغرض اگر اس طرح زیادہ چراغ جلانا فی نفسہٖ بالکل جائز بلکہ مستحب بھی ہوتا ہے جب بھی خاص راتوں کی اپنی طرف سے تخصیص کرنا اور ان میں زیادہ زینت چراغاں کرنا بدعت وگمراہی ہوتا اور اس کا چھوڑنا ضروری ہوجاتا، جیسا کہ سلفِ صالحینؒ کے اعمال واقوال اس پر شاہد ہیں۔

کتاب الاعتصام جلد ثانی میں علامہ شاطبی علیہ الرحمہ نے ایک تعدادِ کثیر آثارِ سلف کی اس پر پیش کیا ہے کہ اگر کسی حکم میں پہلے سے سنت مستحب ہونے کا بھی یقین ہو لیکن اس پر عمل کرنے سے لوگوں کے غلو اور تعدی عن الحدود (حد سے زیادہ تجاوز) کا خطرہ ہو تو اس مستحب کو بھی چھوڑ دینا چاہئے۔

ابتداءِ شوّال کے چھ روزے (شش عید کے) جن کی فضیلت حدیث میں منقول ہے، حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان کا التزام مکروہ ہے، وجہ یہی ہے کہ اس کے التزام واہتمام سے (عوام الناس کو) جزوِ رمضان ہونے کا شبہ ہوسکتا ہے۔ (الاعتصام ص ۱۷۰)

دوسرے یہ کہ شب برات اور شب قدر وغیرہ میں مساجد کے اندر اجتماع کا اہتمام والتزام، یہ خود ایک مستقل بدعت ہے جس کی مثال خیر القرون میں نہیں ملتی، کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ اجتماع کوئی پسندیدہ چیز ہے بلکہ مسنون اور مستحب صرف وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

سے ثابت ہے کہ علیحدہ علیحدہ اس مبارک رات میں بیدار رہ کر اپنی اپنی نوافل اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہیں، اس طرح زیادہ روشنی کرنا علاوہ بدعت وضلالت ہونے کے اور بھی بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے مثلاً:

۱) فضول خرچی مال کا ضائع کرنا، اور جو ضرورت سوال میں بیان کی گئی ہے کہ لوگ جمع ہو کر قرآن مجید پڑھتے ہیں وہ خود ایک مستقل بدعت ہے کہ اسکو کیسے اسلامی ضرورت قرار دیا جاسکتا ہے اور بجلی کی روشنی کا بھی یہی حکم ہے کہ ضرورت سے زیادہ پاور بتی (لائٹ) استعمال کرنا یا زیادہ ضرورت سے بتیاں جلانا اضاعت مال اور سراف میں داخل ہے۔

۲) اس کثرت سے قنادیل روشن کرنا اور چراغاں کرنا ہندوؤں (غیر مسلموں) کی دیوالی کے مشابہ ہے اس لیے بھی ممنوع ہونا چاہئے، اور مسجد میں چراغ جلانے کی جو فضیلت آئی ہے وہ صرف مطلق چراغ جلانے کے متعلق ہے جس کا کوئی منکر نہیں۔

نیز جو "سیرتِ حلبیہ" وغیرہ میں لکھا گیا ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے زیادہ قندیلیں تراویح کے لیے روشن کرادی تھیں اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تمہاری قبر کو روشن کرے جیسا کہ تم نے ہماری مساجد کو روشن کیا"۔ یہ غلط ہے، واقعہ صحیح یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مراد ظاہری قندیلوں کا اضافہ کرنا نہیں تھا، بلکہ نورِ قرآن سے مساجد کو روشن کرنا مراد تھا۔ اس غلط روایت پر ایک بدعت کی بنیاد رکھنا سراسر بناء فاسد علی الفاسد ہے۔

(حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں نمازِ تراویح کا باقاعدہ انتظام واہتمام فرما کر مساجد کو قرآن شریف وتراویح سے روشن ومنور کردیا تھا، اسی طرح آپ کا ارشاد تھا کہ "اللہ تعالیٰ فاروقِ اعظمؓ کی قبر کو روشن کرے جیسا کہ انہوں نے ہماری مساجد کو روشن کیا، رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

تنبیہ اس بیان میں سوالات کے ہر ہر نمبر کا جواب مفصل آ گیا ہے غور کر لینا چاہئے۔ خلاصہ یہ کہ شبِ برات اور شبِ قدر وغیرہ میں مساجد کو زیادہ مزین کرنا ایک بدعت ہے اور زیادہ روشنی کرنا اور چراغاں کی صورت اختیار کرنا دوسری بدعت۔ اور لوگوں کا اہتمام والتزام کر کے جمع ہونا تیسری بدعت۔

البتہ اگر اتفاقی طور پر کچھ لوگ مسجد میں چلے جائیں اور بغیر تداعی کے جمع ہو جائیں

(یعنی بغیر بلائے) تو اس حد تک مضائقہ نہیں، جہاں تک اس اجتماع کے سنت سمجھے جانے کا خطرہ نہ ہو۔ ان بدعات کے علاوہ چراغاں کرنے میں اسراف بھی ہے اور تشبہ بالہنود (غیر مسلموں سے مشابہت) بھی۔ اس لیے اتنے مفاسد کے ہوتے ہوئے کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا کہ ان منکرات کو حسنات عبادات سمجھ کر مساجد میں کیا جائے اور بالخصوص اس مبارک رات میں۔ کیونکہ مبارک مکانات اور مبارک اوقات میں جس طرح عبادت کا ثواب زیادہ ہوتا ہے اسی طرح بدعت ومعصیت کا گناہ بھی زیادہ ہونا چاہیے، جیسا کہ علامہ محقق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فتح القدیر میں حرمین کے اندر زیادتی گناہ کی تصریح فرمائی ہے۔ اور تمام علماء کے نزدیک متفق علیہ ہے کہ کوئی نیک کام اور نفلی عبادت جب بدعت کے ساتھ مل جائے تو اس کا بالکل چھوڑ دینا، کرنے سے زیادہ افضل ہے، جیسا کہ شامی کے حوالہ سے اوپر نقل کیا گیا ہے۔ (واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم واحکم)

(امداد المفتیین ص ۲۱۱ جلد ثانی)

آتش بازی کی تاریخ

اچھی طرح سمجھ لو کہ آتشبازی اور چراغاں کرنے کی رسم جو آج ہندوستان میں رائج ہے، یہ اسلامی شعار نہیں بلکہ ہندوانہ شعار ہے۔ یہ ہندوؤں کے ایک مشہور تہوار دیوالی کی نقل ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ خلط ملط میل جول کے ساتھ جہاں بہت سی باتیں انہوں نے ہم سے سیکھیں وہیں ہم نے بھی ان سے بہت کچھ سیکھ لیا، مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ہم سے ہماری اچھی باتیں سیکھیں اور ہم نے ان سے ان کی بری باتیں۔ آتش بازی خاص ہندوانہ رسم ہے جو اسلام میں داخل ہوگئی۔ اس قول کی سب سے بڑی دلیل، سب سے بڑی حجت یہی ہے کہ اس رسم کا وجود آج تک بھی ممالکِ اسلامیہ میں سے کسی ملک میں نہیں، دنیا کے کسی بھی خطہ میں جہاں دو چار مسلمان بھی آباد ہیں۔ ہاں اگر ہے تو فقط برصغیر میں یا سرزمین فارس میں، جو کسی وقت آتش پرستوں کا مرکز رہ چکا ہے۔

(فضائل الایام والشہور ص ۱۱۴)

شب برات میں چراغاں اور آتش بازی ولہو ولعب کے لیے جمع ہوتے ہیں یعنی کرتے ہیں، یہ سب نہایت قبیح بدعت ہے کہ اس کی اصل نہ کسی معتبر کتاب میں ہے نہ غیر معتبر کتاب میں کوئی ضعیف (کمزور) یا موضوع حدیث بھی اس بارہ میں مروی نہیں ہے اور بلادِ ہند کے سوا حرمین شریفین میں اس کا رواج ہے، نہ دوسرے ممالک کے کسی شہر میں۔ اس کو ہندوؤں کی دیوالی

Marfat.com

ے لیا ہے اس لیے کہ مسلمانوں نے ہند کی کافرہ عورتوں سے شادیاں کیں اور باندیاں بنایا، یہ رسم ان کی مسلمانوں میں رائج اور شائع ہوگئی۔ (الجواہر الزواہر ص ۲۵۳)

برامکہ ایک قوم آتش پرست گذری ہے جو کہ مسلمان ہوگئی تھی، مگر آتش پرستی کے اثرات پھر بھی ان کی زندگی میں نمایاں تھے۔ اس وجہ سے اس موقع پر وہ لوگ خاص طور پر روشنی کا اہتمام کافی حد تک کرتے تھے۔ خلیفہ ہارون رشید عباسی اور اس کے بیٹے مامون رشید عباسی کے دورِ خلافت میں برامکہ کو عروج حاصل تھا۔ اس قوم برامکہ میں یحییٰ برمکی، محمد خالد برمکی، جعفر برمکی کو خاص عہدے خلفائے بنوعباس نے عطا کیے تھے جس کی وجہ سے ان کو اس شب (شب برات) میں اس کے منکرات کا اہلِ اسلام میں رواج دینے کا موقع ملا جس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہوئے۔

چنانچہ علمائے اسلام نے برابر اس منکر کی روک تھام کی، اس کو خلافِ شرع قرار دیا۔ مسلمانوں کا لاکھوں روپیہ ہر سال بے محل ہی نہیں بلکہ ایک ناجائز اور حرام کام میں صرف ہوتا ہے۔ (حقیقتِ شب برات ص ۴۶)

آتش بازی کا حکم

منجملہ ان رسومات کے آتش بازی ہے، اس میں بھی متعدد خرابیاں جمع ہیں:

(۱) مال کا ضائع کرنا، جس کا حرام ہونا قرآن مجید میں منصوص ہے۔

(۲) اپنی جان کو یا اپنے بچوں کو یا پاس پڑوس والوں کو خطرہ میں ڈالنا۔ کافی واقعات ایسے ہو چکے ہیں جن میں آتش بازی کرنے والوں کا ہاتھ اڑ گیا، منہ جل گیا یا کسی کے چھپر (گھر وغیرہ) میں آگ لگ گئی، جس کی حرمت (حرام ہونا) قرآن شریف میں موجود ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ (پارہ سیقول سورہ بقرہ)۔ یعنی "مت ڈالو اپنی جانوں کو ہلاکت میں"۔

اسی لیے حدیث شریف میں بلا ضرورت آگ سے تلبس (خلط ملط) قرب سے ممانعت آئی ہے، چنانچہ کھلی آگ اور جلتا ہوا چراغ چھوڑ کر سونے کو منع فرمایا ہے

(۳) بعض آتش بازی میں کاغذ بھی صرف ہوتا ہے جو آلاتِ علم سے ہے اور آلاتِ علم کی (جو چیز علم کے لیے استعمال ہو) بے ادبی خود امرِ قبیح (برا کام) ہے۔ پھر غضب یہ ہے کہ لکھے ہوئے کاغذ بھی استعمال ہوتے ہیں خواہ اس پر کچھ بھی لکھا ہو (کیونکہ آتش

Marfat.com

بازی بنانے والے اکثر جاہل اور غیر مسلم بھی ہوتے ہیں) قرآن یا حدیث لکھے ہوں۔
چنانچہ مجھ سے (حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ) ایک معتبر شخص نے بیان کیا کہ میں نے کاغذ کے بنے ہوئے کھیل دیکھے، دیکھنے سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے ورق ہیں۔

۴) بچوں کو ابتداء ہی سے تعلیم معصیت گناہ کی ہوتی ہے جن کے واسطے حکم ہے کہ ان کو علم وعمل سکھاؤ۔ گویا نعوذ باللہ حکمِ شرعی کا پورا مقابلہ ہے۔ بالخصوص شب برأت میں یہ خرافات کرنا، جو کہ نہایت متبرک شب ہے۔ یہ بات مقرر ہے کہ متبرک اوقات میں جس طرح طاعت (عبادت) کرنے سے اُجر بڑھتا ہے، اسی طرح معصیت کرنے سے گناہ بھی زائد ہوتا ہے۔ (اصلاح الرسوم ص ۱۹)

یأجوج مأجوج کی مشابہت

بعض آلات آتش بازی کے اوپر کو چھوڑے جاتے ہیں جیسے بیل اور اُڑان انار وغیرہ اوّل تو یہ بعضوں کے سر پر آ کر گرتے ہیں اور لوگوں کے چوٹ لگتی ہے، علاوہ اس کے آتش بازی میں یأجوج مأجوج کی مشابہت ہے، جس طرح وہ آسمان کی طرف تیر چلائیں گے، اور کفار کی مشابہت حرام ہے۔

بعض حضرات (اس کے جواز کے لیے) فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایام حج میں توپیں چھوڑی جاتی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ آتش بازی درست ہے ورنہ وہاں ایسا کیوں ہوتا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تو عوام لشکریوں کا فعل، شرع میں حجت نہیں، البتہ عالمِ محقق دین دار کا فتویٰ جو مطابق قواعدِ شرعیہ کے ہو حجت ہوتا ہے۔

ظاہر ہے کہ توپیں چلانا لشکریوں کا فعل ہے نہ کسی عالم کا فتویٰ۔ دوسرے اس میں کچھ مصالح بھی نکل سکتے ہیں۔ اظہار شوکت اسلام وتعظیم شعائر حج واعلانِ ارکان وغیرہا۔ اور آتش بازی میں کون سی شوکت ہے؟

البتہ اگر کسی مقام پر ضروری اُمر کے اعلان کی اصطلاح ٹھہرالی جائے تو بقدرِ ضرورت جائز ہوگی جیسے وقتِ افطار وسحر کے اعلان کے لیے ایک آدھ گولہ چھوڑ دینا اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر اس کی ضرورت سے زائد ہوگا تو وہ بھی ممنوع ہوگا۔ (اصلاح الرسوم ص ۲۰)

آتش بازی کے نقصانات

لوگوں نے اس شب میں برکات کو چھوڑ کر بے ہودہ حرکات اختیار کر رکھی ہیں چنانچہ آتش بازی ایسی بری حرکت ہے کہ نام ہی میں اس کے منکر ہونے کا اقرار ہے نام بھی ایسا تجویز کیا گیا کہ جس میں آتش بھی ہے اور بازی بھی ہے، نام ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ خطرہ کی چیز ہے اور لہو ولعب ہے۔ ذرا دیکھئے تو آگ سے تلبس (کھیلنا) کوئی اچھی بات ہے؟

حدیث شریف میں تو یہاں تک ارشاد فرمایا گیا کہ سوتے وقت چراغ کو گل کر دو (بجھا دو) جو عادۃً دور ہی رکھا جاتا ہے مگر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی جلتا ہوا چھوڑنا پسند نہیں فرمایا کیونکہ خطرہ سے خالی نہیں (آگ لگ سکتی ہے) اور اس کے متعلق واقعات ہو بھی گئے ہیں، پھر آگ سے اپنے کو قریب کرنے کی ممانعت کیوں نہ ہوگی، واقعی بڑی خطرہ کی چیز ہے۔ آتش بازی کی بدولت ہر سال بہت سے واقعات پیش آتے ہیں کہ کسی کا ہاتھ جل گیا، کسی کی جان جاتی رہی، کسی کا مکان خاک سیاہ ہوگیا۔ اور اگر فرض کر لو کہ کچھ بھی نہ ہو تو مال کا نقصان، اور ضائع کرنا تو ہے۔

اور زیادہ تعجب تو ان بڑے بوڑھوں بے عقلوں پر ہے جن کے دلوں میں تو یہ ہوتا ہے کہ ہم خود تماشہ دیکھیں مگر چونکہ وقار کے خلاف ہے اس لیے بچوں کو آڑ بناتے ہیں اور عذر یہ کرتے ہیں کہ بچے نہیں مانتے۔ اگر بچے ضدی ہی کرتے ہوں تب بھی یہ عذر قابلِ قبول نہیں، دیکھو! تمہارا بچہ باغیوں میں شامل ہو کر گولہ باری کرنے لگے تو کیا تم اس کو نہیں روکو گے؟ اگر نہ مانے گا جبراً روکو گے اسی طرح یہاں کیوں نہیں کرتے؟ بچے اگر ضد کر کے سانپ مانگنے لگیں (یا اور کوئی مضر چیز) تو کیا دے دو گے؟ پھر جس کو خدا اور رسولؐ نے مضر نقصان دہ بتایا ہے، کیا وجہ ہے کہ اس کی عادت ڈالی جاتی ہے؟

اس سے معلوم ہوا کہ فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں (نعوذ باللہ)۔ حالانکہ یہ مال و دولت تمہارا کہاں ہے، سب خدا ہی کی ملکیت ہے، تم محض خزانچی ہو، تمہارے ہاتھ میں تو تحویل ہے، تم ایسے ہو جیسے غلام ہوتا ہے مالک صرف اللہ تعالیٰ ہیں "وللہ خزائن السمٰوٰت والارض"۔ (اور اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کے خزانوں کا مالک ہے۔

Marfat.com

ہم کو یہ اجازت نہیں کہ اس کو جیسے چاہیں خرچ کریں، خدا کا مال ہے اسکی بابت قیامت میں سوال ہوگا کہ تم نے کہاں سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا، لہٰذا بچوں کو آتش بازی (برے یا غلط قسم کے کاموں) کے لیے پیسے دینا شرعاً حرام ہے، تو تم دینے والے کون ہو؟ ہرگز مت دو، اور ضد کرنے پر سزا دو، اور کھیل تماشہ اور غلط جگہ میں بھی ان کو مت کھڑا ہونے دو۔ (التبلیغ ص۴۸ جلد ۸)

شبِ برأت میں قبرستان جانے کا ثبوت

اس شبِ مبارک میں ایک عمل یہ مذکور ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان (بقیع) میں تشریف لے گئے اور ان اصحابِ قبور کے لیے دعاء فرمائی جس سے اس عمل کا مسنون ہونا معلوم ہوا، اور حضرات علماء کرام نے اس کو مسنون فرمایا اور جو اس سے زائد امور داخل کیے گئے وہ تمام بدعات ومکروہات ہیں۔ مثلاً اجتماعاً قبرستان میں جا کر ایصالِ ثواب کرنا اور کسی قسم کا اہتمام مثلاً روشنی کا اہتمام کرنا جس سے تمام قبرستان کو روشن کیا جائے، کھانے وغیرہ کا اہتمام کرنا بلکہ صرف کسی بھی قبرستان میں جا کر بلا کسی قسم کے اہتمام وفضولیات کے انفرادی طور پر جا کر دعائے مغفرت وایصالِ ثواب کر کے جلد واپس آجائے اور دوسری عبادات میں مشغول ہو جائے۔ بس اس قدر کام سنت کے مطابق ہوگا۔ یہ ہے مطابقِ سنت عمل، پھر کیوں بلاوجہ زائد امور کو شامل کر کے خلافِ سنت رواج دیا جائے۔ (حقیقتِ شبِ برات ص۵۲)

کیا عورت زیارتِ قبور کر سکتی ہے؟

قبروں کی زیارت کرنے میں مضائقہ نہیں ہے، اگرچہ عورت زیارت کرے، اس حدیث کی وجہ سے جس میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا لیکن اب سن لو کہ قبروں کی زیارت کیا کرو"۔

شارحؒ نے کہا ہے کہ عورتوں کو زیارتِ قبور کے لیے جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے یعنی خلافِ اولیٰ ہے۔ تفصیل یہ کی ہے کہ اگر عورتیں قبروں پر اس لیے جائیں کہ غم تازہ ہو اور قبروں پر رونا پیٹنا کریں تو اس صورت میں زیارتِ قبور ہرگز جائز نہیں۔ اور جس حدیث شریف میں زیارتِ قبور کرنے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔ اس سے اسی طرح کی عورتیں مراد ہیں، اور اگر عورتیں قبروں پر اس لیے جائیں کہ عبرت حاصل کریں اور صلحاء کی قبروں پر بطور تبرک جائیں اور

عورتیں بوڑھی ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر جوان ہوں تو ان کے لیے زیارت قبور مکروہ ہے، البتہ مردوں کے واسطے زیارتِ قبر مستحب ہے۔ (درمختار ص۸۷۹ ج۱)

مسئلہ عورتوں کے لیے (خواہ جوان ہوں) صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ کی زیارت تو جائز ہے لیکن اس کے علاوہ دوسری قبروں پر جانا، درست نہیں ہے۔

(مظاہر حق جدید ص۴۷۶ جلد۲)

عورتوں کو قبرستان جانے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ وہ قبرستان جا کر کلماتِ ناشائستہ کہتی ہیں، تو زیارتِ قبر سے ان کو بہتری ہوئی وہ بدی سے کمتر ہے۔ علاوہ ازیں اثنائے راہ میں پردہ کا کھولنا اور زینت کا غیروں پر ظاہر کرنا بھی ان سے سرزد ہوتا ہے اور یہ دونوں بڑے گناہ ہیں اور زیارت صرف مسنون ہے تو ادائے سنت کے لیے ایسے بڑے گناہ کا مرتکب ہونا کیسے جائز ہوگا۔ ہاں اگر عورت پرانے کپڑے پہن کر یعنی بغیر زیب و زینت کے جائے کہ کوئی مرد اس کی طرف توجہ نہ کرے اور قبر پر جا کر صرف دعاءِ مغفرت و ایصالِ ثواب کرے اور کوئی بات (غیر شرعی) نہ کرے تو جانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (احیاء العلوم ص۱۹۷ ج۴)

مسئلہ بعض فقہاء نے عورتوں کو قبر پر جانے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ رونا پیٹنا نہ ہو، لیکن احوط نہ جانا ہی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص۴۳۲ ج۵)

کیا میت کی روح گھر میں آتی ہے؟

سوال میت کی روح مکان میں آتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں آتی تو خواب میں کیوں نظر آتی ہے؟

جواب خواب میں کسی میت کا نظر آنا اس کو مقتضی نہیں ہے کہ اس کی روح مکان میں آئے بلکہ خواب میں نظر آنا بسبب تعلق روحانیت کے ہے مکان سے اس کو کچھ تعلق آنے کا نہیں، بہت سے زندہ لوگوں کو جو دور دراز پر ہیں، خواب میں دیکھا جاتا ہے، پس خواب کا قصہ جدا ہے۔ اجسامِ ظاہری کا اتصال اس کے لیے ضروری نہیں ہے، عالم ارواح دوسرا عالم ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم صفحہ ۴۶۰ جلد ۵)

مسئلہ روح مکان پر نہیں آتی، اس کا کچھ ثبوت نہیں ہے، ایسا خیال اور عقیدہ نہ رکھے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۴۳۹ ج۵)

مسئلہ اس کی بھی کوئی حقیقت نہیں کہ جمعرات کو روح اپنے اقرباء کے گھر آتی ہے اور ثواب

Marfat.com

کی امیدوار ہوتی ہے اور جمعہ کی نماز پڑھ کر واپس ہوتی ہے، یہ کچھ تحقیقی بات نہیں ہے۔ (یعنی ایسا نہیں ہوتا ہے)۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۶۹ جلد ۵)

مسئلہ اور بزرگوں کی ارواح کے آنے پر کوئی قوی دلیل نہیں، جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ محدثین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۱۸۲ ج ۱)

مسئلہ ارواحِ مؤمنین کا شب جمعہ وغیرہ کو اپنے گھر آنا کہیں ثابت نہیں ہوا، یہ روایات واہیہ (غلط) ہیں، اس پر عقیدہ کرنا ہرگز نہیں چاہیے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۶۹)

قبرستان جانے کے آداب واحکام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء اسلام میں قبروں پر جانے سے منع فرمادیا تھا کیونکہ زمانۂ جاہلیت قریب تھا۔ اس لیے یہ اندیشہ ہوا کہ شاید لوگ قبروں پر جا کر کفر وشرک کی باتیں نہ کرنے لگیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ لیا کہ اسلام نے دلوں میں رسوخ حاصل کرلیا ہے تو آپؐ نے زیارتِ قبور کی اجازت مرحمت فرمادی، لہٰذا تمام علماء کے نزدیک قبروں کی زیادہ مستحب ہے کیونکہ قبروں پر جانے سے دل میں نرمی آتی ہے، موت یاد آتی ہے اور دل ودماغ اس عقیدہ پر پختہ ہوتے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے اور اس عالم کے علاوہ ایک اور عالم ہے جہاں جانا ہے اور وہاں جا کر (اس عالم کے ایک ایک عمل کے حساب دینا ہے، اس کے علاوہ بہت سے فائدے ہیں، پھر سب سے بہتر فائدہ یہ بھی ہے کہ قبروں پر جانے سے مردوں کے لیے رحمت ومغفرت کی دعاء کا موقع ملتا ہے جو سنت ہے چنانچہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع (قبرستان) تشریف لے جاتے اور وہاں کے مردوں پر سلام پیش فرماتے، نیز ان کے لیے دعائے مغفرت فرماتے۔

قبروں پر جانے کے کچھ آداب واحکام ہیں جو شریعت نے بتائے ہیں، مثلاً:

(۱) جب کوئی شخص دعائے مغفرت وایصالِ ثواب کی خاطر قبر پر جائے تو وہاں صاحبِ قبر کے منہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ منہ تو قبر کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف ہو۔

(۲) قبر پر پہنچ کر صاحبِ قبر کو سلام پیش کرے۔

(۳) قبر کو ہاتھ (تعظیماً) نہ لگائے۔

(۴) قبر کو چومے نہیں۔

Marfat.com

۵) قبر کے سامنے تعظیماً نہ جھکے اور نہ قبر کو سجدہ کرے۔

۶) قبر کی مٹی منہ پر نہ ملے، کہ یہ نصاریٰ کی عادت ہے۔

ان احکام وآداب کے علاوہ ایسی چیزیں اختیار کرنا جن کا شریعت میں کوئی وجود نہیں ہے۔ یہ انتہائی گمراہی اور ضلالت کی بات ہے۔

قبر کے پاس قرآنِ پاک کی تلاوت مکروہ نہیں ہے۔ اور دوسرے دنوں کی بہ نسبت جمعہ کے روز خصوصاً دن کے ابتدائی حصہ میں قبر پر جانا افضل ہے۔ نیز منقول ہے کہ دوسرے دنوں کی بہ نسبت جمعہ کے روز میت کو زیادہ ادراک دیا جاتا ہے اور جمعہ کے روز اپنی قبر پر آنے والوں کو دوسرے دنوں کی بہ نسبت زیادہ پہچانتا ہے۔ (مظاہر حق جدید صفحہ ۴۷۶ جلد ۲)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا ارشاد منقول ہے کہ:

''اگر میں آگ پر چلوں یا تلوار کی تیز دھار پر اپنا پیر رکھ دوں جس کے نتیجے میں پیر (جل) کٹ جائے تو میرے نزدیک یہ پسندیدہ ہے، بہ نسبت اس چیز کے کہ میں کسی شخص کی قبر پر چلوں، اور میرے نزدیک قبروں پر پیشاب کرنے اور بھرے، بازار میں لوگوں کی نظروں کے سامنے پیشاب کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے''۔ (مظاہر حق جدید ص ۴۸۲ ج ۲)

قبرستان میں جانے کا مسنون طریقہ

عن ابن عباس قال مر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم بقبور بالمدینۃ فاقبل علیہم بوجہہ فقال السلام علیکم یا اہل القبور یغفر اللّٰہ لنا ولکم انتم سلفنا ونحن بالاثر۔

(ترمذی شریف)

ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے قبرستان سے گذرے تو آپ قبروں کی طرف روئے مبارک کر کے متوجہ ہوئے اور فرمایا: ''السلام علیکم یاأہل القبور یغفر اللّٰہ لنا ولکم وانتم سلفنا ونحن بالاثر''۔ (اے قبر والو! تمہاری خدمت میں سلام پیش ہے، اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم میں سے پہلے پہنچے ہوئے ہو، اور ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں''۔

تشریح حدیث شریف کے الفاظ ''آپ قبروں کی طرف اپنا روئے مبارک کر کے متوجہ ہوئے''۔ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب کوئی مسلمان اہلِ قبور پر سلام پیش کرے تو اس کے

Marfat.com

لیے مستحب ہے کہ اس کا منہ میت کے منہ کے سامنے ہو، اسی طرح جب دعائے مغفرت وغیرہ کے لیے قبر کے پاس کھڑا ہو تو اپنا منہ میت کے سامنے رکھے۔ چنانچہ علماء و مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم کا یہی مسلک ہے اور اسی کے مطابق تمام مسلمانوں کا عمل ہے۔

مرزا مظہر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی میت کی زیارت اس کی زندگی کی ملاقات کی طرح ہے، لہٰذا جس طرح کسی شخص کی زندگی میں اس سے ملاقات کے وقت اپنا منہ اس کے منہ کی طرف متوجہ رکھا جاتا یہ اسی طرح اس کے مرنے کے بعد اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی اپنا منہ اس کے منہ کے سامنے رکھا جائے، پھر یہ کہ کسی بھی میت کے سامنے وہی طریقہ و آداب ملحوظ رہنے چاہئیں جو اس کی زندگی میں اٹھنے بیٹھنے کے وقت ملحوظ ہوتے تھے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی ایسے شخص کی ملاقات کے وقت جو اپنے کمالات و فضائل کی بناء پر عظیم المرتبت و رفیع القدر تھا، ادب و احترام کے پیشِ نظر اس کے بالکل قریب نہیں بیٹھتا تھا بلکہ اس سے کچھ فاصلہ پر بیٹھتا تھا تو بس اب بھی اس کی میت یا اس کی قبر کی زیارت کے وقت بھی وہ فاصلہ سے کھڑا رہے یا بیٹھے۔ اور اگر اس کی زندگی میں بوقتِ ملاقات اس کے قریب بیٹھتا تھا تو جب اس کی میت یا قبر کی زیارت کرے تو اس کے قریب ہی کھڑا ہو یا بیٹھے"۔

جب کسی قبر کی زیارت کی جائے تو اس وقت سورۂ فاتحہ الحمد شریف اور سورۂ قل ہو اللہ احد (کم از کم) تین مرتبہ پڑھے اور اس کا ثواب میت کو پہنچا کر اس کے لیے دعاء مغفرت کرے۔

(مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف ص ۴۸۰ ج ۲)

کیا مردے زیارت کرنے والے کو پہچانتے ہیں؟

اس بات پر سب اَسلاف کا اتفاق ہے کہ مردے زیارت کرنے والے کو پہچانتے ہیں اور ان سے خوش ہوتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی قبر پر جاتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے تو صاحب قبر اس سے مانوس ہوتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے جب تک کہ وہ وہاں سے اُٹھ کر نہ آجائے۔

(کتاب الروح ص ۳۷ بحوالہ ابن اب الدنیا در کتاب القبور)

(اس قسم کی بہت سی احادیث آئی ہیں اور اس پر آج کل کوئی شبہ باقی نہیں رہا ہے کہ قبر

Marfat.com

میں سے کیسے دیکھ سکتا ہے؟ کیونکہ یہ تو عالمِ بالا کا معاملہ ہے جب کہ اس عالم میں ایسے ایسے آلات موجود ہیں کہ زمین پر رکھنے سے ہزاروں فیٹ کی گہرائی کے معدنیات وخزائن تیل، پٹرول، سونا، چاندی وغیرہ معلوم ہو جاتے ہیں اور ایکسرہ مشین تو عام ہو چکی ہے۔ان اللّٰہ علیٰ کل شئ قدیر۔

(احقر محمد رفعت قاسمی مدرس دارالعلوم دیوبند)

ایصالِ ثواب کے چند ضروری مسائل

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب تم قبرستان جاؤ تو وہاں سورۂ فاتحہ (الحمد شریف) معوذتین (قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق) اور قل ھو اللہ احد پڑھ کر اس کا ثواب اہلِ قبرستان کو پہنچاؤ جو انہیں پہنچ جاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”جو شخص قبرستان جائے اور وہاں قل ھو اللہ احد گیارہ مرتبہ پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبرستان کو بخشے تو اسے قبرستان میں مدفون مردوں کی تعداد کے بقدر ثواب ملتا ہے“۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو شخص قبرستان جائے اور وہاں (بغرض ایصالِ ثواب) سورۂ یٰسین تلاوت کرے تو اللہ تعالیٰ اہل قبرستان کے عذاب میں کمی کرتا ہے اور اس شخص کو قبرستان میں مدفون مردوں کی تعداد کے بقدر نیکیاں دی جاتی ہیں۔ (مظاہر حق شرح مشکوٰۃ شریف ص ۴۴۹ ج ۲)

(اگر مندرجۂ بالا سورتیں یاد نہ ہوں تو جو بھی سورتیں یاد ہوں اور جتنا بھی پڑھ سکے ثواب پہنچادے، اگر بالکل ہی جاہل ہے تو زبان سے ان کے درجات اور مغفرت کی دعاء کرے۔ یا صدقہ وخیرات کر کے ان کے لیے ایصالِ ثواب کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ مردہ مثل ڈوبے ہوئے فریاد خواہ کے ہے، دعاء کا منتظر رہتا ہے کہ باپ یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے، اور جب دعاء اس کی جانب سے پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہوتی ہے اور زندوں کے تحفے مردوں کے لیے دعاء اور مغفرت کی درخواست ہیں۔

(احیاء العلوم ص ۹۴۷ جلد ۴ محمد رفعت قاسمی غفرلہ مدرس دارالعلوم دیوبند)

مسئلہ رات کے وقت قبروں کی زیارت کرنا یعنی مردوں کے لیے کچھ (قرآن مجید کی کوئی سورت) پڑھ کر بخشنا جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۴۵۳ جلد ۵ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۴ ج ۱)

Marfat.com

مسئلہ مردہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ ثواب فلاں کی طرف سے ہے (اگر قبرستان کے علاوہ کسی اور جگہ سے ایصالِ ثواب کیا جائے) اور کہنے والا فرشتہ ہوتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۲۶ ج ۵)

مسئلہ مردوں کو ثواب صدقات وقرآن شریف کا پہنچنا اور مردوں کو زندہ لوگوں کی دعاء واستغفار سے نفع پہنچنا نصوصِ قرآن اور احادیث نبویؐ سے ثابت ہے، انکار اس کا جہل اور معصیت اور خرق اجماع ہے، البتہ ایصالِ ثواب کے لیے شریعت میں کوئی دن مقرر نہیں ہے لہٰذا چہلم وبرسی اور عرس وفاتحہ خوانی مروجہ یہ سب رسوم خلافِ شریعت ہیں اور قبروں سے استمداد (مدد چاہنا) اور منت اور طلبِ مراد سب ناجائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی کا کوئی تصرف اور اختیار نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۴۷ ج ۵)

مسئلہ مشروع یہ ہے کہ زیارتِ قبور کے وقت سنت کے مطابق سلام کرے اور اہل قبور کے لیے دعاء مغفرت کرے، اور اگر کچھ پڑھ کر ان کی ارواح کو ثواب پہنچائے تو بہت اچھا ہے اور اگر اپنے لیے کچھ دعاء کرے تو اللہ تعالیٰ سے کرے کہ مثلاً اس طرح سے کہ یا اللہ ان کی برکت سے میری حاجت پوری فرما۔ ان بزرگوں (اہل قبور) سے یہ نہ کہے کہ تم دعاء کرو۔ آیاتِ قرآنیہ اس پر دلالت کرتی ہیں لہٰذا اس طرح ان سے خطاب کر کے نہ کہے کہ تم دعاء کرو، بلکہ خود اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے بھی دعاء مغفرت اور بلند درجات کی دعاء کرے۔ اور اگر ان کے وسیلہ سے اپنی حاجات کے پورا ہونے کے لیے بھی دعاء کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حصن حصین میں مذکور ہے کہ صالحین کے وسیلہ سے دعاء کرنا مستحب ہے کہ حق تعالیٰ ان کی برکت سے دعاء قبول فرمائے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۴۲ ج ۵ بحوالہ حصن حصین ص ۱۸)

مسئلہ مُردہ کو ثواب پہنچانے کے وقت اگر چہ نیت کا ہونا کافی ہے لیکن اگر زبان سے کہا جائے تو اس طرح سے کہا جائے کہ یا اللہ اس عمل کا ثواب فلاں کو پہنچا دے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۴۵۱ ج ۵ بحوالہ ردالمختار ص ۸۴۴ ج ۱)

مسئلہ ایصالِ ثواب کرنے میں فلاں ابن فلاں کہنا مناسب ہے لیکن اگر باپ کا نام معلوم نہ ہو تو صرف اسی کا نام لینا کافی ہے، نیت جو کچھ ہے اللہ کو معلوم ہے۔ اگر باپ کا نام معلوم نہ ہو تو کچھ حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۴۲۱)

مسئلہ ایک وقت میں اگر چند اَموات کو ثواب پہنچا دے تو سب کو پہنچتا ہے لیکن اول وہ ثواب ایک میت کو پہنچا دیا تو پھر دوسرے وقت اسی صدقہ وکلام مجید کا ثواب دوسری میت کو نہیں پہنچ سکتا

Marfat.com

کیونکہ وہ ثواب اول میت کو پہنچ گیا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۱۹ ج ۵ بحوالہ رد المختار ص ۸۴۴ ج ۱)

مسئلہ اگر قرآن شریف کا ثواب چند کو کیا تو کیا تقسیم ہو کر پہنچتا ہے یا سب کو پورا پورا پہنچے گا؟ اس میں فقہاء کے دو قول ہیں، ایک یہ کہ ہر ایک میت کو پورا پورا ثواب پہنچتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ تقسیم ہو کر پہنچتا ہے۔ اور اس دوسرے قول کو موافق قیاس کے لکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بعید نہیں ہے کہ ہر ایک کو پورا پورا ثواب پہنچے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۵ ص ۴۴۹)

(اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید یہی ہے کہ ہر ایک کو پورا پورا ثواب پہنچا دے، اس کے خزانہ میں کوئی کمی نہیں آتی، یہ تو صرف بندہ کی نیت پر دارومدار ہے کہ اللہ سے جیسا گمان رکھے گا ایسا ہی پائے گا۔ انشاء اللہ۔ محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ)

مسئلہ قرآن شریف کا ثواب میت کو تو ملے گا ہی، باقی اس وجہ سے کہ پڑھنے والے نے ایک نیک کام کیا اس کا بدلہ دس گناہ بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کو مل سکتا ہے، اخلاص شرط ہے، بغیر اخلاص کے کوئی عمل مقبول نہیں۔ الا للہ الدین الخالص۔ (پارہ ۲۳ سورہ الزمر)۔ من جآء بالحسنة فله عشر امثالها۔ (پارہ ۸ سورہ الانعام) (فتاویٰ دار العلوم ص ۴۴۱ ج ۵)

مسئلہ قبرستان میں قرآن شریف کا زور سے یعنی بلند آواز سے اور آہستہ دیکھ کر اور حفظ سب طرح پڑھنا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۶۶)

مسئلہ ثواب پہنچانے کے لیے ہاتھ اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگی ہو تو قبروں کی طرف پشت کر لینی چاہئے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۶۷)

(کیونکہ عوام کو دھوکہ ہو سکتا ہے کہ اہل قبور سے مانگ رہے ہیں، صاحب قبر کے وسیلہ سے دعاء تو مانگنا جائز ہے لیکن جو مانگنا ہے اللہ ہی سے مانگنا چاہئے۔ احقر محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

شبِ برأت کی رسومات

منجملہ رسومات کے شبِ برات کا حلوہ، اور عید کی سویاں، عاشورہ محرم (دس محرم) کا کھچڑا اور شربت وغیرہ ہے۔

شبِ برات میں حدیث سے اس قدر ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے جنت البقیع (قبرستان) میں تشریف لے گئے اور مردوں کے لیے دعاءِ مغفرت فرمائی، اس سے آگے سب لوگوں کی ایجاد ہے، جس میں مفاسد کثیرہ پیدا ہو گئے ہیں۔

Marfat.com

(۱) بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دندانِ مبارک (یعنی دانت) جب شہید ہوا تھا، تو آپؐ نے حلوہ نوش فرمایا، یہ بالکل من گھڑت اور غلط قصہ ہے، اس کا اعتقاد کرنا ہرگز جائز نہیں، بلکہ عقلاً بھی ممکن نہیں۔ اس لیے کہ یہ واقعہ ماہِ شوال میں ہوا تھا نہ کہ ماہِ شعبان میں۔

(۲) بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں (شبِ برأت کا حلوہ جائز کرنے کے لیے) کہ حضرتِ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت ان دنوں میں ہوئی تھی، یہ ان کی فاتحہ ہے۔ یہ بھی محض بے اصل اور غلط ہے۔ اول تو تعیینِ تاریخ کی ضرورت نہیں۔ دوسرے خود یہ واقعہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ حضرت حمزہؓ کی شہادت بھی شوال ہی میں ہوئی تھی، شعبان میں نہیں ہوئی۔

(۳) بعض لوگ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شبِ برات وغیرہ میں مردوں کی روحیں گھروں میں آتی ہیں اور دیکھتی ہیں کہ کس نے ہمارے لیے کچھ پکایا ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے یہ بات بھی بغیر نقلی دلیل کے ثابت نہیں ہوسکتی، اور یہاں کوئی دلیل نہیں ہے۔

(کسی بھی مسئلہ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے لیے قرآن و احادیث سے معلوم کرنا لازمی ہے تو قرآن شریف اور احادیث شریف میں اس قسم کی کوئی دلیل موجود نہیں کہ مرنے کے بعد روح اس دنیا میں آ کر دیکھتی ہے۔ البتہ نہ آنے پر دلائل کافی موجود ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۲۵ ج ۱۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

(۴) بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب شبِ برأت سے پہلے کوئی مرجائے تو جب تک کہ اس کے لیے شبِ برات میں فاتحہ نہ کی جائے وہ مردوں میں شامل نہیں ہوتا، یہ محض بے اصل بات ہے، خودساختہ اور بالکل لغو ہے، بلکہ یہ بھی رواج ہے کہ اگر تہوار سے پہلے کوئی مرجائے تو کنبہ بھر (مرحوم کے خاندان یا متعلقین) میں پہلا تہوار نہیں ہوتا، یعنی نہیں مناتے۔ حدیثوں میں صاف مذکور ہے کہ جب آدمی مرجاتا ہے تو مرتے ہی اپنے جیسے لوگوں میں پہنچتا ہے، یہ نہیں کہ شبِ برات تک اٹکا رہتا ہے۔

(۵) بعض لوگ شبِ برات کو حلوے کی ایسی پابندی کرتے ہیں کہ بغیر اس کے سمجھتے ہیں ہوئی ہی نہیں۔ اس پابندی میں اکثر فسادِ عقیدہ بھی ہوجاتا ہے کہ اس کو ضروری سمجھنے لگتے ہیں، فسادِ عمل بھی ہوجاتا ہے۔ فرائض و واجبات سے زیادہ اس کا اہتمام کرنے لگتے ہیں۔ ان خرابیوں کے علاوہ تجربہ سے ایک بات ثابت ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ نیت بھی

Marfat.com

[illegible]

[illegible] ... اور [illegible] ... وغیرہ

[illegible] ... ہے

(اصلاح الرسوم ص ۱۳۳ از حضرت تھانوی)

[illegible] اپنے [illegible] خرچ کرتے ہیں اور جاہل بھی [illegible] اس سے ان کی دلی خوشی ہوتی ہے ان کی یہ مذہبی [illegible] انتہائی ہے [illegible] اور حرام ہے اس کو بالکل ترک کر دینا چاہیے۔

اللّٰہم احفظنا [illegible]

مسئلہ اسی طرح یہ مشہور ہے کہ شب برات کے حلوہ سے اگر پہلا روزہ افطار کیا جائے تو بہت ثواب ہے، یہ بالکل غلط ہے۔ (اغلاط العوام مکمل ص ۱۲۴)

شبِ برات میں حلوہ پکانا و کھانا

سوال شب برات میں عید (خوشی) منانا اور حلوہ پکانا کیسا ہے؟ اگر بغیر ثواب کی نیت کے یوں ہی پکایا جائے تو کیا اس میں بھی حرج ہے۔ نیز کہیں سے آیا ہوا حلوہ کھانے میں کوئی حرج تو نہیں؟

جواب شب برات میں عید (خوشی) منانے اور حلوہ پکانے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں۔ لہٰذا یہ امور ناجائز اور بدعت ہیں۔ اگر محض رسم کے طور پر حلوہ پکایا جائے، ثواب کا عقیدہ نہ ہو تو بھی اس میں بدعت کی تائید و ترویج ہوتی ہے لہٰذا اس سے احتراز لازم ہے، اسی بناء پر حلوہ قبول کرنے سے بھی بچنا چاہئے، الہٰذا یہ حرام نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۸۵ ج ۱)۔

مسئلہ کھانا تقسیم کرنے کے متعلق اس شب (شب برات) میں خاص طور پر کوئی روایت میری نظر سے نہیں گذری، البتہ اس شب کی جو فضیلت وارد ہوتی ہے وہ غروبِ شمس سے طلوعِ فجر تک ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۷۵ جلد ۱۰)

شبِ برات کے اعمال مسنونہ

شب برات کی خصوصیات معلوم ہو چکیں ہمیں اس مبارک رات میں کیا کرنا چاہئے اور خدا کی بے حد وحساب نعمتیں لوٹنے کے لیے کس طرح یہ رات گذارنی چاہئے۔

اُحادیث کے دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رات میں صرف تین اُمور ثابت ہیں، ان تینوں کو سنت کے طور پر ادا کرنا خیر و برکت اور ثواب کا باعث ہے:

(۱) پندرہویں شب میں قبرستان جائے اور کسی اہتمام والتزام کے بغیر جائے اور وہاں پہنچ کر مردوں کے لیے دعاء واستغفار کرے۔ اگر صدقہ وخیرات دے کر اس کا ثواب بخش دیا جائے تو اس سے بھی مردوں کو ثواب پہنچتا ہے۔ مگر اس میں آج کل کی مروجہ رسموں کا پابند نہ ہو، اور حدودِ شرعی سے تجاوز نہ کرے۔

(۲) اس شب میں بیدار رہ کر خدا کی عبادت کرے، نفل نماز پڑھے مگر بلا جماعت اور جس قدر ہو سکے بلا تعیین تعداد پڑھے۔ قرآن مجید کی تلاوت کرے یا سنے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھے، اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے

Marfat.com

خوب دعاء کرے اور اپنے گناہوں سے استغفار اور توبہ کرے، خصوصاً ان گناہوں سے جن کے ہوتے ہوئے آج کی خیر و برکت والی رات میں بھی دعائیں قبول نہیں ہوتی ہیں۔ اور جو شخص طویل نماز پڑھنا چاہے وہ صلوٰۃ التسبیح پڑھے۔ خدا کے خوف سے روئے اور والدین اور اولاد کے حق میں دعائے خیر کرے اور تمام اہم امور سے متعلق دعاء کرے۔

۳) شب برات کے بعد والے دن میں یعنی شعبان کی پندرہویں تاریخ کو نفل روزہ رکھے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: قوموا لیلھا وصوموا نھارھا۔ یعنی پندرہویں کی رات میں شب بیداری کرو اور اس کے بعد والے دن میں یعنی پندرہویں کے دن میں روزہ رکھو، یہ تینوں باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ ان کا مسنون طریقہ سے ادا کرنا بہتر ہے۔ (شب برأت ص۲۲)

تنبیہ بعض مقامات پر شب برات میں شب بیداری کے لیے فرائض سے زیادہ لوگوں کو جمع کرنے اور بلانے کا اہتمام کیا جاتا ہے، اجتماع سے شب بیداری اگرچہ سہل ہو جاتی ہے، مگر نفل عبادت کے لیے لوگوں کو ایسے اہتمام سے بلانا اور جمع کرنا درست نہیں ہے۔ نیز مساجد میں اکٹھے ہو کر جاگنا جیسا کہ آج کل رواج ہے، اکثر علماء نے مکروہ لکھا ہے۔ چنانچہ درمختار میں ہے کہ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی راتوں میں اور شب برات میں اور رمضان کے عشرۂ اخیرہ کی (دس) راتوں میں اور ذی الحجہ کی اول دس راتوں میں جاگنا اور عبادت کرنا تنہا تنہا مستحب ہے۔

(الجواہر الزواہر ص۲۵۰)

حدیث شریف سے اس زمانہ میں صرف تین کام ثابت ہوتے ہیں۔ ان کو بطور مسنون ادا کرنا موجب ثواب و برکات ہے۔

اول پندرہویں شب کو قبرستان میں جا کر اموات کے لیے دعاء و استغفار کرنا، اگر کچھ صدقہ وخیرات دے کر مردوں کو اس کا ثواب بخش دیا جائے تو وہی استغفار اس کے لیے اصل نکل سکتی ہے کہ مقصود دونوں سے نفع رسانی اموات کی ہے، مگر اس میں کسی بات کا پابند نہ ہو، اگر وقت میسر ہو تو خفیہ (خاموشی سے) کچھ دے دلا دے، باقی حدودِ شرعی سے تجاوز نہ کرے۔

دوم اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ تنہا ہو یا دو چار آدمیوں کے ساتھ جن کے جمع ہونے کے لیے اہتمام نہ کیا گیا ہو۔

پندرہویں تاریخ کو روزہ نفل رکھنا، ان عبادتوں کو مسنون طور پر ادا کرنا نہایت احسن ہے۔

(اصلاح الرسوم ص ۱۳۴)

شبِ برأت کی مخصوص دعائیں

(۱) اعوذ بعفوك من عقابك واعوذ برضاك من سخطك واعوذبك منك اليك لا احصي ثناء عليك انت كما اثنيت على نفسك۔ (الترغيب والترهيب ص ۳۵۸ ج ۲)

(۲) اللّٰهم انك عفو تحب العفو فاعف عني۔ (ابن ماجہ مظاہر حق ص ۶۸۵ ج ۲)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا "یہ دعاء خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھلاؤ، کیونکہ جبرئیلؑ نے یہ دعاء مجھے سکھلائی ہے"۔ اسی لیے علماءؒ لکھتے ہیں کہ یہ دعاء دنیا اور آخرت کی تمام خیر و بھلائی کے لیے جامع ہے کیونکہ حق تعالیٰ کی طرف سے بندہ کے معاملہ میں عفو و درگزر اور مغفرت و بخشش ہی وہ سب سے عظیم سعادت ہے جو ہر خیر و بھلائی کا نقطۂ عروج ہے، چنانچہ ایک روایت میں فرمایا گیا ہے کہ "بندہ کی طرف سے حق تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی سوال طلبِ عافیت و بخشش سے افضل نہیں ہے"۔

جہاں تک ہو سکے اسی دعاء کو یاد کیا جائے اور بچوں کو بھی یاد کرائی جائے، کیونکہ آج کل بچے جھوٹی کہانیاں و قصے اور گانے وغیرہ ان ہی کے الفاظ میں یاد کر لیتے ہیں اور والدین بھی اس پر فخر کرتے ہیں۔

اور اگر یہ یاد نہ ہو سکے تو اپنی زبان میں خیر و عافیت و مغفرت طلب کرے، یا یہ دعاء کر لے۔ مگر پہلے درود شریف پڑھے اور پھر دعاء مانگے:۔

"اے میرے اللہ! تو ہی سب پر احسان کرنے والا ہے اور تجھ پر کوئی احسان نہیں کر سکتا۔ اے بزرگی و مہربانی رکھنے والے اور اے بخشش کا انعام کرنے والے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو گرتوں کو تھامنے والا، بے پناہوں کو پناہ دینے والا اور پریشان حالوں کا سہارا ہے۔ یا اللہ تیرے سوا کس سے مانگیں، تو ہی داتا ہے، اے اللہ! اگر تو نے مجھے اپنے پاس اُم الکتاب میں بھٹکا ہوا یا محروم یا کم نصیب لکھ دیا ہے تو اے اللہ اپنے فضل و کرم سے میری خواری، بدبختی، راندگی اور روزی و رزق کی کمی کو مٹا دے، بے شک تیرا یہ کہنا تیری کتاب قرآن مجید میں جو آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے سچ ہے کہ اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے بنا دیتا

Marfat.com

ہے۔ان اللہ علٰی کل شیء قدیر۔اے اللہ تجھ سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، سب کچھ تیرے اختیار میں ہے، تیرے پاس اُم الکتاب ہے، اے خدا تجلی اعظم کے صدقہ اس نصف شعبانِ مکرم کی رات میں، جس میں تمام چیزوں کی تقسیم ونفاذ ہوتا ہے میری بلاؤں وپریشانیوں کو دور فرما، خواہ میں ان کو جانتا ہوں یا نہ جانتا ہوں اور جن سے تو واقف ہے، بے شک تو ہی سب سے برتر اور بڑھ کر احسان کرنے والا ہے۔ اے اللہ! نیک اولاد عنایت فرما اور ہماری مغفرت فرما، اے اللہ تمام گناہوں کو معاف فرما صغیرہ ہوں یا کبیرہ، یا اللہ بعض گناہوں ایسے ہیں جو کہ ہم نے پوشیدہ طور پر کیے تھے کہ کوئی نہیں دیکھ رہا ہے، اے اللہ تو نے پردہ پوشی فرمائی تو ہی معاف فرما اور آئندہ کے لیے ہدایت فرما، دین میں جو جو کوتاہیاں ہوئی ہیں ان کو بھی معاف فرما، اے اللہ ایمان پر خاتمہ فرمائیے۔اے اللہ ہمارے والدین اور اساتذہ اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما۔

اے اللہ! ہم سے مانگنا نہیں آتا ہے، ہم وہ سب کچھ مانگتے ہیں جو تیرے نبی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگا، اور جس چیز سے پناہ مانگی ہم بھی اس سے پناہ مانگتے ہیں، اپنے پیارے حبیبؐ کے صدقہ ہماری دعاؤں کو قبول فرما۔ (آمین یارب العالمین)۔ (احقر محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند)

شبِ قدر کی عظمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر۔ بے شک ہم نے قرآنِ پاک کو شبِ قدر میں اتارا۔ یعنی قرآن شریف کو لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اس رات میں اُتارا ہے یہ ہی ایک بات اس رات کی فضیلت کے لیے کافی تھی کہ قرآن جیسی عظمت والی چیز اس میں نازل ہوئی، چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی برکات وفضائل شامل ہو گئے ہوں، آگے زیادتی شوق کے لیے ارشادِ ربانی ہے:

وما ادراك ما لیلۃ القدر۔ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے، کہ شبِ قدر کیسی بڑی چیز ہے یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں، اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں: لیلۃ القدر۔ خیر من الف شھر۔ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اس سے زیادہ شبِ قدر میں

Marfat.com

عبادت کرنے کا ثواب ہے، اوراس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے۔تنزل الملئکۃ۔اس رات میں فرشتے اُترتے ہیں۔

علامہ رازی رحمۃ اللہ علی لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جب ابتداء میں انسان کو دیکھا تھا تو اس سے نفرت ظاہر کی تھی اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کی تھا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں فساد کرے اور خون بہائے۔اور آج جب کہ توفیقِ الٰہی سے تو (انسان) شب قدر میں معرفت الٰہی اور طاعتِ ربانی میں مشغول ہے تو فرشتے اپنی فقرہ کی معذرت کرنے کے لیے اُترتے ہیں۔

والروح فیھا، اس رات میں روح القدس یعنی جبرئیل علیہ السلام بھی نازل ہوتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ کے ساتھ اُترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں، اس کے لیے رحمت کی دعاء کرتے ہیں۔باذن ربھم من کل امر اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امرِ خیر کو لے کر زمین کی طرف اُترتے ہیں۔

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی اور اسی رات میں حضرت آدم علیہ السلام کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا، اسی رات میں جنت میں درخت لگائے گئے اور دعاء وغیرہ کا قبول ہونا تو بکثرت روایات میں آیا ہے۔اور ایک روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔اور اسی رات میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔

سلٰم (وقف) وہ رات سراپا سلام ہے، یعنی تمام رات فرشتوں کی طرف سے مؤمنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فرشتوں کی فوج (ٹکڑی) آتی ہے دوسری جاتی ہے۔ھی حتیٰ مطلع الفجر۔وہ رات (ان ہی برکات کے ساتھ) تمام رات طلوعِ فجر تک رہتی ہے، یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں برکت ہو اور کسی میں نہ ہو، بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے۔

(فضائلِ رمضان المبارک ص ۳۷ ومعارف القرآن ص ۷۹۱ جلد ۸)

ایک سوال کا جواب

روایات میں شب قدر کو ایک ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے۔اور ظاہر ہے کہ ان ایک ہزار مہینوں کے اندر بھی ہر سال ایک شب قدر آئے گی تو حساب کس طرح بنے گا؟

ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ یہاں ایک ہزار مہینوں سے مراد وہ شب ہے جس میں شب

Marfat.com

قدر شامل نہ ہو، اس لیے اب کوئی اشکال نہیں۔ (معارف القرآن ج۸ ص۷۹۴)

(یہ جوفرمایا گیا ہے کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ ہزار مہینوں تک عبادت کرنے کا جتنا ثواب ہے اس سے زیادہ شبِ قدر کی عبادت کا ہے۔اور کتنا زیادہ ہے؟ یہ خدا ہی کو معلوم ہے، جسے اللہ تعالیٰ زیادہ فرمائے اس کی زیادتی کا کیا ٹھکانہ۔ دنیا ہی کا دستور ہے کہ بڑے لوگ تھوڑی بہت بڑائی کو کوئی بڑائی نہیں سمجھا کرتے، جس کی نظر اونچی ہوتی ہے وہ بہت اونچی چیز ہی کو اونچا مانتا ہے۔

ایک بات یہ بھی ہے کہ اس زمانے میں عربوں کے یہاں ہزار سے آگے گنتی ہی نہ تھی، جیسا کہ آج سے ہزار سال پہلے تمام دنیا میں سوسیکڑے کی بہت ہی زیادہ اہمیت تھی، اور آج؟

اور قرآن شریف چونکہ انہیں کی زبان میں اور انہیں کے محاورات کے مطابق نازل ہوا ہے، لہٰذا ان کے سامنے ہزار سے زیادہ کا کوئی عدد کیسے بولا جاسکتا تھا؟ اس لیے ان کی آخری گنتی کا لفظ بول کر آگے اللہ تعالیٰ نے صرف اتنا فرمادیا کہ ''اس سے بھی زیادہ'' اب اس سے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے، کروڑ بھی اس میں آگیا اور ارب اور کھرب اور نیل وسنگھ اور مہا سنگھ سب اسی میں آگئے تو گویا شبِ قدر کی فضیلت کی زیادتی کی کوئی حد نہیں ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

کیا تمام دنیا میں ایک ہی وقت میں شبِ قدر ہوتی ہے؟

مسئلہ اختلافِ مطالع کے سبب مختلف ملکوں اور شہروں میں شبِ قدر مختلف دنوں میں ہوتو اس میں کوئی اشکال نہیں، کیونکہ ہر جگہ کے اعتبار سے جو رات شبِ قدر قرار پائے گی اس جگہ اسی رات میں شبِ قدر کی برکات حاصل ہوں گی۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ جس شخص نے شب قدر میں عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے پڑھ لی اس نے بھی اس رات کا ثواب پالیا، اور جو شخص جتنا زیادہ کرے گا، زیادہ ثواب پائے گا۔

صحیح مسلم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے عشاء کی نماز جماعت کیساتھ ادا کرلی تو آدھی رات کے قیام کا ثواب پالیا، اور جس نے صبح کی نماز بھی جماعت سے ادا کرلی تو پوری رات جاگنے، عبادت کرنے کا ثواب حاصل کرلیا۔ (معارف القرآن ص۷۹۳ ج۸)

Marfat.com

شبِ قدر کے معنی

قدر کے معنی عظمت و شرف کے ہیں اور اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی وجہ اس رات کی عظمت و شرف ہے۔ حضرت ابوبکر ورّاق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس رات کو لیلۃ القدر (شبِ قدر) اس وجہ سے کہا گیا کہ جس آدمی کی اس سے پہلے اپنی بدعملی کے سبب کوئی قدر و قیمت نہ تھی اس رات میں توبہ استغفار اور عبادات کے ذریعہ وہ بھی صاحبِ قدر و شرف بن جاتا ہے۔

قدر کے دوسرے معنی تقدیر و حکم کے بھی آتے ہیں اس معنی کے اعتبار سے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس رات میں تمام مخلوقات کے لیے جو کچھ تقدیرِ ازلی میں لکھا ہے اس کا جو حصہ اس سال میں رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہے وہ ان فرشتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذِ اُمور کے لیے مامور ہیں۔

اور بعض حضرات نے جو لیلۃ مبارکہ سے نصف شعبان کی رات یعنی شبِ برأت مراد لی ہے تو وہ اس کی تطبیق اس طرح کرتے ہیں کہ ابتدائی فیصلے اُمور تقدیر کے اجمالی طور پر شبِ برأت میں ہو جاتے ہیں پھر ان کی تفصیلات لیلۃ القدر (یعنی شب قدر میں جو رمضان میں آتی ہے) میں لکھی جاتی ہیں۔ اس کی تائید حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے ایک قول سے ہوتی ہے، اس میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سال بھر کے تقدیری امور کا فیصلہ تو شبِ برات یعنی نصف شعبان کی رات میں کر لیتے ہیں پھر شبِ قدر میں یہ فیصلے متعلقہ فرشتوں کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

اور یہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے کہ اُمورِ تقدیر کے فیصلے اس رات میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس سال میں جو اُمورِ تقدیر نافذ ہونے ہیں وہ لوحِ محفوظ سے نقل کر کے فرشتوں کے حوالے کر دیئے جاتے ہیں۔ اور اَصل نوشتۂ تقدیر ازل میں لکھا جا چکا ہے۔

(معارف القرآن ص ۷۹۲ ج ۸)

شبِ قدر کیا ہے؟

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے، جو بہت برکت اور خیر کی رات ہے۔ قرآن شریف میں اس کو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہے۔ ہزار مہینے کے تراسی برس چار ماہ ہوتے ہیں۔

خوش نصیب ہے وہ شخص جسکو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے کہ جو شخص اس ایک

Marfat.com

رات کو عبادت میں گذار دے۔ اس نے گویا تراسی سال چار ماہ سے زیادہ مدت کو عبادت میں گذار دیا، اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینے کتنے ماہ سے افضل ہیں۔ (عربوں کے یہاں اس زمانے میں ہزار سے آگے گنتی نہ تھی)

اللہ جل شانہٗ کا حقیقۃً بہت ہی بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لیے یہ ایک بے نہایت نعمت مرحمت فرمائی۔ درمنشور میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ مبارک نقل کیا گیا ہے کہ شب قدر اللہ تعالیٰ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے پہلی اُمتوں کو نہیں ملی۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا، بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوئی ہیں اور آپؐ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں، اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری کرنا چاہیں تو ناممکن، اس سے اللہ کے لاڈلے نبی کو رنج ہوا۔ اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس راتیں بھی نصیب ہو جائیں اور ان کو عبادت میں گزار دے تو گویا آٹھ سو تینتیس برس چار ماہ سے بھی زیادہ کامل عبادت میں گزار دیا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک جہاد کرتا رہا، صحابہ کرامؓ کو اس پر رشک آیا تو اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ نے اس کی تلافی کے لیے اس رات کا نزول فرمایا۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت حزقیل، حضرت یوشع علیہ السلام کہ یہ سب اسی اسی برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے، اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حیرت ہوئی، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضرِ خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی، اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں۔ اس قسم کے اختلافِ روایات کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو ہر واقعہ کی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔ بہر حال آیت کے نازل ہونے کا سبب جو کچھ بھی ہوا ہو، لیکن امت محمدیہ کے لیے یہ اللہ جل شانہ کا بہت ہی بڑا انعام ہے، یہ رات بھی اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور اس میں عمل بھی اسی کی توفیق سے میسر ہوتا ہے۔ (فضائل رمضان المبارک ص ۳۵ و مظاہر حق جدید ص ۶۷۹ جلد ۲)

Marfat.com

کمائی کی رات

اس رات کی فضیلت معلوم کرنے کے لیے اگرچہ قرآن کریم کی ایک مستقل سورت کافی ہے، لیکن نمونہ کے طور پر دو حدیثیں بھی لکھی جاتی ہیں:-

عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من قام لیلة القدر ایماناً واحتساباً غفرله' ماتقدم من ذنبه۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لیے) کھڑا ہوا، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

تشریح: اگر دنیا کے کاروباری کو یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں مہینے میں ہمارے قریب شہر میں ایک میلہ (نمائش وغیرہ) لگنے والا ہے جس میں اتنی آمدنی ہوگی کہ ایک روپیہ کے دس روپے بن جائیں گے اور سال بھر پھر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی تو بتاؤ کون بیوقوف ہے جو اس بہترین موقع کو کھودے گا؟

اگر بتانے والے نے تاریخ نہ بھی بتائی ہوگی تو کسی نہ کسی طرح وہ تاریخ کا پتہ لگائے گا اور اگر تاریخ میں شبہ رہ جائے گا تو احتیاطاً کئی دن پہلے اس جگہ پر پہنچ جائے گا۔

اب ایک اور موقع نیکوں کے میلے کا بھی مؤمنوں کو دیا جارہا ہے مگر اتنی بات ہے کہ مہینہ تو بتادیا اور یہ بھی بتادیا کہ اس مہینے کی اخری تہائی حصہ میں ہے، لیکن تاریخ گول مول رکھی کہ دیکھیں نیکیوں کے شوقین اور خدا کی محبت اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت کا دم بھرنے والے کیا کچھ کرکے دکھاتے ہیں اور جس نبی پاکؑ نے اس رات کی تلاش میں پورے پورے مہینے کا اعتکاف کیا ہے، اس کے چاہنے والے کتنے دن اپنی راحت وآرام قربان کرتے ہیں؟

(الترغیب والترہیب ص۹۰ ج۲)

کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت تلاوتِ قرآن اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو، اور ثواب کی اُمید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریاء وغیرہ کسی بدنیتی سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو۔

Marfat.com

خطابی علیہ الرحمہ کہتے ہیں :- اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو، بوجھ سمجھ کر، بددلی کے ساتھ نہیں۔ اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جس قدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہوگا، اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قربِ الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا ہے عبادت میں اس کا انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے۔

نیز یہ معلوم ہو جانا بھی ضروری ہے کہ اوپر والی حدیث اور اس جیسی احادیث میں گناہوں سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ قرآنِ پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے، ان کا ''الا من تاب'' کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی بناء پر علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا۔ پس جہاں احادیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر آتا ہے علماء اس کو صغائر (معمولی چھوٹے گناہ) کے ساتھ مقید فرمایا کرتے ہیں، توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ گناہوں پر ندامت ہو اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہو۔ اگر کسی شخص سے کبیرہ گناہ ہو گئے ہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ شبِ قدر ہو یا اور کوئی قبولیت کا موقع ہو، اپنی بداعمالیوں سے سچے دل سے پختگی کے ساتھ دل وزبان سے توبہ بھی کرلے تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ متوجہ ہو، اور صغیرہ وکبیرہ سب طرح کے گناہ معاف ہو جائیں۔ (فضائل رمضان المبارک ص ۳۸)

(اگر یاد آ جائے تو اس سیہ کار کو بھی اپنی مخلصانہ دعاؤں میں شامل فرمالیں۔ رفعت)

فرشتوں کی آمد

عن انس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان لیلۃ القدر نزل جبریل فی کبکبۃ من الملئکۃ یصلون علیٰ کل عبد قائم او قاعدٍ یذکر اللہ عزوجل۔ (کذا فی المشکوٰۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ شبِ قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ اُترتے ہیں اور اس شخص کے لیے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور عبادت میں مشغول ہے دعاءِ رحمت کرتے ہیں۔

تشریح حضرت جبرئیل علیہ السلام کا فرشتوں کے ساتھ آنا خود قرآن شریف میں مذکور ہے اور بہت سی احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تمام فرشتوں کو تقاضہ فرماتے ہیں کہ ہر ذاکر و شاغل کے گھر جائیں اور ان سے مصافحہ کریں۔

Marfat.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے کہنے سے متفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا، جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی جس میں کوئی مؤمن ہو اور وہ فرشتے مصافحہ کرنے کے لیے وہاں نہ جاتے ہوں (اس سے مراد دعاءِ خیر بھی ہوسکتی ہے اور خود مصافحہ بھی، کیونکہ فرشتے مجسم نور ہی نور ہوتے ہیں جو کہ ہم کو نظر نہیں آتے، اور محسوس بھی نہیں ہوتے، جس طرح سے مرنے والے کے پاس ملک الموت اور فرشتوں کی آمد اور بات چیت کا ذکر آتا ہے، ہوسکتا ہے کہ اللہ والوں کو محسوس ہوتے ہوں اور نظر بھی آتے ہوں۔

(محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

لیکن اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا خنزیر ہو یا حرامکاری کی وجہ سے ناپاک ہو یا تصویر ہو۔

مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں جن میں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نعمتِ رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں، (کیونکہ) تصویر لگانے والا ایک آدھ ہوتا ہے مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے روکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔ (فضائل رمضان ص ۴۰)

شبِ قدر کی تعیین نہ ہونے کا سبب

عن عبادة بن الصامت قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیخبرنا بلیلة القدر فتلاحی رجلان من المسلمین فقال خرجت لاخبر کم بلیلة القدر فتلاحی فلان وفلان فرفعت وعسیٰ ان یکون خیراً لکم فالتمسوھا فی التاسعة والسابعة والخامسة۔

(مشکوٰۃ شریف و بخاری شریف)

ترجمہ حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے باہر تشریف لائے تا کہ ہمیں شبِ قدر کی اطلاع فرمادیں، مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے آیا تھا کہ تمہیں شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ جس کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو، لہٰذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

تشریح اس حدیث میں تین مضامین قابلِ غور ہیں۔ سب سے پہلے اہم وہ جھگڑا ہے جو دو

مسلمانوں میں ہو رہا تھا اور یہ اس قدر سخت بری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے شب قدر کی تعیین اٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ تمہیں نماز روزہ صدقہ وغیرہ سب سے افضل چیز بتلاؤں؟ صحابہؓ نے غرض کیا ضرور۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے۔ اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی ہے، یعنی جیسے اُسترے سے سر کے بال ایک دم صاف ہو جاتے ہیں۔ آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے۔

آپؐ نے مسلمانوں کی آبروریزی کو بدترین سود اور خبیث ترین سود ارشاد فرمایا ہے، لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبروریزی کی پرواہ کرتے ہیں، نہ اللہ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا خیال ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ شبِ برات میں اللہ کی رحمتِ عامہ مخلوق کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے بہانے سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے، مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی، ایک کافر، دوسرا وہ جو کسی سے کینہ رکھے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبولیت کے لیے ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی، جن میں آپس کے لڑنے والے بھی فرمائے ہیں۔

(فضائل رمضان المبارک ص ۴۳)

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ وہ دو اشخاص جو اس موقع پر جھگڑنے لگے تھے، ان میں ایک کا نام عبداللہ ابن ابی حذرد اور دوسرے کا نام کعب ابن مالک تھا۔

''شب قدر کی تعیین اٹھالی گئی'' کا مطلب یہ ہے کہ ان دو اشخاص کے جھگڑنے کی وجہ سے شب قدر کے تعین کا علم میرے ذہن سے محو کر دیا گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپس میں جھگڑنا اور منافرت اور دشمنی اختیار کرنا بہت بری بات ہے، اس کی وجہ سے آدمی برکات اور بھلائیوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا ''شاید تمہارے لیے یہی بہتر ہوگا'' کا مطلب یہ ہے کہ شبِ قدر کے بارہ میں جو متعین طور پر مجھے بتادی گئی تھی، اب وہ بھلا دی گئی ہے، اگر میں تمہیں بتادیتا تو تم لوگ اسی شب پھر بھروسہ کر کے بیٹھ جاتے، اب اس کے تعین کا علم نہ ہونے کی

Marfat.com

صورت میں نہ صرف یہ کہ تم لوگ اس کو پانے میں بہت زیادہ سعی وکوشش کروگے بلکہ عبادت اور طاعت میں زیادتی بھی ہوگی جو ظاہر ہے تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے۔

(مظاہرِ حق جدید ص ۶۸۷ ج ۲)

شبِ قدر کی پوشیدگی کا راز

جو چیز جتنی قیمتی اور اہم ہوتی ہے اتنی ہی زیادہ محنت سے حاصل ہوتی ہے تو شبِ قدر جیسی قیمتی دولت بھلا بغیر محنت کے کیسے ہاتھ لگ سکتی تھی، اس لیے اسکی تاریخ گول مول رکھی گئی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''عسیٰ ان یکون خیرلکم'' کیا خبر ہے تاریخ کا پتہ نہ دینے ہی میں تمہاری بھلائی ہو۔ (ابنِ کثیر ص ۵۳۴ ج ۴)

مطلب اس کا صاف ہے کہ اگر تاریخ معلوم ہوجاتی تو اس کی اتنی قدر نہ ہوتی۔ اور معلوم ہوتے ہوئے بھی پھر اس کی ناقدری کرنا سخت بدنصیبی اور محرومی کی بات تھی۔ مفسرِ قرآن علامہ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کو پوشیدہ رکھنے میں حکمت یہی ہے کہ اس کے طالب وشوقین پورے رمضان عبادتوں کا اہتمام کریں گے۔ (ابنِ کثیر ص ۵۳۴ ج ۴)

اگر شبِ قدر کی تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طبائع ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کردیتیں اور اس صورتِ موجودہ میں اس احتمال پر کہ آج ہی شاید شبِ قدر ہو، متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہوجاتی ہے۔

اور ایک حکمت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہ کئے بغیر ان سے رہا نہیں جاتا، شبِ قدر کی تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں کوئی گناہ کی جرأت کرتا تو سخت اندیشناک تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک صحابیؓ سو رہے تھے، آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگادو تاکہ وضو کرلیں، حضرت علیؓ نے ان کو جگادیا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپؐ تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں، آپ نے خود کیوں نہیں جگایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کہیں یہ شخص میرے جگانے پر انکار کر بیٹھتا اور میرے کہنے پر انکار کرنا کفر ہوجاتا ہے۔ تیرے کہنے پر انکار کفر نہیں ہوگا''۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت نے گوارا نہیں فرمایا کہ اس کی عظمت والی رات

Marfat.com

کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پر جرأت کرے۔

منجملہ ان وجوہات کے ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی ایک دو رات تم کم از کم ہر شخص کو میسر آ جاتی ہے۔

(ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ) جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا۔ ان کے علاوہ اور بھی صالح ہوسکتی ہیں، ایسے ہی امور کی وجہ سے عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ اس نوع کی اہم چیزوں کو مخفی فرما دیتے ہیں، چنانچہ اسمِ اعظم کو پوشیدہ فرما دیا، اس طرح جمعہ کے دن اک وقت خاص مقبولیت دعاء ہے، اس کو بھی مخفی فرمایا ہے۔ ایسے ہی اور بھی بہت سی چیزیں اس میں شامل ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے اس خاص رمضان المبارک میں تعیینِ شب قدر بھلا دی گئی ہو، اور اس کے بعد دیگرے مصالحِ مذکورہ کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے تعیین ہٹا دی ہو۔ (فضائل رمضان ص ۴۴)

شب قدر کا حضورؐ کو علم دیا گیا تھا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ قدر کی تعیین کا علم دیا گیا تھا، اور اس کی اطلاع صحابہؓ کو دینے کے لیے آپؐ اپنے دولت کدے سے باہر تشریف لائے مگر دیکھا کہ مسجدِ نبویؐ میں دو مسلمان کسی معاملے میں جھگڑ رہے ہیں، آپؐ نے ان کا جھگڑا ختم کرانے کی کوشش کی، اتنے میں وہ بات آپؐ کے ذہنِ مبارک سے نکل گئی جو ان دونوں کے جھگڑے کی قباحت کے سبب ہوئی۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا خدا کو سخت ناپسند ہے اور اس کی وجہ سے خدا کی بہت سی نعمتوں اور رحمتوں سے محرومی ہوتی رہے گی اس لیے اس سے ڈرنا چاہیے۔

تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس علم کے حاصل نہ ہونے کی صورت میں بھی دوسری وجہ خیر کی پیدا ہوگی جس کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبِ قدر کی تلاش و جستجو سے امت کے لیے دوسری جہت خیر و فلاح کھل گئیں، اور اس کی فکر و طلب کرنے والوں کو حق تعالیٰ دوسرے انواع و اقسام کے انعامات سے نوازیں گے، کیونکہ ان سب راتوں میں شبِ قدر کی طلب و تلاش بھی مستقل عبادت بن گئی، جو تعیین کی صورت میں نہ ہوتی۔ (انوار الباری شرح البخاری ص ۱۷۱ ج ۲)

علامہ زمخشریؒ نے کہا ''شاید شب قدر کی پوشیدگی میں یہ حکمت اور مصلحت ہے کہ اس کو

Marfat.com

تلاش کرنے والا سال کی اکثر راتوں میں اس کو طلب کرے تا کہ اس کو پا لینے سے اس کی عبادت کا اجر وثواب بہت زیادہ ہو جائے۔

دوسرے یہ کہ لوگ اس کے معلوم ومتعین ہونے کی صورت میں صرف اسی رات میں عبادت کر کے بہت بڑا فضل وشرف حاصل کر لیا کرتے اور اس پر بھروسہ کر کے دوسری راتوں کی عبادت میں کوتاہی کیا کرتے، اس لیے بھی اس کو پوشیدہ رکر دیا گیا۔ (عمدۃ القاری ص ۲۶۳ ج اول)

کیا شبِ قدر اَب بھی باقی ہے؟

حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری محدث دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث ''فرفعت'' سے مراد یہ نہیں کہ اصل شبِ قدر ہی اٹھالی گئی، بلکہ اس کا علم تعیین اٹھالیا گیا، اگر شبِ قدر ہی باقی نہ رہتی تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اس کو تلاش کرنے کا حکم فرمارہے ہیں اس کا کیا فائدہ؟ (انوار الباری ص ۱۷۱ ج ۲)

پانچ چیزیں پوشیدہ رکھی گئی ہیں

شب قدر کے بارے میں قطعی خبر اس لیے نہیں دی گئی کہ کوئی شخص اس رات پر ہی بھروسہ نہ کرلے اور ایسا نہ کہے کہ میں نے اس رات میں جو عمل کرلیا وہ ہزار مہینے سے بہتر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا ہے مجھے درجہ عطا ہوا ہے میں جنت میں جاؤں گا۔ ایسا خیال اسے سست نہ بنادے، اور وہ اللہ سے غافل نہ ہو جائے۔ ایسا کرنے سے دنیاوی امیدیں اس پر غلبہ پالیں گی اور وہ اسے ہلاک کر دیں گی، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ان کی عمر کے بارے میں بھی بے خبر رکھا ہے۔ اگر ہر شخص کو اپنی عمر کا پتہ ہو جاتا تو وہ کہتا کہ ابھی تو مرنے میں بہت دن پڑے ہیں، اس وقت دنیاوی لطف اٹھالیں، موت کا وقت آئے گا تو توبہ کرلیں گے، خدا کی عبادت کرلیں گے اور نیکوکار بن کر مریں گے۔

عمر سے اس لیے بے خبر رکھا گیا کہ آدمی ہر وقت ڈرتا ہے اور نیک کام کرے ہمیشہ توبہ کرے۔ اور جو شخص ایسا کرے اسے دنیا کی لذتیں حاصل ہوں گی اور آخرت میں خدا کے عذاب سے چھوٹ جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پوشیدہ رکھا گیا ہے۔

Marfat.com

(۱) لوگوں کی عبادت پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی ظاہر کرنے کو۔
(۲) گناہوں پر اپنے غضب اور غصہ کے ظاہر ہونے کو۔
(۳) وسطیٰ نماز کو دوسری نمازوں سے۔
(۴) اپنے دوستوں کو عام لوگوں کی نظروں سے۔
(۵) اور رمضان کے مہینے میں شب قدر کو۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۸۰)

بدنصیب کون ہے؟

دنیا والوں کی نظر میں تو سب سے بڑا بے وقوف اور نادان وہی ہے جو کمائی کا سیزن یوں ہی گنوادے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے، لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ مبارک میں سب سے بڑا بدنصیب اور محروم قسمت وہ ہے جو نیکیوں کا بہترین موقع ضائع کردے اور کچھ نہ کر سکے۔ارشادِ عالی ہے:

عن انس رضی اللہ قال دخل رمضان فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ھٰذا الشھر قد حضرکم فیہ لیلۃ خیرمن الف شھر من حرمھا فقد حرم الخیر کلہ ولا یحرم خیرھا الا محروم۔ (ابن ماجہ ص ۱۲۰ ج ۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اوپر یہ مہینہ آچکا ہے جس میں ایک رات ہزار مہینوں سے زیادہ بہتر ہے، جو اس رات سے محروم رہ گیا وہ گویا ساری ہی بھلائی سے محروم رہا اور اس کی بھلائی وہی محروم ہوتا ہے جو واقعی محروم ہی ہو۔

ایمان کی کمی اور نیکیوں کی قیمت سے بے خبری اور بے توجہی کی بات ہے ورنہ کیا دنیا میں رات بھر جاگنے والوں کی کمی ہے؟ کیا رات بھر لوگ کھڑے نہیں رہتے؟ کیا اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے مسلسل کے پرزوں کی طرح کھانا پینا بھلا کر لوگ کام میں جتے نہیں رہتے؟ مگر رونا تو یہ ہے کہ خدا کے لیے ون جاگے، موت سے پہلے کی تیاری تو سب کر رہے ہیں، مگر موت کے بعد کی تیاری کون کرے؟

بس جسے مرنا ہوگا وہ اس کی تیاری بھی کرے گا اور جو نہیں کرتا اس کی محرومی میں شک ہی کیا ہے؟ اگر ساٹھ، ستر برس کی زندگی کے لیے انسان مارا مارا پھرتا ہے اور رات دن ایک کر دیتا ہے، تو لاکھوں کروڑوں برس نہیں بلکہ بے حد و بے شمار برسوں کی زندگی کے لیے کیا کچھ نہ کر ڈالنا

Marfat.com

چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کی تلاش میں پہلے شروع رمضان المبارک کے دس دنوں کا اعتکاف کیا، پھر دس دن کا اور کیا، جب بیس دن میں بھی شبِ قدر نہ ملی تو پھر آخری دس دن کا اعتکاف کیا اور پھر ہمیشہ انہیں دس دنوں کا اعتکاف فرماتے رہے۔

(رمضان کیا ہے؟ ص ۱۵۷ بحوالہ مشکوۃ شریف ص ۱۸۲)

کیا خبر کہ یہ آخری شبِ قدر ہو؟

بعض لوگ یہ سوچتے ہیں کہ پوری رات کا جاگنا تو مشکل ہے اور تھوڑی بہت دیر جاگنے (عبادت کرنے) سے کیا فائدہ؟ لہٰذا چھٹی!

یہ خیال غلط ہے، اگر رات کے اکثر حصے میں جاگنا نصیب ہو جائے تو انشاء اللہ یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی، اور پوری رات ہی جاگنا کون سا مشکل ہے؟

ہم اور آپ جانتے ہیں کہ گذشتہ رمضان المبارک میں کتنے لوگ ایسے تھے جو آج دنیا میں نہیں ہیں اور وہ رمضان ان کا آخری رمضان تھا۔ ہمیں کیا خبر ہے کہ آئندہ رمضان تک ہم میں سے کس کس کی باری ہے؟

اس لیے اگر اتنی بڑی نعمت حاصل کرنے کیلئے کوئی ایک دو رات جاگ ہی لیا تو کون سی بڑی بات ہے، لیکن اگر تمام رات جاگنا بس کا ہی نہ ہو تو اکثر حصہ ہی سہی اور بہتر یہ ہے کہ یہ اکثر حصہ رات کا آخر ہو، کیونکہ اسوقت عبادت میں دل لگتا ہے اور شروع رات کے مقابلے میں آخر رات افضل بھی ہے۔

(رمضان کیا ہے؟ ص ۱۶۳)

حکمتِ الٰہی

اگر مسلسل دس رات جاگنے کا حکم دے جاتا یا پانچ ہی راتوں کے اگر مسلسل جاگنے کا حکم ہوتا تو بہت سے لوگ اس کی ہمت نہ کرتے اور اگر بعض کر بھی لیتے تو تندرستی وصحت پر برا اثر پڑنے کا اندیشہ تھا۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے طاق راتوں میں (اکیس، تئیس یعنی ایک رات چھوڑ کر) شبِ قدر بنا کر ان راتوں کو ایسے عجیب طریقے پر تقسیم کر دیا کہ ایک رات جاگ لیں اور دوسری کو آرام کر لیں، اسی طرح راتوں کا جاگنا بھی ہو جائے اور تن درستی پر بھی کوئی برا اثر نہ پڑے۔

(رمضان کیا ہے؟ ص ۱۵۹)

Marfat.com

شبِ قدر کب آتی ہے؟

عن عائشة رضی اللّٰہ عنہا قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تخروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان۔ (مشکوٰۃ شریف عن البخاری)

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔

تشریح جمہور علماء کے نزدیک آخر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے عام ہے کہ مہینہ ۲۹/ تاریخ کا ہو یا ۳۰/ تاریخ کا، اس حساب سے حدیثِ بالا کے مطابق شبِ قدر کی تلاش ۲۱/ ۲۲/ ۲۳/ ۲۵/ ۲۷/ ۲۹ کی راتوں میں تلاش کرنا چاہیئے اگر ہیں ۲۹/ دن کا ہو، تب بھی آخر عشرہ یہی کہلاتا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ شبِ قدر نبی کے زمانہ کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت تک رہے گی۔ میں نے عرض کیا رمضان کے کس حصہ میں ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ عشرۂ اول اور عشرۂ آخر میں تلاش کرو، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم باتوں میں مشغول ہو گئے، میں نے موقع پا کر عرض کیا کہ حضور! یہ تو بتلا دیجئے کہ عشرہ کے کونسے حصے میں ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے ناراض ہوئے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خفا ہوئے تھے اور نہ بعد میں ہوئے اور فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ شانہ کا یہ مقصود ہوتا تو بتلا نہ دیتے، آخر کی سات راتوں میں تلاش کرو، بس اس کے بعد کچھ نہ پوچھو۔

امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ شب قدر تمام رمضان میں دائر رہتی ہے۔ صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے جو متعین ہے مگر معلوم نہیں۔ شافعیہؒ کا راجح قول یہ ہے کہ اکیسویں شب میں ہونا اقرب ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے، کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کسی دوسری رات میں۔ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں زیادہ اُمید ہے۔

بہر حال ہر شخص کو اپنی ہمت اور وسعت کے موافق تمام سال اس کی تلاش میں کوشش کرنا چاہیئے، نہ ہو سکے تو رمضان بھر جستجو کرنی چاہیئے، اگر یہ بھی مشکل ہو تو رمضان المبارک کے آخر عشرہ کو غنیمت سمجھنا چاہیئے، اتنا بھی نہ ہو سکے تو عشرۂ آخیرہ کی طاق راتوں کو ہاتھ سے نہ جا

دینا چاہئے، اور اگر خدانخواستہ یہ بھی نہ ہو سکے تو ستائیسویں شب کو تو بہر حال غنیمت بارد ہ سمجھنا ہی چاہئے، اگر تائید ایزدی شامل حال ہے اور کسی خوش نصیب کو میسر ہو جائے تو پھر تمام دنیا کی نعمتیں اور راحتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں، اگر میسر نہ ہو تو تب بھی اجر سے خالی نہیں۔ بالخصوص مغرب وعشاء کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام تو ہر شخص کو تمام سال ہی ضروری ہونا چاہئے کہ اگر خوش قسمتی سے شب قدر کی رات میں یہ دو نمازیں جماعت سے میسر ہو جائیں تو کس قدر باجماعت نمازوں کا ثواب ملے۔

اللہ تعالیٰ کا کس قدر بڑا انعام ہے کہ کسی دینی کام میں اگر کوشش کی جائے تو کامیابی نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کوشش کا اجر ضرور ملتا ہے۔ (فضائلِ رمضان المبارک از ص ۳۹ تا ص ۴۷)

سات کا عدد اور شبِ قدر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں شبِ قدر معلوم کرنے کے لیے طاق اعداد میں غور کیا تو سات کا عدد اس کے لیے زیادہ موزوں نظر آیا۔ جب سات کے عدد میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ آسمان بھی سات ہیں اور زمینیں بھی سات۔ اور دریا بھی سات۔ صفا اور مروہ کے درمیان بھی سات ہی مرتبہ سعی کی جاتی ہے، کعبہ کا طواف بھی سات ہی مرتبہ کرتے ہیں، سنگریزے بھی سات ہی پھینکے جاتے ہیں، آدمی کی تخلیق (پیدائش) بھی سات اعضاء سے ہوئی ہے۔ انسان کا رزق بھی سات دانے ہیں۔ آدمی کے چہرے میں بھی سات ہی سوراخ بنائے گئے ہیں، یعنی دو کان، دو نتھنے، دو آنکھیں، ایک منہ، رحم کی حالتیں بھی سات ہیں۔ قرآن کی قرأتیں بھی سات ہیں۔ سجدہ بھی سات ہی اعضاء سے کیا جاتا ہے۔ دوزخ کے دروازے بھی سات ہیں، دوزخ کے نام بھی سات ہیں، دوزخ کے طبقے بھی سات ہیں، اصحابِ کہف بھی سات ہیں، عاد کی قوم بھی سات راتوں میں ہوا سے ہلاک ہوئی۔ یوسف علیہ السلام بھی سات برس تک جیل خانے میں رہے، سورۂ یوسف میں جن گایوں کا ذکر آیا وہ بھی سات تھیں۔ قحط بھی سات سال رہا۔ سات ہی سال فراخی اور کشادگی رہی۔ (فرعون کے خواب اور حضرت یوسف علیہ السلام کی بیان کردہ تعبیر کی طرف اشارہ ہے) پانچ وقت کی نماز کی سترہ رکعتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حج کے بعد سات روزے رکھو، نسب کی رو سے سات قسم کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔ سات عورتیں ہی سسرال میں حرام ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ کتا برتن میں منہ ڈال دے تو سات دفعہ اسے دھونا چاہئے، پہلی مرتبہ مٹی سے پھر پانی سے سورۂ انا انزلناہ میں

Marfat.com

سلام تک ستائیس حروف ہیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام مصیبت میں سات برس گرفتار رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح کیا تو میں سات برس کی تھی۔ گرمیوں کے دن بھی سات ہی ہیں (تین دن ماہِ شباط یعنی پھاگن کے اور چار دن آور یعنی چیت کے پہلے) پس یہ سات دن گرمیوں کو کاٹ دیتے ہیں یعنی ختم کر دیتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے شہید بھی سات طرح کے ہیں۔

(۱) وہ جو خدا کی راہ میں مارے گئے۔
(۲) وہ جو طاعون کی بیماری میں مریں۔
(۳) جو سل کی بیماری میں مریں۔
(۴) جو پانی میں ڈوب کر مریں۔
(۵) جو آگ میں جل جانے سے مریں۔
(۶) جو اسہال یعنی دستوں کی بیماری سے مریں۔
(۷) اور وہ عورت جو نفاس کی حالت (ولادت) میں مر جائے۔

اللہ تعالیٰ نے قسم بھی سات چیزوں کی کھائی ہے۔ (۱) آفتاب، (۲) چاشت کا وقت، (۳) چاند، (۴) دن، (۵) رات، (۶) آسمان اور جس نے آسمان وزمین کو بنایا۔ (یہ کل سات ہوئے)۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد بھی سات گز لمبا تھا، حضرت موسیٰ کا عصا بھی سات گز لمبا تھا۔

دل چسپ نتیجہ

اس بیان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ اکثر چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے سات کے حساب سے بنایا ہے۔ اگر شبِ قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ہے تو اوپر کے بیان سے یہ استدلال ہوتا ہے کہ شبِ قدر ستائیسویں شب کو ہوگی۔

قرآنِ کریم میں سورۂ قدر میں سلٰم ھی حتیٰ مطلع الفجر میں ھی کا لفظ ستائیس حروف کے بعد آتا ہے۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ شبِ قدر رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو ہوتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۳۷۸)

Marfat.com

ستائیسویں شب میں قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟

سوال شبِ قدر کو رمضان المبارک کے آخر دس دنوں کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کا حکم ہے۔ تو پھر ہمیشہ اور ہر سال رمضان المبارک کی ستائیسویں شب کو ہی شبِ قدر منانا اور اسی شب میں قرآن شریف کا ہر سال ختم کرنا بدعت ہوگا یا نہیں؟ صرف اسی رات کو زیادہ عبادت کرنا اور خصوصاً حافظوں کا ختم قرآن کرنا کیسا ہے؟

جواب شب قدر، عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کے لیے فرمایا گیا ہے، مگر بہت سے علماء نے قرائن سے ستائیسویں کو ترجیح دی ہے۔ اور ظن غالب یہ ہے کہ ستائیسویں شب ہے، لیکن اس پر یقین نہیں اس طرح کہ دوسری راتوں کی نفی (انکار) کردیا جائے ظنِ غالب کی بناء پر۔

اگر ستائیسویں شب کو ختمِ قرآن پاک تراویح میں کیا جائے تو یہ افضل اور مستحب ہے۔ یقینی طور پر اسی رات کو شب قدر سمجھنا اور دوسری راتوں کی نفی کردینا غلط ہے۔ ختم کا بھی (ہمیشہ ہی) اس شب میں التزام نہ کیا جائے۔ عبادت تلاوت، نماز وغیرہ کے لیے مساجد میں اس رات یا کسی اور رات میں جمع ہونا یا جماعت سے اہتمام کے ساتھ نوافل پڑھنا بدعت اور مکروہ ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص۸۹ ج۱۱)

شبِ قدر کی علامت

ومن اماراتها انها ليلة بلجة صافية ساجية لاحارة ولاباردة كان فيها قمراً ساطعاً ولايتحل ان يرمىٰ به تلك الليلة حتىٰ الصباح ومن اماراتها ان الشمس تطلع صبيحتها لاشعاع لها مستوية كانها القمر ليلة البدر وحرم الله على الشيطان ان يخرج معها يومئذٍ۔ (درّمنثور عن احمد والبیہقی)

ترجمہ اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے، صاف شفاف، نہ زیادہ گرم نہ زیادہ سرد، بلکہ معتدل، گویا اس میں (انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا ہوا ہے۔ اس رات میں صبح تک ستارے شیاطین کے نہیں مارے جاتے، نیز اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے، ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے جیسا کہ چودہویں رات کا چاند۔ اللہ جل شانہٗ نے اس دن آفتاب کے طلوع

Marfat.com

ہونے کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا (بخلاف اور دنوں کے کہ طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا اس جگہ ظہور ہوتا ہے)۔

تشریح اس حدیث میں شب قدر کی چند علامت ذکر کی گئی ہیں، جن کا مطلب صاف ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں، ان کے علاوہ اور بھی بعض علامات روایات میں اوران لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جن کو اس رات کی دولت نصیب ہوئی بالخصوص اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامت بہت سی روایات احادیث میں وارد ہوئی اور ہمیشہ پائی جاتی ہے، اس کے علاوہ اور علامتیں لازمی اور ضروری نہیں ہیں۔ (فضائل رمضان ص ۴۸)

حدیثوں میں شب قدر کی کچھ نشانیاں بتائی گئی ہیں۔ جس رات میں وہ نشانیاں پائی جائیں سمجھ لو کہ یہ شب قدر ہے:

(۱) سب سے صحیح پہچان شب قدر کی یہ ہے کہ اس رات کی صبح کو جب سورج نکلتا ہے تو چودھویں رات کے چاند کی طرح بغیر کرنوں کے عام دنوں سے کسی قدر کم روشن ہوتا ہے۔ (عینی شرح بخاری ص ۳۶۵ ج ۵)۔ یہ پہچان بہت سے لوگوں نے آزمائی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے۔

(۲) وہ رات کھلی ہوئی روشن ہوتی ہے۔ (مسند احمد رواہ العینی ص ۳۶۵)

(۳) اس رات میں نہ زیادہ ٹھنڈ ہوتی ہے، نہ زیادہ گرمی۔ (ابن کثیر ص ۴۳۱ ج ۴)

(۴) اس رات میں آسمان میں تارے ٹوٹ ٹوٹ کر اِدھر سے اُدھر نہیں جاتے۔

(ابن کثیر ص ۴۳۱ ج ۴)

(۵) امام ابنِ جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض بزرگوں سے نقل کیا ہے کہ اس رات میں ہر چیز زمین پر جھک کر سجدہ کرتی ہے اور پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتی ہے۔

(عینی ص ۳۶۵ ج ۵)

لیکن یاد رہے کہ یہ چیز ہر ایک کو نظر نہیں آتی اور شاید بہت سوں کی تو سمجھ میں بھی نہ آئے۔

(۶) بعض علماء کا تجربہ ہے کہ اس رات میں سمندروں، کنوؤں کا کھاری پانی میٹھا ہو جاتا ہے۔

(العرف الشذی ص ۳۲۷)

کچھ تعجب کی بات نہیں، اس رات میں رحمتِ الٰہی کی موسلا دھار بارشوں کا اثر اس قسم کی چیزوں میں بھی ظاہر ہو جائے لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ ہمیشہ اور ہر جگہ ہی ہوا کرے۔

Marfat.com

(۷) بعض لوگوں کو کوئی خاص قسم کی روشنی وغیرہ بھی نظر آتی ہے، لیکن وہ اپنے اپنے حالات پر ہے، یہ کوئی خاص نشانی نہیں ہے، عام لوگوں کو اس کے چکر میں نہ پڑنا چاہئے۔

(رمضان کیا ہے؟ ص ۱۶۰)

شبِ قدر کے اعمال

عن عائشة رضی الله عنها قالت قلت یا رسول الله ارایت ان علمت ای لیلةٍ لیلة القدر ماأقول فیها قال قولی اللّٰھم انك عفو تحب العفو فاعف عنی۔

(ترمذی وفی المشکوٰة)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جائے تو کیا دعاء مانگوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللھم سے آخر تک یہ دعاء بتائی، جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے اللہ! تو بے شک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرمادے مجھ سے بھی۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

تشریح یہ نہایت جامع دعاء ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے آخرت کے مطالبہ سے معاف فرمادیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے۔ (فضائل رمضان ص ۴۹)

اس رات میں جاگ کر نماز، تلاوت درود شریف اور دعاؤں وغیرہ کا خوب اہتمام کرنا چاہئے، اس رات کا کوئی خاص عمل نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ تھوڑے تھوڑے سبھی اعمال کیے جائیں۔ اس طرح ہر قسم کے اعمال کا ثواب بھی حاصل ہو جائے گا، اور اُدل بدل کر عبادت کرنا آسان بھی ہوگا۔ کبھی تلاوت کرنے لگے تو کبھی تسبیحات میں مشغول ہو گئے۔

اس رات میں مسجدوں میں جمع ہونے اور باقاعدہ تقریریں وغیرہ کرنے کرانے سے اگرچہ یہ تو فائدہ ہوتا ہے کہ مل جل کر جاگنا آسان ہو جاتا ہے مگر اس کی ہمیشہ پابندی کرنا اور بہت زیادہ اہتمام کرنا اچھا نہیں۔ علماء نے اس کو پسند نہیں کیا۔ (مراقی الفلاح ص ۲۱۹)

اس میں پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور میں شب قدر میں جاگنے کا یہ طریقہ نہ تھا۔ حالانکہ اس کی قیمت وہ حضرات ہم سے زیادہ پہچانتے تھے۔

دوسری ایک ضروری بات یہ ہے کہ ستائیسویں رات کو بہت زیادہ اہتمام کرنے کی وجہ سے عام لوگوں کا ذہن یہ بن جاتا ہے کہ آج ہی شب قدر ہے، حالانکہ یہ غلط ہے کہ ستائیسویں رات کو یقینی طور پر شب قدر ہے۔ اس کا ایک نقصان یہ ہوتا ہے کہ پھر وہ کسی اور رات کو جاگنے

Marfat.com

عبادت کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، جب کہ اس کے چھپانے کا ایک بڑا راز ہی یہ ہے کہ لوگ اس کی تلاش میں بہت سی راتوں میں عبادت کیا کریں۔ (رمضان کیا ہے؟ص ۱۶۳)

(قارئین کرام کی سہولت کے پیشِ نظر صلوٰۃ التسبیح کے چند ضروری مسائل اور طریقہ نماز پیش ہے۔

اگر کوئی صاحب ہمت مبارک راتوں میں طویل عبادت کرنا چاہے تو یہ نماز پڑھ سکتا ہے۔صحیح احادیث میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

صلوٰۃ التسبیح

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے فرمایا اے عباس! اے میرے محترم چچا! کیا میں آپ کی خدمت میں ایک گراں قدر عطیہ اور ایک قیمتی تحفہ پیش کروں؟ کیا میں آپ کو خاص بات بتاؤں؟ کیا میں آپ کے دس کام اور آپ کی دس خدمتیں کروں (یعنی آپ کو ایک ایسا عمل بتاؤں جس سے آپ کو دس عظیم الشان منفعتیں حاصل ہوں، وہ ایسا عمل ہے کہ) جب آپ اس کو کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے سارے گناہ معاف فرمادے گا، اگلے اور پچھلے بھی، پرانے بھی اور نئے بھی، بھول چوک سے ہونے والے بھی اور دانستہ ہونے والے بھی، صغیرہ بھی اور کبیرہ بھی، ڈھکے چھپے بھی، اور علانیہ ہونے والے بھی، (وہ عمل نماز التسبیح ہے)۔(میرے چچا) اگر آپ سے ہوسکے تو روزانہ یہ نماز پڑھا کریں اور اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ کے دن پڑھ لیا کریں، اور اگر آپ یہ بھی نہ کرسکیں تو سال میں ایک دفعہ پڑھ لیا کریں اور اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو کم از کم زندگی میں ایک بار ہی پڑھ لیں۔ (ابوداؤد وابنِ ماجہ)

اس نماز میں ایک خاص نکتہ ہے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ تسبیح کے بارے میں ایک خاص نکتہ لکھا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازوں میں (خاص کر) نفلی نمازوں میں) بہت سے اذکار اور دعائیں ثابت ہیں۔

اللہ کے جو بندے ان اذکار اور دعاؤں پر قابو یافتہ نہیں ہیں کہ اپنی نمازوں میں ان کو پوری طرح شامل کرسکیں اور اس وجہ سے ان اذکار ودعوت والی کامل ترین نماز سے وہ بے نصیب

Marfat.com

رہتے ہیں ان کے لیے یہی صلوٰۃ التسبیح اس کامل ترین نماز کے قائم مقام ہو جاتی ہے، کیونکہ اس میں اللہ کے ذکر اور تسبیح وتحمید کی بہت بڑی مقدار شامل کر دی گئی ہے۔ اور چونکہ ایک ہی کلمہ بار بار پڑھا جاتا ہے اس لیے عوام کو اس نماز کا پڑھنا مشکل نہیں ہے۔

صلوٰۃ التسبیح کی خاص تاثیر

نماز کے ذریعہ گناہوں کے معاف ہونے اور معصیات کے گندے اثرات کے زائل ہونے کا ذکر تو اصولی طور پر قرآن شریف میں بھی فرمایا گیا: اَقم الصلوٰۃ طر فی النہار وزلفا من اللیل ان الحسنٰت یذھبن السیئات" (سورۃ ھود، پارہ ۱۲)۔

لیکن اس تاثیر میں "صلوٰۃ التسبیح" کا جو خاص مقام اور درجہ ہے وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث میں پوری صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا گیا ہے، یعنی اس کی برکت سے بندہ کے اگلے، پچھلے، پرانے، نئے، دانستہ، نادانستہ، صغیرہ، کبیرہ، پوشیدہ، علانیہ، سارے ہی گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک صحابی (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) کو "صلوٰۃ التسبیح" کی تلقین کرنے کے بعد ان سے فرمایا:

"فانك لو كنت اعظم اهل الارض ذنبا غفرلك بذالك"۔

یعنی تم اگر بالفرض دنیا کے سب سے بڑے گنہگار ہو گئے تو بھی اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دے گا۔ (معارف الحدیث ص ۳۷۳ جلد ۳)

بعض محققین کا قول ہے کہ اس قدر فضیلت معلوم ہو جانے کے بعد بھی اگر کوئی شخص اس نماز کو نہ پڑھے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ دین کی کچھ عزت نہیں کرتا۔ (شامی، علم الفقہ صفحہ ۴۹ جلد دوم)

صلوٰۃ التسبیح کا ثواب عام ہے

سوال: صلوٰۃ التسبیح کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا، اور اُمتی کو بھی ایسا ہی ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب: حدیث شریف میں ہے "انما الاعمال بالنیات" الخ (مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان) پس مدار ثواب کا نیت پر ہے۔ اگر لوجہ اللہ خالص نیت سے کوئی شخص پڑھے گا، ثواب بھی اسی قدر ملے گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو تعلیم فرمائی تھی۔ وہ ان کی خصوصیت نہ تھی۔ جیسے آپ کی

Marfat.com

دیگر ادعیہ (دعاؤں) اور اعمال کی تعلیم و بشارتِ ثواب عام تھی۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۱۲ جلد ۴)

صلوٰۃ التسبیح کی جماعت

جماعت نوافل کی خواہ صلوٰۃ التسبیح ہو یا کوئی دوسرے نوافل اگر بتداعی ہو (یعنی اگر باقاعدہ اہتمام کے ساتھ دو افراد سے زائد ہوں) مکروہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۱۲ جلد ۴۔ بحوالہ رد المختار ص ۶۶۳ جلد اول باب الوتر النوافل)

تعلیم کی غرض سے جماعت کرنا

سوال رمضان شریف کے آخری جمعہ میں صلوٰۃ التسبیح با جماعت پڑھائی جاتی ہے اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟ امام صاحب کہتے ہیں کہ جاہل لوگ صلوٰۃ التسبیح نہیں پڑھ سکتے، لہٰذا ان کو امام کی متابعت میں ثواب مل جائے گا۔

جواب اس کی کچھ اصل نہیں ہے۔ اس سے نماز فوت شدہ نمازوں کا کفارہ نہیں ہوتا یہ خیال غلط ہے، اور امام کا خیال بھی غلط ہے۔ بدعت کا ارتکاب اس خیال سے درست نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۳۱۴ جلد ۴)

نماز میں ہاتھ کی کیفیت

سوال صلوٰۃ التسبیح کے قومہ میں ہاتھ باندھے رکھے یا کھلے رکھے؟

جواب کھلے رکھنا ہی معمول بہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۳۱۴ جلد ۴)

نماز کا طریقہ

صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، بہتر ہے کہ چاروں ایک سلام سے پڑھی جائیں، اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تب بھی درست ہے۔ یعنی ایک ساتھ چار رکعتیں بھی پڑھ سکتے ہیں اور دو دو رکعت کر کے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح (سبحان اللہ) کہنا چاہئے پوری نماز میں تین سو مرتبہ۔

نماز صلوٰۃ تسبیح پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ نیت کرے:- نویت ان اصلی اربع رکعاتِ صلوٰۃ التسبیح۔ یا اُردو میں یوں کہے "میں نے یہ ارادہ کیا کہ چار رکعت نماز صلوٰۃ التسبیح

Marfat.com

پڑھوں، (یا دل میں خیال کر لے زبان سے کہنا بھی ضروری نہیں ہے) تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور سبحانک اللھم پوری پڑھ کر پندرہ مرتبہ (بغیر ہاتھ چھوڑے) کہے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر پھر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھ کر الحمد شریف اور اس کے ساتھ اور سورت پڑھے، اس کے بعد دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے پھر رکوع سے اٹھ کر سمع اللہ لمن حمدہ، وربنا لک الحمد کے بعد دس بار وہی تسبیح پڑھے پھر سجدہ میں جائے اور دونوں سجدوں میں سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد اور سجدوں کے درمیان میں دس دس مرتبہ وہی تسبیح پڑھے۔ پھر دوسری رکعت میں الحمد شریف سے پہلے پندرہ مرتبہ اور بعد الحمد اور دوسری سورت کے دس مرتبہ اور رکوع اور قومے اور دونوں سجدوں اور ان کے درمیان میں دس دس مرتبہ اسی تسبیح کو پڑھے اسی طرح تیسری اور چوتھی رکعت میں بھی پڑھے۔

ایک دوسری روایت میں اس طرح بھی آیا ہے کہ سبحانک اللھم کے بعد اس تسبیح کو نہ پڑھے بلکہ الحمد اور سورت کے بعد پندرہ مرتبہ اور دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر دس مرتبہ اسی طرح دوسری رکعت میں بھی الحمد اور سورت کے بعد دس مرتبہ اور التحیات کے بعد دس مرتبہ پھر اسی طرح تیسری رکعت میں بھی اور چوتھی رکعت میں بھی درود شریف کے بعد دس مرتبہ باقی تسبیحیں بدستور پڑھے یہ دونوں طریقے ترمذی شریف میں مذکور ہیں۔ اختیار ہے کہ ان دونوں روایتوں میں سے جس روایت کو چاہے اختیار کرے اور بہتر ہے کہ کبھی اس روایت کے موافق عمل کرے اور کبھی اس روایت کے، تاکہ دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے۔ (شامی)

تسبیح کے شمار کا طریقہ

اس نماز کی تسبیحیں چونکہ ایک خاص عدد کے لحاظ سے پڑھی جاتی ہیں یعنی قیام (کھڑے ہونے) کی حالت میں پچیس یا پندرہ مرتبہ اور باقی حالتوں میں دس دس مرتبہ، اس لیے اس کی تسبیحوں کے شمار کی ضرورت ہوگی اور اگر خیال ان کی گنتی کی طرف رہے گا تو نماز میں خشوع نہ ہوگا لہٰذا فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کے گننے (شمار) کے لیے کوئی علامت مقرر کر دے مثلاً جب ایک دفعہ کہہ چکے تو اپنے ہاتھ کی ایک انگلی کو دبا لے، پھر دوسری کو، اسی طرح تیسری، چوتھی، پانچویں کو جب چھٹا عدد پورا ہو جائے تو دوسرے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں یکے بعد دیگرے اسی طرح دبائے، اس طرح پورے دس عدد ہو جائیں گے۔ انگلیوں کے پوروں پر نہ گننا چاہیے۔ اگر کوئی شخص صرف اپنے خیال میں عدد یاد رکھ سکے بشرطیکہ پورا خیال اسی طرف نہ ہو جائے تو اور بھی

Marfat.com

بہتر ہے۔ (شامی، علم الفقہ ص ۵ جلد ۲)

ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ تسبیح (سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر) ہونی چاہئے اس سے کم نہ ہونی چاہئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۲ جلد اول)

اگر نمازِ تسبیح میں بھول ہو جائے؟

اگر بھولے سے کسی مقام کی تسبیحیں چھوٹ جائیں تو ان کو اس دوسرے مقام میں ادا کر لے جو پہلے سے ملا ہوا ہو بشرطیکہ یہ دوسرا مقام ایسا نہ ہو جس میں دوگنی تسبیحیں پڑھنے سے اس کے بڑھ جانے کا خوف ہو، اور اس کا بڑھ جانا پہلے مقام سے منع ہو، مثلاً قومے کا رکوع سے بڑھا دینا منع ہے۔ پس رکوع کی چھوٹی ہوئی تکبیریں قومہ میں نہ ادا کی جائیں بلکہ پہلے سجدے میں اور اسی طرح دونوں سجدوں کی درمیانی نشست کا سجدوں سے بڑھا دینا منع ہے لہٰذا پہلے سجدے کی چھوٹی ہوئی تکبیریں درمیان میں نہ ادا کی جائیں بلکہ دوسرے سجدے میں۔ (علم الفقہ ص ۵۰ جلد ۲)

صلوٰۃ التسبیح میں اگر کسی موقع کی تسبیح بھول کر دوسرے رکن میں پڑھے لیکن رکوع میں اگر تسبیح رہ گئی ہے تو قومہ میں نہ پڑھے بلکہ پہلے سجدہ میں پڑھے، اسی طرح سجدہ کی فوت شدہ تسبیح جلسہ (دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے) میں نہیں بلکہ دوسرے سجدہ میں پڑھے کیونکہ قومہ (رکوع کے بعد) اور جلسہ مختصر رکن ہیں، ان میں پڑھے گا تو طوالت ہو جائے گی جو ان کی وضع کے خلاف ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۲ جلد اول)

تمت بالخیر

اللّٰھم وفقنا بعمل یحبك فی لیلة القدر والبراءة ایماناً واحتساباً بحرمة سید الانبیآء والمرسلین والصلوٰة والسلام علیه وعلیٰ اٰله وازواجه واصحابه واتباعه الیٰ یوم القیامة والدین۔ آمین یا رب العالمین۔

محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند (انڈیا)

مورخہ ۲۰/ رجب ۱۴۱۲ ہجری۔ مطابق ۲۶/ جنوری ۱۹۹۲ عیسوی

Marfat.com

مکمل و مدلّل

مسائل اعتکاف

قرآن وسنت کی روشنی میں

حضرت مفتیان کرام دارالعلوم دیوبند کی تصدیق کے ساتھ

مؤلف:

مولانا محمد رفعت قاسمی

مدرس دارالعلوم دیوبند

مکتبہ خلیل

یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ،

اُردو بازار، لاھور فون: 7321118

Marfat.com

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دینی ودیگر علمی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح واصلاح کے لئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور طباعت سے قبل کوشش کی جاتی ہے کہ نشاندہی کی جانے والی جملہ غلطیوں کی بروقت تصحیح کردی جائے۔ اس کے باوجود غلطیوں کا امکان باقی رہتا ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ علمی غلطیوں کی نشاندہی کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہوسکے۔ نیکی کے اس کام میں تعاون کرنا صدقہ جاریہ کے مترادف ہے۔ (ادارہ)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... مسائل اعتکاف

مؤلف .... مولانا محمد رفعت قاسمی

طبع اوّل 2008ء

باہتمام .... وکیل احمد

تعداد 1100

قیمت .... روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ العاصم بیرون تبلیغی مرکز رائیونڈ

اشرف بک ایجنسی راولپنڈی

اسلامی کتاب گھر خیابان سرسیّد راولپنڈی

مدنی کتب خانہ تبلیغی مرکز مانسہرہ

Marfat.com

فہرست مضامین

مسائل اعتکاف

مضمون	صفحہ
انتساب	5
عرضِ مؤلف	6
اعتکاف کیا ہے؟	7
اعتکاف کا ثواب	8
اعتکاف کی روح	9
اعتکاف کی حکمتیں اور فائدے	10
اعتکاف کی شرطیں	12
اعتکاف کی قسمیں	12
اعتکاف کی سب سے افضل جگہ	14
رسول اللہ ﷺ کا اعتکاف	14
اجرت دے کر اعتکاف کرانا کیسا ہے؟	14
اگر ایک آبادی کا آدمی دوسری آبادی میں......	15
قصبہ کی مسجد میں اعتکاف کرنے سے کیا......	15
کیا اعتکاف ہر محلے میں سنت علی الکفایۃ ہے؟	16
رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف......	16
مسنون اعتکاف کب سے کب تک ہے؟	16
عشرہ سے کم اعتکاف کرنے والے کا حکم	16
اکیسویں شب میں اعتکاف میں بیٹھے تو......	17
بیسویں شب کے بعد اعتکاف کرنا کیسا ہے؟	17
روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تو کیا اعتکاف......	17
نابالغ بچے کا اعتکاف کرنا کیسا ہے؟	18
جس کے بدن سے بدبو آتی ہو اس کا......	18

مضمون	صفحہ
کیا عورت اعتکاف کر سکتی ہے؟	19
کیا عورت کے لئے شوہر کی اجازت......	19
اعتکاف کی حالت میں طلاق ہو جائے......	20
عورت کو حالت اعتکاف میں حیض......	20
ازواج مطہرات کا اعتکاف	20
اعتکاف کے لئے چادروں کا اہتمام کرنا......	21
اعتکاف کے لئے مسجد کی چادروں اور بجلی......	21
کیا معتکف مسجد میں پلنگ پر سو سکتا ہے؟	22
کیا معتکف مسجد میں میں چہل قدمی کر سکتا ہے؟	22
کیا معتکف مسجد سے اخراج ریح کے لئے......	22
کیا نذر مانا ہوا اعتکاف قضاء روزے......	23
اعتکاف کی نذر کا طریقہ	23
اعتکاف ٹوٹنے پر قضاء کا کیا حکم ہے؟	24
مسنون اعتکاف کی قضاء کا کیا حکم ہے؟	24
نفل اعتکاف توڑنے سے قضاء واجب	25
جس مسجد کے نیچے دکانیں ہوں وہاں پر......	25
جس مسجد میں پنجگانہ نماز نہ ہوتی ہو وہاں......	26
مسجد نہ ہونے کی صورت میں ایسے مکان......	26
مسجد شہید کر دی اب اعتکاف کہاں کیا جائے؟	26
معتکف مسجد میں متعین جگہ میں رہے یا جگہ......	27
غصباً جو حصہ مسجد میں شامل کیا گیا وہاں......	27

Marfat.com

مضمون	صفحہ
معتکف کے لئے مسجد کی فصیل کا کیا حکم ہے؟	27
مسجد کے احاطہ کا معتکف کے لئے کیا حکم ہے؟	28
کیا معتکف جمعہ کے لئے قریبی قصبے میں......	28
حالت اعتکاف میں بچوں کو پڑھانا کیسا ہے؟	29
کیا معتکف کے ساتھ غیر معتکف افطار کر......	29
معتکف کے لئے بیت الخلاء کے لئے نکلنا......	29
بیت الخلاء اگر خالی نہ ہو تو کیا معتکف......	29
کھانا کھانے کی غرض سے ہاتھ دھونے......	30
کیا معتکف کا وضو کے لئے نکلنا جائز ہے؟	30
معتکف کے لئے تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد......	30
نفل اعتکاف میں جمعہ کے غسل کے لئے......	30
کیا معتکف غسل کے بعد ناپاک کپڑے......	31
کیا معتکف اپنے اعتکاف کی جگہ سے......	32
گرمی کی وجہ سے غسل کے لئے نکلنا کیسا ہے؟	32
کیا معتکف غسل کے لئے پانی گرم کرسکتا ہے؟	32
معتکف قضاء حاجت کے لئے گیا تو غسل......	32
مجبوری کی وجہ سے میت کو غسل دینے کے......	33
نمازِ جنازہ کے لئے نکلنا کیسا ہے؟	33
کیا معتکف راستے میں نماز جنازہ میں......	34
کیا معتکف اذان دینے کے لئے جاسکتا ہے؟	34
کیا معتکف دوسری جگہ قرآن سنانے کے......	35
کیا معتکف مسجد میں مریض جو دیکھ کر......	35
معتکف کا مقدمے کی تاریخ کے لئے نکلنا......	35
حجامت اور غسل مستحب کے لئے نکلنا کیسا ہے؟	36
اعتکاف میں مجبوراً کام کرنا کیسا ہے؟	37
معتکف کو اگر اعتکاف کی جگہ سے باہر......	38
معتکف کو جنون یا بیہوشی ہوجائے تو کیا حکم ہے؟	38
کیا معتکف کسی دنیاوی کام میں مشغول......	38
جو عذر کثیر الوقوع نہ ہو اس کا حکم	39
بعض امورِ مفسدہ اور غیر مفسدہ	39
معتکف مسجد سے نکل کر بھول جائے تو کیا......	40
معتکف کے لئے اچھی باتیں	40
مکروہات اعتکاف	41
اعتکاف کے آداب	41
ممنوعاتِ اعتکاف	42
ایک غلط فہمی کا ازالہ	42
اعتکاف اور مسلک حنفیہ	42
اجتماعی اعتکاف کا ثبوت	44
اعتکاف کی مستحبات	45
اعتکاف کی مُباحات	46
معتکف کے پاس عورتوں کا آنا	47
معتکف کا اخبار پڑھنا	48
اعتکاف کو فاسد کرنے والی چیزیں	49
معتکف کو پیش آنے والی حاجتیں	53
اعتکاف میں حاجتِ شرعیہ کے مسائل	53
معتکف کے لئے اذان کے مسائل	54
اعتکاف میں حاجتِ طبعیہ کے مسائل	55
اعتکاف میں فوری حاجت پیش آنے کا بیان	56
اعتکاف گاہ کے مسائل	57
معتکف کے لئے مسجد کی حدود	57
معتکف کو ان مقامات پر جانا جائز نہیں	58
مسجد کی دیواروں کا حکم	59
معتکف کو اختلاف ہونے جانے کا حکم	59
اعتکافِ مسنون کو قضاء کرنے کا طریقہ	61
بعض خاص اعمال	64
بعض مستحب نمازیں	67

انتساب

اس سرورِ دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذاتِ مقدس واطہر کے نام

☆☆☆

جس نے سب سے پہلے غارِ حرا میں اعتکاف
فرما کر تعلق مع اللہ کی اساس قائم فرمائی۔

یکے از غلامانِ رسول ؐ
محمد رفعت قاسمی

☆☆☆☆☆☆

Marfat.com

عرض مؤلف

ہر سال یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ رمضان المبارک میں عام مسلمانوں کے اندر دینی جذبات کی ایک زبردست لہر پیدا ہو جاتی ہے اور ان کی عبادات میں نمایاں اضافہ محسوس ہوتا ہے۔ پھر آخری عشرہ میں تقریباً ہر مسجد میں معتکف حضرات بھی نظر آتے ہیں بلکہ کہیں کہیں تو مساجد ان اعتکاف کرنے والے بندگانِ خدا سے بھر جاتی ہیں، لیکن نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اعتکاف کے ضروری مسائل سے صحیح طور پر واقف نہ ہونے کی بناء پر بہت سے حضرات کا اعتکاف صحیح نہیں ہو پاتا بسا اوقات بہت سے اعتکاف کرنے والے پہلے ہی دن اپنا اعتکاف فاسد کر دیتے ہیں اور نہیں پتہ بھی نہیں چل پاتا۔

ان حالات کے پیش نظر بندے نے اپنے مشفق اساتذہ کے فیضِ توجہ سے اعتکاف میں روزمرہ پیش آنے والے ضروری مسائل مستند کتب فقہ کے حوالے سے اس رسالہ مکمل ومدلل (مسائلِ اعتکاف) میں جمع کر دیئے ہیں تا کہ اعتکاف کرنے والے بزرگ واحباب ان مسائل سے فائدہ اٹھا کر اپنے اعتکاف کو فاسد ہونے سے محفوظ رکھ سکیں اور اُسے زیادہ سے زیادہ باعثِ ثواب ورحمت بنا سکیں۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

محمد رفعت قاسمی مدرس دار العلوم دیوبند

۸/ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۷ھ

Marfat.com

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

اعتکاف کیا ہے؟

روزے کے ذریعے انسان کی نفسیات کو اعتدال پر لاکر اُسے شریعت کے تقاضے پورا کرنے کے لائق بنایا تھا، اب اس نے جب اس طریقے پر بیس دن گذار دیئے اور گویا روحانی دوا کا ایک نصاب (کورس) پورا ہوگیا تو اب خدائے پاک نے یہ چاہا کہ میرا بندہ میرے سوا تمام مخلوقات سے غیر ضروری میل جول ترک کر کے میرے ہی دَر پر آپڑے، اور میرے سوا اس کو کسی سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رہے۔

روزے میں محبوب بیوی کو صرف دن دن کے لئے چھڑایا تھا۔ جب بندہ اس میں پورا اُترا تو اب دن رات اُس سے الگ کر کے اس کی تمام تنہائیاں اپنے لئے مخصوص کرلیں اور فرمادیا کہ کھانا پینا، لیٹنا، سونا سب ہمارے ہی در پر کرو اور ہماری جو یاد اب تک دنیا کے کام دھندوں میں لگ کر کرتے تھے اب وہ سب سے الگ تھلگ ہمارے عبادت خانہ ہی میں ہوا کرے گی تا کہ دنیا کے گندے ماحول سے یکسو ہو کر دل ودماغ میں ہماری محبت خوب رچ بس جائے اور تمہارے دل کی دنیا پر اب حکومت رہے تو صرف ایک اللہ واحد وقہار کی۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۴۰)

معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے دَر پر جا پڑے کہ اتنے میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں۔

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اگر حقیقۃً یہی حال ہو تو سخت سے سخت دل والا بھی پسیجتا ہے، اور اللہ جل شانہٗ کی کریم ذات تو بخشش کے لئے بہانہ ڈھونڈتی ہے، بلکہ بے بہانہ رحمت فرماتے ہیں، اس لئے جب کوئی شخص اللہ کے دروازے پر دنیا سے منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازے جانے میں کیا تامل ہوسکتا ہے، اور اللہ جل شانہٗ جس کا اکرام فرمادیں اس کے بھرپور خزانوں کا کون بیان کرسکتا ہے۔

نیز معتکف کی ہر وقت عبادت میں مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ تقرب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ "جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور جو میری طرف (آہستہ بھی) چلتا

ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر آتا ہوں'' نیز اس میں اللہ کے گھر پڑ جانا ہے اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے، نیز اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں۔

نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور اِدھر اُدھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے اسلئے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا۔ (فضائل رمضان ص ۵۱)

اعتکاف کا ثواب

اگر خالص اللہ کو راضی کرنے کے لئے اعتکاف کیا جائے تو بہت اونچی اور عظیم الشان عبادت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ امام زہریؒ کہتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے کام کبھی کرتے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے لیکن جب سے مدینہ منورہ تشریف لائے اخیر زندگی تک کبھی بھی (رمضان کے آخری دس دنوں کا) اعتکاف نہیں چھوڑا، لیکن حیرت ہے کہ لوگ اس کی پوری طرح پابندی نہیں کرتے۔

اعتکاف کرنے والے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

هو يعكف الذنوب ويجرىٰ له من الحسنات كعامل الحسنات كلها۔

(رواہ ابن ماجۃ عن ابن عباسؓ)

اعتکاف کرنے والا گناہوں سے بچا رہتا ہے اور اس کے لئے (بغیر کئے بھی) اتنی ہی نیکیاں لکھی جاتی ہیں جتنی کرنے والے کے لئے لکھی جاتی ہیں۔

تشریح اس حدیث میں اعتکاف کے دو بڑے اہم فائدے بیان کئے گئے ہیں:-

(۱) ایک تو یہ کہ آدمی گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آدمی جہاں بھی بیٹھتا ہے ہر طرح کے لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے اور پھر دنیا بھر کے قصے، قضیے پیش آتے ہیں جن میں جھوٹ، سچ، غیبت، بہتان وغیرہ ضرور ہوتا ہے بچتے بچتے بھی آدمی اپنے ماحول کے اثرات سے بہت کم محفوظ رہتا ہے لیکن مسجد میں بیٹھ کر آدمی ان تمام جھگڑوں سے بچ جاتا ہے۔

(۲) دوسری بڑے پتے کی بات یہ ہاتھ لگی کہ بہت سی نیکیوں کا ثواب بغیر کئے بھی مفت میں مل جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ خدائے پاک دینے کیلئے بہانے ڈھونڈتا ہے کہ کوئی بہانہ مل جائے تو اپنے بندے کو نواز دوں، معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خدا نے دینے کا فیصلہ کر

Marfat.com

رکھا ہے لیکن کسی نہ کسی بہانے سے دینا چاہتا ہے۔

اعتکاف کرنے والا چونکہ بہت سے نیک کام (جنازہ کی شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ) صرف اس وجہ سے نہیں کرتا کہ وہ مسجد میں گھر گیا ہے، تو کہیں بندہ یہ نہ سوچنے لگے کہ اچھا اعتکاف کیا سینکڑوں عبادتوں اور اچھے کاموں سے رہ گیا، اس لئے خدائے کریم نے بغیر کئے ہی یہ سب ثواب اس کے لئے طے کردیئے۔ کیا اچھا موقع ہے، ہوسکتا تھا کہ آدمی اگر اعتکاف نہ کرتا تو اتنی نیکیاں کر بھی نہ سکتا لیکن اب اعتکاف کی بدولت اس کو یہ ثواب بھی مل رہا ہے۔

(۳) اعتکاف عشر فی رمضان کحجتین وعمرتین۔

(رواہ البیہقی، السراج المنیر۔ ج اص ۲۲۰ والترغیب ج ۲ ص ۱۴۹)

رمضان کے (آخری) دس دنوں کے اعتکاف کا ثواب دو حج اور دو عمروں کے برابر ہے۔

تشریح قدر کرنے والوں کی ضرورت ہے، اگر کسی کام میں دنیا کا اتنا نفع تو کیا اس کا دسواں حصہ بھی ہم کو نظر آتا تو ہم خون پسینہ ایک کر کے کسی نہ کسی طرح اسے حاصل کرتے لیکن دین کے کاموں کی ہمارے دلوں میں کوئی قدر ہی نہیں اس لئے بڑے سے بڑا نفع سن کر بھی ہمارے کانوں پر جوں نہیں رینگتی، ایک لمبی حدیث کا خلاصہ ہے کہ جو شخص اللہ کے لئے ایک دن کا اعتکاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ جہنم کو اس سے زمین و آسمان کے فاصلے سے تین گنا دور کردیتے ہیں یعنی جہنم سے اس کا گویا کوئی واسطہ ہی نہیں باقی رہتا، لیکن ہم میں سے کتنے ہوں گے جن کے دلوں میں یہ تمام فائدے اور اجر و ثواب سن کر اعتکاف کا شوق و جذبہ پیدا ہو، اور وہ اس کے لئے آنے والے رمضان میں تیار ہوں۔

کم سے کم اس ثواب کے حاصل کرنے کا ایک بہت آسان طریقہ یہ ہے کہ پانچوں وقت جب نماز کے لئے مسجد میں داخل ہوں تو اعتکاف کی نیت کرلیا کریں۔ جب تک مسجد میں رہیں گے اگر بالکل خاموش بھی بیٹھے رہے تب بھی اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا اور اگر قرآن شریف یا تسبیحات وغیرہ بھی پڑھتے رہے تو اس کا ثواب الگ ملے گا۔

(رمضان کیا ہے؟ ص ۱۴۴ بحوالہ عینی شرح بخاری ج ۵ ص ۱۷۱ و سنن ابن ماجہ ص ۱۲۸)

اعتکاف کی روح

حافظ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصد اور اس کی روح دل کو اللہ کی پاک ذات کے

Marfat.com

ساتھ وابستہ کر لینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے اور ساری مشغولیات کے بدلے میں اسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے اور اس کے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر اس طرح اس میں لگ جائے کہ خیالات و تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک ذکر اور اس کی محبت میں سما جائے، یہاں تک کہ مخلوق کے ساتھ انس (محبت) کے بدلے اللہ کے ساتھ محبت پیدا ہو جائے کہ یہ اُنس قبر کی وحشت میں کام دے اُس دن اللہ کی پاک ذات کے سوا نہ کوئی مونس ہوگا نہ دل بہلانے والا، اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہوگا تو کس قدر لذّت سے وقت گذرے گا۔

(فضائل رمضان ص ۵۱)

اعتکاف کی حکمتیں اور فائدے

اعتکاف میں حکم شرعی ہونے کی وجہ سے جس قدر فائدے اور حکمتیں ہوں کم ہیں یہاں مختصراً چند حکمتیں اور فائدے لکھے جاتے ہیں۔

(۱) اگر صرف یوں کہدیا جاتا کہ بالکل ایک طرف ایسی جگہ پر دس دن گذارو کہ جہاں پرندہ پَر نہ مار سکے تو ظاہر ہے کہ تنہائی و یکسوئی زیادہ ملتی لیکن کیا فائدہ ایسی تنہائی سے کہ انسان بجائے انسان کے ایک وحشی جانور بن جائے اور بری صحبتوں سے بچنے کے شوق میں اچھی صحبتوں سے بھی محروم ہو جائے اس لئے خدائے حکیم نے اعتکاف کے لئے مسجد کو مقرر فرمایا کیونکہ بیہودہ اور غلط قسم کے لوگ تو مسجد میں آئیں گے نہیں جن کی صحبت مضر ہو، ہمیشہ نمازی پرہیزگار اور تہجد گزار لوگوں ہی سے سابقہ پڑیگا انھیں سے میل جول بات چیت ہوگی جنکی صحبت بے حد مفید اور کار آمد ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ایسی مسجد کا حکم دیا کہ جہاں پانچوں وقت نماز ہوتی ہو کیونکہ اگر ایسی ویران مسجد میں اعتکاف کیا جاتا جہاں آدمی کا دور دور نشان نہ ہو تو فائدے سے زیادہ نقصان ہوگا نہ جماعت کی نماز ملے گی اور نہ نیک صحبتیں نصیب ہوں گی۔

(۲) اعتکاف میں انسان کو یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے اور دل دنیا کی فکروں سے خالی ہو جاتا ہے۔ انسان کی توجہ کو خدا سے ہٹانے والی چیزیں چاہے وہ انسان کے اپنے اندر ہو یا باہر، جب انسان تنہائی میں رہے گا تو آہستہ آہستہ سب ختم ہو جائیں گے اور دل پوری طرح دنیا کے خیالات سے فارغ ہو کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے گا اور اس میں

Marfat.com

عبادتوں کے انوار و برکات حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے گی۔

(۳) لوگوں کے ملنے جلنے اور کاروبار کی مشغولیتوں میں جو انسان سے چھوٹے موٹے بہت سے گناہ ہو جاتے ہیں اعتکاف میں اُن سے حفاظت رہتی ہے۔

(۴) خدائے پاک فرماتا ہے کہ ''جو شخص مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے میں اس سے دو ہاتھ قریب ہو جاتا ہوں اور جو میری طرف چل کر آتا ہے میں دوڑ کر اُسے اپنا لیتا ہوں'' اور اعتکاف کرنے والا تو اپنا گھر ور چھوڑ کر صرف قریب ہی نہیں بلکہ خدا کے دَر پر آ کر پڑ جاتا ہے۔ تو اب آپ اندازہ لگائیے کہ خدائے پاک کتنا قریب ہوگا! اور اس پر کتنا زیادہ مہربان ہوگا۔

(۵) شریف لوگ اپنے گھر پر آئے ہوئے مہمان کی عزت اور خاطر تواضع کیا کرتے ہیں تو کریموں کا کریم اور داتاؤں کا داتا اپنے گھر پر آئے ہوئے مہمان کی کیا کچھ نہ عزت واکرام کرے گا۔

(۶) شیطان انسان کا قدیمی دشمن ہے لیکن جب انسان خدا کے گھر میں ہے تو گویا مضبوط قلعے میں ہے شیطان اب اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔

(۷) فرشتے ہر وقت خدا کی عبادت اور اس کی یاد میں رہتے ہیں، مومن بندہ بھی اعتکاف میں بیٹھ کر ہر وقت خدا کی یاد میں ہے اور فرشتوں سے مشابہت پیدا کر رہا ہے اور فرشتے چونکہ اللہ کے بہت قریب ہیں اس لئے یہ بندہ بھی اللہ کا قرب اور اس کی نزدیکی حاصل کر رہا ہے۔

(۸) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے اُسے نماز ہی کا ثواب ملتا ہے، اعتکاف میں یہ ثواب بھی حاصل ہوتا ہے

(۹) جب تک آدمی اعتکاف میں رہتا ہے اسے عبادت کا ثواب ملتا رہتا ہے خواہ وہ خاموش بیٹھا رہے یا سوتا رہے یا اپنے کسی اور کام میں مشغول رہے۔

(۱۰) اعتکاف کرنے والا ہر ہر منٹ عبادت میں ہے۔ تو شب قدر حاصل کرنے کا بھی اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کیونکہ جب بھی شب قدر آئے گی یہ بہرحال عبادت میں ہوگا۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۴۶ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ج ا ص ۶۸)

Marfat.com

اعتکاف کی شرطیں

(۱) جس مسجد میں اعتکاف کیا جائے اس میں پانچوں وقت نماز باجماعت ہوتی ہو۔

(۲) اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا، پس بے قصد وارادہ ٹھہر جانے کو اعتکاف نہیں کہتے۔ چونکہ نیت کے صحیح ہونے کے لئے نیت کرنے والے کا مسلمان اور عاقل ہونا شرط ہے لہٰذا عقل اور اسلام کا شرط ہونا بھی نیت کے ضمن میں آ گیا۔

(۳) حیض اور نفاس (ماہواری اور زچگی کے خون) سے خالی اور پاک ہونا اور جنابت (ناپاکی) سے پاک ہونا۔

بالغ ہونا یا مرد ہونا اعتکاف کے لئے شرط نہیں، نابالغ مگر سمجھدار اور عورت کا اعتکاف درست ہے۔

(علم الفقہ حصہ سوم ص ۴۶ و بہشتی زیور حصہ گیارہواں ص ۱۰۷ بحوالہ شرح تنویر ج ا ص ۱۵۵)

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں

(۱) واجب (۲) سنتِ مؤکدہ (۳) مستحب۔

(۱) **اعتکاف واجب** اگر کسی نے منّت (نذر) مانی، نذر خواہ غیر معلق ہو جیسے کوئی شخص بے کسی شرط کے اعتکاف کی نذر کرے کہ میں اللہ کے لئے تین دن کا اعتکاف کروں گا یا معلق جیسے کوئی شخص یہ شرط کرے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں اللہ کے لئے دو دن کا اعتکاف کروں گا، تو یہ اعتکاف کرنا واجب ہو گیا اور اس کے ساتھ خود بخود روزہ بھی واجب ہو گیا، کیونکہ اعتکاف واجب کے لئے روزہ شرط ہے، جب کوئی شخص اعتکاف کرے گا تو اس کو روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا بلکہ اگر یہ بھی نیت کرے کہ میں روزہ نہ رکھوں گا تب بھی اس کو روزہ رکھنا لازم ہوگا۔

اسی وجہ سے اگر کوئی شخص رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو وہ لغو سمجھی ہو جائے گی کیونکہ رات روزہ کا محل نہیں۔ ہاں اگر رات دن دونوں کی نیت کرے یا صرف کئی دن کی تو پھر رات ضمناً داخل ہو جائے گی اور رات کو بھی اعتکاف کرنا ضروری ہوگا، اور صرف ایک ہی دن کے اعتکاف کی نذر کرے تو پھر رات ضمناً بھی داخل نہ ہوگی۔ روزے کا خاص اعتکاف کے لئے رکھنا

ضروری نہیں خواہ کسی غرض سے روزہ رکھا جائے اعتکاف کے لئے کافی ہے مثلاً کوئی شخص رمضان میں اعتکاف کی نذر کرے تو رمضان کا روزہ اُس اعتکاف کے لئے بھی کافی ہے، ہاں اس روزہ کا واجب ہونا ضروری ہے، نفل روزے اس کے لئے کافی نہیں۔ مثلاً کوئی شخص نفل روزہ رکھے اور اسکے بعد اُسی دن اعتکاف کی نذر کرے تو صحیح نہیں، اگر کوئی شخص پورے رمضان کی اعتکاف کی نذر کرے اور اتفاق سے رمضان میں نہ کر سکے تو کسی اور مہینے میں اُس کے بدلے کر لینے سے اس کی نذر پوری ہو جائے گی مگر مسلسل روزے رکھنا اور ان میں اعتکاف کرنا ضروری ہوگا۔

(بہشتی زیور حصہ گیارہ ص ۱۰۷ بحوالہ شامی ج ۲ ص ۱۷۷ و بحوالہ شرح تنویر ج ۱ ص ۱۵۶)

(۲) **اعتکاف مسنون** اس میں روزہ ہوتا ہی ہے اس لئے اس کے واسطے روزہ شرط کرنے کی ضرورت نہیں۔ یعنی رمضان شریف کے آخری دس دن کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ ہے، یہ بیس تاریخ کی شام کو سورج چھپنے کے وقت سے شروع ہو جاتا ہے اور عید کا چاند خواہ انتیس کا ہو یا تیس کا چاند ہوتے ہی ختم ہو جاتا ہے، یہ اعتکاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ بڑی پابندی کے ساتھ کیا ہے، احادیث صحیحہ سے منقول ہے:

یہ اعتکاف سنت مؤکدہ، علی الکفایہ ہے یعنی محلہ یا بستی میں بعض لوگوں کے کر لینے سے سب کے ذمہ سے ادا ہو جاتا ہے، اور اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب کے اوپر اسکا وبال (گناہ) ہوگا۔

(بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۷ بحوالہ شامی ج ۲ ص ۱۷۸)

(۳) **اعتکاف مستحب** اعتکاف مستحب میں روزہ شرط نہیں، اور نہ اس کے لئے کوئی مقدار مقرر ہے ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم وقت کا ہو سکتا ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۸ بحوالہ شامی ج ۲ ص ۱۷۷)

مستحب اعتکاف کے بارے میں حضرت شیخ الحدیثؒ لکھتے ہیں:۔

امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی اعتکاف جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، اس لئے ہر شخص کے لئے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کر لیا کرے کہ اتنے نماز وغیرہ میں مشغول رہے اعتکاف کا ثواب بھی رہے۔ میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو اس کا اہتمام کرتے دیکھا کہ جب مسجد میں تشریف لیجاتے تو دایاں پاؤں اندر داخل کرتے ہی اعتکاف کی نیت فرماتے تھے۔ اور بسا اوقات خدام کی تعلیم کی غرض سے آواز سے بھی نیت فرماتے تھے۔

(فضائل رمضان ص ۵۰)

Marfat.com

اعتکاف کی سب سے افضل جگہ

سب سے افضل وہ اعتکاف ہے جو مسجد حرام یعنی کعبۂ مکرمہ میں کیا جائے اسکے بعد مسجد نبویؐ کا مقام ہے۔ پھر مسجد بیت المقدس اور اس کے بعد اُس جامع مسجد کا درجہ ہے جس میں جماعت کا انتظام ہو اگر جامع مسجد میں جماعت کا انتظام نہ ہو تو محلے کی مسجد بہتر ہے اسکے بعد وہ مسجد جس میں زیادہ جماعت ہوتی ہو

عورتوں کو اپنے گھر کی مسجد میں (جس جگہ نماز پڑھتی ہوں) اعتکاف کرنا بہتر ہے۔

(علم الفقہ حصہ سوم ص ۴۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ یہ تھی کہ رمضان کے اخیر عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، جہاں رمضان کا اخیر عشرہ آتا تو آپؐ کے لئے مسجد مقدس میں ایک جگہ مخصوص کردی جاتی اور وہ وہاں آپؐ کے لئے کوئی پردہ چٹائی وغیرہ کا ڈال دیا جاتا یا کوئی چھوٹا سا خیمہ نصب ہو جاتا اور بیسویں تاریخ کو فجر کی نماز پڑھ کر آپؐ وہاں چلے جاتے تھے اور عید کا چاند دیکھ کر وہاں سے باہر تشریف لاتے تھے اس درمیان میں آپؐ برابر وہیں کھانا پینا فرماتے اور وہیں سوتے، آپؐ کی ازاوج مطہرات میں سے جس کو آپؐ کی زیارت مقصود ہوتی وہیں چلی جاتیں۔ اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلی آتیں بغیر کسی شدید ضرورت کے آپ وہاں سے باہر نہ تشریف لاتے ایک مرتبہ آپؐ کو سر صاف کرانا مقصود تھا ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا ایام معمولہ (حیض) سے تھیں تو آپؐ نے سرِ مبارک کھڑکی سے باہر کردیا اور ام المؤمنین نے مل کر صاف کردیا۔

(صحیح بخاری وغیرہ، علم الفقہ حصہ سوم ص ۴۵)

اُجرت دیکر اعتکاف کرانا کیسا ہے؟

سوال کچھ دیکر اعتکاف کرانا کیسا ہے؟

جواب اُجرت دیکر اعتکاف کرانا جائز نہیں ہے کیونکہ عبادات کے لئے اُجرت دینا اور لینا دونوں ناجائز ہیں، جیسا کہ ''مبسوط فی الشامی فصل فی الجنائز والاجارات'' میں اسکی صراحت موجود ہے۔ ہاں اگر بغیر اُجرت ٹھہرائے اعتکاف کرایا اور اعتکاف کرا کے اُجرت دینا

Marfat.com

وہاں معروف بھی نہ ہو تو کچھ پیش کرنا جائز ہے۔ بلکہ یہ امر بالمعروف میں داخل ہوگا۔
(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۵۱۲ بحوالہ درمختار باب صلاۃ الجنائز بحث غسل ج ۱ ص ۸۰۴)

اگر ایک آبادی کا آدمی دوسری آبادی میں اعتکاف کرے تو سنت کس آبادی کی ادا ہوگی؟

سوال اگر ایک آبادی (بستی) کا آدمی دوسرے گاؤں میں جا کر اعتکاف کرے تو سنتِ کفایہ کون سے علاقہ والوں کے سر سے ساقط ہوگی؟

جواب فقہاء کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس گاؤں (علاقہ) بستی، شہر کے لوگوں سے ساقط ہوگی جس میں معتکف نے اعتکاف کیا ہے اس لئے کہ اعتکاف علی الاشہر سنت کفایہ ہے جس کا تعلق ہر بستی کے لوگوں کے ساتھ ہے، پس جیسے کہ اعتکاف کے چھوڑنے سے وہی لوگ گنہگار ہوں گے، اسی طرح ادا سے وہی لوگ بَری بھی ہوں گے "وفی جامع الرموز وقیل سنۃ علی الکفایۃ حتیٰ لو ترک فی بلدۃ لاساؤا الخ ص ۱۶۴"۔ ظاہر ہے کہ اس عبادت میں گناہ کا تعلق اہلِ شہر کے اعتکاف کے ساتھ قرار نہیں دیا گیا بلکہ پورے شہر میں کہیں بھی اعتکاف نہ ہونے پر شہر والوں کو گنہگار قرار دیا گیا ہے، جس سے ظاہر ہے کہ اگر اجنبی آدمی بھی معتکف ہو جائے تو اس صورت میں پورے شہر میں کہیں بھی اعتکاف نہ ہونا صادق نہیں آتا، جس سے یہ لازم آتا ہے کہ شہر والوں سے یہ سنت ادا ہو جائے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۵۱۲)

قصبہ کی مسجد میں اعتکاف کرنے سے کیا چھوٹی بستی کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی؟

سوال بڑے قصبہ کی مسجد میں اعتکاف کرنے سے چھوٹی بستی جو اس قصبہ کے بالکل متصل ہو۔ وہاں کے لوگوں کے ذمہ سے یہ سنت کفایہ ادا ہو جائیگی یا نہیں؟

جواب بڑے قصبہ کی مسجد میں اعتکاف کرنے سے چھوٹی بستی کے لوگوں کے ذمہ سے یہ سنت کفایہ ادا نہ ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۵۰۱ بحوالہ درمختار باب الاعتکاف ج ۱ ص ۱۰۷)

Marfat.com

کیا اعتکاف ہر محلّہ میں سُنّت علی الکفایہ ہے؟

سوال رمضان المبارک کے اخیرہ عشرہ میں اعتکاف سنّتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ کیا علی الکفایہ کا یہ مطلب ہے کہ صرف ایک مسجد میں اعتکاف کرنے سے پورے شہر والوں کی طرف سے سنت ادا ہو جائے گی۔ یا ایک محلّہ والوں کی طرف سے ادا ہوگی۔ یا یہ کہ ہر ہر مسجد میں اعتکاف ضروری ہے؟

جواب اس سے متعلق کوئی صریح جزئیہ نہیں ملا، البتہ شامی میں اعتکاف کی سنّت کو اقامت تراویح کی نظیر بتایا ہے اور تراویح کے باب میں تین قول نقل فرما کر اس کو ترجیح دی ہے کہ ہر محلّہ کی مسجد میں اقامتِ تراویح سے سنّتِ کفایہ ادا ہو جائے گی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعتکاف کا بھی یہی حکم ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۹۹ بحوالہ درمختار ج ۱ ص ۶۶۰)

رمضان کے اخیر عشرے کا اعتکاف واجب ہے یا نفل

رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف سنت مؤکدہ کفایہ ہے، اور یہ قسم واجب ہے اور نفل اعتکاف سے جداگانہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۵۰۷ بحوالہ ردالمختار باب الاعتکاف ج ۲ ص ۱۷۷)

مسنون اعتکاف کب سے کب تک ہے

رمضان شریف کی بیسویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے مسنون اعتکاف شروع ہوتا ہے اور رمضان کی اُنتیس یا تیس تاریخ یعنی جس وقت عید کا چاند نظر آئے اس وقت تک ہے۔ اگر سورج غروب ہونے سے کچھ پہلے عید کا چاند نظر آ گیا تو غروب آفتاب تک اعتکاف میں بیٹھنا ضروری ہے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۲۲ بحوالہ شامی ج ۲ ص ۱۷۹)

عشرہ سے کم اعتکاف کرنے والے کا حکم

سوال اگر کوئی ضعفِ جسمانی کیوجہ سے پورے عشرۂ اخیرہ کا اعتکاف نہ کر سکے اور تین یا پانچ دن کے بعد یعنی اکیس اور تیس کے درمیان اعتکاف کرے تو سنت کا کچھ اجر ملے گا یا غیر رمضان کے اعتکاف کی طرح محض نفل سمجھا جائے گا؟

Marfat.com

جواب اعتکاف مسنون عشرہ اخیرہ کی قید کے ساتھ سنت ہے، اور جب یہ قید نہیں ہوئی تو سنت نہ ہوگا، اور نہ جزوِ سنت ہوگا صرف نفل ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ جدید ترتیب ج ۲ ص ۱۵۴)

اکیسویں شب میں اعتکاف میں بیٹھے تو کیا حکم ہے؟

سوال جو شخص اکیسویں شب کو سحری کھا کر صبح صادق سے تھوڑی دیر پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہو، اس کا اعتکاف صحیح ہوگا یا نہیں؟

جواب سنت یہ ہے کہ بیسویں تاریخ کو غروب سے پہلے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے لیکن اگر اس کے بعد کسی وقت بھی نیت کر کے مسجد میں داخل ہو جائے تب بھی صحیح ہے۔ لیکن عشرۂ کامل (رمضان کے اخیر دس دن) کا اعتکاف کیا ہے جو کہ بیسویں تاریخ کو شام ہی سے پورا ہو سکتا ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ٦ ص ٥٠٨ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۷۷ باب الاعتکاف)

بیسویں شب کے بعد اعتکاف میں بیٹھے تو کیا حکم ہے؟

سوال اگر معتکف، اعتکاف میں بیسویں تاریخ کو رات کا کچھ حصہ گزر جانے کے بعد داخل ہو تو کیا عشرہ اخیرہ کی سنت ادا ہوگی یا نہیں؟

جواب اس صورت میں عشرۂ اخیرہ کا پورا اعتکاف نہ ہوا، اور سنت پوری ادا نہ ہوئی۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ٦ ص ٥٠٦ رد المختار ج ۲ ص ۱۷۷)

عذر کی وجہ سے اعتکاف نہ کرنا کیسا ہے؟

سوال ایک مولوی صاحب مسافر دو سال سے یہاں پر ہیں، اعتکاف کے بہت فضائل بیان فرماتے ہیں اور خود اعتکاف میں نہیں بیٹھتے، اور یہ عذر بیان کرتے ہیں کہ میرے مکان میں ہمراہ رہنے کے لئے کوئی نہیں ہے، میرے خویش اور اقارب نہیں ہیں، میرے گھر کے قریب ایک خالی میدان ہے عورت اور بچے بہت گھبراتے ہیں اور کبھی کبھی گھر میں پتھر آ کر گرتے ہیں، یہ عذر مولوی صاحب کا قابلِ قبول ہے یا نہیں؟

جواب بوجہ اعذارِ مذکورہ اعتکاف ترک کرنا گناہ نہیں ہے اور موجب ملامت بھی نہیں ہے، کیونکہ رمضان کے آخیر عشرہ کا اعتکاف سنتِ کفایہ ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ٦ ص ٥٠٧ بحوالہ رد المختار باب الاعتکاف ج ۲ ص ۱۷۷)

Marfat.com

روزہ رکھنے کی طاقت نہیں تو کیا اعتکاف مسنون ہو جائے گا؟

سوال رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنے کا خیال ہے، لیکن روزہ رکھنے کی سکت نہیں تو بغیر روزہ رکھے اعتکاف صحیح ہے یا نہیں؟

جواب مسنون اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے، لہٰذا روزہ کے بغیر اعتکاف نفلی ہے مسنون اعتکاف نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۱۰)

نابالغ بچے کا اعتکاف کرنا کیسا ہے؟

سوال نابالغ بچہ رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف کر سکتا ہے یا نہیں؟
یہاں پر ایک نابالغ لڑکے نے اعتکاف کیا ہے اگر جائز نہ ہو تو اس کو اُٹھا دیا جائے؟

جواب نابالغ لڑکا اگر سمجھدار ہو، نماز کو سمجھتا ہو، اور صحیح طریقہ سے پڑھتا ہو تو اعتکاف ہو سکتا ہے، نفل اعتکاف ہوگا مسنون نہ ہوگا، اگر ناسمجھ ہے تو نہیں بیٹھ سکتا اس لئے کہ مسجد کی بے ادبی کا اندیشہ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۰۶)

جس کے بدن سے بدبو آتی ہو اس کا اعتکاف میں بیٹھنا کیسا ہے؟

سوال ایک شخص کو پیدائشی طور پر ناک کی بیماری ہے جسکی وجہ سے بدبو آتی رہتی ہے علاج ومعالجہ سے کوئی فائدہ نہیں ہوا تو ایسے شخص کا اعتکاف میں بیٹھنا کیسا ہے؟

(۲) نیز ایسا شخص نماز پنجگانہ کے لئے مسجد جائے یا نہیں؟ اور اگر دوسرے نمازی اس کی بدبو کو برداشت کرنے پر خوش ہوں بلکہ اس کی عدم حاضری سے ان کو تکلیف ہوتی ہو تو کیا پھر بھی مسجد کے احترام کے خیال سے جانا چاہئے یا نہیں؟

جواب حدیث شریف میں ہے "جو شخص اِس بدبودار درخت سے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے اس لئے کہ اس چیز سے ملائکہ اذیت پاتے ہیں جس سے انسان اذیت پاتا ہے۔

اس لئے جس کے جسم کے کسی حصہ کی بدبو سے لوگوں کو ناگواری اور اذیت ہوتی ہو تو اس کو مسجد میں نہ آنا چاہئے اور نہ اعتکاف میں بیٹھنا چاہئے۔

وسیلہ احمدیہ شرح طریقہ محمدیہ میں ہے کہ جس شخص کے بدن میں ایسی ناگوار بدبو پائی جائے جس کی وجہ سے آدمیوں کو اذیت ہو تو اس کا نکال دینا چاہئے۔

Marfat.com

(۲) یہ حکم اس وقت ہے جب بدبو ناگواری اور تکلیف دہ حد تک پہنچی ہوئی ہو۔ لیکن احباب اسے برداشت کر لیتے ہوں یا عادی ہو گئے ہوں تو پھر یہ حکم نہیں ہے۔ تاہم اس کو مسجد میں آنے سے اجتناب کرنا چاہئے اسلئے کہ مسجد فرشتوں کے حاضر ہونے کی جگہ ہے ان کو اور دوسرے لوگوں کو اس سے اذیت ہوگی، البتہ بدبو کم ہو اور تکلیف دہ اور ناگواری کی حد تک نہ ہو تو نماز پنجگانہ کے لئے داغ بدبو عطر وغیرہ لگا کر جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۱۲)

کیا عورت اعتکاف کرسکتی ہے؟

عورت اپنے گھر میں جہاں نماز پڑھنے کی جگہ ہے وہیں اعتکاف کرے، اور اُس جگہ اعتکاف کرنا اسکے حق میں ایسا ہے جیسے مرد کیلئے جماعت والی مسجد میں اعتکاف کرنا، وہاں سے ضروری حاجت کے سوا دوسرے وقت میں نہ نکلے اور عورت کیلئے یہ بھی جائز ہے کہ اپنے گھر میں نماز کی جگہ کے علاوہ اور جگہ اعتکاف کرے، اور اگر اس کے گھر میں کوئی جگہ نماز کیلئے مقرر نہیں ہے تو کسی جگہ کو نماز کیلئے مقرر کر کے وہاں پر اعتکاف کر لے۔ (فتاویٰ عالمگیری ج ۲ ص ۳۰)

فضائل رمضان میں ہے کہ:

عورت کو اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہئے اگر گھر میں کوئی جگہ مسجد کے نام سے متعین نہ ہو تو کسی کونے کو اس کے لئے مخصوص کر لے، عورتوں کے لئے اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ سہل ہے، گھر میں بیٹھے بیٹھے کاروبار بھی گھر کی لڑکیوں سے لیتی رہیں، اور مفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں، مگر اس کے باوجود عورتیں اس سنت سے گویا بالکل ہی محروم رہتی ہیں۔

(فضائل رمضان ص ۵۱)

کیا عورت کیلئے شوہر کی اجازت ضروری ہے؟

عورت کا اگر شوہر ہے تو اعتکاف اس کی اجازت کے بغیر نہ کرے، اور یہی حکم غلام اور باندی کا ہے کہ بغیر مالک کی اجازت کے اعتکاف نہ کرے۔

اور اگر شوہر عورت کو اجازت دے چکا تو پھر اس کے بعد اس کو منع کرنے کا اختیار نہیں ہے اگر عورت نے اعتکاف کی نذر کی تو شوہر کو اختیار ہے کہ اس کو منع کرے اور یہی حکم غلام اور باندی کے مالک کو ہے۔

اور جب عورت مرد کے نکاح سے باہر اور غلام آزاد ہو جائے تو اس وقت اس کی

Marfat.com

قضاء کرے۔ (فتاویٰ عالمگیری اُردو پاکستانی ج۲ص۳۱)

اعتکاف کی حالت میں طلاق ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

اگر عورت مسجد میں معتکف تھی اور ایسی حالت میں اس کو طلاق دیدی گئی تو اس کو چاہئے کہ اپنے والدین کے گھر چلی آئے اور اس اعتکاف کی بناء کر کے وہاں معتکف ہو جائے۔

(ہدایہ ج۲ص۳۲)

عورت کو حالتِ اعتکاف میں حیض آجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال اگر عورت کو اعتکاف کی حالت میں حیض آجائے تو وہ اتنے دنوں کے اعتکاف کی قضاء کرے گی یا نہیں؟

جواب جس روز حیض شروع ہوا صرف اُسی ایک دن کی قضاء واجب ہے۔

(احسن الفتاویٰ ج۴ص۵۰۲)

اس مسئلہ کی وضاحت بہشتی زیور کے متن اور حاشیہ میں اس طرح ہے کہ اگر حیض یا نفاس آجائے تو اعتکاف چھوڑ دے اس میں اعتکاف درست نہیں لیکن پاک ہونے کے بعد خاص اُس دن کے اعتکاف کی قضاء ضروری ہے۔ پھر اگر یہ قضاء رمضان ہی میں کی تو رمضان ہی کا روزہ کافی ہوگا۔ اور اگر رمضان کے بعد قضاء کی تو اس دن روزہ رکھنا ضروری ہوگا۔

(بہشتی زیور ج۳ص۲۲)

ازواجِ مطہرات، کا اعتکاف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے، وفات تک آپ کا یہ معمول رہا، آپ کے بعد آپؐ کی ازواجِ مطہرات اہتمام سے اعتکاف کرتی رہیں۔

تشریح ازواجِ مطہرات اپنے حجروں میں اعتکاف فرماتی تھی، اور خواتین کے لئے اعتکاف کی جگہ ان کے گھر کی وہی جگہ ہے جو انہوں نے نماز کے لئے مقرر کر رکھی ہو، اگر گھر میں کوئی خاص جگہ مقرر نہ ہو تو اعتکاف کرنے والی خواتین کو ایسی جگہ مقرر کر لینی چاہئے۔ (معارف الحدیث ج۴ص۱۱۹)

Marfat.com

اعتکاف کے لئے چادروں کا اہتمام کرنا کیسا ہے؟

سوال اعتکاف کے لئے مسجد کے ایک کونے میں پردہ کا اہتمام کرنا کیسا ہے؟ یعنی پردہ کا ہونا مسنون ہے یا بدعت؟

جواب اعتکاف کرنے والے کیلئے مسجد کے گوشہ میں چادر وغیرہ کا حجرہ بنالینا مستحب ہے اور اس میں ستر وغیرہ کی حفاظت ہے اس کے علاوہ اور بھی مصلحتیں ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چٹائی کا حجرہ بنانا ثابت ہے، بدعت نہیں ہے، البتہ معتکف ان باتوں کا خیال رکھے کہ ضرورت سے زیادہ جگہ نہ روکے، نمازیوں کی تکلیف کا سبب نہ بنے صفوں کی درستگی میں مخل نہ ہو، آپؐ نے بوریئے اور ترکی خیمہ میں اعتکاف فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چادر وغیرہ سے حجرہ (کمرہ) بنالینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے لہٰذا اس کو بدعت نہیں کہہ سکتے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۰۵ بحوالہ مرقات شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۳۲۹)

اعتکاف کیلئے مسجد کی چادریں اور بجلی کا استعمال کرنا کیسا ہے؟

سوال معتکف اعتکاف کے لئے مسجد کی چادریں استعمال کرتے ہیں اور ہر خیمہ میں ایک ایک بلب ہوتا ہے، ایسا خیمہ بنانے کا شرعی حکم کیا ہے؟ اور اس میں مسجد کی چادریں استعمال کرنا کیسا ہے؟

(۲) اور معتکف دن مسجد میں سوتے رہتے ہیں اور رات کو جماعت خانہ میں مل کر باتوں میں مشغول رہتے ہیں۔ برائے کرم اس بارے میں بھی تحریر فرمائیں۔

جواب اعتکاف کے لئے خیمہ بنانا مستحب ہے اگر کسی نے مسجد میں چادریں رکھی ہیں تو مضائقہ نہیں ہے مسجد کے پیسوں سے خریدی ہوئی ہیں تو اس کو خیمہ کے لئے استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ اپنی ذاتی چادریں استعمال کرنا چاہئے۔

(۲) بجلی مسجد کے دستور کے مطابق جب تک جلتی رہے استعمال کرنا درست ہے مقررہ وقت کے بعد جلانا درست نہیں لہٰذا جتنا زیادہ پاور جلا ہو معتکفین مل کر ادا کردیں مسجد کا حق اپنے ذمہ باقی نہ رکھیں۔

(۳) معتکف ضروری باتیں کرسکتا ہے غیر ضروری دنیوی باتیں اگرچہ گناہ کی نہ ہوں، پھر بھی مسجد میں درست نہیں ہیں حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے لگتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اسکت یا ولی اللہ یعنی اے اللہ والے چپ رہ!

Marfat.com

اور اگر چُپ نہیں رہتا اور سلسلۂ کلام جاری رکھتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں اُسکت یا بغیض اللہ یعنی اے دشمنِ خدا چپ رہ! اس کے بعد بھی اگر دنیوی باتوں میں لگا رہتا ہے تو کہتے ہیں اسکت لعنۃ اللہ علیك یعنی تجھ پر خدا کی لعنت چپ رہ"۔ (کتاب المدخل ج ۳ ص ۵۵)

بلاضرورت ایک جگہ جمع نہ ہوں، معتکفین عبادت کے لئے اپنے مولیٰ کو راضی کرنے کے لئے اور ثواب حاصل کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں اگر دنیا کی باتوں میں مشغول رہیں گے تو بجائے اجر و ثواب کے فرشتوں کی لعنت اور بددُعاء لیکر جائیں گے لہٰذا معتکفین کو لازم ہے کہ ایک جگہ جمع نہ ہوں اپنے اپنے خیمہ میں تلاوت دُعاء نوافل ذکر اور درود شریف وغیرہ میں مشغول رہیں اور جو دنیوی کام مسجد سے باہر غیر معتکف کے لئے درست نہیں وہ مسجد میں اور پھر معتکف کے لئے کیسے جائز ہو سکتے ہیں؟ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۰۴)

کیا معتکف مسجد میں پلنگ پر سو سکتا ہے؟

سوال معتکف اپنے اعتکاف کی جگہ (خیمہ میں) پلنگ پر سو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب معتکف مسجد میں چارپائی پر سو سکتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۰۷ بحوالہ مجموعہ فتاویٰ ج ۲ ص ۱۸)

کیا معتکف مسجد میں چہل قدمی کر سکتا ہے؟

سوال مسجد کے اندر ٹہلنا (چہل قدمی کرنا) ضرورتاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب مسجد کے غیر مناسب عمل کو جو عادت کے خلاف ہو قصداً کرنا ناجائز ہے۔ اور یہ ٹہلنا بھی ایسا ہے لہٰذا منع کیا جائے گا مگر معتکف کے لئے ضرورتاً بقدر حاجت اجازت ہوگی جبکہ ٹہلنے کا انداز مسجد کے احترام کے خلاف نہ ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۰۷ بحوالہ امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۱۷)

کیا معتکف مسجد سے اخراجِ ریح کے لئے نکل سکتا ہے؟

سوال معتکف اخراج ریح کے لئے مسجد سے باہر جا سکتا ہے یا اس کے لئے مسجد میں اخراجِ ریح درست ہے؟

جواب صحیح یہ ہے کہ اخراجِ ریح کے لئے باہر چلا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۱۲)

امداد الفتاویٰ میں یہ مسئلہ اس طرح ہے کہ:

Marfat.com

زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ مسجد سے باہر نکل جانا چاہئے، اور روایت مطلق ہونے کی وجہ سے معتکف اور غیر معتکف دونوں کو شامل ہے، یعنی مسجد میں ریح خارج نہیں کرنی چاہئے معتکف ہو یا غیر معتکف۔

(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۱۵۴)

کیا نذر مانا ہوا اعتکاف قضاء روزے کیساتھ صحیح ہو جائے گا؟

سوال: نذر مانا ہوا اعتکاف ماہِ رمضان کے قضاء روزوں کے ضمن میں ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کسی نے معین رمضان میں اعتکاف کی نذر مانی تو اس کو رمضان کے روزوں کے ساتھ ادا کیا جاسکتا ہے۔ اگر رمضان میں اعتکاف نہ کر سکا تو اسی رمضان کے قضاء روزوں کے ساتھ بھی ادا کر سکتا ہے ورنہ مستقل روزوں کے ساتھ اعتکاف کرے، دوسرے رمضان میں یا واجب آخر میں یہ اعتکاف ادا نہ ہوگا۔

اور اگر غیر معین اعتکاف کی نذر کی ہو تو اسکے لئے مستقل روزے رکھے قضا روزہ کافی نہیں۔

(احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۰۷ بحوالہ رد المختار ج ۲ ص ۱۴۲)

اعتکاف کی نذر کا طریقہ

اگر کسی نے ایک رات کے اعتکاف کی نذر کی یا اس نے کسی ایسے دن کے اعتکاف کی نذر کی جس میں کچھ کھا چکا ہے تو نذر صحیح نہ ہوگی، اور اگر یوں کہا کہ اللہ کیلئے میرے ذمہ واجب ہے کہ میں ایک مہینے کا اعتکاف کروں بغیر روزہ کے تو اس پر واجب ہے کہ اعتکاف کرے اور چونکہ روزہ نذر کے اعتکاف کیلئے شرط ہے اور یہ شرط بھی ہے اعتکاف کیلئے ہی روزہ رکھے بلکہ اگر کسی نے رمضان کے اعتکاف کی نذر کی تو یہ نذر صحیح ہے، پس اگر اس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور اعتکاف نہ کیا تو اس پر واجب ہے کہ اسکی قضاء کیلئے اور ایک مہینے کا اعتکاف کرے اور برابر روزے رکھے، اور اگر اس نے کسی دوسرے مہینے میں اعتکاف کو قضاء کیا تو وہ نذر ادا نہ ہوگی اسلئے کہ روزہ جو اپنے وقت سے فوت ہوئے تھے اسکے ذمہ واجب بالذات مقصود ہو گئے، اور جو چیز بالذات مقصود ہوتی ہے وہ غیر سے ادا نہیں ہوتی یہاں تک کہ اگر کسی مہینے کے اعتکاف کی نذر کی اور رمضان میں اعتکاف کیا تو جائز نہیں اگر اعتکاف میں روزہ توڑ دیا پھر ایک ماہ کے روزے اعتکاف کیساتھ قضاء کئے تو جائز ہے۔ اسلئے کہ قضا مثل ادا کے واقع ہوئی، نیز اگر صبح کے وقت کسی کا نفل روزہ تھا پھر کچھ وقت گزر جانے کے بعد اس نے یہ کہا کہ اللہ کیلئے واجب ہے کہ

Marfat.com

آج کے روزہ کا اعتکاف کروں تو اسکا اعتکاف صحیح نہ ہوگا۔ اسلئے کہ اعتکاف واجب بغیر روزہ واجب کے صحیح نہیں ہوتا، اور صبح کے وقت روزہ نفل تھا۔ پس اب واجب نہیں ہوسکتا۔

(عالمگیری پاکستانی اُردو ج۲ ص۳۰)

اعتکاف ٹوٹنے پر قضا کا کیا حکم ہے؟

سوال: اگر کسی وجہ سے اعتکاف ٹوٹ گیا تو اس کی قضاء واجب ہے یا نہیں؟

جواب: نفل اعتکاف کی قضاء واجب نہیں اس لئے کہ وہ مسجد سے نکلنے سے نہیں ٹوٹتا بلکہ ختم ہو جاتا ہے، اعتکاف منذور معین یا غیر معین ٹوٹ جائے تو سب دنوں کی قضا واجب ہے نئے سرے سے اتنے ہی دن پورے کرے کیونکہ ان میں تتابع (تسلسل) لازم ہے۔

اور عشرۂ اخیرہ رمضان کے مسنون اعتکاف میں صرف اُس دن کی قضا واجب ہے جس میں اعتکاف ٹوٹا، فساد کے بعد یہ اعتکاف نفل ہوگیا ایک دن کی قضاء چاہے رمضان ہی میں کرلے یا رمضان کے بعد نفل روزہ کے ساتھ کرے ایک دن کی قضا میں رات دن دونوں کی قضا واجب ہے یا صرف دن کی؟

اس سے متعلق کوئی صریح جزئیہ نظر سے نہیں گزرا، قواعد سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ اعتکاف اگر دن میں فاسد ہوا تو صرف دن کی قضاء واجب ہوگی صبح صادق سے شروع کرکے غروب آفتاب تک اعتکاف کرے۔

اور اگر رات میں اعتکاف فاسد ہوا ہے تو رات دن دونوں کی قضا واجب ہے غروب آفتاب سے قبل شروع کرکے دوسرے دن غروب کے بعد ختم کرے اگر دن کے اعتکاف کی نذر کی تو صرف دن کا اعتکاف واجب ہے اور رات دن دونوں کی نذر میں چوبیس گھنٹے کا اعتکاف واجب ہے، اور قضاء اعتکاف بھی وجوب میں نذر کی طرح ہے اس لئے اس کا بھی وہی حکم ہوگا۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج۴ ص۵۰۲)

مسنون اعتکاف کی قضاء کا کیا حکم ہے؟

سوال: رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے عذر کی بناء پر توڑ دیا، یا بھول سے ٹوٹ گیا تو اس کی قضا ہے یا نہیں؟

جواب: صورت مسئولہ میں جس دن کا اعتکاف ٹوٹا ہے اس دن کے اعتکاف کی قضا روزہ

Marfat.com

سمیت لازم ہے، لیکن احتیاطاً اختلاف سے بچنے کے لئے رمضان کے بعد دس دن روزے سمیت قضا کرے تو بہتر ہے۔ (فتاوی رحیمیہ ج ۳ ص ۱۱۰ بحوالہ ردالمختار ج ۲ ص ۱۸۰)

نفل اعتکاف توڑنے سے قضا واجب ہے یا نہیں؟

سوال: نفل اعتکاف میں اگر شدید ضرورت سے ایک دن رات سے قبل باہر نکل جائے تو اس کی قضاء واجب ہوگی یا نہیں، اور اگر ایک رات دن سے زائد ٹھیر کر باہر آیا لیکن ماہ رمضان ختم ہونے سے پہلے آیا تو بھی، شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اعتکاف نفل کو قطع کر دینے سے قضا لازم نہیں آتی خواہ ایک دن رات سے قبل قطع کیا ہو یا بعد ایک دن رات کے جس قدر ادا ہو گیا وہ ہو گیا، کیونکہ بر بناءِ روایت نفل اعتکاف کی ادنیٰ مدّت ایک ساعت ہے اور اس کے لئے روزہ بھی شرط نہیں ہے۔ بخلاف اعتکافِ واجب کے کہ اس کے قطع کر دینے سے قضا لازم آتی ہے اور روزہ اس کے لئے شرط ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۵۰۴ ردالمختار باب الاعتکاف ج ۲ ص ۱۷۹)

جس مسجد کے نیچے دکانیں ہوں وہاں پر اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

سوال: جن مساجد کا اندرونی درجہ تو بھر اوپر بنا ہو، اور صحن دوکانوں پر ہو، اب یہ تو معلوم ہے کہ صحن میں نماز پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہیں ملے گا دریافت کرنا یہ ہے کہ جو شخص اندر کے حصے میں اعتکاف کرے اس کو جماعت سے نماز ادا کرنے کے لئے مسجد کے صحن میں آنا (کیونکہ جماعت اکثر اوقات آج کل باہر ہی ہوتی ہے) مفسدِ اعتکاف ہوگا یا نہیں؟

جواب: اوّل تو اگر دکانیں مسجد کے لئے وقف ہوں تو بعض روایاتِ فقہیہ کی رو سے اس سطح کو مسجد کہنے کی گنجائش ہے، ضرورتِ جماعت میں اس روایت پر عمل جائز ہے اور دوسرے اگر قول راجح ہی لیا جائے کہ اس کا حکم مسجد کا نہیں، تاہم معتکف کو ضرورت کیوجہ سے مسجد سے نکلنا جائز ہے، خواہ وہ ضرورت طبعی ہو یا دینی اور جماعت کو پانا بھی جملہ ضروریات کی طرح ضرورتِ دینیہ میں سے ہے اس لئے نکلنا جائز ہے۔

تیسرے جب پہلے سے معلوم ہے کہ مجھ کو یہاں تک آنا پڑے گا تو گویا نیت استثناء کی ہوگی اور استثناء کے وقت نکلنا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۷۴)

Marfat.com

جس مسجد میں پنجگانہ نماز نہ ہوتی ہو وہاں پر اعتکاف کا کیا حکم ہے؟

سوال ہمارے گاؤں کی مسجد میں پانچوں وقت کی جماعت نہیں ہوتی تو اس میں اعتکاف کرسکتا ہوں یا نہیں؟

جواب دیگر ایام میں جماعت نہ ہوتی ہو لیکن اعتکاف کے دنوں میں جماعت ہوتی ہو تو کافی ہے، اعتکاف صحیح ہو جائے گا آپ بخوشی اعتکاف کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۲ص ۳۹)

احسن الفتاویٰ میں یہ مسئلہ اس طرح ہے:

''صحتِ اعتکاف کے لئے راجح قول یہ ہے کہ مسجد میں جماعت کا ہونا شرط نہیں۔ لہٰذا اسی مسجد میں اعتکاف صحیح ہے''۔ (احسن الفتاویٰ ج۴ص ۵۰۷)

مسجد نہ ہونے کی صورت میں ایسے مکان میں اعتکاف کرنا جہاں پنجگانہ جماعت ہو کیسا ہے؟

سوال ایک بستی میں مسجد نہیں ہے لیکن یہاں ایک مکان میں پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرنیکا انتظام ہے تو ایسے مکان میں اعتکاف صحیح ہے یا نہیں؟

اور اعتکاف نہ کرنے کی صورت میں پوری بستی کے ذمہ سنت مؤکدہ اعتکاف ادا کرنے کا بار آئے گا یا نہیں؟ کیا شکل ہوگی؟

جواب جبکہ مسجد میں بستی نہیں ہے تو جس مکان میں پنجوقتہ نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنیکا انتظام ہو تو اس میں اعتکاف کیا جائے اُمید ہے کہ سنتِ مؤکدہ کا ثواب مل جائے گا اور اگر نہ کیا تو کوتاہی کا بار رہے گا جتنا ہو سکے کر گزرنا چاہئے قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

نوٹ جس مکان میں نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہوں وہاں جماعت کا ثواب مل جائے گا، لیکن مسجد کے ثواب سے محرومی رہے گی، اس لئے مسجد بنانے کی کوشش جاری رکھیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج۵ص ۲۰۹)

مسجد شہید کر دی تو اعتکاف کہاں کیا جائے؟

سوال بستی میں مسجد تھی وہ شہید کر دی گئی ہے، دوسری جگہ مدرسہ میں نماز جماعت کے ساتھ

Marfat.com

ادا کرتے ہیں تو کیا وہاں اعتکاف کر سکتے ہیں؟ اور اعتکاف کرنے سے کیا سنتِ مؤکدہ اعتکاف ادا ہو جائے گا؟

جواب اگر شہید شدہ مسجد میں اعتکاف کرنا ممکن نہ ہو، اور بستی میں دوسری مسجد ہو تو وہاں اعتکاف کیا جائے، مدرسہ کا اعتکاف معتبر نہ ہوگا، اور اگر مسجد نہیں ہے تو صحیح ہو جائے گا۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۰۹)

معتکف مسجد میں متعین جگہ میں رہے یا جگہ بدل سکتا ہے؟

سوال معتکف اپنے لئے مسجد میں جگہ مقرر کر لیتا ہے تو اس کو اس جگہ رہنا چاہئے یا مسجد میں جہاں چاہے وہاں رہے؟

جواب تمام مسجد میں جہاں چاہے بیٹھے کچھ حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۵۰۲ بحوالہ ردالمختار باب الاعتکاف ج ۲ ص ۱۸۴)

غصباً جو حصہ مسجد میں شامل کیا گیا وہاں پر معتکف کا رہنا کیسا ہے؟

سوال ایک مسجد کے فرش میں تھوڑی سی جگہ غصباً. مل کر لی گئی ہے اور اب بظاہر سب مسجد کا فرش معلوم ہوتا ہے۔ اس جگہ معتکف کا بلا ضرورت ٹھیرنا یا وضو کے لئے اس جگہ بیٹھنا جائز ہے یا نہیں، یا اس جگہ بیٹھنے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا؟ اور قضاء واجب ہوگی؟

جواب ظاہر ہے کہ جو جگہ غصباً مسجد میں داخل کی گئی ہے وہ مسجد نہیں ہوتی، معتکف کا اعتکاف کی حالت میں وہاں جانا اور بیٹھنا مفسدِ اعتکاف ہوگا اور اعتکاف واجب کی قضاء بھی لازم ہوگی۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۵۰۵ بحوالہ ردالمختار کتاب الاشربۃ ج ۵ ص ۴۰۷)

معتکف کیلئے مسجد کی فصیل کا کیا حکم ہے؟

سوال اعتکاف کرنے والے کے لئے مسجد کی فصیل مسجد کے صحن میں داخل ہے یا نہیں؟

جواب اس میں مسجد کے بانی کی نیت کا اعتبار ہے اگر اُسنے اس فصیل کو داخلِ مسجد سمجھا تو داخل ہے، ورنہ خارج، اور اکثر ایسا سمجھا جاتا ہے کہ جو فصیل مسجد کے فرش سے ملی ہوئی ہے وہ داخل مسجد ہوتی ہے اور دوسری طرف کی فصیل خارج ہوتی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج ۶ ص ۵۰۷)

Marfat.com

مسجد کے احاطہ کا معتکف کیلئے کیا حکم ہے؟

سوال مسجد کا احاطہ مسجد کی زمین میں داخل ہے یا نہیں اور معتکف کو مسجد سے نکل کر صحن یا احاطہ میں بیٹھنا بلا ضرورت جائز ہے یا نہیں؟

جواب مسجد کا اطلاق صرف مسجد کی سہ دری اور فرش پر ہی ہوتا ہے اور وہی شرعاً مسجد ہوتی ہے، معتکف کے لئے اس سے تجاوز کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر ایسا کیا گیا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۵۰۸)

نوٹ جب اعتکاف کرنا ہو تو پہلے مسجد کے متولی یا امام صاحب یا کسی عالم دین سے یہ معلوم کرلیں کہ اصل مسجد کہاں تک ہے کیونکہ مسجد ہمیشہ سب سے باہر کے دروازے تک ہی نہیں ہوتی ہے، مسجد کا احاطہ اور چیز ہے۔ اور جس کو شریعت میں مسجد کہتے ہیں وہ الگ چیز ہے۔ اس لئے جو حصہ شرعی مسجد سے باہر ہو وہاں پر دورانِ اعتکاف نہ جایا جائے۔

کیا معتکف جمعہ کے لئے قریبی قصبہ میں جا سکتا ہے؟

سوال اگر معتکف کسی ایسی آبادی کی مسجد میں اعتکاف کرے جہاں پر جمعہ نہیں ہوتا تو کیا وہ جمعہ پڑھنے کے لئے قصبہ یا کسی ایسے قریبی مقام پر جا سکتا ہے جہاں جمعہ ہوتا ہو؟

جواب اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا بہتر ہے کہ س میں جمعہ کی نماز ہوتی ہو۔

اگر ایسے گاؤں میں اعتکاف کیا جائے کہ اس گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا تو اعتکاف کرنے والے کو دوسرے قصبہ میں جہاں جمعہ ہوتا ہو جانا جائز نہیں، مقامی جامع مسجد میں جمعہ کے لئے جانا جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۲۳۲)

بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ مقامی جامع مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے ایسے وقت جائے کہ تحیۃ المسجد اور سنت جمعہ وہاں پڑھ سکے اور نماز کے بعد بھی سنت پڑھنے کے لئے ٹھہرنا جائز ہے اس مقدار وقت کا اندازہ اس شخص کی رائے پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اگر اندازہ غلط ہو جائے یعنی کچھ پہلے سے پہنچ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۹ بحوالہ شامی ج ۲ ص ۱۸۳)

اگر جمعہ کی نماز کے لئے کسی مسجد میں جائے اور نماز کے بعد وہیں ٹھہر جائے اور وہیں اعتکاف کو پورا کرے تب بھی جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ (علم الفقہ ج سوم ص ۴۸)

Marfat.com

حالتِ اعتکاف میں بچّوں کو پڑھانا کیسا ہے؟

سوال مسجد کے امام صاحب مکتب میں پڑھاتے ہیں اور پڑھانے کی تنخواہ لیتے ہیں وہ رمضان المبارک میں آخری عشرہ کے اعتکاف میں بچوں کو تعلیم دے سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب اعتکاف کے لئے مدرسہ سے رخصت لے لی جائے۔ رخصت نہ ملے تو مجبوراً مسجد کے اندر پڑھا سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۰۲)

کیا معتکف کے ساتھ غیر معتکف افطار کرسکتا ہے؟

سوال امام مسجد معتکف ہے اس کے ساتھ امام تراویح (حافظ صاحب) جو معتکف نہیں مسجد میں امام صاحب کے ساتھ افطار کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ حافظ صاحب خارج مسجد شرعی اپنے کمرہ وغیرہ میں افطار کریں، اگر مسجد میں داخل ہوتے وقت نفل اعتکاف کی نیت کرلیں اور یہ کہہ لیا کریں "نویت الاعتکاف مادمت فی المسجد" تو پھر اعتکاف کیساتھ افطار کر سکتے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۰۳ بحوالہ عالمگیری ج ۶ ص ۲۱۵)

معتکف کے بیت الخلاء کیلئے نکلنا کیسا ہے؟

اگر شدید ضرورت کے لئے معتکف مسجد سے باہر جائے تو ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد وہاں قیام نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ اپنی ضرورت پوری کرے جو اُس مسجد سے زیادہ قریب ہو۔ مثلاً پائے خانہ کے لئے اگر جائے اور اس کا گھر دور ہو اور اس کے کسی دوست وغیرہ کا گھر قریب ہو تو وہیں جائے۔ ہاں اگر اس کی طبیعت اپنے گھر سے مانوس ہو، اور دوسری جگہ جانے سے اس کی ضرورت رفع نہ ہوتی ہو تو پھر جائز ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۹ بحوالہ شامی ج ۲ ص ۱۸۰ و ص ۱۸۲)

بیت الخلاء اگر خالی نہ ہو تو کیا معتکف انتظار کرسکتا ہے؟

سوال اگر معتکف رفع حاجت کے لئے جائے اور بیت الخلاء خالی نہ ہو تو کیا بیت الخلاء کے باہر انتظار کرے یا فوراً اپنی جگہ پر مسجد میں واپس چلا جائے، اور پھر کچھ دیر کے بعد واپس جائے،

Marfat.com

بعض اوقات میں کئی کئی مرتبہ جانا لوٹنا پڑتا ہے، کیا کرنا چاہئے؟

جواب: ایسی ضرورت کے وقت وہیں باہر انتظار کرنا جائز ہے۔

کھانا کھانے کی غرض سے ہاتھ دھونے کے لئے نکلنا کیسا ہے؟

سوال: کیا معتکف مسجد سے باہر جاکر کھانا کھانے کے لئے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھوسکتا ہے؟ خواہ صابن کے ساتھ یا بغیر صابن کے اور منجن یا پیسٹ یا مسواک سے دانت صاف کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ہاتھ دھونے کے لئے نکلنا جائز نہیں، مسجد ہی میں کسی برتن میں دھولے منجن یا مسواک وغیرہ وضو کے ساتھ کرسکتا ہے، صرف منجن وغیرہ کے لئے نکلنا جائز نہیں ہے؟

(احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۰۲)

کیا معتکف کا وضو کے لئے نکلنا جائز ہے؟

سوال: کیا معتکف اعتکاف کی حالت میں مسجد سے باہر جاکر فرضی اور نفل نمازوں نیز تلاوتِ کلام اللہ کیلئے وضو کرسکتا ہے؟

جواب: اگر مسجد کے اندر بیٹھ کر وضو کرنے کی کوئی ایسی جگہ ہو کہ پانی مسجد سے باہر گرے تو مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، اور اگر ایسی جگہ نہیں ہے تو جائز ہے خواہ وضو فرض نماز کے لئے ہو، یا نفل، یا تلاوت، یا ذکر کے لئے سب کا یہی حکم ہے۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۵۰۰)

معتکف کیلئے تحیۃ الوضوء و تحیۃ المسجد کا کیا حکم ہے؟

سوال: معتکف جب بھی وضو کرنے کے لئے جائے تو تحیۃ الوضوء اور تحیۃ المسجد پڑھے یا نہیں؟

جواب: تحیۃ الوضو پڑھے اور تحیۃ المسجد دن میں ایک بار کافی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۰۸)

نفل اعتکاف میں جمعہ کے غسل کے لئے نکلنا کیسا ہے؟

سوال: ایک شخص نے ماہ رمضان المبارک پورے ماہ اعتکاف کیا اس نے اعتکاف شروع کرتے وقت یہ نیت کی تھی کہ جمعہ کے غسل مستحب کے لئے نکلوں گا۔ مسجد کے احاطہ میں غسل خانہ ہے کیا اس صورت میں غسل کے لئے باہر نکل سکتا ہے؟ اور اگر نیت نہ کی ہو تو جاسکتا ہے یا نہیں؟

Marfat.com

جواب رمضان کے آخری عشرہ کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے، اس میں اور نذر کے اعتکاف میں "واجب غسل" کے علاوہ جمعہ وغیرہ کے غسل کے لئے نکلنے کی اجازت نہیں۔ عشرہ اولیٰ اور ثانیہ کا اعتکاف (اگر نذر نہ مانی ہو تو) نفل ہے اس میں جمعہ کے لئے (یا جنازہ کی نماز یا عبادت کے لئے) نکلنے کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو نکلنے سے اعتکاف ختم ہو جائے گا، اس کو فاسد ہونا نہیں کہا جائے گا۔ اور جب مسجد میں دوبارہ داخل ہوگا تو اس وقت سے پھر نفل اعتکاف شروع ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۱۰)

کیا معتکف غسل کے بعد ناپاک کپڑے دھو سکتا ہے اور گھر سے کھانا لا سکتا ہے؟

سوال معتکف کو جنابت (ناپاکی) لاحق ہوئی اس نے غسل خانہ میں جا کر غسل کیا اور ساتھ ساتھ اس ناپاک کپڑے کو بھی جو جنابت کے وقت ناپاک ہو گیا تھا اس غسل خانہ میں نہایت عجلت کے ساتھ صاف کر لیا، اور فراغت کے بعد واپس آتے وقت پانی کے اس مٹکے میں سے جو غسل خانہ کے بالکل قریب تھی لوٹا بھر کر اپنی ضرورت کے لئے لایا۔

اس صورت میں معتکف مذکور کا اعتکاف فاسد ہو گیا یا باقی رہا؟

(۲) اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں پر غسل خانہ نہیں بلکہ قریب میں تالاب ہے اب اگر معتکف اس تالاب میں ناپاک کپڑے پہن کر اُترے اور غسل کرتے وقت پانی کے اندر کھڑے کھڑے اس ناپاک کپڑے کو پاک کرے تو یہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

(۳) معتکف کو کھانا پہنچانے والا نہیں ملا تو کیا خود جا کر کھانا لا سکتا ہے؟

جواب اگر اعتکاف واجب النذر (نذر مانا ہوا) تھا تو اس میں صرف غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت ہے، کپڑے دھونا یا پانی بھرنے کے لئے ٹھہرنا جائز نہیں، اور اس صورت میں اس کو اعتکاف واجب کی قضاء کرنی پڑے گی اور اگر اعتکاف نفل ہو (اس میں اعتکاف مسنون عشرۂ اخیرہ رمضان بھی شامل ہے) تو اس میں کپڑے دھونے اور لوٹا بھرنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ مسجد سے نکلنا صرف غسل کے لئے ہوا ہو۔

(۲) مذکورہ بالا حکم سوال نمبر دوم میں بھی سمجھنا چاہئے۔

(۳) اگر مسجد میں کھانا پہنچانے والا کوئی نہ ہو تو کھانے کے لئے جانا اور کھانا لیکر فوراً واپس

Marfat.com

آجانا چاہئے، مسجد کے اندر کھانا کھایا جائے اور باہر کھانا نہ کھایا جائے اور اگر مسجد میں کھانا پہنچانے کا کوئی ذریعہ ہو تو پھر کھانا خود لینے بھی نہ جائے۔

(کفایت المفتی ج ۴ ص ۳۳۴)

کیا معتکف اعتکاف کی جگہ سے باہر سو سکتا ہے؟

سوال معتکف اپنے اعتکاف کی جگہ سے (جو مقرر کر لی جاتی ہے) رات کے وقت دوسری جگہ سو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب معتکف جس مسجد میں اعتکاف کر رہا ہے اس تمام مسجد میں جس جگہ چاہے رہ سکتا ہے اور سو سکتا ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۵۰۳ رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۴ باب الاعتکاف)

گرمی کی وجہ سے غسل کیلئے نکلنا کیسا ہے؟

سوال گرمی کی وجہ سے مسجد سے باہر نکل کر معتکف کو غسل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب جائز نہیں، اگر ضرورت زیادہ ہو تو مسجد میں بڑا برتن رکھ کر اس میں بیٹھ کر نہا لے اس طور پر کہ مسجد میں مستعمل پانی گرنے نہ پائے، یا تولیہ بھگو کر نچوڑ کر بدن پر ملے، متعدد بار ایسا کرنے سے بدن صاف ہو جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۹۷ بحوالہ رد المحتار ج ۲ ص ۱۸۱)

کیا معتکف غسل کے لئے پانی گرم کر سکتا ہے؟

سوال معتکف غسل کے لئے (جمعہ، یا جنابت کا) پانی ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے مسجد کے کمپاؤنڈ (احاطہ) میں چولہا جلا کر پانی گرم کر سکتا ہے یا نہیں؟ ٹھنڈا پانی نقصان دیتا ہے۔

جواب معتکف غسلِ جنابت (ناپاکی) کے لئے نکل سکتا ہے دوسرے غسل کے لئے اجازت نہیں ہے۔ گرم پانی کوئی دینے والا نہ ہو تو خود احاطہ مسجد میں کر سکتا ہے ضرورت شرعیہ ہے، لہٰذا اعتکاف میں کوئی حرج نہ ہو گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۴۰)

معتکف قضائے حاجت کے لئے گیا تو غسل کر سکتا ہے یا نہیں؟

سوال اگر معتکف کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے باہر نکلے مثلاً قضائے حاجت (پیشاب پاخانہ) کے لئے تو محض گرمی کی وجہ سے یا میل دور کرنے کے لئے استنجاء کرنے کے بعد یا اس

سے پہلے غسل کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب جائز نہیں، اعتکاف فاسد ہو جائے گا البتہ غسل خانہ بیت الخلاء کے ساتھ ہی ہو اور نہانے میں وضو سے زیادہ دیر نہ لگے تو قضائے حاجت کے بعد غسل کی اجازت ہے، اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مسجد میں کپڑے اتار کر صرف لنگی میں چلا جائے اور نل کھول کر بدن پر پانی بہا کر نکل آئے اور نہ صابن لگائے اور نہ زیادہ ملے، اس طرح صفائی تو نہیں ہوگی ٹھنڈک البتہ ہو جائے گی اور اگر مسجد کی طرف چلتے چلتے تولیہ سے بدن رگڑے تو کافی حد تک صفائی بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج۴ص ۵۰۵)

مجبوری کی وجہ سے میت کو غسل دینے کے لئے نکلنا کیسا ہے؟

سوال معتکف مسجد سے ضرورتاً نکلے مثلاً میت کو غسل دینے کے لئے کوئی نہ ہو، یا نمازِ جنازہ پڑھانے والا کوئی نہ ہو تو اس کے مسجد سے نکلنے پر اعتکاف باقی رہے گا یا ٹوٹ جائے گا؟

جواب طبعی اور شرعی حاجت کے سوا دیگر ضرورت سے نکلنا مفسدِ اعتکاف ہے مثلاً صورت مسئولہ میں غسلِ میت یا نمازِ جنازہ کے لئے یا گواہی دینے کے لئے جبکہ یہ متعین ہو کہ اگر اس نے گواہی نہ دی تو اس شخص کا حق مارا جائے گا، اسی طرح ڈوبتے ہوئے یا جلتے ہوئے کو بچانے کی نیت سے نکلے تب بھی اعتکاف ٹوٹ جائے گا مگر گنہگار نہ ہوگا۔ بلکہ ان صورتوں میں نکلنا ضروری ہو جائے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۵ص ۲۰۸ بحوالہ طحاوی علی المراقی الفلاح ص۴۰۸وص۴۰۹)

نمازِ جنازہ کے لئے نکلنا کیسا ہے؟

سوال معتکف کو معلوم ہوا جنازہ آیا ہے اور پھر مسجد سے نکل کر نماز جنازہ پڑھی تو کیا اعتکاف ٹوٹ گیا۔ اگر ٹوٹ گیا تو کیا اس کی قضاء لازم ہے۔ اگر ہے تو کتنے دن کی؟ کیا جنازہ کی نماز کے لئے نکلنا حاجتِ شرعیہ نہیں ہے؟

جواب جنازہ کی نماز پڑھنے کی جگہ اگر مسجد سے خارج ہوگی تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اور کم از کم ایک دن کی قضا لازم ہوگی، ہمت ہو تو پورے دس دن کی قضاء کرے اس میں زیادہ احتیاط ہے، جنازہ کی نماز کے لئے نکلنا حاجتِ شرعیہ میں داخل نہیں ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج۵ص ۲۰۰ بحوالہ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص۴۰۹)

معارف مدنیہ ص ۹۹ میں یہ مسئلہ اس طرح لکھا ہے:

Marfat.com

علامہ سہارن پوریؒ فرماتے ہیں کہ حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ معتکف کو مریض کی عیادت یا نمازِ جنازہ کے لئے اعتکاف گاہ سے نکلنا جائز نہیں ہے کیونکہ عیادت فرض نہیں ہے اور اسی طرح نمازِ جنازہ فرض عین نہیں ہے بلکہ فرض کفایہ ہے جس کو دوسرے افراد کر لیتے ہیں، لہٰذا معتکف کے لئے نکلنا جائز نہیں ہے۔

صاحبِ درمختار کہتے ہیں کہ اعتکاف واجب میں حاجتِ ضروری کے بغیر اعتکاف سے نکلنا حرام ہے لیکن اعتکاف نفل میں نکلنا جائز ہے اعتکاف باطل نہیں ہوتا بلکہ انتہاء کو پہنچ جاتا ہے یعنی اعتکاف نفل کی کوئی مدت متعین نہیں ہے بلکہ تھوڑی دیر کے لئے بھی ہو سکتا ہے، معتکف جس وقت اعتکاف سے نکل جائے گا وہ اعتکاف پورا ہو جائے گا"۔ (معارف مدنیہ قسط ۱۰ ص ۹۹)

کیا معتکف راستہ میں نماز جنازہ میں شرکت اور عیادت کر سکتا ہے؟

سوال معتکف نماز جنازہ اور عیادت مریض کے لئے مسجد سے نکل سکتا ہے یا نہیں؟ اگر شروع ہی سے نماز جنازہ اور عیادت کے لئے نکلنے کی نیت کر لی تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب اعتکاف کی نذر میں نماز جنازہ، عیادتِ مریض اور مجلسِ علم میں حاضری کے لئے نکلنے کا استثناء صحیح ہے اور نکلنا جائز ہے، بشرطیکہ نذر کی طرح استثناء بھی زبان سے کیا ہو، صرف دل کی نیت کافی نہیں ہے، مگر مسنون اعتکاف میں یہ نیت کی تو وہ نفل ہو جائے گا، سنت ادا نہ ہوگی، مسنون اعتکاف صرف وہی ہے جس میں کوئی استثناء نہ کیا ہو، اس میں نکلنا مفسد ہے البتہ قضاءِ حاجت جیسی ضرورت کے لئے نکلنے پر دیکھا کہ راستہ ہی میں نماز جنازہ شروع ہو رہی ہے تو اس میں شریک ہو سکتا ہے۔

نماز سے پہلے انتظار، اور نماز کے بعد وہاں ٹھہرنا جائز نہیں، اسی طرح قضاء حاجت کے لئے اپنے راستہ پر چلتے چلتے عیادت کر سکتا ہے، عیادت اور نماز جنازہ کے لئے راستہ کے کسی جانب مڑنا یا ٹھیرنا جائز نہیں۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۵۰۰)

کیا معتکف اذان دینے کے لئے جا سکتا ہے؟

سوال کیا معتکف اذان دینے کے لئے اذان دینے کی جگہ جا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب اگر اذان دینے کی جگہ کا دروازہ مسجد میں داخل ہے تو وہاں معتکف بہر حال ہر وقت جا

Marfat.com

سکتا ہے، اور اگر دروازہ مسجد سے خارج ہے تو صرف اذان دینے کی غرض سے جاسکتا ہے۔

(احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۴۹۸ بحوالہ ردالمحتار ج ۲ ص ۱۸۱)

کیا معتکف دوسری جگہ قرآن شریف سنانے کیلئے جاسکتا ہے؟

سوال زید ہمیشہ رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں معتکف ہوتا ہے، اس سال تازہ حالت یہ پیش آئی کہ زید کو نواب صاحب کے مکان پر قرآن شریف تراویح میں سنانے کے لئے جانا پڑتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں۔

جواب اگر اعتکاف کے وقت یہ نیت کرے کہ میں تراویح میں قرآن شریف سنانے جایا کرونگا تو یہ جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۵۱۲ بحوالہ عالمگیری مصری کتاب الصوم باب سابع ج ۱ ص ۱۹۹)

کیا معتکف مسجد میں مریض کو دیکھ کر نسخہ لکھا سکتا ہے؟

سوال معتکف مسجد میں مریض کو دیکھ کر یا حال سن کر نسخہ لکھ سکتا ہے یا نہیں؟ ایسے ہی معتکف ضرورتِ طبعی سے باہر جائے تو باہر کسی مریض کے پوچھنے پر دوا بتا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب معتکف مریض کو مسجد میں دیکھ کر اور حال سن کر نسخہ لکھ سکتا ہے اور علاج کر سکتا ہے اور معتکف اگر طبعی ضرورت کی وجہ سے مسجد سے باہر ہے اور کوئی مریض حال کہے اور دوا پوچھے تو بتلانا جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۵۰۲ بحوالہ ردالمحتار باب الاعتکاف ج ۲ ص ۱۸۴ و ص ۱۸۵)

معتکف کا مقدمہ کی تاریخ کیلئے نکلنا کیسا ہے؟

سوال ایک شخص معتکف ہے اور عشرۂ اخیرہ میں اس کے ایک مقدمہ کی تاریخ ہے اس دن کورٹ (کچہری) میں اس کی حاضری ضروری ہے، صورت مسئولہ میں یہ معتکف مجبوری کی وجہ سے کورٹ میں حاضری دے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب مقدمہ کے لئے نکلے گا تو اس کا سنتِ مؤکدہ اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ اگر مجبوراً نکلنا پڑ رہا ہے تو گنہگار نہ ہوگا، اور صاحبین رحمہما اللہ کے مسلک کے مطابق اگر آدھے دن سے زیادہ باہر نہ رہے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ ایسی مجبوری کی حالت میں اس مسلک پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۱۱ بحوالہ مراقی الفلاح ص ۴۰۹)

Marfat.com

کیا معتکف سرکاری وظیفہ لینے کے لئے نکل سکتا ہے؟

سوال یہاں (برطانیہ انگلینڈ) میں کام کرنے والے حضرات بہت کم اعتکاف کرتے ہیں اکثر معتکفین وہ ہوتے ہیں جو کارخانہ وغیرہ میں کام کرتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کو ہفتہ میں ایک مرتبہ سرکاری آفس میں جا کر دستخط کرنے پر پیسے ملتے ہیں۔ یہی انکی تنخواہ ہے۔ اگر دفتر میں نہ جائیں تو وظیفہ نہیں ملتا، تو دستخط کرنے کے لئے کیا معتکف جا سکتا ہے؟

جواب اس کے بغیر اس کا گزارہ نہ ہوسکتا تب تو جا سکے گا اور دستخط کر کے فوراً مسجد میں آجائے، اور احتیاطاً بعد میں ایک روز کے اعتکاف کی قضاء بھی کرلے۔

اور اگر اس پر گزارہ موقوف نہ ہو تو جانے کی اجازت نہیں، جائے گا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا، اور اعتکاف باطل کرنے کا گناہ بھی ہوگا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۱۲)

حجامت اور غسلِ مستحب کے لئے نکلنا کیسا ہے؟

سوال معتکف کیلئے ایسے امور جو نظافت (صفائی) سے تعلق رکھتے ہیں مثلاً سر کے بال بنوانا یا غسل مستحب کرنا، ان کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب معتکف کے لئے سر منڈانے اور غسل مستحب کے لئے مسجد سے باہر نکلنا درست نہیں مفسدِ اعتکاف ہے، سر منڈوانا ضروری ہو تو اعتکاف کی جگہ میں چادر وغیرہ بچھا کر منڈوا سکتا ہے اور پوری احتیاط رکھے کہ بال وغیرہ مسجد میں نہ گرنے پائیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۰۱ بحوالہ عالمگیری ج ۶ ص ۲۱۵)

معتکف کا مسجد میں حجامت بنوانا کیسا ہے؟

سوال معتکف کو مسجد میں حجامت (بال) بنوانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب اپنی حجامت خود بنانا جائز ہے، اور حجام سے بنوانے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر نائی بغیر ضروری کام کے کرتا ہے تو مسجد کے اندر جائز ہے اور اگر بالعوض ہے تو معتکف مسجد کے اندر رہے اور حجام مسجد سے باہر بیٹھ کر حجامت بنائے مسجد کے اندر اُجرت سے کام کرنا جائز نہیں۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۵۰۶)

Marfat.com

کیا معتکف بیڑی سگریٹ وغیرہ کے لئے نکل سکتا ہے؟

سوال معتکف بیڑی پینے کا عادی ہے رات میں دس مرتبہ سے زیادہ بیڑی پیتا ہے تو یہ طبعی ضرورت میں داخل ہے یا نہیں؟ اور اس کے لئے نکلنے کی شرعاً اجازت ہے یا نہیں اور اگر اجازت ہو تو منہ صاف کر لینا کافی ہوگا یا وضو کرنا بھی ضروری ہوگا؟

جواب اعتکاف کرنے سے پہلے بیڑی چھوڑنے کی کوشش کرے اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو تعداد اور مقدار کم کرے اور اگر کچھ پینی ہی پڑے تو جس وقت استنجاء اور طہارت کے لئے نکلے اس وقت بیڑی کی حاجت پوری کرے خاص بیڑی پینے کے لئے نہ نکلے، مگر جب مجبور ہو جائے اور طبیعت خراب ہونے کا خوف ہو تو اس کیلئے بھی نکل سکتا ہے کہ ایسی اضطراری حالت کے وقت یہ طبعی ضرورت میں شمار ہوگا، اور مخل و مفسدِ اعتکاف نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج ۳ ص ۵۷ میں ہے)

معتکف کو جائز ہے بعد نماز مغرب مسجد سے باہر جا کر حقہ پی کر اور کلی کر کے بو زائل کر کے مسجد میں چلا آئے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۲۰۲)

اعتکاف میں مجبوراً کام کرنا کیسا ہے؟

سوال بندہ کے پاس ڈاکخانہ کا کام ہے، کیا اعتکاف کی حالت میں ڈاکخانہ کا کام کر سکتا ہوں جبکہ زبانی گفتگو نہ کیا جائے۔

جواب معتکف کا اعتکاف کے لئے مسجد میں رہنا ضروری ہے بغیر اس کے اعتکاف نہیں ہو سکتا، درمختار کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ معتکف کو مسجد میں رہنا ضروری ہے، پیشاب و پاخانہ اور غسل جنابت اور جمعہ وغیرہ کے لئے نکلنا جائز ہے، اس بناء پر مسجد کے اندر ضرورت کی وجہ سے ڈاکخانہ کا کام کرنا یا زبانی گفتگو کرنا جائز ہے۔ لیکن ڈاکخانہ کے کام کی وجہ سے مسجد سے نکلنا مفسدِ اعتکاف ہے۔ اور اعتکاف کی حالت میں خاموش رہنا ضروری نہیں۔ البتہ بلاضرورت اور فضول گفتگو مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۵۱۳ بحوالہ ردالمختار ج ۲ باب الاعتکاف ص ۱۸۵)

معتکف اگر جماع وغیرہ کر لے تو کیا حکم ہے؟

جماع (صحبت) وغیرہ کرنا خواہ عمداً کیا جائے یا سہواً (بھول کر) اعتکاف کا خیال نہ رہنے کے سبب مسجد میں کیا جائے یا مسجد سے باہر، ہر حال میں اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ اور جو

Marfat.com

افعال اکثر و بیشتر باعثِ جماع ہوتے ہیں مثلاً پیار لینا، یا مباشرتِ فاحشہ (معانقہ) وغیرہ وہ بھی حالتِ اعتکاف میں ناجائز ہیں مگران سے اعتکاف باطل نہیں ہوتا، تاوقتیکہ منی نہ خارج ہو۔ ہاں اگران افعال سے منی نکل جائے تو پھر اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ البتہ صرف خیال اور فکر سے اگر منی خارج ہو جائے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ص ۱۰۹)

بحوالہ شرح البدایہ ج اص ۲۱۱ وشرح التنویر ج اص ۱۵۸ کتاب الفقہ ج اص ۹۵۰ میں یہ مسئلہ اس طرح ہے:

''حالتِ اعتکاف میں شہوت انگیز حرکتوں کا ارتکاب حرام ہے، ہاں اگر محض خیال کرتے یا دیکھنے سے یا احتلام میں انزال ہو جائے تو اعتکاف باطل نہ ہوگا خواہ ایسا ہونا اس کی عادت ہو یا نہ ہو''۔

معتکف کو اگر اعتکاف کی جگہ سے باہر نکال دیا جائے تو کیا حکم ہے؟

اگر کوئی شخص زبردستی اعتکاف کی جگہ سے باہر نکال دیا جائے تو اس کا اعتکاف قائم نہ رہے گا مثلاً کسی جرم میں حاکم وقت کی طرف سے وارنٹ جاری ہوا اور سپاہی اس کو گرفتار کرلیں یا کسی کا قرضہ چاہتا ہو اور وہ اس کو باہر نکال لے، اسی طرح اگر کسی شرعی یا طبعی ضرورت سے نکلے اور راستہ میں کوئی قرض خواہ روک لے یا بیمار ہو جائے اور اعتکاف گاہ تک پہنچنے میں کچھ دیر ہو جائے تب بھی قائم نہ رہے گا۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ص ۱۰۹ بحوالہ شامی ج ۲ص ۱۸۳)

معتکف کو جنون یا بیہوشی ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

امام اعظمؒ کے نزدیک معتکف کو اگر چند روز تک بے ہوشی لاحق رہے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا یہی حکم جنون کا بھی ہے، لیکن نشے کی حالت رات میں آئے تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔

اسی طرح گالی گفتار اور لڑائی بھڑائی وغیرہ گناہوں کے ارتکاب سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ (کتاب الفقہ ج اص ۹۵۴)

کیا معتکف کسی دنیاوی کام میں مشغول ہوسکتا ہے؟

حالتِ اعتکاف میں بے ضرورت کسی دنیاوی کام میں مشغول ہونا مکروہ تحریمی ہے۔ مثلاً خرید وفروخت یا تجارت کا کوئی کام کرنا۔ ہاں اگر کوئی کام نہایت ضروری ہو مثلاً گھر میں

Marfat.com

کھانے کو نہ ہو اور اس کے سوا کوئی دوسرا شخص قابلِ اطمینان خریدنے والا نہ ہو ایسی حالت میں خرید وفروخت کرنا جائز ہے مگر جس چیز کو خریدا گیا ہے، اسے مسجد میں لانا کسی حال میں جائز نہیں بشرطیکہ اس کے مسجد میں لانے سے مسجد کے خراب ہو جانے یا راستہ رک جانے کا خوف ہو۔ ہاں اگر مسجد کے خراب ہونے یا جگہ رُک جانے کا خوف نہ ہو تو بعض کے نزدیک جائز ہے۔

(بہشتی زیور حصہ ۱۱ص ۱۱۰ بحوالہ شرح التنویر ج ۱ص ۱۵۷)

جو عذر کثیر الوقوع نہ ہو اس کا حکم

جو عذر کثیر الوقوع نہ ہو اس کے لئے اپنے اعتکاف کی جگہ کو چھوڑ دینا منافی اعتکاف ہے یعنی جائز نہیں ہے مثلاً کسی مریض کی عیادت کے لئے یا کسی ڈوبتے ہوئے کو بچانے کے لئے یا آگ بجھانے کے لئے یا مسجد کے گرنے کے خوف سے اگرچہ ان صورتوں میں اعتکاف کی جگہ سے نکل جانا گناہ نہیں ہے بلکہ جان بچانے کی غرض سے نکلنا ضروری ہے مگر اعتکاف قائم نہ رہے گا۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ص ۱۰۹ بحوالہ شامی ج ۲ص ۱۸۳)

بعض امور مفسدہ اور غیر مفسدہ

سوال مندرجہ ذیل امور اعتکاف مسنون میں مفسد ہیں یا نہیں؟

(۱) وضو سے پہلے بلا قصد وضو، وضو خانہ پر بیٹھ کر صابن سے ہاتھ منہ دھونا۔

(۲) وضو کے بعد وضو خانہ پر کھڑے ہو کر رومال سے وضو کا پانی خشک کرنا۔

(۳) وضو سے قبل ہاتھ کی گھڑی وضو خانہ پر ہاتھ سے نکال کر جیب میں رکھنا پھر وضو کرنا یا وضو خانہ پر وضو کے لئے چڑھتے ہوئے ہاتھ میں سے گھڑی نکال کر جیب میں رکھنا۔

(۴) پیشاب خانہ کے باہر لائن لگی ہوئی ہو تو وہاں انتظار میں کھڑے ہونا۔

(۵) وضو سے قبل وضو خانہ پر چڑھ کر اپنی ٹوپی یا رومال وضو خانہ مچان یا کھونٹی پر رکھنا۔

(۶) گھر سے کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو کھانا لانے کے لئے گھر جانا۔

(۷) کھانے کے لئے گھر جانے پر معلوم ہوا کہ کھانے کی تیاری میں معمولی دیر ہے اس کا انتظار کرنا۔

(۸) احتلام ہو گیا اور ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے تو پانی گرم کرنے کیلئے مسجد سے نکلنا یا گرم پانی کے لئے گھر جانا اور وہاں پانی گرم ہونے کے انتظار میں ٹھہرنا۔

Marfat.com

۹) حالتِ اعتکاف میں بیمار ہوگیا، اور دوا لا کر دینے والا کوئی نہیں، یا ڈاکٹر کے پاس جانا ضروری ہو تو دوا کے لئے مسجد سے نکلنا۔ شرعی حکم کیا ہے؟

جواب ۱) و ۲) اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

۳) تا ۷) جائز ہے۔

۸) جائز ہے۔ احتلام کی حالت میں گرم پانی کے انتظار میں تیمم کر کے مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں مسجد سے فوراً نکل جائے، مسجد سے باہر پانی گرم ہونے کے انتظار میں ٹھہرنا جائز ہے۔

۹) دوا کے لئے نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا، اور اس روز کی قضاء لازم ہے۔ البتہ سخت مجبوری کی صورت میں نکلنے سے گناہ نہیں ہوگا اعتکاف بہر حال فاسد ہو جائے گا اور قضاء لازم ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۵۰۸ بحوالہ ردالمحتار ج ۲ ص ۱۴۵)

معتکف مسجد سے بھول کر نکل جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال اگر بھولے سے معتکف مسجد سے نکل گیا تو اعتکاف فاسد ہوگا یا نہیں؟

جواب بھول کر نکلنے سے بھی اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

(احسن الفتاویٰ پاکستانی ج ۴ ص ۴۹۷ بحوالہ ردالمحتار ج ۲ ص ۱۸۲)

بھولے سے بھی اپنے اعتکاف کی مسجد کو ایک منٹ بلکہ اس سے بھی کم چھوڑ دینا جائز نہیں۔

(بہشتی زیور حصہ ۱۱ ص ۱۰۹ بحوالہ شرح ہدایہ ج ۱ ص ۲۱۰)

معتکف کے لئے اچھی باتیں

اعتکاف کی حالت میں بالکل چپ بیٹھنا بھی مکروہ تحریمی ہے ہاں بری باتیں زبان سے نہ نکالے جھوٹ نہ بولے، غیبت نہ کرے بلکہ قرآن شریف کی تلاوت یا کسی دینی علم کے پڑھنے پڑھانے یا کسی اور عبادت میں اپنے اوقات صرف کرے خلاصہ یہ کہ جب بیٹھنا کوئی عبادت نہیں۔ (بہشتی زیور حصہ ۱۱ بحوالہ شرح البدایہ ج ۱ ص ۱۲۱)

اچھی باتوں کی ایک مختصر سی فہرست یہ بھی ہے۔

۱) قرآن شریف پڑھنا۔

۲) درود شریف، استغفار و تسبیحات میں مشغول رہنا۔

Marfat.com

(۳) اچھی باتیں کرنا، انہیں کا سیکھنا سکھانا، دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا سننا سنانا۔
(۴) وعظ و نصیحت کرنا۔
(۵) جامع مسجد میں اعتکاف کرنا۔ (رمضان کیا ہے؟ص ۱۴۸)

اعتکاف میں کوئی خاص عبادت شرط نہیں، نماز، تلاوت کلام پاک دینی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا یا ذکر اللہ کرنا غرض جو عبادت دل چاہے کرتا رہے۔ (احکام رمضان المبارک دار العلوم ص ۱۰)

مکروہاتِ اعتکاف

(۱) چُپ چاپ گم صُم بیٹھے رہنا اور اسے کوئی اچھی بات سمجھنا۔ آج کل ناواقف لوگ اعتکاف میں چُپ بیٹھنا بھی کچھ ثواب کی بات سمجھتے ہیں۔
(۲) لڑائی جھگڑا، شور و شغب کرنا اور بیہودہ، واہیات باتیں کرنا۔
(۳) خرید و فروخت کے لئے کوئی چیز مسجد کے اندر لانا۔ (رمضان کیا ہے ص ۱۴۹)

اعتکاف کے آداب

اعتکاف کے آداب میں یہ امور ہیں:

(۱) معتکف پہنے ہوئے کپڑوں کے علاوہ بھی لباس لیکر آئے، کیونکہ بعض اوقات (لباس بدلنے کی) ضرورت پڑ جاتی ہے۔
(۲) اگر اعتکاف کی مدت عید تک پہنچ جائے تو عید کی رات مسجد ہی میں گزارے تا کہ مسجد سے نکل کر عید گاہ کی طرف روانگی ہو اور ایک عبادت (اعتکاف) دوسری عبادت (نماز عید) کے ساتھ مل جائے۔
(۳) مسجد کے اندرونی حصہ میں ٹھہرے (اعتکاف کرے) تا کہ بات چیت سے اعتکاف میں خلل واقع نہ ہو۔
(۴) اعتکاف رمضان کے مہینے میں ہو۔ نیز شب قدر پانے کی اُمید میں آخری دس دنوں کے اندر ہو کیونکہ ان ہی دنوں میں شب قدر کا غالب گمان ہے۔
(۵) اعتکاف دس دن سے کم نہ ہو۔
(۶) اچھی بات کے علاوہ اور کوئی کلام نہ کرے۔
(۷) اعتکاف کے لئے سب سے اچھی مسجد کا انتخاب کیا جائے مثلاً مسجدِ حرام اس کے بعد

Marfat.com

مسجدِ نبویؐ، پھر مسجد اقصیٰ، اور یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو وہاں رہتے ہوں اس کے بعد جامع مسجد کا درجہ ہے۔

۸) دورانِ اعتکاف قرآن شریف کی تلاوت اور حدیث کا مطالعہ، علومِ دینی اور اس کی تعلیم وغیرہ میں لگا رہے۔ (کتاب الفقہ ج ص ۹۵۴)

ممنوعاتِ اعتکاف

حنفیہؒ کے نزدیک اعتکاف میں چند امور مکروہِ تحریمی ہیں۔

۱) چُپ رہنا اس خیال سے کہ اس میں ثواب زیادہ ہے، اگر یہ خیال نہیں تھا تو مکروہ نہیں ہے، ہاں چُپ رہنا زبان کے گناہ سے بچنے کے لئے سب سے بڑی عبادت ہے۔

۲) مسجد میں فروخت کرنے کے لئے سامان (مال) لانا مکروہِ تحریمی ہے۔ البتہ خرید و فروخت کا معاملہ جو اس کے لئے اور اس کے بال بچوں کے لئے ضروری ہے مسجد میں کیا جائے، لیکن سامان مسجد میں نہ لائے تو جائز ہے۔ لیکن تجارتی معاہدہ مسجد میں جائز نہیں ہے۔ (کتاب الفقہ ج ۱ ص ۹۵۶)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اعتکاف کرنے والا جب کسی ضرورت سے باہر نکلے تو اُسے بات چیت کرنا جائز نہیں یہ غلط ہے۔ چلتے چلتے بات چیت کرنا جائز ہے، ہاں بات چیت کے لئے یا کسی اور کام کے لئے ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۵۱)

اعتکاف اور مَسلکِ حنفیہ

حنفیہ کے نزدیک معتکف کے مسجد سے باہر آنے کی دو صورتیں ہیں:

۱) اعتکاف واجب نذر کا ہو، اس صورت میں مسجد سے نکلنا مطلق جائز نہیں ہے خواہ رات ہو یا دن ہو، قصداً ہو یا بھولے سے، پس جو شخص کسی مجبوری یا ایسے عذر کے بغیر جس میں اعتکاف نذر کرنے والے کو باہر آنے کی اجازت نہیں ہوتی مسجد سے باہر نکلا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

Marfat.com

مسجد سے باہر آنے کی تین قسمیں ہیں:

(۱) فطری معذوری کے باعث نکلنا جیسے پاخانہ کے لئے یا اختلام ہو جائے اور مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہو وغیرہ ایسی صورت میں معتکف صرف غسلِ جنابت کے لئے یا محض قضائے حاجت کے لئے مسجد سے نکلے اور اتنی ہی دیر کے لئے کہ یہ مقصد پورا ہو جائے۔

(۲) عذر شرعی کی بناء پر مسجد سے نکلنا۔ مثلاً یہ کہ جس مسجد میں اعتکاف کر رہا ہے اس میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو۔ اور جمعہ کی نماز کے لئے دوسری مسجد میں جانا ہو تو ایسی صورت میں صرف اتنی دیر پہلے مسجد سے نکلے کہ اس مسجد میں پہنچ کر خطبہ کی اذان سے پہلے چار رکعتیں ادا کر سکے، اور نماز پڑھنے کے بعد صرف اتنی دیر قیام کرے کہ جس میں چار یا چھ رکعتیں پڑھی جا سکیں، اگر اس سے زیادہ ٹھہرا تو اعتکاف فاسد تو نہ ہوگا، کیونکہ اس دوسری مسجد میں بھی اعتکاف کیا جا سکتا ہے، البتہ ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے، کیونکہ ابتداء میں جہاں پر اعتکاف کرنا اختیار کیا تھا بلا ضرورت اس کے خلاف کیا گیا۔

(۳) ایسے اعذار کی بناء پر نکلنا جو مجبوری کے ہیں۔ مثلاً جس مسجد میں اعتکاف کیا ہو اب وہاں جان و مال کا خطرہ لاحق ہو جائے یا مسجد منہدم ہونے لگے تو ایسی صورت میں مسجد سے نکل کر فوراً کسی دوسری مسجد میں اعتکاف کی نیت سے چلا جانا چاہیے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اعتکاف (نذر کا نہیں ہے بلکہ) نفلی ہے ایسی صورت میں بلا عذر بھی مسجد سے نکلنے میں مضائقہ نہیں، کیونکہ نفلی اعتکاف میں ایسا نہیں ہوتا کہ اتنے وقت سے زیادہ مسجد سے باہر گزارنے پر اعتکاف باطل ہو جائے (نفلی اعتکاف میں) مسجد سے باہر آ جانے سے پچھلا اعتکاف باطل نہیں ہوتا بلکہ منتہی ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اگر مسجد میں واپس اگر پھر اعتکاف کیا تو اسکا ثواب جدا ہوگا، لیکن اعتکاف واجب میں بلا عذر مسجد سے باہر آنا گناہ ہے اور پچھلا اعتکاف باطل ہو جاتا ہے۔

یہ احکام اُسی حالت میں ہیں جبکہ اعتکاف واجب ہو، اور مسلسل ان ایام کے اعتکاف کی نیت کی گئی ہو، اگر محض اعتکاف نذر کی نیت تھی یا کسی خاص عرصے کے اعتکاف کی نیت تھی، لیکن مسلسل کی قید نہیں تھی تو ایسی صورت میں اعتکاف کے دوران مسجد سے بلا عذر بھی باہر آ جانا

Marfat.com

جائز ہے، لیکن آنے پر وہ اعتکاف ختم ہو جائے گا اور واپس آ کر دوبارہ اعتکاف کی نیت کرنا ہو گی، ہاں اگر (پہلے ہی سے) واپسی کی نیت کر رکھی ہو یا مسجد سے نکلنا رفع حاجت کے لئے ہو تو از سرِ نو نیت کی ضرورت نہیں ہے یہی حکم نفلی اعتکاف کا ہے۔ (کتاب الفقہ ج ۱ ص ۹۵۲)

اجتماعی اعتکاف کا ثبوت

سوال کیا اعتکاف کا اہتمام حضراتِ صحابۂ کرامؓ سے ثابت ہے؟

جواب اولاً تو جو چیز مقصودِ اعتکاف ہے وہ حضرات صحابۂ کرامؓ کو چلتے پھرتے مشاغل میں مشغول رہنے کے باوجود حاصل تھی، آج وہ چیز اعتکاف سے بھی بمشکل حاصل ہوتی ہے، تاہم ان حضرات سے اعتکاف کا اہتمام ثابت ہے۔

مسلم ص ۳۷۰ جلد اول میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا، آپ کے ساتھ حضراتِ صحابہ کرامؓ نے بھی اعتکاف کیا، پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف کیا، پھر فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش میں کیا تھا، پھر دوسرے عشرہ کا اعتکاف بھی اسی واسطے کیا، پھر مجھے کسی بتانے والے (فرشتہ) نے بتایا کہ وہ آخری عشرہ میں ہے، (اس لیے آخری عشرہ کا اعتکاف کرنا ہے)۔ جو شخص تم میں سے اعتکاف کرنا چاہے کر لے۔ چنانچہ آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا۔ صحابۂ کرامؓ نے آپؐ کے ساتھ اعتکاف کیا۔ بخاری ج ۱ ص ۲۷۱ میں یہ الفاظ ہیں۔ جن لوگوں نے میرے ساتھ پہلے عشرہ کا اعتکاف کیا ہے وہ آخری عشرہ کا بھی اعتکاف کریں۔

مسلم ج ۱ ص ۳۷۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہراتؓ کے لئے بھی خیمے لگائے گئے۔ گو اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوارہ نہ فرمایا، اس بناء پر کہ ان کے غیر مخلص ہونے کا اندیشہ ہوا، یا بوجہ غیرت کے کہ مسجد میں مرد بھی ہوں گے، منافق دیہاتی سبھی قسم کے لوگ آئیں گے، پھر حاجاتِ بشریہ کے لئے ان کا نکلنا بھی ضروری ہو گا، یا اس بناء پر کہ آپ کا ان کے ساتھ مسجد میں ہونا مقصد اعتکاف تخلی عن الدنیا والازواج کو فوت کر دے گا۔ (نووی شرح مسلم ص ۳۷۱ جلد ۱، ماخوذ از ملفوظات فقیہہ الامت ص ۴۶ قسط ثالث۔ مفتی اعظم حضرت مولانا محمود حسن صاحب مدظلہٗ دار العلوم دیوبند)

Marfat.com

اعتکاف کے مستحبات

اعتکاف کے آداب اور مستحبات یہ ہیں، ان کا پورا اہتمام رکھیں تاکہ حقیقی برکات وثمرات نصیب ہوں۔

(۱) اعتکاف میں نیکی کی اور اچھی باتیں کریں۔
(۲) رمضان المبارک کے آخری پورے عشرے کا اعتکاف کرنے کی کوشش کریں۔
(۳) حتی الامکان جامع مسجد میں اعتکاف کریں۔
(۴) اپنی طاقت کے مطابق اپنے اوقات زیادہ سے زیادہ عبادتِ الٰہی میں صرف کریں، مثلاً نوافل پڑھیں، قرآنِ کریم کی تلاوت کریں علمِ دین کی صحیح اور مستند کتابوں کا مطالعہ کریں۔ محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ، حضراتِ انبیاء علیہم السلام کے صحیح واقعات، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ عظام اور اولیائے کرام رحمہم اللہ کے حالات وحکایات۔ ان کے اقوال وملفوظات کا مطالعہ کریں۔ مسائلِ شرعیہ کی کتابیں پڑھیں۔ مگر جو بات سمجھ میں نہ آئے خود اس کی تاویل یا مطلب نہ نکالیں، بلکہ کسی معتبر عالم سے اس کا مطلب سمجھیں۔
(۵) اذکارِ مسنونہ پڑھیں۔ جتنی تسبیح آسانی سے پڑھ سکیں سب بہتر ہیں تسبیحات یہ ہیں۔

سبحان اللہ ، الحمد للہ ، اللہ اکبر ، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

اور جو بھی استغفار یا ہوں وہ پڑھیں مثلاً استغفر اللہ ، یا استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ یا رب اغفرلی۔

اور جو بھی ذکر کریں توجہ اور دھیان سے کریں۔

(۶) درود شریف کثرت سے پڑھیں، سب سے بہتر درود وہ ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔
(۷) صلوٰۃ التسبیح پڑھنے سے دس قسم کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، لہٰذا روزانہ پڑھیں۔
(۸) اشراق، چاشت، سننِ زوال، اوّابین، اور تہجد کی نماز کا پورا اہتمام کریں، تحیۃ المسجد، اور تحیۃ الوضو بھی ترک نہ ہونے دیں۔
(۹) فجر۔ سے اشراق تک اور عصر کے فرضوں سے فارغ ہوکر مغرب تک ذکر اللہ اور تلاوت

Marfat.com

وغیرہ میں مشغول رہیں۔

(۱۰) شب قدر کی پانچوں راتوں میں جاگ کر عبادت کرنے کی کوشش کریں اور مناجاتِ مقبول کی ایک منزل روزانہ پڑھ لیا کریں، اس میں قرآن وحدیث کی بہت اچھی دعائیں جمع کر دی گئیں ہیں۔

(۱۱) اعتکاف میں پردہ ڈالنا اور نہ ڈالنا دونوں طرح رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اگر پردہ ڈالنے سے ریا کاری، کبر وغیرہ پیدا ہونے کا خطرہ ہو تو نہ ڈالیں اور اگر ان امور کا اندیشہ نہ ہو تو یکسوئی کے لئے پردہ ڈال لینا بہتر ہے، البتہ فرض نماز کی جماعت ہونے لگے اور پردہ پڑے رہنے سے جماعت میں خلاء رہ جانے کا خطرہ ہو تو پردہ ہٹا دینا چاہیئے بلکہ بستر اور سامان بھی اٹھا لینا چاہیئے۔

(۱۲) جہاں تک ممکن ہو دوسرے اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کو اپنے قول وفعل اور کسی بھی طرزِ عمل سے تکلیف پہنچانے سے سخت احتیاط کریں۔ (عالمگیری وفتح القدیر)

اعتکاف کے مُباحات

بعض باتیں اعتکاف کی حالت میں معتکف کے لئے جائز اور مباح ہیں۔

(۱) معتکف کو چاہیئے کہ مسجد میں کھائے پیئے، وہیں سوئے، لیٹے بیٹھے، آرام کرے معتکف کے لئے یہ سب باتیں مسجد میں درست ہیں۔ (ردالمختار)

(۲) اپنے بال بچوں کے متعلق یا خرید وفروخت کی باتیں کرنا بھی بقدرِ ضرورت جائز ہے۔

(۳) معتکف کھانے پینے کی مختصر چیزیں اور ضروریات کا سامان بھی ساتھ رکھ سکتا ہے لیکن اتنا نہ ہو کہ دوکان ہی لگا لے یا نمازیوں کو جگہ گھر جانے کی وجہ سے تکلیف ہونے لگے اور پڑھنے کے لئے دینی کتابیں بھی رکھ سکتا ہے۔ (ردالمختار)

(۴) کھانے پینے کی یا کوئی ضرورت کی چیز خریدنی ہو تو اس چیز کو دیکھنے کیلئے مسجد میں منگا سکتا ہے تاکہ کوئی خراب چیز نہ آجائے۔ (ردالمختار)

(۵) معتکف کو مختصر سا بستر، کھانا کھانے، پانی پینے، ہاتھ وغیرہ دھونے کے لئے برتن رکھنے کی اجازت ہے۔ (ردالمختار)

(۶) معتکف اگر تاجر کارخانہ دار ہو تو اپنے قائم مقام یا ماتحت ملازمین کو تجارت کی ضروری

Marfat.com

ہدایت دے سکتا ہے اور اس کے متعلق باتیں بھی دریافت کرسکتا ہے کسی خریدار سے ضروری باتیں کرنی ہوں تو بقدرِ ضرورت لین دین، سودا سلف کی باتیں کرنے کی گنجائش ہے۔ (بدائع)

۷) معتکف لباس تبدیل کرسکتا ہے، خوشبو استعمال کرسکتا ہے، سر اور داڑھی میں تیل لگانا، کنگھی کرنا سب باتیں جائز ہیں۔ (بدائع)

۸) حالتِ اعتکاف میں معتکف اپنا یا دوسرے کا نکاح کرسکتا ہے، بیوی کو طلاقِ رجعی دے رکھی ہو تو زبانی اس سے رجوع کرسکتا ہے۔ (بدائع)

۹) معتکف اپنا سر، داڑھی یا بدن کا کوئی حصہ دھونا چاہے یا کلی کرے تو اس بات کا پورا خیال رکھے کہ مسجد بالوں اور مستعمل پانی سے بالکل ملوث نہ ہو، تیل سے مسجد کی دیواریں، صفیں، صحن بالکل خراب نہ ہوں ورنہ ممنوع ہوگا۔ (بدائع)

۱۰) معتکف آرام کی غرض سے یا طبعی طور پر یا بلا ضرورت کلام کرنے سے بچنے کے لئے خاموش رہے تو جائز بلکہ بہتر ہے۔

۱۱) حالتِ اعتکاف میں دین کی باتیں کرنا باعثِ ثواب ہے اور ایسی باتیں کرنا جن میں گناہ نہ ہو مباح ہیں، بقدرِ ضرورت دنیوی باتیں کرنا بھی منع نہیں، لیکن بات کرنے کا مشغلہ نہ بنائیں۔ (حاشیہ شرنبلالی)

۱۲) معتکف کو ناخون کترنے مونچھیں سنوارنے، خط یا حجامت بنانے کی رخصت ہے، لیکن مسجد میں ناخون پانی اور بال وغیرہ بالکل نہ گرنے پائیں۔ (فتح الباری)

تشریح یہ باتیں اس شخص کو پیش آتی ہیں جو مسلسل ایک ماہ یا زیادہ کا اعتکاف کررہا ہو۔ ورنہ دس روزہ اعتکاف کرنے والے کو ان میں مشغول ہونا اچھا نہیں یہ کام اعتکاف کے بعد بھی ہوسکتے ہیں۔ بچوں کو مسجد میں بلا اُجرت قرآن کی اور دین کی تعلیم اعتکاف کی حالت میں درست ہے۔

(بحرالرائق)

معتکف کے پاس عورتوں کا آنا

معتکف کے پاس حالتِ اعتکاف میں کوئی ضروری کام ہو تو بیوی یا محرمات میں سے مثلاً والدہ، بیٹی، بہن وغیرہ مسجد میں آسکتی ہیں، لیکن نماز کا وقت نہ ہو اور پردہ کے ساتھ آئیں

Marfat.com

(جیسا کہ حدیث میں آیا ہے)۔

اگر بیوی یا محرمات میں سے کچھ مستورات آئیں اور کوئی دوسرا شخص دیکھ رہا ہو تو اسی وقت صفائی کر دینی چاہئے کہ ان سے میرا یہ رشتہ ہے یہ میری بیوی ہے تاکہ دوسروں کو بدگمانی نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہے۔

اعتکاف کے مکروہات

اعتکاف میں بعض باتیں مکروہ یعنی منع ہیں، اور بعض باتیں ناجائز اور حرام ہیں ان سب سے بچنے کا پورا خیال رکھیں۔

(۱) اعتکاف کی حالت میں معتکف کو جان بوجھ کر یا بھول کر رات میں یا دن میں، مسجد میں، یا گھر میں بیوی سے صحبت کرنا، بوس و کنار کرنا یا شہوت سے اس کے بدن کو چھونا سب حرام ہیں۔

فائدہ: البتہ ان باتوں سے اعتکاف ٹوٹنے یا نہ ٹوٹنے کے مسائل مفسداتِ اعتکاف میں ذکر کریں گے جن کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

(۲) بعض باتیں ہر حال میں حرام ہیں، لیکن حالتِ اعتکاف میں اور بھی سختی آئی ہے مثلاً غیبت کرنا، چغلی کرنا، لڑنا اور لڑانا، جھوٹ بولنا اور جھوٹی قسمیں کھانا، بہتان لگانا، کسی مسلمان کو ناحق ایذا پہنچانا، کسی کے عیب تلاش کرنا، کسی کو رسوا کرنا، تکبر اور غرور کی باتیں کرنا، ریاکاری وغیرہ کرنا ان سے اور اس قسم کی تمام باتوں سے خوب احتیاط رکھیں۔ (شامی)

(۳) جو باتیں مباح ہوں جس کے ذکر کرنے میں نہ عذاب ہے نہ ثواب ہے، بوقتِ ضرورت کرنے کی اجازت ہے، بلاضرورت مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ (درمختار)

(۴) معتکف کو بلاضرورت کسی شخص کو مباح باتیں کرنے کے لئے بلانا اور باتیں کرنا مکروہ ہے اور خاص اس غرض سے محفل جمانا ناجائز ہے"۔

معتکف کا اخبارات پڑھنا

معتکف کو اعتکاف کی حالت میں ایسی کتابیں اور رسالے جن میں بیکار جھوٹے قصے

Marfat.com

کہانیاں ہوں دہریت کے مضامین ہوں، اسلام کے خلاف تحریرات ہوں، فحش لٹریچر ہو، اسی طرح اخبارات پڑھنا، سننا، نیز اخبارات عموماً تصویروں سے خالی نہیں ہوتے اور فوٹوؤں کو مسجد سے لانا جائز نہیں ہے، اس لئے ان سب باتوں سے معتکف کو بچنا چاہئے، اور جس مقصد کے لئے اعتکاف کیا ہے اس میں لگنا چاہئے۔ (اعتکاف کے فضائل ومسائل)

(۱) معتکف کو بالکل خاموشی اختیار کرنا اور اسے عبادت سمجھنا مکروہِ تحریمی ہے اگر عبادت نہ سمجھے تو مکروہ نہیں۔ (بحرالرائق)

(۲) تجارتی یا غیر تجارتی سامان مسجد میں لاکر بیچنا یا خریدنا ناجائز ہے۔ اور بلاضرورتِ شدیدہ خرید وفروخت کی باتیں کرنا بھی مکروہ ہے۔ (درّمختار، بحر)

(۳) معتکف کو حالتِ اعتکاف میں مسجد کے اندر اُجرت لیکر کوئی کام کرنا جائز نہیں خواہ مذہبی تعلیم دینا ہو یا دین ودنیا کا کوئی اور کام۔ (اشباہ شامی)

اعتکاف کو فاسد کرنے والی چیزیں

بعض باتیں ایسی ہیں کہ ان کے کرنے سے واجب اور مسنون اعتکاف فاسد ہوجاتا ہے، اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے، یاد رہے کہ یہ حکم نفلی اعتکاف کا نہیں ہے اس کا حکم نفلی اعتکاف کے بیان میں آئے گا۔

مسئلہ معتکف کو بلاضرورتِ شرعیہ وطبعیہ اپنی اعتکاف والی مسجد سے باہر نکلنا جائز نہیں نہ رات میں نہ دن میں ہر وقت اعتکاف گاہ میں رہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ معتکف ایک منٹ کے لئے بھی بلاضرورتِ شرعیہ وطبعیہ اعتکاف گاہ سے (یعنی مسجد سے) باہر نکل جائے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔

(عالمگیری)

مسئلہ بلاضرورتِ شرعیہ وطبعیہ خواہ جان کر نکلے یا بھول کر ہر حال میں اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔

(عالمگیری)

مسئلہ معتکف کے متعلقین میں سے کوئی سخت بیمار ہوجائے یا کسی کی وفات ہوجائے تو معتکف کے چلے جانے سے اعتکاف قائم نہ رہے گا، لیکن ایسی حالت میں چلے جانے سے گناہ نہیں ہوگا، بلکہ مریض کا سوائے اس معتکف کے کوئی دوسرا تیماردار نہیں، مریض کو بہت تکلیف ہے

Marfat.com

جان کا خطرہ ہو جائے تو معتکف کو چلے ہی جانا چاہئے بعد میں اس کی قضاء کرلے، اسی طرح مثلاً میت ہوگئی اور غسل، کفن اور دفن کرنے والا اور کوئی نہیں ہے تب بھی اعتکاف میں سے اُٹھ کر چلے جانا چاہئے پھر بعد میں قضاء کرلے۔ (بحر الرائق)

مسئلہ معتکف کو نہلانے، کفن تیار کرنے، نمازِ جنازہ پڑھنے یا پڑھانے کیلئے یا میت کو کندھا دینے کیلئے یا دفن میں شریک ہونے کیلئے باہر چلا جائے گا تو اسکا اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ بلا ضرورتِ شدیدہ اعتکاف نہ توڑے، ہاں معتکف کے بغیر کوئی انتظام نہ ہو سکے تو بے شک چلا جائے اور بعد میں قضاء کرلے۔ (عالمگیری)

مسئلہ شرعی یا طبعی ضرورت سے باہر گیا تھا راستہ میں قرض خواہ یا کسی اور صاحب حق نے اس کو روک لیا اور معتکف بھی رک کر کھڑا ہو گیا تو حضرت امام اعظمؒ کے نزدیک اس کا اعتکاف فاسد ہو گیا اس لئے معتکف کو چاہئے کہ رک کر کھڑا نہ ہو بلکہ چلتے چلتے اس کو جواب دیدے یا مسجد میں آنے کے لئے کہدے، ایک منٹ کے لئے بھی کھڑا ہو گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (عالمگیری)

مسئلہ معتکف خود سخت بیمار ہو جائے جس سے مسجد میں ٹھہرنا مشکل ہو تو معتکف گھر جا سکتا ہے۔ اس کے چلے جانے سے اعتکاف تو ٹوٹ جائے گا لیکن گنہگار نہ ہوگا۔ (بحر الرائق)

مسئلہ معتکف کو اپنی جان و مال کا قوی خطرہ ہو جائے جس کے دفع کرنے پر بحالتِ اعتکاف قادر نہ ہو اس صورت میں گھر چلا جائے گناہ گار نہ ہوگا۔ لیکن اعتکاف ٹوٹ جائیگا۔ (بحر الرائق)

مسئلہ کسی حاکم یا غیر حاکم نے زبردستی معتکف کو باہر نکال دیا مثلاً سرکاری وارنٹ آ گیا یا زبردستی قرض خواہ باہر کھینچ کرلے گیا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا لیکن معتکف گناہ گار نہ ہوگا۔

(قاضی خاں)

مسئلہ مسجد گرنے لگے اور معتکف کے دب جانے کا خطرہ ہو یا کوئی بچہ یا آدمی پانی کے کنوئیں میں گر گیا اور ڈوب رہا ہو یا آگ میں گر پڑے یا گرنے کا خطرہ ہو تو معتکف کو مسجد سے نکل جانا گناہ نہیں بلکہ جان بچانے کی غرض سے واجب ہے لیکن اعتکاف قائم نہ رہے گا۔ (علم الفقہ)

ایک ہدایت

مذکورہ مسائل میں معتکف کو مسجد سے باہر نکلنے کے لئے پہلے اپنے مخلص اور تجربہ کار احباب سے مشورہ کرنا چاہئے اگر کوئی تدبیر ایسی ہو سکتی ہے کہ خود نکلے بغیر کام ہو جائے تو خود نہ

Marfat.com

نکلے اور معمولی خطرے سے گھبرا کر فوراً نکل آنا درست نہیں اگر حقیقت میں کوئی نا قابلِ برداشت یا شدید خطرہ ہو جائے تو اعتکاف توڑ دینا چاہیے۔

مسئلہ معتکف بھول گیا اس کو خیال ہی نہیں رہا کہ میں اعتکاف میں ہوں اور مسجد سے باہر آ گیا خواہ فوراً اعتکاف یاد آ گیا یا کچھ دیر کے بعد اعتکاف فاسد آ جائے گا۔ البتہ گناہ گار نہ ہو گا۔ (قاضی خاں)

مسئلہ حالتِ اعتکاف میں ہم بستری کر لینے سے دن میں یا رات میں، بھول کر یا جان کر، خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، ہر حال میں اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (قاضی خاں)

مسئلہ معتکف نے شرم گاہ کے علاوہ بیوی کے کسی اور دوسرے حصۂ بدن کے ساتھ مباشرت کی یا بوس و کنار کیا تو اگر انزال ہو جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ (قاضی خاں)

مسئلہ معتکف نے کسی اجنبی عورت یا مرد پر نظرِ بد ڈالی یا غلط خیالات میں منہمک ہو گیا تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا، خواہ انزال ہوا یا نہ ہو۔ (قاضی خاں) ویسے یہ تمام کام حرام ہیں معتکف کو ان سے سخت اجتناب کرنا لازم ہے۔

مسئلہ معتکف کسی سے لڑ جھگڑ پڑے اور خدانہ کرے گالیاں بھی دینے لگے تو اس سے اعتکاف تو فاسد نہیں ہو گا لیکن گناہ گار ہو جائے گا۔ (فتاویٰ قاضی خاں)

مسئلہ معتکف مسجد میں رہتے ہوئے، مسجد میں سے صرف سر یا ہاتھ باہر نکال دے تو اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا۔ (قاضی خاں)

مسئلہ معتکف تھوکنے کے لئے، ناک صاف کرنے، کھانا کھانے سے پہلے یا بعد میں ہاتھ دھونے، کلی کرنے کے لئے مسجد سے باہر نہ جائے وضو کرنے کی جگہ مسجد سے باہر ہوتی ہے وہاں بھی نہ جائے مسجد میں ہی انتظام ہو سکتا ہے، اُگال دان یا کسی برتن میں تھوڑی سی راکھ یا مٹی ڈال کر رکھ لے اس میں تھوک کے ناک صاف کرے، اور سلفچی یا کسی برتن میں ہاتھ دھولیا کرے یا وضو کی نالی میں اس طرح کھڑا ہو جائے کہ قدم صحنِ مسجد میں رہیں اور ناک یا تھوک وغیرہ نالی میں گرے کیونکہ مسجد میں رہتے ہوئے سر اور ہاتھوں کو باہر کر سکتا ہے۔ (بحرالرائق)

مسئلہ معتکف، گرمی سے بچنے کے لئے یا سردیوں میں دھوپ لینے کے لئے مسجد کی حد سے باہر چلا جائے تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (بحرالرائق)

مسئلہ معتکف کو کھانے منگانے کا انتظام کر لینا چاہیے خواہ گھر سے کوئی لے آئے یا ہوٹل

Marfat.com

والے سے کہدے، اس کا ملازم وقت پر پہنچا دیا کرے، جب انتظام ہو جائے تو معتکف کو خود کھانا لینے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں۔

اگر چلا جائے گا تو اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (بحرالرائق)

مسئلہ معتکف کو باوجود کوشش کے کھانا لانے کا کوئی انتظام نہیں ہو سکا تو خود ہی گھر سے یا ہوٹل سے یا تندور سے لے آنا درست ہے، لیکن بلاضرورت وہاں نہ ٹھہرے کم ازکم اتنا تو کہہ سکتا ہے کہ فلاں وقت کھانا لینے آیا کروں گا، تاکہ دوکان دار خیال رکھے اور اس کو سب سے پہلے فارغ کردے، اور یہ کھانا لانا غروبِ آفتاب کے وقت ٹھیک ہے غروب سے پہلے ہرگز نہ جائے کیونکہ غروبِ آفتاب سے پہلے ضرورت ثابت نہیں ہوتی اس کے بعد سحری کے آخری وقت تک جانے کا اختیار ہے بعد میں نہیں ہے اور کھانا مسجد میں کھانا چاہئے۔ (بحرالرائق)

مسئلہ کوئی شخص معتکف کا کھانا لاسکتا ہے لیکن نخرے بہت کرتا ہے تو ایسی صورت میں معتکف خود جا کر کھانا لاسکتا ہے اسی طرح کھانا لانے کی اُجرت بہت زیادہ مانگے تب بھی خود لے آنا جائز ہے۔ (روح الجوار)

مسئلہ معتکف کو بہت سخت پیاس لگ رہی ہے مسجد میں پانی نہیں ہے نہ کوئی لاکر دینے والا ہے تو خود مسجد سے باہر جہاں پانی جلدی مل سکتا ہے جا کر لاسکتا ہے، اگر پانی کا برتن نہ ہو تو ایسی جگہ پانی پی کر بھی آسکتا ہے۔ گرمیوں کے موسم میں کبھی سحری کے وقت ایسی صورت معتکف کو پیش آجاتی ہے۔ (بحرالرائق)

مسئلہ معتکف دن میں قصداً روزہ توڑ دے تو روزہ فاسد ہونے کے ساتھ ساتھ اعتکاف بھی فاسد ہو جاتا ہے اور روزے مین بھول کر کھانے سے چونکہ روزہ نہیں ٹوٹتا تو اعتکاف بھی نہ ٹوٹے گا۔ (بحرالرائق)

مسئلہ معتکف دوا لینے کے لئے باہر جائے تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ دوا کسی دوسرے آدمی سے منگوانی چاہئے ڈاکٹر کو دکھانا ہو تو مسجد میں بلا لے۔ (اعتکاف کے فضائل ومسائل)

مسئلہ معتکف کو احتلام ہو جائے تو اعتکاف نہیں ٹوٹتا خواہ کتنی بار ہو۔ دن کو ہو یا رات کو۔ (عالمگیری)

مسئلہ معتکف کسی کی کوئی چیز چرالے یا مالک کی اجازت کے بغیر کوئی چیز کھاپی جائے تو اعتکاف نہ ٹوٹے گا البتہ گناہ ہوگا۔ (عالمگیری)

Marfat.com

مسئلہ معتکف بے ہوش ہو جائے یا دیوانہ، پاگل ہو جائے یا جن بھوت کے اثرات سے بے عقل ہو جائے اور ایک رات دن سے زیادہ یہی حالت رہی تو ایک دن کا درمیان میں وقفہ ہو گیا اور تسلسل باقی نہ رہا اس لئے اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور اگر ایک رات دن گزرنے سے پہلے ہی ہوش میں آ گیا تو اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ (عالمگیری)

معتکف کو پیش آنے والی حاجتیں

فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین نے معتکف کو جتنی حاجتیں اور ضرورتیں اعتکاف گاہ سے نکلنے کیلئے پیش آتی ہیں ان کو تین قسموں میں بیان کیا ہے۔

(۱) حاجتِ شرعیہ (۲) حاجتِ طبعیہ (۳) حاجتِ ضروریہ

اب ان تینوں قسموں کے احکام و مسائل علیحدہ علیحدہ پیشِ خدمت ہیں۔

اعتکاف میں حاجتِ شرعیہ کے مسائل

حاجتِ شرعیہ کی تعریف جن امور کی ادائیگی شرعاً فرض و واجب ہو اور اعتکاف گاہ میں معتکف انھیں ادا نہ کر سکے ان کو حاجت شرعیہ کہتے ہیں۔ مثلاً جمعہ کی نماز اور عیدین وغیرہ کی نماز۔

(بحرالرائق)

مسئلہ معتکف کی مسجد میں جمعہ کی نماز نہ ہوتی ہو تو اس کو جامع مسجد میں اتنی دیر پہلے جانا چاہئے کہ خطبہ شروع ہونے سے پہلے وہاں دو رکعت نفل تحیۃ المسجد اور چار سنتیں اطمینان سے پڑھ لے اور اس کا اندازہ خود معتکف پر چھوڑ دیا گیا ہے، اندازے میں کچھ کمی وبیشی ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر جمعہ کے فرضوں کے بعد چھ رکعت سنتیں اور نفل پڑھ کر اپنی اعتکاف والی مسجد آ جانا چاہئے۔

(دُرِ مختار)

مسئلہ جمعہ کی سنتوں سے فارغ ہونے کے بعد جامع مسجد میں اگر کچھ زیادہ دیر ٹھہر جائے تو جائز ہے، لیکن مکروہ تنزیہی ہے، کیونکہ جس مسجد میں اعتکاف کا التزام کیا ہے اس کی ایک طرح مخالفت ہے۔

(درمختار)

مسئلہ معتکف، جامع مسجد میں جمعہ ادا کرنے کے لئے جائے اور وہیں ایک رات دن یا اس سے کم وبیش ٹھہرا رہے یا بقیہ اعتکاف وہیں پورا کرنے لگے تب بھی جائز تو ہے یعنی اعتکاف نہ

Marfat.com

ٹوٹے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (بدائع)

مسئلہ معتکف کو اپنی مسجد میں کسی وجہ سے جماعت نہ مل سکی مثلاً پیشاب یا پاخانہ چلا گیا تھا۔ مسجد میں آیا تو معلوم ہوا کہ جماعت ختم ہوگئی ہے تو اب دوسری مسجد میں جماعت کی خاطر باہر چلے جانا جائز نہیں۔

مسئلہ معتکف اگر کسی طبعی ضرورت سے یعنی پیشاب و پاخانہ کے لئے باہر چلا جائے اور اس کو یہ اندازہ ہو جائے کہ مجھے اپنی اعتکاف والی مسجد میں جماعت نہیں ملے گی اور راستے میں کوئی مسجد ہے جس میں جماعت ہو رہی ہو یا تیار ہے تو ایسی صورت میں راستہ کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اور فارغ ہوتے ہی چلے آنا جائز ہے۔ (ردالمختار)

ایک قاعدہ

معتکف کسی طبعی یا شرعی ضرورت کے لئے مسجد سے باہر چلا جائے پھر جاتے ہوئے یا آتے ہوئے کوئی عبادت ادا کرے تو یہ جائز ہے مثلاً راستہ میں کوئی بیمار مل گیا اس کی بیمار پرستی کر لی یا نمازِ جنازہ تیار تھی اس میں شامل ہو گیا تو کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ امورِ عبادت ہیں۔ لیکن خاص ان کاموں ہی کے لئے مثلاً عیادت نمازِ جنازہ انہی کی نیت سے مسجد سے باہر آ جانا جائز نہیں ہے ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔ خوب سمجھ لیں۔ ان ہی کاموں کے لئے مسجد سے باہر آنا تو ناجائز ہے، لیکن شرعی یا طبعی حاجت کے لئے باہر آئے پھر اتفاق سے یہ امور پیش آ جائیں تو ان کو کرنا درست ہے۔ (ردالمختار)

مسئلہ عیدین کے روز اعتکاف کرنا گناہ ہے، لیکن اگر کوئی شخص اعتکاف کر ہی لے تو اس کو نمازِ عید کے لئے، جمعہ کی نماز کی طرح چلے جانا چاہئے۔ اور عید کی نماز سے فارغ ہو کر فوراً اعتکاف گاہ میں آ جانا چاہئے۔ عید کی نماز کے لئے جانا حاجتِ شرعیہ میں داخل ہے۔ (درمختار)

معتکف کے لئے اذان کے مسائل

مسئلہ اذان دینے کی جگہ مثلاً منارہ اور محراب وغیرہ مسجد کے اندر ہیں تو معتکف مؤذن کو خواہ اذان کے لئے مقرر کیا ہوا ہو یا نہ مقرر کیا ہوا اذان دینے کے لئے اسی جگہ جانا بلاشبہ جائز ہے، اور اذان کے علاوہ کسی اور غرض سے اس جگہ جانا مثلاً کھانے، پینے، لیٹنے، کے لئے بھی درست ہے۔ (بدائع)

Marfat.com

مسئلہ اذان دینے کی جگہ مثلاً منارہ، حجرہ یا محراب کی بغل میں کوئی جگہ مقرر ہے جو مسجد سے خارج ہے مگر اس کا دروازہ مسجد کے اندر سے ہے تو معتکف مؤذن اور غیر مؤذن دونوں کو اس جگہ اذان کے لئے جانا یا کسی اور غرض سے جانا سب جائز ہے۔ (شامی)

مسئلہ اذان دینے کی جگہ جیسے منارہ یا حجرہ وغیرہ اگر مسجد سے خارج ہے اور ان میں جانے کا دروازہ (راستہ) بھی مسجد سے خارج ہے تو معتکف مؤذن اور غیر مؤذن اس جگہ صرف اذان دینے کے لئے جاسکتے ہیں۔ اذان کے علاوہ کسی اور غرضی مثلاً کھانا کھانے، لیٹنے، بیٹھنے، اور ہوا خوری کے لئے مؤذن اور غیر مؤذن دونوں کا اعتکاف کی حالت میں ایک جگہ جانا جائز نہیں ہے، اور معتکف مؤذن کو بھی اذان دے کر فوراً واپس آجانا چاہئے۔

مسئلہ اوپر منارہ وغیرہ میں جانے کے لئے جو مسائل لکھے گئے ہیں ان میں جو حکم بیان کیا گیا ہے وہ اعتکافِ مسنون اور اعتکاف واجب کے لئے ہے۔ نفلی اعتکاف والا ان جگہوں پر ہر وقت جاسکتا ہے۔ (عالمگیری)

اعتکاف میں حاجتِ طبعیہ کے مسائل

حاجت طبعیہ کی تعریف

ایسے امور جن کے کرنے کیلئے انسان مجبور ہے اور وہ مسجد میں نہیں ہو سکتے انکو حالتِ طبعیہ کہتے ہیں، جیسے پیشاب، پاخانہ، استنجاء، غسلِ جنابت وغیرہ۔

مسئلہ طبعی ضرورت کے لئے جب معتکف مسجد سے باہر چلا جائے تو حتی الامکان ایسی جگہ رفعِ حاجت کرے جو قریب ہو مثلاً معتکف کا گھر دور ہے اور کسی بے تکلف دوست کا قریب ہے یا خود معتکف کے دو گھر ہیں ایک قریب اور دوسرا دور، یا مسجد کے قریب سرکاری بیت الخلاء بھی مسجد سے قریب ہو اس میں رفعِ حاجت کرنی ہوگی، البتہ قریب والی جگہ سے طبیعت مانوس نہ ہو جس کی وجہ سے رفعِ حاجت پوری نہ ہوتی ہو، خواہ تقاضائے طبیعت یا دوسرے آدمی کو تکلیف ہوتی ہو، پردہ کرانا پڑتا ہے یا کوئی اور دشواری ہے تو دور جگہ جہاں یہ دشواری نہ ہو چلے جانا جائز ہے۔ (شامی)

مسئلہ معتکف کو حاجتِ طبعیہ سے فارغ ہوتے ہی مسجد میں آنا چاہئے بلاوجہ گھر میں رہنا جائز نہیں۔ (شامی)

مسئلہ معتکف کی ریح خارج ہونے لگے اگر ممکن ہو سکے تو اس کو مسجد سے باہر جا کر خارج

Marfat.com

کرے اگر بلا اختیار مسجد ہی میں خارج ہو جائے تو بھی مضائقہ نہیں، معذور ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

مسئلہ معتکف جب حاجتِ شرعیہ اور حاجتِ طبعیہ کے لئے جائے تو اپنی عادت کے مطابق چال سے چلے، جلدی چلنا ضروری نہیں، بلکہ ذرا ہلکی آہستہ چال سے چلنا اس کے لئے بہتر ہے تا کہ چلتے ہوئے سلام کرنے اور جواب دینے میں آسانی ہو۔ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ جس کو اس کا معتکف ہونا معلوم نہیں وہ اُسے رُکانا چاہتا ہے، یا خود اس کو جواب دینا ہوتا ہے تو ایسی صورت میں ٹھیرے بغیر یہ سب کام ہو سکتے ہیں۔ تیز چال میں ٹھہر جانے یا کسی کے روک لینے کا اندیشہ ہے اور ایک منٹ بھی ٹھہر جائے تو اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اس لئے ہلکی چال بہتر ہے ورنہ یوں ہر چال چلنا جائز ہے۔ (بدائع)

مسئلہ وضو کرنے کی ایک جگہ قریب ہے اور دوسری جگہ ذرا دور ہے تو قریب والی جگہ بہتر ہے اگر کوئی دشواری ہو تو دور بھی جا سکتا ہے۔ اسی طرح پیشاب خانے، استنجاء خانے، اور غسل خانے کا حکم ہے کہ جب تک قریب ترین جگہ سے ضرورت پوری ہوتی ہو تو بلا ضرورت دور نہ جائے۔
(شامی)

اعتکاف میں فوری حاجت پیش آنیکا بیان

حاجت ضروریہ کی تعریف

معتکف کو اچانک کوئی ایسی شدید ضرورت پیش آجائے جس کی وجہ سے اُسے اعتکاف گاہ چھوڑنا پڑ جائے تو ایسی باتوں کو حاجتِ ضروریہ کہتے ہیں۔ (مراقی الفلاح)

مثلاً مسجد گرنے لگے اور معتکف کو دب جانے کا خطرہ ہو جائے یا ظالم حاکم گرفتار کرنے آجائے یا ایسی شہادت دینا ضروری ہو گیا جو شرعاً معتکف کے ذمے واجب ہے، کہ مدعی کا حق اس کی شہادت پر موقوف ہے دوسرا کوئی گواہ نہیں ہے اگر معتکف گواہی نہ دے تو مدعی کا حق فوت ہو جائے گا، یا کوئی آدمی یا بچہ پانی میں ڈوب رہا ہے یا آگ میں گر پڑا ہے یا خطرہ ہے یا سخت بیمار ہو گیا یا جنازہ آگیا اور جنازہ کی کوئی نماز پڑھانے والا نہیں ہے یا جہاد کا حکم ہو گیا اور جہاد میں شریک ہونا فرضِ عین ہو گیا یا کسی نے زبردستی ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیا، یا جماعت کے نمازی سب چلے گئے اب مسجد میں جماعت کا انتظام نہ رہا اس قسم کی سب حاجتیں، حاجاتِ ضروریہ کہلاتی ہیں، اکثر صورتوں میں اعتکاف ترک کرنا فرض اور واجب ہو جاتا ہے، اور اعتکاف چھوڑنے کا گناہ بھی

Marfat.com

نہیں ہوتا، رہا اعتکاف چھوڑ دینے سے اعتکاف فاسد ہو جانا تو اس کا حکم اعتکاف کو فاسد کرنی والی چیزوں میں گزر چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتکاف گاہ کے مسائل

مندرجہ ذیل مسائل صرف مردوں کے لئے ہیں، عورتوں کے جو مخصوص مسائل ہیں وہ علماء سے دریافت کرلیں۔

معتکف کو اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ وہ اعتکاف کی تین قسموں (واجب، مسنون، مستحب) میں سے کونسا اعتکاف کرنا چاہتا ہے اور جس مسجد میں بیٹھنا چاہتا ہے وہ اس مسجد میں درست ہوتا ہے یا نہیں۔

مسئلہ مسنون اور واجب اعتکاف کے لئے اسی مسجد میں ہونا ضروری ہے جس میں پانچوں وقت باقاعدہ نماز باجماعت ہوتی ہے۔ (بدائع)

مسئلہ جس مسجد میں تین یا چار وقتوں کی باقاعدہ جماعت ہوتی ہے کسی ایک وقت کی جماعت نہیں ہوتی تو اسی مسجد میں واجب اور مسنون اعتکاف درست نہیں ہوگا۔ صرف نفلی اعتکاف ہوسکتا ہے۔ (بدائع)

مسئلہ مرد کے لئے ہر قسم کے اعتکاف کے لئے مسجد کا ہونا ضروری ہے اگر مرد گھر میں اعتکاف کرے گا تو اس کا اعتکاف درست نہ ہوگا۔ (بدائع)

معتکف کے لئے مسجد کی حدود

مسئلہ مسجد کی چھت، مسجد کے حکم میں آتی ہے اس لئے معتکف مسجد کی چھت پر آ جا سکتا ہے، بشرطیکہ چھت کا زینہ مسجد کے اندر ہو اگر زینہ مسجد کے باہر تو پھر زینہ پر جانا جائز نہیں البتہ اعتکاف میں بیٹھتے وقت یہ نیت کرلی کہ اس زینے کے ذریعے مسجد کی چھت پر جاؤں گا تو پھر معتکف کو اس زینے کے ذریعے مسجد کی چھت پر جانا جائز ہے پھر اعتکاف فاسد نہ ہوگا۔ (بحرالرائق)

مسئلہ مسجد کا تمام احاطہ عرفاً مسجد ہی کہلاتا ہے، لیکن اعتکاف کے بیان میں جہاں مسجد کا لفظ آتا ہے اس سے مراد وہی جگہ ہوتی ہے جہاں تک سجدہ کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے منفرد کی گئی ہے یعنی مسجد کا اندرونی حصہ برآمدہ اور صحن، اس کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ مسجد میں جس جگہ آپ

Marfat.com

وضو نہیں کر سکتے جنابت کی حالت میں وہاں نہیں جا سکتے وہ جگہ مراد ہے، عموماً جہاں تک مسجد کا صحن کہلاتا ہے وہاں تک مسجد کی حد ہوا کرتی ہے۔ (بحرالرائق)

معتکف کو مسجد کے ان مقامات پر جانا جائز نہیں

مسئلہ صحنِ مسجد کے علاوہ جتنی جگہ مسجد کی دوسری ضرورتوں کے لئے مقرر ہو مثلاً وضو کرنے کی جگہ وضو کی ٹونٹیاں، نالیاں، وضو کے لئے بیٹھنے کی جگہ غسل خانے، امام ومؤذن کا کمرہ، جنازہ گاہ، دالان وغیرہ کا صدر دروازہ یا کوئی دوسرا دروازہ جہاں تک جوتے پہنے ہوئے آ جاتے ہیں۔ اور ان سب کی چھتیں، کوئی افتادہ پلاٹ اسی قسم کی وہ تمام جگہ جو مسجد کے کسی ضرورت ومصلحت کے لئے یا نمازیوں کے آرام کے لئے بنائی گئی ہو اگرچہ یہ مسجد کے احاطہ کے اندر ہی ہوں۔ لیکن معتکف کے لئے یہ مسجد کے حکم میں نہیں ہیں، ان سب جگہوں پر معتکف کو جانا جائز نہیں، مگر یہ کہ وہاں شریعت نے ضرورتاً جانے کی اجازت دی جیسے وضو کرنا، پیشاب پاخانہ کرنا، غسل جنابت کے لئے جانا یہ سب بقدرِ ضرورت جائز ہے۔ (جامع الرموز)

مسئلہ مسجد کے صحن میں حوض بنا ہوتا ہے وہاں بھی وضو کرنے تو جا سکتا ہے، لیکن کسی دوسرے کام مثلاً کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کلی کرنے کے لئے کھانے کے برتن دھونے کے لئے جانا جائز نہیں، یہی حکم ہر وضو کی جگہ ہے۔ (جامع الرموز)

مسئلہ عیدگاہ اور جنازہ گاہ میں اعتکاف کرنا درست نہیں۔ (جامع الرموز)

اہم ہدایت

معتکف کو جن مقامات پر جانا شرعی اور طبعی ضرورت کے بغیر جائز نہیں ہے ان مقامات کو بار بار پوری توجہ سے پڑھیں اکثر وبیشتر معتکف حضرات بے دھیانی یا مسائل سے لاعلمی کی بناء پر، کبھی ہاتھ دھونے، کبھی کلی کرنے، کبھی ناک صاف کرنے، کبھی برتن دھونے اور اسی طرح دوسرے متفرق کاموں کے لئے چلے جاتے ہیں، جس سے ان کا اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، اور انھیں اس کا علم بھی نہیں ہوتا۔

یاد رکھئے کہ شرعی اور طبعی حاجت کے بغیر مذکورہ بالا مقامات پر چلے جانے سے (خواہ ایک منٹ ہی کے لئے سہی) اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

Marfat.com

مسجد کی دیواروں کا حکم

مسئلہ مسجد کی وہ دیواریں جن پر مسجد کی عمارت قائم ہے مسجد ہی کے حکم میں ہوتی ہیں، لہٰذا اس دیوار میں کوئی محراب، طاقچہ، الماری یا کھڑکیاں بنی ہوئی ہوں یا لاؤڈ سپیکر لگا ہوا ہو تو ان مقامات پر معتکف آ جا سکتا ہے۔ (بحرالرائق)

مسئلہ مسجد کی جو دیوار الگ بنی ہوئی ہو یا اس کے متعلق شبہ ہو کہ پتہ نہیں کہ بانی مسجد نے اسکو مسجد میں شامل کیا ہے یا نہیں، یا دیوار تو نہ ہو بلکہ کوئی ایسی جگہ ہو جسکے متعلق شبہ ہو کہ معلوم نہیں یہ مسجد میں شامل ہے یا نہیں، تو جب تک تحقیق نہ کر لے کہ یہ مسجد میں شامل ہے، اس وقت تک وہاں جانا جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ)

معتکف کے لئے کئی منزلہ مسجد کا حکم

مسئلہ جو مسجد کئی منزلہ ہو تو اس کی ہر منزل میں اعتکاف ہو سکتا ہے، اور کسی ایک منزل میں اعتکاف کی غرض سے بیٹھ جانے کے بعد اس کی دوسری منزل پر بھی معتکف جا سکتا ہے، بشرطیکہ آنے جانے کا زینہ مسجد کے اندر ہی ہو، حدودِ مسجد سے باہر نہ ہو، اگر مسجد کی حدوں سے دو چار سیڑھیاں بھی باہر ہو جاتی ہوں تو بھی جائز نہیں ہے، ہاں اگر زینہ مسجد سے باہر ہو کر جاتا ہو اور اوپر جانا ضروری ہو تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اعتکاف میں بیٹھنے کے وقت جب اعتکاف کی نیت کرے اسی وقت نیت میں یہ شرط لگا لے کہ میں فلاں زینہ سے اوپر جایا کروں گا تو یہ شرط کر لینے سے زینہ سے اوپر جانا جائز ہو جائے گا، اسی شرط لگانے کو استثناء کرنا بھی کہتے ہیں۔ (شامی)

مسئلہ حاجت شرعیہ مثلاً جمعہ کی نماز کے لئے جانا، حاجتِ طبعیہ (پیشاب پاخانہ اور غسل جنابت) کے لئے جانا یہ خود بخود مستثنیٰ ہوتے ہیں ان کو مستثنیٰ کرنے کی نیت کرنا ضروری نہیں یعنی یہ ضرورت نہیں کہ اعتکاف کرتے وقت نیت میں یہ شرط لگا لی جائے کہ میں جمعہ یا پیشاب پاخانے کے لئے جایا کروں گا، ان کی شریعت نے خود ہی اجازت دے دی ہے۔ اس لئے خود بخود مستثنیٰ ہو جاتے ہیں۔ (شامی و جامع الرموز)

معتکف کو اختلاف ہو جانے کا حکم

معتکف کو دن یا رات میں احتلام ہو جائے تو اس سے اعتکاف میں کوئی فرق نہیں آتا

Marfat.com

معتکف کو چاہئے کہ آنکھ کھلتے ہی تیمم کرے جس کے لئے یا تو پہلے ہی سے ایک کچی یا پکی اینٹ رکھ لی جائے ورنہ بوجہ مجبوری مسجد کے صحن یا دیوار پر تیمم کرے پھر غسل کا انتظام کرے۔ (بدائع)
غسل کا انتظام خود بھی کرسکتا ہے دوسرا کوئی کردے یہ بھی جائز ہے، مثلاً پانی کا بھرنا، پانی ڈالنے کے لئے لوٹا یا کوئی برتن لانا اگر دوسرا کوئی انتظام کررہا تو اتنی دیر معتکف تیمم کے ساتھ مسجد میں رہے، پھر نہا کر کپڑے پہن کر مسجد میں آجاتے۔

مسئلہ سردیوں میں احتلام ہوجائے اور ٹھنڈے پانی سے نقصان کا اندیشہ ہو تو معتکف تیمم کر کے مسجد میں رہے اور اپنے گھر اطلاع کردے تاکہ گرم پانی ہوجائے۔ اگر قرب وجوار میں کوئی گرم حمام ہو تو قریب والی دکان پر غسل کرکے آسکتا ہے۔ اگر ہوسکے تو حمام والے کو اپنے آنے کی اطلاع کردے اور غسل کرکے فوراً چلا آئے۔ (شامی)

ٹھنڈک کے لئے غسل کرنا

مسئلہ گرمی کی وجہ سے ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے کے واسطے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں (امداد الفتاویٰ) اگر معتکف چلا گیا تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔

مسئلہ غسلِ جمعہ کرنے کے لئے بھی معتکف کو مسجد سے باہر جانا جائز نہیں ہے البتہ جمعہ سے قبل ضرورتِ شرعیہ وطبعیہ مثلاً جمعہ پڑھنے یا پیشاب پاخانے کے لئے باہر گیا تو واپسی میں غسلِ جمعہ کرسکتا ہے جلدی غسل سے فارغ ہوکر مسجد میں آجائے۔ کیونکہ غسلِ جمعہ مسنون اور عبادت ہے اور ایسی صورت میں ہر عبادت ادا کی جاسکتی ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

معتکف کے وضو کرنے کا حکم

مسئلہ معتکف کو ہر نماز کے لئے خواہ فرض ہو یا واجب یا سنت ہو یا نفل نیز تلاوتِ قرآن یا سجدۂ تلاوت کرنا ہو یا قضاء نماز ادا کرنی ہو، ان سب کے لئے جس وقت چاہے وضو کرنے کے واسطے باہر جانا جائز ہے کیونکہ ان سب کے لئے وضو کرنا شرط ہے البتہ جس وقت وضو کرنا شرط نہ ہو بلکہ مستحب ہو، جیسے وضو پر وضو کرنا، یا ذکرِ الٰہی کرنا ہو تو وضو کرنے کے لئے باہر نہ جائے باہر سے مراد وہ جگہ بھی ہے جہاں مسجد میں وضو کیا کرتے ہیں۔ (بحر الرائق)

مسئلہ معتکف کا بدن یا کپڑے ناپاک ہوجائیں تو خود بھی مسجد سے باہر جاکر دھوسکتا ہے کیونکہ ناپاکی اور ناپاک چیز سے مسجد کو بچانا واجب ہے۔ (شامی)

Marfat.com

مسئلہ مسجد میں وضو کا پانی ختم ہو گیا ہو تو جہاں سے جلدی لا سکتا ہو وہاں جا کر پانی لا سکتا ہے اور اگر گھر جانا پڑے تو گھر بھی جانا جائز ہے۔ خواہ وہیں وضو کر کے آ جائے یا مسجد میں آ کر نالی پر وضو کر لے درمیان میں کہیں بلا ضرورت نہ ٹھہرے۔ (جامع الرموز)

اعتکافِ مسنون کی قضاء کرنے کا طریقہ

سوال رمضان المبارک کے اخیر عشرے میں مسنون اعتکاف کی حالت میں جمعہ کے لئے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنے کی غرض سے مسجد سے نکلنا مفسدِ اعتکاف ہے؟ یا متمم یا جائز غیر مفسد اور مسجد سے نکلنے سے مراد احاطۂ مسجد ہے یا وہ حصہ جو نماز کے لئے مسجد کے حکم میں ہے؟

جواب جس روز اعتکاف شروع ہو گیا اس کے لئے مفسد ہے اور بقیہ دنوں کے لئے منسی اور متمم، البتہ منذور کے لئے مجموعہ کا بھی مفسد ہے اور مسجد وہ جگہ ہے جہاں نماز پڑھی جاتی ہے نہ کل احاطہ مسجد۔
(امداد الفتاویٰ)

سوال اگر ناواقفیت کی وجہ سے باہر نکل کے نہایا ہو تو اس کا اعتکاف ہوا یا نہیں؟

جواب جتنے دن ایسا کیا اتنے دن۔ کے اعتکاف کی قضاء کرے۔ (امداد الفتاویٰ)

سوال اگر اکیسویں دن اعتکاف کیا بعد میں کسی وجہ سے اعتکاف فاسد ہو گیا تو روز دوئم وسوئم پھر لینے سے اعتکاف میں شامل ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب اعتکافِ مسنون میں جس روز کا اعتکاف فاسد ہوا ہو اسی روز کی قضا واجب ہوتی ہے پھر اگر رمضان کے کچھ دن باقی ہوں اور وہ ان میں اس کی قضا کی نیت کر کے اعتکاف کرے تو بھی درست ہے۔ یا عید الفطر کے بعد شش عید کے نفل روزوں کے ساتھ ایک روز کا اعتکاف کر لے ورنہ جب موقع ہو ایک نفلی روزہ رکھ کر اس ایک دن کے اعتکاف کی قضاء کرے۔

(رد المختار)

مسئلہ فقہائے کرام کی مختلف عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص عشرۂ اخیرہ کے مسنون اعتکاف کی نیت سے اعتکاف میں بیٹھ جاتا ہے پھر وہ دو تین دن گزرنے کے بعد کسی بہت شدید مجبوری کی بنا پر وہ یہ نیت کرتا ہے کہ آج کے دن کا اعتکاف پورا کر کے مغرب کے بعد گھر چلا جاؤں گا۔ یعنی اگلے دن کے اعتکاف کا انکار کر دیتا ہے کہ اگلے دن مجھ کو اعتکاف نہیں کرنا ہے

Marfat.com

تو اس کا مسنون اعتکاف ختم ہو کر نفلی اعتکاف ہو جائے گا۔ اور چلے جانے سے ان پر کوئی قضاء لازم نہیں آئے گی۔ کیونکہ اس نے شروع کر کے اعتکاف نہیں توڑا بلکہ ختم کر لیا۔

اگر ختم کرنے کی نیت نہیں کی، بلکہ غروبِ آفتاب کے بعد اگلے روز کا اعتکاف شروع ہو جانے کے بعد اسی رات یا دن کے درمیان میں چلا جائے گا تو اس دن کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا اور اس ایک دن کی قضاء کرنی لازم ہو گی۔ (ردالمختار)

معتکف کے لئے مختصر دستور العمل

معتکف کو مندرجہ ذیل دستور العمل کی پابندی کرنی چاہئے، کیونکہ وہ دربارِ خداوندی میں اسی مقصد کیلئے حاضر ہوا ہے اسکا ایک ایک لمحہ نہایت قیمتی ہے۔

(۱) مغرب کی نماز کے بعد کم از کم چھ رکعت نفل اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعت نفل اوابین ادا کریں۔ پھر آیۃ الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر بدن پر دم کر لیں، اس کے بعد مختصر سا کھانا اور مختصر آرام کریں اور پھر نمازِ عشاء کی تیاری اور صف اول اور تکبیر اولیٰ کا اہتمام کریں۔

(۲) عشاء کی نماز اور تراویح سے فارغ ہو کر علم دین حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی نیت سے کسی مستند اور معتبر دینی کتاب کا مطالعہ کریں، یا کسی مستند و معتبر عالمِ دین کے درس میں شرکت کریں (اگر ایسا درس ہوتا ہو) نیز شبِ قدر میں مطالعہ سے فارغ ہو کر جب تک طبیعت میں بشاشت رہے ذکر و تلاوت اور نوافل میں مشغول رہیں۔ اور جب سونے کو طبیعت چاہے تو پوری طرح سنت کے مطابق قبلہ رو کر (اگر ممکن ہو) سو جائیں۔

(۳) موسم گرما میں صبح تین بجے نیند سے بیدار ہو جائیں۔ طبعی ضروریات سے فارغ ہو کر سنت کے مطابق وضو کریں، اور تحیۃ المسجد، تحیۃ الوضو، اور تہجد کی نفلیں ادا کریں، نیز نوافل سے فارغ ہو کر کچھ دیر خاموشی سے ذکر و تسبیح میں مشغول رہیں۔ پھر خاموشی سے خوب رو رو کر اپنے جملہ مقاصد حسنہ اور فلاحِ دارین کی دعا مانگیں۔

(۴) صبح صادق سے کوئی پون گھنٹہ پہلے سحری کھائیں اور سحری سے فارغ ہو کر نماز فجر کی تیاری کریں صف اول اور تکبیر اولیٰ کا خیال رکھیں جب تک نماز کے انتظار میں رہیں اور استغفار کرتے رہیں۔

Marfat.com

۵) نمازِ فجر سے فارغ ہو کر آیۃ الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر پورے جسم پر دم کریں اور سبحان اللہ، الحمدللہ، اللہ اکبر، استغفر اللہ اور درود شریف کی ایک ایک تسبیح پڑھیں۔

۶) اِشراق کے وقت کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعت نفل ادا کریں اور پھر آرام کریں اور چاشت کے وقت بیدار ہو کر کم از کم دو اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت نفل چاشت کی ادا کریں اور جتنا ہو سکے صحیح تلفظ کے ساتھ کلامِ پاک کی تلاوت کریں۔

۷) جب زوال ہو جائے تو چار رکعت نفل سنتِ زوال ادا کریں اور نمازِ ظہر کے انتظار میں صفِ اول میں بیٹھیں اور تکبیرِ اولیٰ کا اہتمام کریں۔ اور ظہر سے فارغ ہو کر صلوٰۃ التسبیح پڑھیں اور تلاوت کریں پھر اگر تھکن محسوس ہو تو کچھ آرام کرلیں۔

۸) نمازِ عصر سے کوئی آدھ گھنٹہ پہلے بیدار ہو جائیں وضو کر کے تحیۃ الوضو اور دیگر نوافل پڑھ کر نمازِ عصر کا انتظار کریں اور اس سے فارغ ہو کر مختصر تلاوت کریں پھر تسبیحات ادا کریں جن کا ''نمبر۵'' میں ذکر گزرا ہے پھر ہمہ تن دعاء میں مشغول رہیں یہ وقت نہایت گراں قدر ہے اس کو افطار کی تیاری میں ضائع نہ ہونے دیں۔

۹) جو باتیں حالتِ اعتکاف میں مکروہ اور منع ہیں ان سے مکمل طور پر اجتناب کریں جن کی تفصیل اعتکاف کے مکروہات میں گزر چکی ہے اس کا دوبارہ غور سے مطالعہ کریں۔

۱۰) معتکف پر لازم ہے کہ صفِ اول میں خود آکر بیٹھے، خود اگر کہیں اور ہو اور تولیہ اور چادر وغیرہ سے جگہ روکے رکھے ایسا نہ کرے۔ اور اپنے ہر قول و فعل، نشست و برخاست اور طرزِ عمل سے دوسرے معتکفین اور نمازیوں کو تکلیف پہنچنے سے بچانے کا اہتمام کرے اور اپنی صفائی کا بھی خیال رکھے اور مسجد کی صفائی کا بھی اہتمام رکھے۔

اپنی اور دیگر احباب اور متعلقین کی عفو و مغفرت کی سر توڑ کوشش کرے۔ رحمت کا اُمیدوار رہے، اور مایوسی کو ہرگز راہ نہ دے۔

مولانا مفتی عبدالرؤف صاحب سکھروی

ماخوذ از البلاغ کراچی۔ رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

اضافہ از:۔ محمد رفعت قاسمی

مدرس دارالعلوم دیوبند

۲۵/رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

Marfat.com

بعض خاص اعمال

اعتکاف کے دوران چونکہ انسان دوسرے تمام کاموں سے منہ موڑ کر مسجد میں جا پڑتا ہے، اس لئے اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اور اس کو فضول باتوں یا آرام طلبی کی نذر کرنے کے بجائے زیادہ سے زیادہ، تلاوت، عبادت ذکر اللہ اور تسبیحات اور اَوراد میں صرف کرنا چاہئے۔

اعتکاف کے لئے کوئی خاص نفلی عبادتیں متعین نہیں ہیں، بلکہ جس وقت جس عبادت کی توفیق ہو جائے، اُسے غنیمت سمجھنا چاہئے، البتہ بعض عبادتیں ایسی ہیں جن کی عام حالات میں توفیق نہیں ہوتی، اعتکاف ان عبادتوں کی انجام دہی کا بہترین موقع ہے، اس لئے چند ایسے اعمال کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے، تاکہ معتکف حضرات کے لیے باعثِ سہولت ہو۔

(احکام اعتکاف از مولانا محمد تقی عثمانی)

صلوٰۃ التسبیح

''صلوٰۃ التسبیح'' نماز کا ایک خاص طریقہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بڑے اہتمام کے ساتھ سکھایا تھا، اور فرمایا تھا کہ اس طرح کی نماز دن میں ایک بار پڑھ لیا کریں، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کریں، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو مہینے میں ایک مرتبہ اور اس کی بھی طاقت نہ ہو تو سال میں ایک مرتبہ۔

نیز اس نماز کی فضیلت بیان کرتے ہوئے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر تمہارے گناہ عالج کے نیت کے برابر ہوں تب بھی (اس نماز کی بدولت) اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرما دیں گے''۔ (جامع ترمذی) عالج ایک جگہ کا نام ہے جو سخت ریتیلے علاقے میں واقع تھی جہاں ریت بہت ہوتی تھی۔ (قاموس)

لہٰذا مطلب یہ ہے کہ گناہ کتنے ہی زیادہ ہوں، اس نماز کی بدولت انکی مغفرت کی اُمید ہے۔ چنانچہ بزرگانِ دین نے اس نماز کا خاص اہتمام فرمایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ روزانہ ظہر کے وقت اذان واقامت کے دوران یہ نماز پڑھتے تھے، اور حضرت عبدالعزیز بن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص جنت میں جانا چاہے وہ صلوٰۃ التسبیح کا اہتمام کرے''۔ اور حضرت ابوعثمان حیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

Marfat.com

''مصیبتوں اورغموں سے نجات کے لئے میں نے کوئی عمل صلوٰۃ التسبیح سے بڑھ کرنہیں دیکھا''۔

(معارف السنن ص ۲۸۲ جلد ۴)

لہٰذا اعتکاف کے دوران یہ نماز یا تو روزانہ یا جتنی مرتبہ توفیق ہو ضرور پڑھنی چاہئے تمام ارکان تو عام نمازوں کی طرح ہوں گے، البتہ اس نماز کے دوران ہر رکعت میں پچھتر مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق پڑھا جائے گا اور اگر اس کے ساتھ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم بھی ملالیں تو اور اچھا ہے۔ طریقہ یہ ہوگا:

① نیت باندھ کر حسب معمول ثناء، سورۃ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھیں، جب قرأت سے فارغ ہو جائیں تو رکوع میں جانے سے پہلے کھڑے کھڑے مذکورۂ بالا تسبیح پندرہ مرتبہ پڑھیں، پھر رکوع میں جائیں۔

② رکوع میں جانے کے بعد پہلے حسب معمول تین مرتبہ سبحان اللہ ربی العظیم پڑھ لیں، پھر دس مرتبہ مذکورۂ بالا تسبیح پڑھیں، اس کے بعد رکوع سے اٹھیں۔

③ رکوع سے اٹھ کر پہلے حسب معمول سمع اللہ لمن حمدہ، ربنا لک الحمد کہیں، پھر کھڑے کھڑے دس مرتبہ مذکورہ تسبیحات پڑھیں پھر سجدے میں جائیں۔

④ سجدے میں جا کر پہلے حسب معمول سبحان ربی الاعلیٰ تین مرتبہ پڑھ لیں، پھر دس مرتبہ مذکورہ تسبیحات پڑھیں، اس کے بعد سجدے سے اٹھیں۔

⑤ سجدے سے اٹھ کر بیٹھیں، اور بیٹھے بیٹھے دس مرتبہ مذکورہ تسبیحات پڑھیں، پھر دوسرے سجدے میں جائیں۔

⑥ سجدے میں جا کر حسب معمول سبحان ربی الاعلیٰ تین مرتبہ پڑھ لیں، پھر دس مرتبہ مذکورہ تسبیحات پڑھیں۔ اس کے بعد سجدے سے اٹھ کر کھڑے ہونے کے بجائے دوبارہ بیٹھ جائیں، اور دس مرتبہ مزید مذکورہ تسبیحات پڑھیں، اس کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوں۔

اس طرح ایک رکعت میں پچھتر مرتبہ میں تسبیحات پڑھی گئیں۔ اسی طرح باقی تین رکعتیں پڑھ لیں، یوں کل تین سو تسبیحات چار رکعتوں میں ہوں گی۔ دوسری اور چوتھی رکعت میں یہ تسبیحات، التحیات پڑھنے کے بعد پڑھی جائیں گی۔

دوسرا طریقہ یہ بھی جائز اور حضرت عبداللہ بن مبارکؒ سے ثابت ہے کہ شروع میں

قرأت کے بعد یہ تسبیحات پچیس مرتبہ پڑھ لیں، پھر دوسرے سجدے تک دس دس مرتبہ پڑھتے رہیں، اور دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر نہ پڑھیں، بلکہ سیدھے کھڑے ہو جائیں۔

علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ ان دونوں طریقوں سے صلوٰۃ التسبیح پڑھنی چاہئے کبھی پہلے طریقے سے، کبھی دوسرے طریقے سے۔

تسبیحات کی تعداد خود بخود یاد رہتی ہو تو انگلیوں پر نہ گننا چاہئے، لیکن اگر کسی کو بھول ہو جاتی ہو تو انگلیوں پر گننا جائز ہے، اگر کسی ایک رکن میں تسبیحات پڑھنا بھول گئے تو اگلے رکن میں قضا کرلیں۔ اس طرح کہ ایک رکعت میں پچھتر تسبیحات پوری ہو جائیں۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ رکوع کی بھولی ہوئی تسبیحات قومے میں قضا نہ کریں، بلکہ سجدے میں جا کر قضا کریں اور پہلے سجدے، کی بھولی ہوئی تسبیحات سجدوں کے درمیانی جلسے میں قضا نہ کریں، بلکہ دوسرے سجدے میں جا کر قضا کریں۔ (شامی ص ۴۶۱ جلد اول)

صلوٰۃ الحاجۃ

جب کسی انسان کو دنیا و آخرت کی کوئی ضرورت درپیش ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ''نمازِ حاجت'' پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ نمازِ حاجت پڑھنے کے مختلف طریقے مشائخ سے منقول ہیں۔ لیکن اس کا جو مسنون طریقہ روایاتِ حدیث میں بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ دو رکعتیں نفل ''صلوٰۃ الحاجۃ'' کی نیت سے پڑھیں، نماز کا طریقہ عام نفلی نمازوں کی طرح ہوگا، کوئی فرق نہیں، البتہ نماز سے فارغ ہو کر الحمد للہ کہے، درود شریف پڑھے، پھر یہ دعا پڑھے:- لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم، سبحان اللہ رب العرش العظیم، الحمدللہ رب العالمین، أسألك موجبات رحمتك وعزائم مغفرتك، والغنيمة من كل بر والسلامة من كل اثم لاتدع لی ذنباً الاغفرته ولاهماً الا فرجته ولاحاجة هي لك رضا الا قضيتها يا ارحم الراحمين۔ (جامع ترمذی) اس کے بعد جو حاجت درپیش ہو، اپنی زبان میں اس کی دعا مانگے۔

(صلوٰۃ الحاجۃ کی محدثانہ تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو معارف السنن ص ۲۷۵ جلد ۴)

یوں تو یہ ''صلوٰۃ الحاجۃ'' ہر دنیوی و اخروی ضرورت کے لئے پڑھی جا سکتی ہے، لیکن اگر اسے پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کی جائے کہ ''یا اللہ! مجھے اور میرے گھر والوں کو دین پر عمل کرنے اور اتباعِ سنت کی توفیق عطا فرما، ہمارے گناہوں کی مغفرت فرما اور جنت نصیب فرما۔

آمین''۔تو انشاءاللہ بڑا نفع ہوگا۔

بعض مستحب نمازیں

بعض مستحب نمازیں بڑی فضیلت اور ثواب کی حامل ہیں، یوں تو مسلمان کو چاہئے کہ ہمیشہ ان کا اہتمام کرے، لیکن خاص طور سے اعتکاف کے دوران ان کی پابندی آسان ہے اور اگر اعتکاف میں ان کی پابندی کر کے اللہ تعالیٰ سے دعاء کی جائے کہ باقی دنوں میں بھی ان کی توفیق ہوجایا کرے تو کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ اعتکاف کی برکت سے ان تمام مستحبات کا عادی بنادے۔

تحیۃ الوضوء

ہر وضوء کے بعد دو رکعتیں تحیۃ الوضوء کے طور پر پڑھنا مستحب ہے۔صحیح مسلمؒ میں حدیث ہے کہ:

ما من احد یتوضأ فیحسن الوضوء ویصلیٰ رکعتین یقبل بقلبہٖ ووجہہٖ علیھما الا وجبت له الجنة۔ (مأخوذ از شامی)

''جو شخص بھی وضو کرے، اور اچھی طرح وضو کرے، اور دو رکعتیں اس طرح پڑھے کہ اپنے ظاہر و باطن سے نماز ہی کی طرف متوجہ رہے تو اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے''۔

اعتکاف کے دوران چونکہ انسان مسجد ہی میں ہوتا ہے، اس لئے تحیۃ المسجد کا تو موقع نہیں ہوتا، لیکن جب بھی وضو کریں، تحیۃ الوضوء پڑھنے کا اہتمام کرلیں تو انشاءاللہ بہت فضیلت کا موجب ہوگا۔تحیۃ الوضوء کا کوئی خاص طریقہ نہیں ہے۔عام نمازوں کی طرح یہ بھی پڑھی جائے گی۔البتہ بہتر یہ ہے کہ یہ نماز اعضاء کے خشک ہونے سے پہلے پڑھ لی جائے۔

(درمختار مع شامی ص ۴۵۸ جلد اول)

اگر کسی وجہ سے تحیۃ الوضو کا وقت نہ ملے تو سنتِ مؤکدہ یا فرض نماز شروع کرتے وقت اسی نماز میں تحیۃ الوضوء کی نیت بھی کرلی جائے تو انشاءاللہ اس فضیلت سے محرومی نہ ہوگی۔ (شامی)

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ''اے بلال مجھے یہ بتاؤ کہ اسلام لانے کے بعد تمہارا وہ عمل کونسا ہے جس کے بارے میں تمہیں سب سے زیادہ اُمید ہو (کہ اللہ تعالیٰ اس کی

Marfat.com

بدولت تم پر رحمت فرمادیں گے) اس لئے کہ میں نے جنت میں اپنے سامنے تمہارے جوتوں کی چاپ سنی ہے۔ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ: "میں نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جسکے بارے میں مجھے زیادہ امید ہو، (بہ نسبت اس کے کہ) میں نے دن اور رات کے جس وقت میں بھی کبھی وضو کیا تو اس وضو سے جتنی بھی توفیق ہوئی، نماز ضرور پڑھی۔ (مشکوٰۃ ص ۱۱۶)

نمازِ اشراق

نمازِ اشراق وہ نماز ہے جو طلوعِ آفتاب کے بعد پڑھی جاتی ہے، اشراق کی دو رکعتیں ہوتی ہیں، اور جب آفتاب نکل کر ذرا بلند ہو جائے تو یہ نماز پڑھی جا سکتی ہے اس میں افضل یہ ہے کہ انسان نمازِ فجر کے بعد اپنی جگہ پر ہی بیٹھا تسبیحات یا تلاوت میں مشغول رہے، اور جب آفتاب نکل کر ذرا بلند ہو جائے تو دو رکعتیں پڑھ لے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی، اور پھر سورج نکلنے تک (وہیں) بیٹھا رہا اور اللہ کا ذکر کرتا رہا، پھر دو رکعتیں (اشراق) کی پڑھیں تو اس کو ایک حج اور ایک عمرے کی مانند اجر ملے گا، پورے حج اور عمرے کا۔ (ترمذی، ترغیب ص ۱۶۴ ج ۱)

اور حضرت سہیل بن معاذؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جو شخص نمازِ صبح سے فارغ ہو کر اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہے اور اشراق کی دو رکعتیں پڑھنے تک خیر کے سوا کچھ زبان سے نہ نکالے تو اس کے گناہ، خواہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (مسند احمد، ابوداؤد وغیرہ۔ ترغیب صفحہ ۱۶۵ جلد اول)

صلوٰۃ الضحیٰ

صلوٰۃ الضحیٰ کو اردو میں نمازِ چاشت بھی کہتے ہیں۔ اس نماز کی بھی حدیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔ اس کا مستحب وقت ایک چوتھائی دن گذرنے کے بعد شروع ہوتا ہے، یعنی صبح صادق اور غروب آفتاب کے درمیان جتنے گھنٹے ہوتے ہیں، ان کو چار حصوں پر تقسیم کر کے ایک حصہ گذارنے کے بعد زوالِ آفتاب سے پہلے پہلے کسی وقت بھی یہ نماز پڑھ لیں، مستحب وقت تو یہی ہے، لیکن اگر اس سے پہلے مگر طلوعِ آفتاب کے بعد کسی وقت بھی پڑھ لیں تو یہ جائز ہے۔

(شامی، کبیری ص ۳۷۳)

صلوٰۃ الضحیٰ میں چار سے لے کر بارہ تک جتنی رکعتیں پڑھ سکتے ہوں، پڑھ لیں، بلکہ اس سے زائد بھی پڑھ سکتے ہیں، اور اگر دو رکعتیں بھی پڑھ لیں تو ادنیٰ فضیلت انشاء اللہ حاصل ہو جائے گی۔ (شامی ص۴۵۹ ج۱)

حدیث میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے چنانچہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

من صلی الضحیٰ رکعتین لم یکتب من الغافلین ومن صلی اربعا کتب من العابدین، ومن صلی ستا کفیٰ ذٰلك الیوم، ومن صلی ثمانیاً کتبه اللّٰه من القانتین، ومن صلی ثنتی عشرة رکعة بنی اللّٰه له بیتاً فی الجنة۔

(الترغیب والترہیب ص۲۳۶ جلد۱ بحوالہ طبرانی ورواتہ ثقات)

"جو شخص چاشت کی دو رکعتیں پڑھے وہ غافلوں میں نہیں شمار ہوگا، اور جو چار پڑھے وہ عبادت گذاروں میں لکھا جائے گا، اور جو چھ پڑھے، اس کے لئے (یہ چھ رکعات) دن بھر (نزولِ رحمت) کے لئے کافی ہو جائیں گی، اور جو آٹھ پڑھے، اُسے اللہ تعالیٰ خاشعین میں لکھ لے گا، اور جو بارہ رکعات پڑھے گا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ جنت میں ایک گھر بنا دیگا"۔

ابن ماجہؒ اور ترمذیؒ کی ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ صلوٰۃ الضحیٰ کی پابندی کرنے والے کے گناہ اگر سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں، تب بھی اس کی مغفرت کردی جائے گی۔ (ترغیب ص۲۳۵ جلد۱)

صلوٰۃ الاوّابین

عام طور پر صلوٰۃ الاوابین اُن نفلوں کو کہتے ہیں جو مغرب کے بعد پڑھی جاتی ہیں، یہ کم از کم چھ رکعات اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعات ہیں، اور بہتر یہ ہے کہ چھ رکعتیں مغرب کی دو سنت مؤکدہ کے علاوہ پڑھی جائیں، تاہم اگر وقت کم ہو تو سنت مؤکدہ سمیت چھ پوری کرلی جائیں تب بھی انشاء اللہ اس نماز کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

حدیث میں اس نماز کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں اس طرح پڑھے کہ ان کے درمیان کوئی بری بات

زبان سے نہ نکالے تو یہ چھ رکعات اس کے لئے بارہ سال عبادت کے برابر شمار ہونگی"۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

"جس شخص نے مغرب کے بعد بیس رکعات پڑھیں، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دے گا"۔

علمائے اُمت اور بزرگانِ دین نے اس نماز کا بڑا اہتمام فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

اعتکاف کے دوران خاص طور پر تہجد کا اہتمام کرنا چاہئے، یا یہ وقت اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں کے نزول کا ہوتا ہے، اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ واضح رہے کہ تہجد کی نماز صبح صادق سے پہلے پہلے ختم کر لینی چاہئے، کیونکہ صبح صادق کے بعد فجر کی سنتوں کے علاوہ کوئی اور نفل پڑھنا جائز نہیں، البتہ اگر صبح صادق سے پہلے نماز کی نیت بندھی ہوئی ہو، اور نماز کے درمیان صبح صادق ہو جائے تو دو رکعتیں پوری کرنی چاہئیں۔ (شامی ص ۲۷۶ ج ۱)

طالب دعاء

محمد رفعت قاسمی خادم التدریس دار العلوم دیوبند

مورخہ ۱۵/ ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

مکمل و مدلّل

مسائل عیدین وقربانی
مع
عقیقہ

قرآن وسنت کی روشنی میں

حضرت مفتیان کرام دارالعلوم دیوبند کی تصدیق کے ساتھ

مؤلف: مولانا محمد رفعت قاسمی
مدرس دارالعلوم دیوبند

مکتبہ خلیل
یوسف مارکیٹ، غزنی سٹریٹ،
اُردوبازار، لاھور فون: 7321118

Marfat.com

ضروری وضاحت

ایک مسلمان جان بوجھ کر قرآن مجید، احادیث رسول ﷺ اور دینی و دیگر علمی کتابوں میں غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ بھول کر ہونے والی غلطیوں کی تصحیح و اصلاح کے لئے بھی ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور طباعت سے قبل کوشش کی جاتی ہے کہ نشاندہی کی جانے والی جملہ غلطیوں کی بروقت تصحیح کردی جائے۔ اس کے باوجود غلطیوں کا امکان باقی رہتا ہے۔

لہٰذا قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ علمی غلطیوں کی نشاندہی کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح ہوسکے۔ نیکی کے اس کام میں تعاون کرنا صدقہ جاریہ کے مترادف ہے۔ (ادارہ)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	....	مسائل عیدین وقربانی
مؤلف	....	مولانا محمد رفعت قاسمی
طبع اوّل	....	2008ء
باہتمام	....	وکیل احمد
تعداد	....	1100
قیمت	....	روپے

ملنے کے پتے

مکتبہ العاصم بیرون تبلیغی مرکز رائیونڈ

اشرف بک ایجنسی راولپنڈی

اسلامی کتاب گھر خیابان سرسید راولپنڈی

مدنی کتب خانہ تبلیغی مرکز مانسہرہ

Marfat.com

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون
15	انتساب
16	عرضِ مؤلف
17	آیاتِ قرآنی مع ترجمہ
17	خلاصہ تفسیر
18	بیٹے کی قربانی کا واقعہ
19	حضرت ابراہیمؑ کا خواب
20	بیٹے سے مشورہ
21	فرماں بردار بیٹے کا جواب
22	حکم کی تعمیل
23	امتحان میں کامیابی
24	عید کی وجہ تسمیہ
25	عیدین مشروع ہونے کی دلیل
26	عیدین کیا ہے؟
27	عیدین کی راتوں کی فضیلت
28	عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت
28	قربانی نہ کرنے پر وعید
29	سب سے زیادہ محبوب عمل
31	قربانی کی تاریخ
32	قربانی کی حقیقت

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
محبوبات نفس کی قربانی	33
قربانی کا حکم عام ہے	34
قربانی وصدقہ میں فرق ہے	36
صدقہ کر دینے سے قربانی ادا نہ ہوگی	37
قربانی سے جانور کی کمی نہ ہوگی	38
اسلام کو ذبح نہ کیجئے	40
سنت ابراہیمیؑ کی یادگار	41
اسلامی یادگاریں	42
شیطانی چالیں	42
قربانی کا حکم خواب میں کیوں ہوا؟	43
مناسک حج میں شرکت	44
تشریق کی وجہ تسمیہ	46
نمازِ پنجگانہ کے بعد تکبیرات	46
تکبیر تشریق کی ابتداء	47
تکبیرات تشریق کے مسائل	47
عیدین کے دن غسل کرنا	49
عیدین کے دن زیارت قبور	50
عیدین کی رسمیں	50
عیدین میں نمازِ جنازہ	50
نمازِ جنازہ میں شرکت کا طریقہ	51
عرفہ نویں ذی الحجہ کو کہتے ہیں	52

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
ضحیٰ صحیح ہے یا اضحیٰ؟	52
عیدین وجمعہ کا اجتماع	52
امامت وخطابت کے مسائل	53
عیدین کی شرائط	57
عیدین کے سنن ومستحبات	57
عیدین کی نماز عیدگاہ میں ہی افضل ہے	58
بارش کی وجہ سے عیدین کی نماز مسجد میں	59
عیدین میں آواز ملا کر تکبیر کہنا	60
عورتوں کا نماز کے لئے عیدگاہ جانا	61
متفقہ فتاویٰ	61
عیدگاہ اور مسجد میں فرق	62
عیدگاہ میں نمازیوں کا انتظار کرنا	62
عیدگاہ سے متعلق مسائل	63
عیدین کی نماز میں تاخیر	67
نمازِ عید کے لئے جانے کی فضیلت	68
عیدگاہ کی آمدورفت میں راستہ کی تبدیلی	69
نمازِ عید سے پہلے یا بعد میں کچھ کرنا	70
نبی اکرم ﷺ کا معمول	70
یوم الاضحیٰ کو جملہ شرائط روزہ مستحب ہیں	71
عیدین کی نماز کا وقت	72
عیدین کی نماز کس پر واجب ہے؟	72

مضمون	صفحہ نمبر
نمازِ عیدین کے لئے نقارہ بجانا	73
نمازِ عید میں مقتدیوں کا انتظار	73
عیدین کے دن نوافل	73
نوافل کی ممانعت کی وجہ کیا ہے؟	74
نمازِ عیدین میں بچے کہاں کھڑے ہوں؟	75
عیدین کی چھ تکبیروں کا جواز	75
نمازِ عیدین کی نیت	76
عید کی نماز کا طریقہ	76
احکام عیدالاضحیٰ	77
عیدالاضحیٰ کا خطبہ	78
عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیر	78
عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر	78
نمازِ عیدین بغیر اذان واقامت ہی سنت ہے	78
نفل کی نیت سے دوبارہ نمازِ عید پڑھنا	79
خطبہ جمعہ وخطبہ عیدین میں فرق ہے	79
عیدین کا خطبہ کیسے دیا جائے	80
خطیب کیا بیان کرے	80
قرأت کے بعد شامل ہونے کے مسائل	82
عیدین کی جماعت نہ ملنے کا حکم	85
رکوع نہ کرنے والوں کا حکم	85
عیدین کی جماعت ثانیہ کا حکم	85

مضمون	صفحہ نمبر
جماعت ثانیہ کا حکم	86
مجبوری کی بنا پر جماعت ثانیہ	86
عیدین کا وجوب اور قضاء نہ ہونے کی وجہ	87
عیدین کی نماز کے بعد کی دعا	87
خطبہ عیدالفطر	88
خطبہ عیدالاضحیٰ	91
دوسرا خطبہ	93
خطبہ کے بعد دعا ثابت نہیں	94
عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ ومعانقہ	95
عیدین کے دن خوشی کا اظہار کرنا	96
دف، ڈھول بجانے کا مسئلہ	96
عید مبارک کہنا	97
قربانی کس پر واجب ہے؟	98
مشترکہ تاجروں کے لئے حکم	100
ایک شخص پر کتنی قربانی واجب ہے	101
قرض لے کر قربانی کرنا	101
مرنے والے کی طرف سے قربانی کرنا	102
مردہ کی طرف سے قربانی کا مطلب	102
کتنوں کو ثواب پہنچ سکتا ہے	102
میت کی طرف سے صدقہ افضل ہے یا قربانی	103
صاحب نصاب کا مردہ کی طرف سے قربانی کرنا	103
بھول کر ایک دوسرے کی قربانی کرنا	103

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
قربانی میں شرکت کا طریقہ	104
شرکت کا افضل طریقہ	105
شرکت سے علیحدہ ہوجانے کا حکم	105
شرکت کا غلط طریقہ	105
ولیمہ وعقیقہ والے کے ساتھ شرکت	106
ذبح کے بعد شرکت	106
گوشت فروخت کرنے کی نیت سے شرکت	106
شرکت کے پیسوں کی تقسیم	107
پورے گھر کی طرف سے قربانی	107
عورت کا مہر اور قربانی	107
دوسرے کی طرف سے قربانی کرنا	108
اگر قربانی کرنے والے کی وفات ہوجائے	108
شرکت کے مسائل	109
شرکت کی اجازت دے کر پھر انکار کرنا	110
ذبح کرنے کا مقصد	110
صحت یابی کے لئے قربانی کرنا	111
قربانی کا جانور گم ہوگیا یا مرگیا	112
غریب پر قربانی کا بار	113
صاحب نصاب کے لئے حکم	113
غریب کی رعایت	114
فریضہ قربانی بھی اور غریب کی مدد بھی	114

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
اعانت کا طریقہ	115
قربانی کے چند مسائل	116
جانور خرید کر قربانی نہ کرسکا	117
قربانی کی قضاء	118
مالدار قربانی سے پیشتر غریب ہوگیا	118
گذشتہ سال کی قربانی کا حکم	118
قربانی کے جانوروں کی عمریں	119
بڑے جانوروں میں کتنے حصے ہیں؟	120
شرعاً جن کی قربانی جائز ہے	121
بانجھ جانور کی قربانی کا حکم	123
شرعاً جن کی قربانی درست نہیں ہے	123
قربانی کس قیمت کی ہو؟	126
قربانی کا جانور نفع سے بیچنا	126
چوری کے جانور کی قربانی	127
کانجی ہاؤس سے لئے ہوئے جانور کی قربانی	127
خصی جانور کی قربانی	127
لون کے پیسے سے خریدے ہوئے جانور کی قربانی	128
اگر قربانی کے جانور نایاب ہوجائیں	128
سانڈ (نکمھار) کی قربانی کا حکم	128
حاملہ جانور کی قربانی	130
قربانی خود کرے یا دوسری جگہ رقم بھیج دے؟	130

مضمون	صفحہ نمبر
قربانی کا وقت	131
گاؤں میں قربانی کا وقت	134
ذبح کرنے والا کیسا ہو؟	134
غیر مسلم کے ذبیحہ کا حکم	136
شیعہ کا ذبیحہ	137
بندوق کا ذبیحہ	137
عورت کا ذبیحہ	137
بے ہوش کر کے ذبحہ کرنا	138
ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ	138
اسلامی ذبیحہ کے شرائط	140
ذبح کرنے کے احکام	140
قربانی کا اصل طریقہ	141
ذبح کا مسنون طریقہ	141
ذبح کرنے کے آداب ومسائل	142
بوقت ذبح ضروری رعایتیں	144
قبلہ کی طرف رخ کرنے کا مطلب	145
کس چیز سے ذبح کیا جائے؟	145
کس جگہ سے ذبح یعنی کاٹا جائے	148
ذبح کے وقت بسم اللہ کے مسائل	149
بسم اللہ سے متعلق ایک سوال	151
قربانی کی دعاء	151

Marfat.com

صفحہ نمبر	مضمون
152	گوشت کی تقسیم کے مسائل
156	گوشت کھانے کے مسائل
157	منجمد خون کے گوشت کا حکم
157	غیر مسلم سے گوشت خریدنا
158	غیر مسلم سے گوشت منگانا
158	گوشت کا دھونا
158	مشتبہ ذبیحہ کا گوشت کھانا
159	قربانی کا پکا ہوا گوشت نوکر کو کھلانا
160	قربانی کی کھال میں تین قسم کے اختیارات ہیں
161	خلاصۂ کلام
161	مساجد میں کھالیں دینا
162	کھال کی قیمت میں حیلہ کرنا
163	قربانی کی کھال کا عام حکم
163	کھال سے متعلق مسائل
166	کھال کی رقم سے آمدنی کا ذریعہ بنانا
166	کھال سے گوشت بدلنا
166	کھال کی رقم کا چوری ہو جانا
167	صدقہ فطر کے مسائل
168	صدقہ فطر کی شرائط
169	ضرورت اصلیہ کیا ہے؟
169	خالی مکان ضرورت اصلیہ میں داخل ہے یا نہیں؟

Marfat.com

صفحہ نمبر	مضمون
170	جو صاحب نصاب نہ ہو اس کے لئے حکم
171	صدقہ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب ہے؟
172	صدقہ فطر میں اجازت ضروری ہے یا نہیں
172	جس نے روزے نہ رکھے ہوں اس کا حکم
173	شادی شدہ لڑکی کا فطرہ کس پر واجب ہے؟
173	مال تقسیم ہونے کے بعد صاحب نصاب نہ ہو تو کیا خطرہ واجب ہے؟
173	جو جوان لڑکے اپنی کمائی باپ کو دیتے ہیں ان کے فطرے کا حکم
173	کیا صاحب نصاب بچہ بالغ ہونے کے بعد فطرہ ادا کرے؟
174	سب کا فطرہ ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو؟
174	فطرہ عید الفطر گزر جانے سے معاف نہیں ہوتا
174	صدقہ فطر کی مقدار
174	کیا چاول دینے سے فطرہ ادا ہو جائے گا؟
175	صدقہ فطر میں میدہ یا اس کی قیمت دینا
175	جو مختلف غلے استعمال کرتا ہو وہ کیا دے؟
176	کیا صدقہ فطر میں کنٹرول کی قیمت کا اعتبار ہے؟
176	فطرہ میں قیمت کہاں معتبر ہوگی؟
177	صدقہ فطر میں شہر یا ضلع کی قیمت کا اعتبار
177	سب سے بہتر فطرہ
177	غیر ممالک والوں کو فطرہ کس حساب سے......
178	عہد نبوی ﷺ میں فطرہ کس وقت دیا جاتا تھا؟
178	کیا سید کو صدقہ فطر دے سکتے ہیں؟

Marfat.com

صفحہ نمبر	مضمون
179	صدقہ کی تقسیم کا طریقہ
179	صدقہ فطر کی رقم سے مدرسہ کی زمین خریدنا
180	فدیے کی رقم کو مقروض کے قرض میں مجرا دینا
180	مسجد کے امام کو صدقہ دینا
180	جو سحری کے لئے اٹھاتا ہے اس کو فطرانہ دینا
180	نابالغ کو فطرانہ دینا
181	جہاں فقراء نہ ہوں وہاں فطرہ کس وقت نکالا جائے
181	کیا قیدیوں کا شمار مساکین میں ہے؟
181	فطرہ منی آرڈر سے نہ پہنچے تو کیا دوبارہ دینا ہوگا؟
181	عقیقہ کی وجہ تسمیہ
182	عقیقہ کیا ہے؟
184	عقیقہ کا شرعی حکم
185	عقیقہ میں آنحضرت ﷺ کا عمل
187	عقیقہ سنت ہے یا واجب؟
187	عقیقہ کس عمر تک ہے؟
188	بچے کا عقیقہ کون کرے؟
188	عقیقہ میں کیا ایک بکرہ کافی ہے؟
189	عقیقہ ساتویں دن کیوں
189	لڑکے کے لئے دو بکریاں کیوں؟
190	بچے کے بالوں کے ہم وزن خیرات کیوں؟
191	بچے کے سر پر زعفران لگانے کا ثبوت

مضمون	صفحہ نمبر
بچے کے عقیقہ کے ساتھ اپنا عقیقہ کرنا	191
مرحوم بچے کا عقیقہ	192
بڑے جانور میں دو بچوں کا عقیقہ	193
عقیقہ کے مسائل	193
عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت دعا	196
ولیمہ میں عقیقہ کا گوشت استعمال کرنا	197
عقیقہ کی رسمیں	198
بچے کی تقریب میں جو دیا جاتا ہے اس کا حکم	199
تمت باالخیر	200

Marfat.com

انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو اُمّتِ مسلمہ کے مؤسس و مورث اعلیٰ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، جن کی قربانی کی عظیم الشان روایت تا قیامت رہے گی۔ اِن شاءاللہ۔

محمد رفعت قاسمی

Marfat.com

عرض مؤلف

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اس وقت احقر کی ساتویں کتاب ''مکمل ومدلل مسائل عیدین وقربانی'' جس میں تقریباً چھ سو مسائل ہیں پیش کرتے ہوئے میرا دل شکرِ الٰہی سے لبریز ہے جس نے محض اپنی توفیق سے مجھ جیسے ناکارہ کو خدمتِ دین کا موقع دیا۔ اس خدمت گراں کو میں نے کہاں تک صحیح انجام دیا میں نہیں کہہ سکتا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ اپنی بساط کے مطابق عیدین وقربانی اور عقیقہ کے اکثر وہ ضروری مسائل جن کو زیادہ تر قربانی کے زمانہ میں تلاش کیا جاتا ہے اور جو شرائط واحکام قربانی کے ہیں وہی اس کے بھی ہیں ان سب کو یکجا کرنے کی حتی الوسع کوشش کی ہے۔ اللہ رب العزت اس سعی وکوشش کو قبول ونافع بنا کر آئندہ بھی دینی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یہ بھی خداتعالیٰ ہی کا فضل وکرم ہے کہ اس نے احقر کی کتابوں کو اس قدر کامیاب ومقبولِ عام وخاص کیا ہے اور بعض ذمہ دارانِ مدارس نے تو اپنے یہاں داخل نصاب کرلیا ہے۔ نیز ہند اور بیرونِ ہند کے بعض مقامات سے اپنی اپنی مادری زبانوں میں ترجمہ کی اجازت طلب کی جارہی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام قدردانوں اور معاونین کو جزائے خیر اور علمِ نافع عنایت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

نوٹ: احقر کی استدعاء ہے کہ اس کتاب سے فائدہ اٹھانے والے حضرات مجھ کو اور میرے والدین کو اور میرے شیخ ومُربی حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب دامت برکاتہم مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند اور دیگر اساتذۂ کرام کو بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

و اخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔ احقر محمد رفعت قاسمی

مدرس دارالعلوم دیوبند۔ (الہند)

محرم الحرام ۱۴۱۲ ہجری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقال انی ذاهب الیٰ ربی سیهدین ٥رب هب لی من الصّٰلحین٥فبشرنٰهُ بغلٰم حلیم٥فلما بلغ معه السعی قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انّی اذبحُكَ فانظر ماذا تریٰ قالَ یٰاَبت افعل ماتؤمر ستجدنی ان شاء اللّٰه من الصّٰبرین٥فلما اسلما وتلّه للجبین٥ونادینٰه ان یّٰابرٰهیم٥قد صدقت الرُّءیك اِنَّا كَذٰلِكَ نجزی المحسنین٥ انَّ هٰذا لهُوَ البَلٰٓؤُ المبین٥وفدینٰه بذبحٍ عظیم٥وتر کنا علیه فی الاٰخرین٥سلٰم علیٰ ابراهیم٥ كذٰلكَ نَجزِی المُحسِنِینَ٥

''اور بولا میں جاتا ہوں اپنے رب کی طرف وہ مجھ کو راہ دے گا۔ اے رب بخش مجھ کو کوئی نیک بیٹا۔ پھر خوش خبری دی ہم نے اس کو ایک لڑکے کی جو ہوگا تحمل والا۔ پھر جب پہنچا اس کے ساتھ دوڑنے کو، کہا اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں پھر دیکھ تو تو کیا دیکھتا ہے۔ بولا اے باپ کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے تو مجھ کو پائے گا اگر اللہ نے چاہا سہارنے والا۔ پھر جب دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا اس کو ماتھے کے بل۔ اور ہم نے اس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم، تُو نے سچ کر دکھایا خواب۔ ہم یوں ہی دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو بے شک یہی ہے صریح جانچنا۔ اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کرنے کے واسطے بڑا۔ اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلے لوگوں میں، کہ سلام ہے ابراہیم پر ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو۔''

خلاصۂ تفسیر

اور ابراہیم (علیہ السلام جب ان لوگوں کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو) کہنے لگے کہ میں تو (تم سے ہجرت کر کے) اپنے رب کی (راہ میں کسی) طرف چلا جاتا ہوں، وہ مجھ کو (اچھی جگہ) پہنچا ہی دے گا، (چنانچہ ملکِ شام میں جا پہونچے، اور یہ دعاء کی کہ) اے میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے، سو ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی (اور وہ فرزند

Marfat.com

پیدا ہوا اور ہوشیار ہوا) سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ چلنے پھرنے لگا، تو ابراہیم علیہ السلام نے (ایک خواب دیکھا کہ میں اس فرزند کو خدا کے حکم سے ذبح کر رہا ہوں، اور یہ ثابت نہیں کہ حلقوم کٹا ہوا بھی دیکھا یا نہیں، غرض آنکھ کھلی تو اسے اللہ کا حکم سمجھے، کیونکہ انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اور اس حکم کی تعمیل پر آمادہ ہو گئے، پھر یہ سوچ کر کہ خدا جانے میرے فرزند کی اس بارے میں کیا رائے ہو، اس کو اطلاع کرنا ضروری سمجھا، اس لیے اس سے) فرمایا کہ برخوردار میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو (بہ اَمرِ الٰہی) ذبح کر رہا ہوں، سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے؟۔ وہ بولے ابا جان (اس میں مجھ سے پوچھنے کی کیا بات ہے، جب آپ کو خدا کی طرف سے حکم کیا گیا ہے تو) آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ (بلا تأمل) کیجئے، انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں سے دیکھیں گے، غرض جب دونوں نے (خدا کے حکم کو) تسلیم کر لیا، اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لیے) کروٹ پر لٹایا اور (چاہتے تھے کہ گلا کاٹ ڈالیں اور اس وقت) ہم نے ان کو آواز دی کہ ابراہیم (شاباش ہے) تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا (یعنی خواب میں جو حکم ہوا تھا اپنی طرف سے اس پر پورا عمل کیا اب ہم اس حکم کو منسوخ کرتے ہیں پس ان کو چھوڑ دو، غرض ان کو چھوڑ دیا، جان کی جان بچ گئی، اور بلند درجات مزید برآں عطا ہوئے) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (کہ دونوں جہان کی راحت انھیں عطا کرتے ہیں) حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان (جس کو بجز مخلص کامل کے دوسرا برداشت نہیں کر سکتا تو ہم نے ایسے امتحان میں پورا اُترنے پر صلہ بھی بڑا بھاری دیا، اور اس میں جیسا امتحان ابراہیم علیہ السلام کا تھا، اسی طرح اسمٰعیل علیہ السلام کا بھی تھا، تو وہ صلہ میں شریک ہوں گے) اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا، (کہ ابراہیم علیہ السلام سے وہ ذبح کرایا گیا) اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات ان کے لیے رہنے دی کہ ابراہیم پر سلام ہو (چنانچہ ان کے نام کے ساتھ اب تک "علیہ السلام" کہا جا رہا ہے) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں، (کہ انہیں لوگوں کی دُعاؤں اور سلامتی کی بشارتوں کا مرکز بنا دیتے ہیں۔

بیٹے کی قربانی کا واقعہ

ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کا ایک دوسرا اہم واقعہ بیان کیا گیا ہے، جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے لیے اپنے اکلوتے فرزند کی قربانی

Marfat.com

پیش کی، واقعہ کے بنیادی اجزاء خلاصۂ تفسیر سے واضح ہو جاتے ہیں، بعض تاریخی تفصیلات آیتوں کی تفسیر کے ذیل میں آجائیں گی۔

وقال انی ذاهب الیٰ ربی (اور ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں) یہ بات حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت ارشاد فرمائی جب کہ آپ نے اپنے اہل وطن سے بالکل مایوس ہو گئے، اور وہاں آپکے بھانجے حضرت لوط علیہ السلام کے سوا کوئی آپ پر ایمان نہیں لایا۔ ''رب کی طرف چلے جانے'' سے مراد یہ ہے کہ میں دارالکفر کو چھوڑ کر کسی ایسی جگہ چلا جاؤں گا جہاں کا مجھے اپنے رب کی طرف سے حکم ہوا ہے، اور جہاں میں اپنے پروردگار کی عبادت کرسکوں گا، چنانچہ آپ اپنی زوجۂ مطہرہ حضرت سارہؓ اور اپنے بھانجے حضرت لوط علیہ السلام کو لے کر سفر پر روانہ ہوئے، اور عراق کے مختلف حصوں سے ہوتے ہوئے بالآخر شام تشریف لے آئے، اس تمام عرصہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی، اسلیے آپ نے وہ دعاء فرمائی جسکا اگلی آیت میں ذکر ہے، یعنی:

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصّٰلِحِينَ (اے میرے پروردگار! مجھے ایک نیک فرزند عطا فرما) چنانچہ آپ کی یہ دعاء قبول ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک فرزند کی پیدائش کی خوش خبری سنائی:

فبشرنٰهُ بغلٰم حلیم (پس ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی)۔ ''حلیم المزاج'' فرما کر اشارہ کر دیا گیا کہ یہ نومولود اپنی زندگی میں ایسے صبر وضبط اور بُردباری کا مظاہرہ کرے گا کہ دنیا اس کی مثال نہیں پیش کرسکتی، اس فرزند کی ولادت کا واقعہ یہ ہوا کہ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا نے یہ دیکھا کہ مجھ سے کوئی اولاد نہیں ہو رہی تو وہ سمجھیں کہ میں بانجھ ہو چکی ہوں۔ اُدھر فرعونِ مصر نے حضرت سارہؓ کو اپنی بیٹی جن کا نام ہاجرہؓ تھا، خدمت گزاری کے لیے دے دی تھی، حضرت سارہؓ نے یہی ہاجرہؓ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا کر دیں، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے نکاح کر لیا، انہی ہاجرہؓ کے بطن سے یہ صاحبزادے پیدا ہوئے اور ان کا نام اسمٰعیل (علیہ السلام) رکھا گیا۔

حضرت ابراہیمؑ کا خواب

فلما بلغ معه السعی قال یٰبنی انی اریٰ فی المنام انی اذبحك (سو جب وہ فرزند ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیمؑ نے فرمایا: برخوردار

Marfat.com

میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تین روز متواتر دکھایا گیا (قرطبی)۔ اور یہ بات طے شدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے، اس لیے اس خواب کا مطلب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حکم ہوا ہے کہ اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کر دیں، یوں یہ حکم براہِ راست کسی فرشتے وغیرہ کے ذریعہ بھی نازل کیا جا سکتا تھا، لیکن خواب میں دکھانے کی حکمت بظاہر یہ تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اطاعت شعاری اپنے کمال کے ساتھ ظاہر ہو، خواب کے ذریعہ دیئے ہوئے حکم میں انسانی نفس کے لیے تاویلات کی بڑی گنجائش تھی، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تاویلات کا راستہ اختیار کرنے کے بجائے اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ (تفسیر کبیر)

اس کے علاوہ یہاں باری تعالیٰ کا اصل مقصد نہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرانا تھا، نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دینا کہ انھیں ذبح کر ہی ڈالو، بلکہ منشاء یہ حکم دینا تھا کہ اپنی طرف سے انھیں ذبح کرنے کے سارے سامان کر کے ان کے ذبح کا اقدام کر گزرو، اب یہ حکم اگر زبانی دیا جاتا تو اس میں آزمائش نہ ہوتی، اس لیے انھیں خواب میں دکھلایا کہ وہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں، اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ سمجھے کہ ذبح کا حکم ہوا ہے، اور وہ پوری طرح ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے، اس طرح آزمائش بھی پوری ہو گئی، اور خواب بھی سچا ہو گیا، یہ بات زبانی حکم کے ذریعہ آتی تو یا آزمائش نہ ہوتی، یا حکم کو بعد میں منسوخ کرنا پڑتا۔

یہ امتحان کس قدر سخت تھا؟ اس کی طرف اشارہ کرنے کے لیے یہاں اللہ تعالیٰ نے فلما بلغ معه السعیَ کے الفاظ بڑھائے ہیں، یعنی ارمانوں سے مانگے ہوئے اس بیٹے کو قربان کرنے کا حکم اس وقت دیا گیا تھا جب یہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تھا، اور پرورش کی مشقتیں برداشت کرنے کے بعد اب وقت آیا تھا کہ وہ قوتِ بازو بن کر باپ کا سہارا ثابت ہو، مفسرین نے لکھا ہے کہ اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر تیرہ سال تھی، اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ بالغ ہو چکے تھے۔ (تفسیر مظہری)۔

بیٹے سے مشورہ

فانظرماذا تریٰ (سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے؟) حضرت ابراہیم علیہ

Marfat.com

السلام نے یہ بات حضرت اسماعیل علیہ السلام سے اسلیے نہیں پوچھی کہ آپکو حکمِ الٰہی کی تعمیل میں کوئی تردّد تھا، بلکہ ایک تو وہ اپنے بیٹے کا امتحان لینا چاہتے تھے کہ وہ اس آزمائش میں کس حد تک پورا اُترتا ہے؟ دوسرے انبیاء علیہم السلام کا طرز ہمیشہ یہ رہا ہے کہ وہ احکامِ الٰہی کی اطاعت کے لیے تو ہر وقت تیار رہتے ہیں، لیکن اطاعت کیلیے ہمیشہ راستہ وہ اختیار کرتے ہیں جو حکمت اور حتی المقدور سہولت پر مبنی ہو، اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے سے کچھ کہے بغیر بیٹے کو ذبح کرنے لگتے، تو یہ دونوں کے لیے مشکل کا سبب ہوتا، اب یہ بات آپ نے مشورہ کے اندا بیٹے سے اس لیے ذکر کی کہ بیٹے کو پہلے سے اللہ کا یہ حکم معلوم ہو جائے گا تو وہ ذبح ہونے کی اذیت سہنے کے لیے پہلے سے تیار ہو سکے گا، نیز اگر بیٹے کے دل میں کچھ تذبذب ہوا بھی تو اُسے سمجھایا جا سکے گا۔ (روح المعانی وبیان القرآن)۔ لیکن وہ بیٹا بھی اللہ کے خلیلؑ کا بیٹا تھا اور اسے خود منصبِ رسالت پر فائز ہونا تھا، اس نے جواب میں کہا:۔

فرماں بردار بیٹے کا جواب

یٰاَ اَبَتِ افعَل ماتؤمر ابّا جان! جس بات کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اُسے کر گزریئے)

اس سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بے مثال جذبۂ جاں سپاری کی تو شہادت ملتی ہی ہے، اس کے علاوہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کم سنی ہی میں اللہ نے انھیں کیسی ذہانت اور کیسا علم عطا فرمایا تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے سامنے اللہ کے کسی حکم کا حوالہ نہیں دیا تھا، بلکہ محض ایک خواب کا تذکرہ فرمایا تھا، لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام سمجھ گئے، کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے، اور یہ خواب بھی درحقیقت حکمِ الٰہی کی ہی ایک شکل ہے، چنانچہ انہوں نے جواب میں خواب کے بجائے حکمِ الٰہی کا تذکرہ فرمایا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنی طرف سے اپنے والد بزرگوار کو یہ یقین بھی دلایا کہ: ستجدنی ان شاء اللّٰہ من الصّٰبرین (ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے)۔ اس جملے میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی غایت ادب اور غایت تواضع کو دیکھئے، ایک تو ان شاء اللہ کہہ کر معاملہ اللہ کے حوالہ کر دیا اراس وعدے میں دعوے کی جو ظاہری صورت پیدا ہو سکتی تھی ا۔ سے ختم فرمایا، دوسرے آپ یہ بھی فرما سکتے تھے کہ "آپ ان شاء اللہ مجھے کرنے والا پائیں گے"۔ لیکن اس کے بجائے آپ نے فرمایا کہ "آپ مجھے صبر کرنے والوں میں

سے پائیں گے'' جس سے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا کہ یہ صبر وضبط تنہا میرا کمال نہیں ہے بلکہ دنیا میں اور بھی بہت سے صبر کرنے والے ہوئے ہیں، ان شاء اللہ میں بھی اُن میں شامل ہو جاؤں گا، اس طرح آپ نے اس جملے میں فخر و تکبر، خود پسندی اور پندار کے ہر اَدنیٰ شائبے کو ختم کر کے اس میں انتہاء درجے کی تواضع اور انکسار کا اظہار فرمادیا (روح المعانی)۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو کسی معاملے میں اپنے اوپر خواہ کتنا ہی اعتماد ہو، لیکن اُسے ایسے بلند بانگ دعوے نہیں کرنے چاہئیں جن سے غرور و تکبر ٹپکتا ہو، اگر کہیں ایسی کوئی بات کہنے کی ضرورت ہو تو الفاظ میں اس کی رعایت ہونی چاہئے کہ ان میں اپنے بجائے اللہ پر بھروسہ کا اظہار ہو، اور جس حد تک ممکن ہو تواضع کے دامن کو نہ چھوڑا جائے۔

حکم کی تعمیل

فلما اسلما (پس جب وہ دونوں جھک گئے) اسلم کے معنی ہیں جھک جانا، مطیع ہو جانا، رام ہو جانا، مطلب یہ ہے کہ جب وہ اللہ کے حکم کے آگے جھک گئے، یعنی باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کا اور بیٹے نے ذبح ہو جانے کا ارادہ کرلیا، یہاں لَمَّا (جب) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، لیکن اس کا جواب مذکور نہیں ہے، یعنی آگے یہ نہیں بتایا گیا کہ جب یہ واقعات پیش آچکے تو کیا ہوا؟ اس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ باپ بیٹے کا یہ اقدامِ فداکاری اس قدر عجیب و غریب تھا کہ الفاظ اس کی پوری کیفیت کو بیان کر ہی نہیں سکتے۔

بعض تاریخی اور تفسیری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے تین مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی، ہر بار حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے سات کنکریاں مار کر بھگا دیا، آج تک منیٰ کے تین جمرات پر اسی محبوب عمل کی یادگار کنکریاں مار کر منائی جاتی ہے، بالآخر جب دونوں باپ بیٹے یہ انوکھی عبادت انجام دینے کے لیے قربان گاہ پر پہنچے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے والد سے کہا اَبا جان! خوب اچھی طرح باندھ دیجئے، تاکہ میں زیادہ تڑپ نہ سکوں، اور اپنے کپڑوں کو بھی مجھ سے بچائیے، ایسا نہ ہو کہ ان پر میرے خون کی چھینٹیں پڑیں، تو میرا ثواب گھٹ جائے، اس کے علاوہ میری والدہ خون دیکھیں گی تو انہیں غم زیادہ ہوگا، اور اپنی چھری بھی تیز کر لیجئے اور اسے میرے حلق پر ذرا جلدی جلدی پھیریئے گا، تاکہ آسانی سے میرا دم نکل سکے، کیونکہ موت بڑی سخت چیز ہے، اور جب آپ میری والدہ کے پاس جائیں تو ان

Marfat.com

سے میرا سلام کہہ دیجیے گا، اور اگر آپ میرا قمیص والدہ کے پاس لے جانا چاہیں تو لے جائیں، شاید اس سے اُنھیں کچھ تسلّی ہو، اکلوتے بیٹے کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ایک باپ کے دل پر کیا گزر سکتی ہے؟ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام استقامت کے پہاڑ بن کر جواب یہ دیتے ہیں کہ: ''بیٹے! تم اللہ کا حکم پورا کرنے کے لیے میرے کتنے اچھے مددگار ہو''۔ یہ کہہ کر انہوں نے بیٹے کو بوسہ دیا، پُرنم آنکھوں سے انھیں باندھا، (مظہری)۔

وَتَلَّه للجبین (انھیں پیشانی کے بَل خاک پر لٹادیا)۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس کا مطلب یہ منقول ہے کہ اُنھیں اس طرح کروٹ پر لٹادیا کہ پیشانی کا ایک کنارہ زمین سے چھونے لگا، (مظہری)۔ لغت کے اعتبار سے یہ تفسیر راجح ہے، اس لیے یہ جبین عربی میں پیشانی کی دونوں کروٹوں کو کہتے ہیں۔ اور پیشانی کا درمیانی حصہ جبهة کہلاتا ہے۔ اسی لیے حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے اس کا ترجمہ کروٹ پر لٹانے سے کیا ہے، لیکن بعض دوسرے حضرات مفسرینؒ نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ اَوندھے منہ زمین پر لٹادیا، بہر صورت تاریخی روایات میں اس طرح لِٹانے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ شروع میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انھیں سیدھا لٹایا تھا، لیکن جب چھری چلانے لگے تو بار بار چلانے کے باوجود گلا کٹتا نہیں تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیتل کا ایک ٹکڑا بیچ میں حائل کر دیا تھا، اس موقع پر بیٹے نے خود یہ فرمائش کی کہ ابّا جان! مجھے چہرے کے بَل کروٹ سے لٹا دیجیے، اس لیے کہ جب آپ کو میرا چہرہ نظر آتا ہے تو شفقت پدری جوش مارنے لگتی ہے، اور گلا پوری طرح کٹ نہیں پاتا، اس کے علاوہ چھری مجھے نظر آتی ہے تو مجھے بھی گھبراہٹ ہونے لگتی ہے، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انھیں اسی طرح لِٹا کر چھری چلانی شروع کی۔ (تفسیر مظہری وغیرہ) واللہ اعلم۔

امتحان میں کامیابی

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَآ (اور ہم نے انھیں آواز دی کہ اے ابراہیم! تم نے خواب سچ کر دکھایا) یعنی اللہ کے حکم کی تعمیل میں جو کام تمہارے کرنے کا تھا اس میں تم نے اپنی طرف سے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی، (خواب میں بھی غالباً صرف یہی دکھایا گیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام انھیں ذبح کرنے کے لیے چھری چلا رہے ہیں) اب یہ آزمائش پوری ہو چکی اس لیے اس انھیں چھوڑو،

Marfat.com

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِيۡنَ (ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں) یعنی جب کوئی اللہ کا بندہ اللہ کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے اپنے تمام جذبات کو قربان کرنے پر آمادہ ہوجاتا ہے، تو ہم بالآخر اسے دنیوی تکلیف سے بھی بچالیتے ہیں، اور آخرت کا اجر وثواب بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیتے ہیں۔

وَفَدَيۡنٰهُ بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ (اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا) روایات میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ آسمانی آواز سن کر اوپر کی طرف دیکھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک مینڈھا لیتے کھڑے تھے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی مینڈھا تھا جس کی قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادے ہابیلؓ نے پیش کی تھی، واللہ اعلم۔

بہر حال یہ جنتی مینڈھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا ہوا، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے بیٹے کے بجائے اس کو قربان کیا، اس ذبیحہ کو ''عظیم'' اس لیے کہا گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے آیا تھا اور اس کی قربانی کے مقبول ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ (تفسیر مظہری وغیرہ)

(معارف القرآن ص۹۱ ج۷)

عید کی وجہ تسمیہ

شوال کے مہینہ کی پہلی تاریخ کو عیدالفطر (عید) اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عیدالاضحیٰ (بقرعید) اور دونوں کو ''عیدین'' کہتے ہیں۔

یہ دونوں تاریخیں اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں جن میں دو دو رکعت نماز بطور شکر کے پڑھی جاتی ہے۔ عیدین کی نماز امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے، جب کہ حضرت امام شافعیؒ اور دوسرے علماء عیدین کی نماز کو سنتِ مؤکدہ کہتے ہیں۔

''عید'' لفظ ''عود'' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ''بار بار آنا'' چنانچہ اس دن کو عید اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دن بار بار یعنی ہر سال آتا ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس دن کا نام ''عید'' اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ عود کرتا ہے یعنی بندوں پر اپنی رحمت اور بخشش کے ساتھ متوجہ ہوتا ہے۔ (مظاہر حق جدید ص۲۷۷ ج۲)

عید، عود سے ہے جس کے معنیٰ ہیں لوٹنا، بار بار آنا، چونکہ یہ مفہوم اس دن کے اندر موجود ہے، اس لیے وہ دن جو ہر سال ماہِ شوال کی پہلی تاریخ اور ماہِ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو

Marfat.com

آتا ہے یومِ عید کہلاتا ہے۔ اس دن میں اللہ تعالیٰ کے انعامات بندوں پر عائد اور مکرّر ہوتے ہیں، یہ دن ہر سال مسرّت وخوشی کا پیغام لاتا ہے، اس روز ہر شخص کی حسبِ حیثیت عزت وحرمت کا احساس ہر سال تازہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے رمضان میں جو اپنے بندوں کو کھانے پینے سے روک دیا تھا، عید کے باعث اس کا انعام یعنی افطار بندوں پر رجوع کرتا ہے۔ اس اسلامی تقریب میں اتنے مختلف پہلوؤں سے عود کا مفہوم پایا جاتا ہے، اس لیے اس کو عید کہتے ہیں، پھر یوں بھی اہلِ عرب ہر مسرت بخش اجتماع کو عید سے یاد کرتے ہیں۔ (الصبح النوری قدوری ص ۱۷۷)

جمعہ ہر ہفتہ کی عید ہے اور ہفتہ بھر کی نمازوں کی نعمت کا شکرانہ ہے۔ شریعت میں ہر طاعت پر شکرِ نعمت کے لیے اس کی جنس سے عید مقرر کر دی گئی تاکہ مزید نعمت کا موجب بنے۔

لیکن زکوٰۃ کا چونکہ کوئی وقت معین نہیں نہ اس کے لیے کوئی اجتماع منعقد ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی تمام ادائیگی کے موقع پر اس کے مناسب کوئی شکر نہ تھا۔

ایک وجہ یہ بھی بتائی ہے کہ ”عید“ کو عید اس کی دوبارہ آمد کی نیک فالی کے لیے کہتے ہیں۔ جس طرح قافلہ کو روانگی کے وقت ہی قافلہ کہہ دیتے ہیں۔ اور یہ لفظ قافلہ قفول سے بنا ہے جس کی معنیٰ واپس آنا، یعنی خدا کرے یہ قافلہ واپس لوٹ کر آئے۔ (اشعۃ اللمعات ص ۶۶۰ ج ۲)

عیدین کے مشروع ہونے کی دلیل

تشریح قوموں کے تہوار دراصل اُن عقائد وتصوّرات اور ان کی تاریخ وروایات کے ترجمان اور ان کے قومی مزاج کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اس لیے ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے اپنی جاہلیت کے دور میں اہلِ مدینہ جو دو تہوار مناتے تھے وہ جاہلی مزاج وتصورات اور جاہلی روایات ہی کے اندر آئینہ دار ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ حدیث کے صریح الفاظ کے مطابق خود اللہ تعالیٰ نے ان قدیمی تہواروں کو ختم کرا کر ان کی جگہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ (عیدین) دو تہوار اس امت کے لیے مقرر فرما دیئے جو اس کے توحیدی مزاج اور اصولِ حیات کے عین مطابق اور اس کی تاریخ وروایات اور عقائد وتصورات کے پوری طرح آئینہ دار ہیں۔

کاش اگر مسلمان اپنے تہواروں ہی کو صحیح طور پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت وتعلیم کے مطابق منائیں تو اسلام کی روح اور اس کے پیغام کو سمجھنے، سمجھانے کے لیے صرف یہ دو تہوار ہی کافی ہو سکتے ہیں۔ (معارف الحدیث ص ۳۹۸ ج ۳ و کتاب الفقہ ص ۵۴۸ ج ۱)۔

Marfat.com

عیدین کیا ہیں؟

ہر قوم کے کچھ خاص تہوار اور جشن کے دن ہوتے ہیں جن میں اُس قوم کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور سطح کے مطابق اچھا لباس پہنتے اور عمدہ کھانے پکاتے ہیں، دوسرے طریقوں سے بھی اپنی اندرونی مسرت وخوشی کا اظہار کرتے ہیں، یہ گویا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔ اسی لیے انسانوں کا کوئی طبقہ اور فرقہ ایسا نہیں ہے جس کے ہاں تہوار اور جشن کے کچھ خاص دن نہ ہوں۔

اسلام میں بھی دو دن رکھے گئے ہیں۔ ایک عید الفطر اور دوسرے عید الاضحیٰ (عید قربانی)۔ بس یہی مسلمانوں کے اصل مذہبی وملّی تہوار ہیں۔ ان کے علاوہ مسلمان جو تہوار مناتے ہیں اُن کی کوئی مذہبی حیثیت اور بنیاد نہیں ہے، بلکہ اسلامی نقطۂ نظر سے ان میں سے اکثر خرافات ہیں۔

مسلمانوں کی اجتماعی زندگی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ آئے، عید الفطر اور عید الاضحیٰ ان دونوں تہواروں کا سلسلہ بھی اسی وقت سے شروع ہوا ہے۔

جیسا کہ معلوم ہے کہ عید الفطر رمضان المبارک کے ختم ہونے پر یکم شوال کو منائی جاتی ہے اور عید الاضحیٰ (بقر عید) دس ذی الحجہ کو۔ رمضان المبارک دینی وروحانی حیثیت سے سال کے بارہ مہینوں میں سب سے مبارک مہینہ ہے۔ اسی مہینہ میں قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا، اسی پورے مہینہ کے روزے اُمتِ مسلمہ پر فرض کیے گئے، اس کی راتوں میں ایک مستقل باجماعت نماز کا اضافہ کیا گیا اور ہر طرح کی نیکیوں میں اضافہ کی ترغیب دی گئی۔ الغرض یہ پورا مہینہ خواہشات کی قربانی اور مجاہدہ کا اور ہر طرح کی طاعات وعبادات کی کثرت کا مہینہ قرار دیا گیا۔ ظاہر ہے کہ اس مہینہ کے خاتمہ پر جو دن آئے ایمانی اور روحانی برکتوں کے لحاظ سے وہی سب سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو اُمت کے جشن ومسرت کا دن اور تہوار بنایا جائے، چنانچہ اسی دن کو عید الفطر قرار دیا گیا۔

اور دس ذی الحجہ وہ مبارک تاریخی دن ہے جس میں اُمتِ مسلمہ کے مؤسس ومورثِ اعلیٰ سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دانست میں اللہ تعالیٰ کا حکم واشارہ پا کر اپنے لختِ جگر سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ان کی رضامندی سے قربانی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کر کے اور ان کے گلے پر چھری رکھ کر اپنی سچی وفاداری اور کامل تسلیم ورضا

Marfat.com

کا ثبوت دیا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے عشق اور محبت وقربانی کے اس امتحان میں کامیاب قرار دے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زندہ سلامت رکھ کر ان کی جگہ ایک جانور کی قربانی قبول فرمائی تھی، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سر پر اِنّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا“ کا تاج رکھ دیا تھا، اور ان کی اس ادا کی نقل کو قیامت تک کے لیے ”رسمِ عاشقی“ قرار دے دیا تھا، پس اگر کوئی دن کسی عظیم تاریخی واقعہ کی یادگار کی حیثیت سے تہوار قرار دیا جاسکتا ہے تو اس اُمتِ مسلمہ کے لیے جو ملّتِ ابراہیمی کی وارث اور اُسوۂ خلیلی کی نمائندہ ہے۔ دس ذی الحجہ کے دن کے مقابلے میں کوئی دوسرا دن اس کا مستحق نہیں ہوسکتا، اس لیے دوسری عید دس ذی الحجہ کو قرار دیا گیا۔ جس وادیٔ غیر ذی زرع (بنجر غیر آباد جگہ) میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کا یہ واقعہ پیش آیا تھا، اُسی جگہ میں پورے عالمِ اسلامی کا حج کا سالانہ اجتماع اور اس کے مناسکِ قربانی وغیرہ اس واقعہ کی گویا اصل اور اوّل درجے کی یادگار ہے۔ اور ہر اسلامی شہر اور بستی میں عیدالاضحیٰ کی تقریباتِ نماز اور قربانی وغیرہ بھی اس کی گویا نقل اور دوسرے درجہ کی یادگار ہے۔

بہر حال ان دونوں دنوں (یکم شوال اور دس ذی الحجہ) کی ان خصوصیات کی وجہ سے ان کو یوم العید اور اُمتِ مسلمہ کا تہوار قرار دیا گیا۔ (معارف الحدیث صفحہ ۳۹۷ جلد ۳)

عیدین کی راتوں کی فضیلت

عن ابی امامة رضی اللّٰہ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال من قام لیلتی العیدین محتسبالم یمت قلبه یوم تموت القلوب۔ (رواہ ابن ماجۃ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عیدین کی دونوں راتوں میں خالص اجر وثواب کی امید پر عبادت کی، اس کا دل (قیامت کے) اس (ہولناک) دن میں مردہ نہیں ہوگا جس دن لوگوں کے دل (خوف ودہشت سے) مردہ ہوں گے۔

تشریح قیامت کے ہولناک دن میں خوف وہراس اور تکلیف وپریشانی کا یہ عالم ہوگا کہ آدمی زندگی پر موت کو ترجیح دے گا، جو لوگ ان دو مبارک راتوں میں اپنے دل، اپنے پروردگار سے لگائے رہیں گے، قیامت کے دن ان کو امن وسکون اور راحت وآرام نصیب ہوگا۔

اور بعض علماء نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اس شخص کا دل دنیا کی محبت میں دیوانہ نہ

Marfat.com

ہوگا، جو حقیقت میں دلوں کے لیے موت ہے اور یہ شخص بری موت سے محفوظ رہے گا۔

(الترغیب والترہیب ص ۳۸۴ ج ۲)

عیدین کی شب میں تمام رات عبادت کرنا اور نفلیں پڑھنا مستحب ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۳۵ ج ۲)

عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مامن ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللّٰہ من ھٰذہ الایام العشرۃ۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو عملِ صالح جتنا ان دس دنوں (ذی الحجہ کے پہلے دس دن) میں محبوب ہے اتنا دوسرے کسی دن میں نہیں۔

تشریح جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے سات دنوں میں سے جمعہ کو، سال کے بارہ مہینوں میں سے رمضان المبارک کو، اور پھر رمضان کے تین عشروں میں سے عشرۂ اخیرہ کو خاص فضیلت بخشی ہے، اسی طرح ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کو بھی فضل و رحمت کا خاص عشرہ قرار دیا ہے، اور اسی لیے حج بھی انہی دنوں میں رکھا گیا۔

بہرحال یہ رحمتِ خداوندی کا خاص عشرہ ہے۔ ان دنوں میں بندے کا ہر نیک عمل اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے، اور اس کی بڑی قیمت ہے۔ (معارف الحدیث ص ۱۷۱ ج ۳)

قربانی نہ کرنے پر وعید

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من کان لہ سعۃ ولم یضح فلایقربن مصلانا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس گنجائش ہو اور اس کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔

تشریح پوری ملتِ اسلامیہ شریعت کا ایک اہم شعار اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یادگار منا رہی ہے، انہی میں ایک شخص جسے خدا نے سب کچھ دیا ہے اور وہ آسانی سے اس اہم سنت

Marfat.com

میں حصہ لے سکتا ہے اور اس کے باوجود بے پرواہی برت رہا ہے تو اس کا کیا منہ ہے کہ سب مسلمانوں کے ساتھ مل کر عید منائے۔ (ترغیب ص ۳۹۴ ج ۲)

مسئلہ بہت سے لوگ باوجود وسعت کے قربانی نہیں کرتے، خاص کر دیہات کے لوگ اس میں بہت غفلت کرتے ہیں۔ حالانکہ حدیث شریف میں ہے "جو صاحبِ وسعت قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے"۔ اور یہ معلوم ہے کہ عیدگاہ میں وہ لوگ جاتے ہیں جو مسلمان ہیں اور عیدگاہ سے بے تعلقی اور بُعد (دوری) انھیں کو ہے جو کافر ہیں۔ اب غور کرنا چاہئے کہ حدیث شریف میں قربانی نہ کرنے والوں کے لیے کس قدر تہدید اور وعیدِ شدید ہے۔

(اغلاط العوام ص ۱۳۳)

(بعض جگہ یہ رواج پایا جاتا ہے کہ جس کسی پر قربانی واجب ہوئی اس نے بکرا، بھیڑ، دنبہ یا کوئی بڑا جانور خرید لیا اور قربانی کردی، لیکن اگر کبھی کچھ مالی اعتبار سے کمی ہوئی، چاہے وہ صاحب نصاب بھی ہو، لیکن اکثر وبیشتر یہ کہہ کر بری الذمہ ہونے کی کوشش کرتا ہے کہ ہر سال قربانی کرتے ہیں اگر اس سال نہ کی تو کیا حرج ہے؟

دین اسلام ایک کامل دین ہے جس میں انسان کی قیامت تک کی ضروریات وغیرہ کا خیال رکھا گیا ہے، قربانی کے باب میں شریعت کی دی ہوئی رعایتوں اور گنجائشوں کا استعمال نہ کرنے کی بناء پر ایسا ہوتا ہے، افضل تو یہ ہی ہے کہ صاحبِ نصاب ایک بکرا، دنبہ وغیرہ قربانی کا کرے۔ لیکن اگر اس کی ہمت نہ ہو تو بڑے جانور میں ایک حصہ ضرور لے کر فریضۂ قربانی سے سبکدوش ہو کر اس وعید سے بچے۔ کیونکہ بڑے جانور میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔ اگر اس علاقہ میں بڑے جانور وغیرہ نہ ملتے ہوں یا گوشت نہ کھایا جاتا ہو تو قربانی کی رقم دینی مدارس میں جہاں پر قربانی کا انتظام ہو بھیج کر ڈبل ثواب حاصل کرلیں۔ محمد رفعت قاسمی عفی عنہ)۔

سب سے زیادہ محبوب عمل

عن عائشة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما عمل ابن ادم من عمل یوم النحر اَحَبَّ الی الله من اهراق الدم وانه لیاتی یوم القیامة بقرونها واشعارها واظلافها وان الدم لیقع من الله بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوا بها نفسا۔

(ترمذی وابن ماجہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ یعنی عید الاضحیٰ کے دن فرزندِ آدم کا کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں، اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ (زندہ ہوکر) آئے گا، اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی رضا اور مقبولیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے، پس اے خدا کے بندو! دل کی پوری خوشی سے قربانیاں کیا کرو۔ (ترمذی)

تشریح بعض عبادتوں کا بعض دنوں میں خصوصی اجر وثواب ہے۔ خدائے رحمٰن ورحیم کو عید الاضحیٰ کے دن سب سے زیادہ پسندیدہ یہ عمل ہے کہ اس کے نام پر زیادہ سے زیادہ جانیں قربان ہوں اور خون بہے، یہ دراصل انسان کے اپنے جذبات کی قربانی اور اس کی فداکاری کا امتحان ہے، چنانچہ اس کی ابتداء ملّتِ اسلامیہ کے جدّ امجد، خدا کے بہت زیادہ برگزیدہ بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک بے مثال قربانی سے ہوئی۔ اپنے اکلوتے بیٹے کو خود اپنے ہاتھوں ذبح کردینے سے بڑھ کر اور کیا قربانی ہوسکتی ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی طرف سے یہ کر دکھایا (گو خدا نے ان کے لختِ جگر کی جان بچائی)۔ اس اصل قربانی کی ہمت تو ہر کوئی نہیں کرسکتا تھا، اس لیے خدا نے اپنے کرم سے اس کا حکم تو نہیں دیا، البتہ اس مبارک وعظیم قربانی کی یادگار اس مِلّتِ حنیفیہ میں جاری رکھی اور ہر سال اس کا دُہرانا اہلِ استطاعت پر لازم کردیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:۔ لن ینال اللّٰہ لحومھا ولا دمائھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم۔ (اللہ تعالیٰ کے پاس نہ ان (جانوروں کا) گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون، بلکہ اس کے پاس تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے) اس لیے جب چھری پھیردی، جذبۂ قربانی اور دل کے تقویٰ کا امتحان ہوگیا، خون کا قطرہ زمین پر بعد میں گرا، نیک نیتی اور خلوصِ دل پہلے قبول ہوگیا۔

اس آیت نے یہ حقیقت واضح کردی کہ صرف جانوروں کا خون بہادینے سے یا گوشت کھانے کھلانے ہی سے خدا کی خوشنودی حاصل نہیں ہوجاتی بلکہ اسکے یہاں تو اصلی قیمت تقویٰ، خلوص، خوش دلی اور جوشِ محبت اور جذبۂ قربانی کی ہے، جس بندے میں یہ خوبی جتنی زیادہ ہے اس کی قربانی اتنی ہی زیادہ مقبول ہے۔ (الترغیب الترہیب ص۳۹۲ ج۲)

Marfat.com

قربانی کی تاریخ

کسی حلال جانور کو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کی نیت سے ذبح کرنا اس وقت سے شروع ہوا ہے جب آدم علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے اور دنیا آباد ہوئی۔ سب سے پہلے قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل و قابیل نے دی۔ اِذ قرّبا قُربانًا۔ یعنی جب کہ دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی۔ (سورۂ مائدہ پارہ ٦)

علامہ ابنِ کثیر علیہ الرحمۃ نے بروایت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں نقل فرمایا کہ ہابیل نے ایک مینڈھے کی قربانی پیش کی اور قابیل نے اپنے کھیت کی پیداوار سے کچھ غلّہ وغیرہ صدقہ کر کے قربانی پیش کی۔ حسبِ دستور آسمان سے آگ نازل ہوئی، ہابیل کے مینڈھے کو کھا لیا اور قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا۔ قربانی کے قبول ہونے یا نہ ہونے کی پہچان پہلے انبیاء کے زمانہ میں یہ تھی کہ جس قربانی کو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے تو ایک آگ آسمان سے آتی اور اس کو جلا دیتی تھی۔ سورۂ آلِ عمران میں اس کا ذکر صراحۃً آیا ہے کہ:۔

بقربانٍ تأکله النار "یعنی وہ قربانی جس کو آگ کھا جائے۔"

اس زمانہ میں کفار سے جہاد کے ذریعہ جو مالِ غنیمت ہاتھ آتا تو اس کو بھی آسمان سے آگ نازل ہو کر کھا جاتی تھی اور یہ جہاد کے مقبول ہونے کی علامت سمجھی جاتی تھی۔

اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی انعام ہوا کہ قربانی کا گوشت اور مالِ غنیمت ان کے لیے حلال کر دیئے گئے۔ حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خصوصی فضائل اور انعاماتِ الٰہیہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اُحِلّت لِی الغَنائم۔ یعنی میرے لیے مالِ غنیمت حلال کر دیا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپؐ کے زمانہ کے بعض غیر مسلموں نے اپنے اسلام قبول نہ کرنے کا ایک یہ عذر بھی پیش کیا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی قربانیوں کو آگ کھا جایا کرتی تھی، اور آپؐ کے زمانہ میں ایسا نہیں ہوتا، اس لیے ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک یہ صورت ظاہر نہ ہو۔ سورۂ مائدہ میں اس عذرِ لنگ کو بیان کر کے یہ جواب دیا گیا کہ جن انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں قربانیوں کو آگ نے کھایا تھا تم انھیں پر کونسا ایمان لائے ہو، تم نے تو ان کو بھی جھٹلا دیا ہے بلکہ ان کے قتل تک سے دریغ نہ کیا تھا۔ ان کا یہ قول حق طلبی کے لیے نہیں تھا بلکہ حیلہ جوئی کے لیے تھا۔

Marfat.com

جانور کی قربانی سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے عبادت اور تقربِ الٰہی کا ذریعہ دی گئی ہے اور قربانی کا خاص ایک طریقہ کہ آسمانی آگ آکر اس کو جلادے۔ یہ خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک تمام انبیاء سابقین کے دَور تک مشہور رہا۔

قربانی ایک اہم عبادت اور شعائرِ اسلام میں سے ہے، زمانۂ جاہلیت میں بھی اس کو عبادت سمجھا جاتا تھا مگر بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے، اسی طرح آج تک دوسرے مذاہب میں قربانی مذہبی رسم کے طور پر ادا کی جاتی ہے، بتوں کے نام پر، یا مسیح کے نام پر قربانی کرتے ہیں۔ سورۂ کوثر پارۂ عم میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جس طرح نماز اللہ کے سوا کسی کے لیے نہیں ہوسکتی، قربانی بھی اسی کے نام پر ہونی چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد دس سال تک مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا، ہر سال پابندی سے قربانی فرماتے تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ قربانی صرف مکہ معظمہ کے لیے مخصوص نہیں، بلکہ ہر شخص ہر شہر میں شرائط کے بعد واجب ہے اور مسلمانوں کو اس کی تاکید فرماتے تھے، اسی لیے جمہور علماء اسلام کے نزدیک قربانی واجب ہے۔ (شامی۔ تاریخ قربانی ص ۲۱)

قربانی کی حقیقت

اصل میں قربانی کی حقیقت تو یہ تھی کہ عاشق خود اپنی جان کو خدا تعالیٰ کے حضور میں پیش کرتا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھیے، ان کو یہ گوارا نہ ہوا۔ اس لیے حکم دیا کہ تم جانور ذبح کردو، ہم یہی سمجھیں گے کہ تم نے خود اپنے آپ کو قربان کردیا۔

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خواب کے ذریعہ بشارت دی گئی کہ آپ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کریں۔ اب دیکھیے کہ یہ حکم اول تو اولاد کے بارے میں دیا گیا۔ اور اولاد بھی کیسی، فرزند اکلوتا اور فرزند بھی ناخلف نہیں بلکہ نبی معصوم۔ ایسے بچے کی قربانی کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ حقیقت میں انسان کو اپنی قربانی پیش کرنا اتنا زیادہ مشکل نہیں، مگر اپنے ہاتھ سے اپنی اولاد کو ذبح کرنا بڑا سخت مشکل کام ہے۔

مگر چونکہ حکمِ خداوندی تھا، اس لیے آپ نے اپنے بیٹے کی محبت پر حکمِ خداوندی کو مقدم رکھتے ہوئے فرمانِ الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیا۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو منیٰ کے منحر میں لے گئے اور فرمایا بیٹا! مجھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تجھ کو ذبح کردوں۔ تو

اسماعیل علیہ السلام نے فوراً یہ فرمایا:۔ افعل ماتؤمر یعنی جو آپ کو حکم ہوا ہے ضرور کیجئے، اگر میری جان کی ضرورت ہے تو ایک جان کیا؟ اگر ہزار جانیں بھی ہوں تو نثار ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسیوں سے پہلے ان کے ہاتھ پاؤں باندھے، پھر چھری تیز کی، اب بیٹا بھی خوش ہے کہ خدا کی راہ میں قربان ہو رہا ہوں۔ ادھر باپ بھی خوش ہے کہ میں اپنے ہاتھ سے بیٹے کی قربانی پیش کر رہا ہوں۔ چنانچہ حکمِ خداوندی کی تعمیل میں اپنے بیٹے کی گردن پر چھری چلا دی، جب چھری کُند ہوگئی تو اس وقت حکمِ الٰہی ہوا:۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۔ (الصّٰفّٰت پارہ ۲۳)

بے شک آپ نے اپنا خواب اب سچ کر دکھایا، ہم نیکوکاروں کو اسی طرح جزاء دیا کرتے ہیں۔ اب ہم اس کے عوض جنت سے ایک میں ڈھا بھیجتے ہیں اور تمہارے بیٹے کی جان کے عوض ایک دوسری جان کی قربانی مقرر کرتے ہیں۔

چنانچہ اسی دن سے اونٹ، بھینس، گائے، میں ڈھا، بکرا وغیرہ قربانی کے لیے فدیہ (بدلہ) میں مقرر ہو گیا ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام صفحہ ۳۹۵۔ جلد ۲)

محبوباتِ نفس کی قربانی

قربانی کی بھی ایک صورت ہے اور ایک روح ہے۔ صورت تو جانور کا ذبح کرنا ہے اور اس کی حقیقت ایثارِ نفس کا جذبہ پیدا کرنا ہے اور تقرب الی اللہ ہے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ روح بغیر جانور ذبح کیے کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ بات پہلے معلوم ہو چکی کہ ہر صورت میں اس کے مطابق روح ڈالی جاتی ہے۔ نماز میں نماز کی روح، زکوٰۃ میں زکوٰۃ کی روح اور قربانی میں قربانی کی روح ڈالی جاتی ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے جو صورت مقرر کر دی ہے، وہی اختیار کرنا پڑے گی۔ تب وہ روح اس میں ڈالی جائے گی۔ اگر وہ کسی چیز کی قربانی طلب کریں تو قربانی دینی ہوگی۔

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ (پارہ ۴۔ رکوع ۱)

یعنی تم نیکی کامل کبھی حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔

اور مال محبوب چیز ہے۔ مال میں سے جانور بھی زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ کیونکہ جان دار ہونے کی وجہ سے اس سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اگر بے جان چیز ضائع ہو جائے تو

Marfat.com

آدمی دوسرا گھڑ کر بنا سکتا ہے، بخلاف جاندار کے کہ اگر فنا ہو گیا دوسرا ویسا نہیں ملتا۔ اور یہ مال ایسی چیز ہے کہ فنا ہو کر ہی نفع پہنچاتا ہے۔ اگر کسی کے پاس ایک کروڑ روپیہ رکھا ہوا ہو تو وہ بے کار ہے اس سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا، جب تک اس کو خرچ نہ کرے۔ تو جب دنیوی منافع اس کو خرچ کیے بغیر نہیں مل سکتے تو اللہ تعالیٰ کی رضا (خوشنودی) جو اعلیٰ ترین نفع ہے وہ محبوباتِ نفس قربان کیے بغیر کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

اور محبوبات کیا ہیں؟ جان، مال، اولاد، عزت، آبرو وغیرہ۔ چنانچہ ارشادِ باری ہے:۔
إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ (پارہ ۱۱، رکوع ۲، سورہ التوبہ)
یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید لیا۔

غرض کہ آپ کو ان میں سے ہر چیز مٹانی ہوگی، تب کہیں بندگی کا اظہار ہوگا۔
درحقیقت جنت تو ایمان کے بدلے میں ملے گی اور اعمال تو ایمان کی شناخت کا ذریعہ ہیں۔
جیسے اگر سونا خریدا جائے تو اس کو کسوٹی پر گھس گھسا کر دیکھا جاتا ہے، اگر کھرا ہے تو اس کی قیمت ادا کرتے ہیں، ورنہ نہیں۔ تو اس جگہ قیمت سونے کی ہوتی ہے، لکیروں کی نہیں جو کسوٹی پر پڑ جاتی ہیں۔

پس اسی طرح آخرت کے بازار میں جنت کے عوض ایمان کی قیمت ادا کرنا ہوگی وہ ہمارے اعمال ان لکیروں کی طرح ہمارے ایمان کی پختگی کی علامت ہیں۔ اس لیے جنت حاصل کرنے کی غرض سے ہمیں "محبوباتِ نفس" کو قربان کرنا لازمی ہے۔ اگر مال خرچ کرنے کا حکم ہو تو مال خرچ کرو، جان دینے کا حکم ہو تو جان نثار کرو، عزت کی ضرورت ہو تو وہ بھی قربان کرو، یہی عشق کی پختگی کی علامات ہیں۔ (خطبات حکیم الاسلام صفحہ ۳۹۱ جلد ۲)

قربانی کا حکم عام ہے

خلیل اللّٰہی (حضرت ابراہیمؑ) کے کارناموں میں سے جو چیزیں کسی خاص مقام کے ساتھ مخصوص تھیں وہ صرف حجاج پر لازم کی گئیں، جو اس مقام پر پہنچ کر انجام دیتے ہیں جیسے منیٰ میں تینوں جمرات پر کنکریاں مارنا اور صفا و مروہ کے درمیان دوڑنا اور سات چکر لگانا اور جو چیز اس خاص جگہ سے تعلق نہیں رکھتی ہر جگہ کی جا سکتی ہے، جیسے جانور کی قربانی، اس کو تمام اُمت کے لیے حکم عام کے ساتھ واجب و لازم قرار دے دیا گیا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہؓ

وتابعینؒ اور پوری اُمت ہر خطے اور ہر ملک اور ہر جگہ میں اس واجب کی تعمیل کرتے رہے اور اس کو نہ صرف واجباتِ اسلامی میں سے ایک واجب قرار دیا گیا بلکہ شعائر اسلام میں داخل سمجھا گیا ہے۔"وَالْبُدْنَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ من شعائر الله لكم فيها خير۔ (سورۃ الحج)۔ یعنی قربانی کے جانوروں کو ہم نے اللہ کی یادگار بنایا ہے۔ اللہ کی یادگار سے مراد اللہ کے دین کی یادگار ہے، ہاں یہ ظاہر ہے کہ جو قربانی اس مقام میں کی جائے جہاں سے اس کا آغاز ہوا یعنی منیٰ میں، وہ زیادہ افضل ہے اور موجبِ ثواب وبرکات ہے۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج میں سو اونٹوں کی قربانی کی جن میں سے تریسٹھ اونٹوں کی قربانی خود فرمائی، باقی کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمایا۔ (مسلم)۔ یہ اتنی بڑی تعداد اسی فضیلت کی وجہ سے کی گئی، ورنہ مدینہ طیبہ میں عام عادت دو جانوروں کو ذبح کرنے کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں دس سال قیام فرمایا اور ہر سال قربانی کرتے تھے۔ (ترمذی شریف)

آپ کا معمول یہ تھا کہ عید کی نماز پڑھ کر عیدگاہ میں قربانی فرماتے تھے تاکہ سب مسلمانوں کو حکمِ شرعی کی اطلاع بھی ہو جائے اور آداب بھی سیکھ لیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ نمازِ عید سے پہلے قربانی نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر نمازِ عید کو مقدم فرمایا اور قربانی کو اس کے بعد کرنے کا حکم جاری فرمایا خواہ وہ مکہ میں ہو یا مدینہ میں یا دنیا کے کسی مقام میں۔ قرآن شریف کی آیاتِ مذکورہ اور روایتِ حدیث اور صحابۂ کرام کے تعامل سے واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ قربانی کا عبادت ہونا تو عہدِ آدم علیہ السلام سے ثابت ہے، مگر عیدالاضحیٰ میں اس کا ضروری اور واجب ہونا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار کے طور پر جاری ہوا، اور قرآن وسنت کے نصوص میں اس کو اسلامی واجبات میں سے ایک اہم واجب قرار دیا جو ہر ملک، ہر خطہ اور ہر زمانہ میں ضروری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مدینہ طیبہ میں بھی قربانی کا فریضہ ادا کیا۔ اس زمانہ کے بعض لوگوں نے جو قربانی کو مکہ معظمہ کے ساتھ مخصوص کیا اور وہ بھی کسی عبادت کے طور پر نہیں بلکہ حجاج کی مہمانی کے طور پر سمجھا ہے وہ نہ صرف قرآن شریف سے بلکہ تمام شرائع انبیاء اور ان کی تاریخ سے بالکل ناواقفیت پر مبنی ہے، ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر قربانی کا مقصد صرف اتنا ہی تھا کہ مکہ معظمہ میں جمع ہونے والے حجاج کی مہمانی

اس سے کی جائے تو پھر اس میں نماز عید سے پہلے اور بعد میں کیا فرق پڑتا ہے اور بارہ تاریخ کو شام کے بعد قربانی ممنوع ہو جانے کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ کیا تیرہ تاریخ کو حجاج مکہ میں نہیں رہتے؟ اگر مہمانی اس کا مقصد تھا تو قربانی کے جانوروں کے لیے جو شرائط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر وغیرہ کے لحاظ سے بیان فرمائی ہے، ان شرائط کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ نیز کیا مہمان کو صرف گوشت کی ضرورت ہوتی ہے اور کسی چیز کی حاجت نہیں ہوتی۔ اگر مہمانی مقصود ہوتی تو قربانی کے ذریعہ گوشت مہیا کرنے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دوسری اشیاء خوردنی جمع کرنے کا فریضہ عائد کیا جاتا، خصوصاً جبکہ مدینہ طیبہ میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرامؓ سے ہر سال قربانی کرنا ثابت ہے تو پھر اس کے خلاف کوئی رائے قائم کرنا اور اس کو اسلام میں ٹھونسنا بہت بڑی جرأتِ رندانہ ہے۔ (تاریخ قربانی ص ۲۲ مصنفہ مفتی محمد شفیعؒ)

قربانی و صدقہ میں فرق ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ اصل مقصد جان کا نذرانہ پیش کرنا ہے۔ چنانچہ اس سے انسان میں جاں سپاری اور جاں نثاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہی اس کی روح ہے۔ تو یہ روح صدقہ سے کیسے حاصل ہوگی۔ کیونکہ قربانی کی روح تو جان دینا ہے اور صدقہ کی روح مال دینا ہے۔ پھر اس عبادت کا صدقہ سے مختلف ہونا اس طرح بھی معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ کا کوئی دن متعین نہیں، مگر قربانی کے لیے ایک خاص دن مقرر کیا گیا ہے اور اس کا نام بھی یوم النحر اور عید الاضحیٰ یعنی قربانی کا دن رکھا گیا ہے۔

جہاں تک قربانی کے مسئلہ کا تعلق ہے تو یہ سلفاً سلفاً ایسی ہی ہوتی چلی آئی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کا بھی اور اُمت کا بھی اس پر اجماع ہے۔ انبیاء بنی اسرائیل میں سب کے یہاں قربانی تھی۔ ائمہ کرام کا بھی اس پر اجماع ہے۔ یہ اور بات ہے کہ امام شافعیؒ، امام ابن حنبلؒ اور امام ابو یوسفؒ کے یہاں قربانی سنت ہے اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے۔ یہ اس کے حکم میں اختلاف ہے اور ائمہ کے دقائق ہیں، مگر قربانی کی مشروعیت میں سب متفق ہیں۔ اور اگر یہ کوئی غیر شرعی عمل ہوتا تو احادیث میں اس کی صفات وغیرہ کیوں بیان کی جاتیں؟

چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ ہم قربانی کی آنکھ اور کان خوب دیکھ بھال لیا کریں، ہم ایسے جانور کی قربانی نہ

Marfat.com

کریں جسکا کان آگے سے کٹا ہوا ہو۔ اور نہ جسکا کان پیچھے سے کٹا ہوا ہو، اور نہ جسکا کان چرا ہوا ہو، اور نہ جس کے کانوں میں سوراخ ہو، اور اس کے علاوہ بھی بعض اوصاف مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی کے احکام صدقہ سے بالکل جدا ہیں۔ اس لیے اس میں صدقہ کے احکام سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ اور پھر ساری امت آج تک بلا اختلاف یہ عمل کرتی چلی آرہی ہے اور تعاملِ اُمت سب سے بڑی دلیل ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام ص ۳۲۷ ج ۲)

جب یہ معلوم ہوگیا کہ جانوروں کی قربانی جو ہر سال مسلمانوں پر لازم کی گئی ہے وہ ابراہیمؑ یادگار کی حیثیت رکھتی ہے تو اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ جانور کی قیمت کا صدقہ کردینا یا کسی دوسرے نیک کام میں لگا دینا اس فریضہ سے سبکدوش نہیں کرسکتا۔ جیسے روزہ کی جگہ نماز یا نماز کے بدلہ روزہ کافی نہیں۔ زکوٰۃ کے بدلے میں حج یا حج کے بدلہ میں زکوٰۃ کافی نہیں۔

کوئی شخص اپنا اگر سب مال بھی اللہ کی راہ میں صدقہ کردے تو ایک نماز کا فریضہ اُس کے ذمہ سے ادا نہیں ہوتا، اسی طرح صدقہ خیرات کتنا بھی خرچ کردے وہ یادگارِ ابراہیمؑ کی قائم مقام اور واجب قربانی کی ادائیگی نہیں ہوگی۔ (تاریخ قربانی ص ۱۸ از مفتی محمد شفیعؒ)

صدقہ کردینے سے قربانی ادا نہ ہوگی

سارے اعمالِ شرعیہ کا مقصود تقویٰ ہے۔ مثلاً نماز سے عاجزی وانکساری کی صورت میں تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ روزے میں تزکیۂ نفس کی صورت میں، جہاد میں شجاعت کی صورت میں اور قربانی میں جاں نثاری کی صورت میں تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔ اب اگر آپ نے قربانی کے بجائے نماز پڑھ لی، تو نماز سے عاجزی اور بندگی کا تقویٰ تو ملا، مگر قربانی کی صورت میں حاصل ہونے والا تقویٰ نہ ملا۔ پس اگر کوئی قربانی نہ کرے اور صدقہ دے دے تو قیامت کے دن اسکو صدقہ کا ثواب مل جائیگا مگر قربانی کا مطالبہ باقی رہے گا اور یہ سوال ہوگا کہ قربانی کیوں نہیں کی؟ بالکل اسی طرح جیسے کوئی شخص نماز پڑھتا رہا اور روزہ نہ رکھا تو روزہ کا مطالبہ ہوگا کہ روزہ کیوں نہیں رکھا تھا۔

اس کو ایک مثال سے سمجھ لیجئے کہ آپ نے ایک آدمی ملازم رکھا جس کے سپرد آپ نے کھانا پکانے اور کھانا کھلانے کی خدمت سونپی، اب اس نوکر نے یہ کیا کہ کھانا تو پکایا نہیں مگر گھر کو صاف کر کے آئینہ بنادیا، ہر چیز قرینہ سے رکھ دی، جھاڑو بھی دی، فرش بھی دھویا، جالے بھی صاف

کیے، اور جب آپ گھر میں پہنچے اور دیکھا کہ ملازم نے گھر کو بہت صاف ستھرا کر رکھا ہے تو یقیناً آپ خوش ہوں گے مگر جب کھانے کے وقت آپ کو معلوم ہوگا کہ اس نے کھانا نہیں پکایا، تو یقیناً آپ اس سے باز پرس کریں گے کہ تو نے کھانا کیوں نہیں پکایا؟ تو کیا وہ ملازم جواب دے سکتا ہے کہ صاحب میں نے گھر تو صاف کر دیا، اب کھانے کا مطالبہ کیسا؟۔ ظاہر ہے کہ اس سے یہی کہا جائے گا کہ یہاں جو کام تیرے سپرد کیا تھا وہ تو، تو نے کیا نہیں اور ایک ایسا کام کیا جو فی الجملہ اگرچہ اچھا ہے مگر تیرے سپرد نہ تھا، اس لیے یہ کام تجھ کو کھانا کھلانے کے بعد کرنا چاہیے تھا۔

اسی طرح صدقہ وخیرات تو عباداتِ نافلہ ہیں اور قربانی واجب ہے تو صدقہ دینے سے اس کا مطالبہ باقی رہے گا۔

حاصل یہ کہ جو صورت آپ اختیار کریں گے، اس کی روح اس میں ڈالی جائے گی جیسے انسان کی صورت میں انسان کی روح اور حیوان کی صورت میں حیوان کی روح۔ پھر قربانی کی روح صدقہ میں کیسے آسکتی ہے؟ اس لیے قیامت میں ہر ایک عمل کی مختلف صورتیں ہوں گی۔ مثلاً جو شخص مسجد بناتا ہے اس کو جنت میں مکان ملتا ہے۔ اور روزہ دار کے لیے قیامت کے دن دسترخوان بچھایا جائے گا، اسی طرح قربانی کے متعلق ارشاد ہے کہ "قیامت کے دن قربانی کا جانور اپنے سینگوں، بالوں اور کھالوں کے ساتھ موجود ہوگا"۔

حدیث شریف میں ان اجزاء کا ذکر ہے جن کو ہم بے کار سمجھ کر پھینک دیتے ہیں، اس کے رڈی اجزاء پر بھی ثواب دیا جائے گا۔ تو جو اصلی چیز یعنی گوشت ہے اس پر کیوں ثواب نہ ملے گا؟

آگے ارشاد ہے کہ "قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، تم اس عمل (قربانی) کو کر کے اپنا دل ٹھنڈا کرو"۔ تو یہ مقبولیت کا درجہ بھی قربانی کے ساتھ خاص ہے۔ (خطبات حکیم الاسلام ص۴۰۶ وص۴۰۷ جلد۲)

قربانی سے جانوروں کی کمی نہ ہوگی

قربانی پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ تین تاریخوں میں بیک وقت لاکھوں جانور ہلاک ہو جاتے ہیں تو اس کا مُضر اثر قومی اقتصادیات پر یہ پڑنا بھی ناگریز ہے کہ جانور کم ہو جائیں گے اور سال بھر لوگوں کو گوشت ملنے میں مشکلات پیدا ہو جائیں گی لیکن یہ خیالات صرف انسان کے ذہن پر مسلّط ہو جاتے ہیں جبکہ وہ خالقِ کائنات کی قدرتِ کاملہ اور اس کے نظام محکم کے مشاہدہ

Marfat.com

۔۔۔ے بالکل غافل ہو جائے۔

حالانکہ نظامِ قدرت پورے عالم میں ہمیشہ سے یہ ہے کہ جب دنیا میں کسی چیز کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے تو اللہ رب العالمین اس چیز کی پیداوار بھی زیادہ بڑھا دیتے ہیں اور جب ضرورت کم ہو جاتی ہے تو پیداوار بھی گھٹ جاتی ہے، جیسے کوئی شخص کنوئیں کے پانی پر رحم کھا کر اس لیے نکالنا چھوڑ دے کہ کہیں پانی ختم نہ ہو جائے۔ تو کیا کنوئیں کے سونتھ بند ہو جائیں گے اور کنواں پانی نہ دے گا؟ بلکہ جتنا زیادہ نکالا جائے گا اتنا ہی کنوئیں سے پانی زیادہ ملے گا۔ اعداد و شمار کا حساب لگا کر دیکھیں۔ پچھلے زمانہ میں جتنی قربانی کی جاتی تھی اُتنی آج نہیں ہے۔ جس طرح تمام احکامِ دین مثلاً نماز، روزہ میں سُستی آ گئی ہے، قربانی کے مسئلہ میں اس سے زیادہ سُستی برتی جاتی ہے۔ اسلام کے قرونِ اولیٰ میں قربانی کا یہ عالم تھا کہ ایک آدمی سو سو اُونٹوں کی قربانی کرتا تھا۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سو اونٹوں کی قربانی کی اور تریسٹھ اونٹوں کی قربانی کا فریضہ خود اپنے دستِ مبارک سے انجام دیا۔ اور قربانی کی اس فراوانی اور زیادتی کے زمانہ میں کسی جگہ یہ شکایت نہیں سنی گئی کہ جانور نہیں ملتے یا گراں ملتے ہیں۔ اِس زمانہ میں جب کہ نماز روزہ اور دوسری عبادات کی طرح قربانی میں بھی سخت غفلت برتی جا رہی ہے، لاکھوں انسان جن کے ذمہ شرعاً قربانی لازم ہے، قربانی نہیں کرتے، تو اس وقت جانوروں کی کمی کو قربانی کا نتیجہ کہنا واقعات کے سراسر خلاف ہوگا۔ اس زمانہ میں بھی بہت سے ممالک ہیں جہاں مسلمانوں کی آبادی برائے نام ہے، نہ وہاں قربانی ہوتی ہے اور نہ قربانی کی وجہ سے کوئی جانور کم ہوتا ہے مگر جانوروں اور گوشت کی گرانی وہاں ہمارے ملکوں سے زیادہ نظر آتی ہے۔ اور اگر کسی کا ایسا ہی دل چاہے تو ایک سال کسی شہر یا کسی ملک میں قربانی بند کر کے دیکھ لے کہ قوم کی اقتصادیات میں اس کا کیا خوش گوار اثر ہوتا ہے، جانوروں اور گوشت کی یا دودھ اور گھی کی کتنی ارزانی ہو جاتی ہے، کوئی مسلم ملک تو انشاء اللہ ان کا تجربہ کرنے کے لیے بھی تیار نہ ہوگا۔ ہمارا پڑوسی ملک موجود ہے جہاں گائے کی حد تک نہ صرف سالانہ قربانی بلکہ روزانہ گوشت خوری بھی بند ہے، کیا کسی نے دیکھا کہ وہاں گلی گلی گائے پھرتی ہے؟ یا دودھ کی ندیاں بہتی ہیں، یا گھی ارزاں ہو گیا ہے؟

مشترکہ ہندوستان میں جبکہ مسلمان اور انگریزی فوج روزانہ لاکھوں گائے ذبح کیا کرتے تھے اور سالانہ قربانی ہوا کرتی تھی، لیکن گھی اور دودھ کا جو بھاؤ (نرخ) اس وقت تھا،

Marfat.com

آج اس وقت سے بہت زیادہ گراں ہے، اور ارزانی کا کہیں نام نہیں۔ اور قدرت کے دستور کے مطابق ہمارا خیال یہ ہے کہ اگر وہاں گائے کا خرچ اسی طرح کم ہوتا چلا گیا تو کچھ عرصہ میں وہاں گائے کی پیداوار نہ ہونے کے قریب ہو جائے گی۔ اور کیا یہ مثال سارے جہاں کے سامنے نہیں کہ اب سے سو سال پہلے تک تمام سفر گھوڑوں پر طے کیے جاتے تھے اور ساری دنیا میں جنگیں صرف گھوڑوں کے ذریعہ سے ہی کی جاتی تھیں۔ فوج کے لیے تعداد گھوڑے پالے جاتے تھے۔ اور اب موجودہ زمانے میں جب گھوڑوں کی جگہ موٹروں، ہوائی جہازوں اور دیگر سواریوں نے لے لی تو کیا دنیا میں گھوڑے زیادہ سستے ہو گئے، یا ان کی تعداد گھٹ گئی اور قیمت بڑھ گئی۔ یہ قدرت کا کارخانہ، اس کا نظام، انسانی سمجھ، فہم و ادراک اور انسانی تجویزوں سے بہت بلند ہے۔

کاش قربانی سے نا آشنا مسلمان سوچیں اور غور کریں اور قربانی کو ایک رسم یا عید کی تفریح کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس کی حقیقت کو سامنے رکھ کر سنتِ ابراہیمی کے اتباع کے طور پر ادا کریں تو ایمان و عمل میں قوت و اخلاص کی برکات کا مشاہدہ ہونے لگے۔ ہر عبادت میں ثواب کے علاوہ کچھ مخصوص آثار بھی ودیعت کیے گئے ہیں جیسے نماز میں تواضع و انکساری، زکوٰۃ میں حُبِّ مال سے قلب کی صفائی، روزہ اور حج میں اللہ جل شانہٗ کی محبت میں ترقی حاصل ہوتی ہے، اسی طرح قربانی سے ایمان و اخلاص میں قوّت، اعمالِ شاقہ کے لیے عزم و ہمّت پیدا ہوتی ہے۔

(تاریخ قربانی از مفتی محمد شفیع صفحہ ۲۶)

مسئلہ بعض لوگ خود ذبح پر ہی اعتراض کیا کرتے ہیں کہ "یہ بے رحمی ہے" جانور کو تکلیف دینا ہے، ہم کہتے ہیں کہ ذبح میں "ایسی" تکلیف نہیں ہوتی، موتِ طبعی میں زیادہ ہوتی ہے۔ اگر ہوتی بھی ہو تو محبوبِ حقیقی کے حکم سے ہو وہ سب محبوب ہے۔ تو جانور کے ذبح کو بے رحمی بتلانا سخت غلطی ہے۔ (اغلاط العوام ص ۱۸۱)

اِسلام کو ذبح نہ کیجئے

اس جگہ یہ اشکال کہ قربانی کرنے سے جانور ختم ہو جائیں گے۔ سو اوّل تو یہ خیال ہی غلط ہے کیونکہ لاکھوں جانور جو روزانہ بطور ذبح کے کاٹے جاتے ہیں، عید کے دن وہ ذبح نہیں ہوتے، اس طرح کچھ معمولی سا فرق پڑتا ہے جو کسی بھی طرح قابلِ اعتناء نہیں۔ پھر اس روز بعض ایسے لوگوں کو بھی گوشت پہنچ جاتا ہے جو سال میں ایک آدھ دفعہ ہی کھا سکتے ہیں۔

Marfat.com

اور پھر ان کی ساری کھالیں غرباء ومساکین میں تقسیم ہوتی ہیں۔ غرض بہت سے منافع اس سے حاصل ہوتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ جو روپیہ قربانی پر صرف ہوتا ہے اس کو مہاجرین وغیرہ کی امداد میں صرف کیا جائے، تو بے شک مہاجرین کی امداد بھی ضروری ہے، مگر ہر کام کے لیے اسلام کے گلے پر چھری کیوں چلتی ہے؟ کچھ اپنی خواہشاتِ نفس پر بھی تو چھری چلایئے اور غیر شرعی اخراجات کو بند کر کے مہاجرین وغیرہ کی امداد کیجئے۔ مثلاً سینما ہے، شراب ہے اور دوسرے فضول، اخراجات ہیں۔ حاصل یہ کہ اب یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ جس طرح کائنات کی ہر چیز میں ایک صورت ہے اور ایک روح ہے، اسی طرح اعمالِ شرعیہ میں بھی ایک روح ہے اور جیسے وہاں ہر صورت کی ایک خاص روح ہے جو دوسری صورت میں نہیں آسکتی۔ اسی طرح یہاں بھی ایک روح ہے دوسرے میں نہیں آسکتی۔ (خطبات حکیم الاسلام ص ۴۰۵ ج ۲)

سنتِ ابراہیمیؑ کی یادگار

اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول رسول حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ان اعمال وافعال کو پسند فرما کر قیامت تک ان کی یادگار کو زندہ رکھنے کے لیے ان افعال واعمال کی نقل کرنے کو اپنی محبوب عبادت قرار دے کر اپنے بندوں پر لازم کر دیا، جس طرح واجباتِ حج میں تینوں جمرات پر کنکریاں مارنا اسی خلیل الٰہی عمل کی یادگا ہے، حجاج پر خصوصاً اور عام مسلمانوں پر عموماً جانوروں کی قربانی اسی یادگار کو زندہ رکھنے کے لیے لازم کی گئی ہے جس طرح صفا ومروہ کے درمیان دوڑنا اور سات چکر لگانا، حضرت ہاجرہؓ کے ایک عمل کی یادگار ہے اس کو بھی واجباتِ حج میں داخل کر دیا گیا ہے۔

ایک حدیث شریف ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قربانی کی کیا اصلیت ہے؟ آپؐ نے فرمایا تمہارے والد ابراہیم علیہ السلام کی سنت ویادگار ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا پھر ہمارے لیے اس میں کیا ثواب ہے؟ فرمایا جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی نامۂ اعمال میں لکھی جائے گی۔ (مشکوٰۃ شریف)

Marfat.com

اِسلامی یادگاریں

دنیا میں عظیم الشان کارناموں کی یادگاریں قائم کرنے کا دستور پُرانا ہے مگر عام طور پر اس کے لیے مجسّمے کھڑے کردینے یا کوئی تعمیر کردینے کا کافی سمجھا جاتا ہے جس سے کارنامہ کے انجام دینے والے کا اعزاز تو ہوتا ہی ہے اور کچھ دیر تک باقی بھی رہتا ہے، لیکن یادگار قائم کرنے کی اصلی روح اس سے زندہ نہیں رہتی، اس لیے اسلام نے مجسمات وتعمیرات کی قدیم رسم کو چھوڑ کر اُن کے افعال کی نقل کرنے کا عبادت بنادیا اور قیامت تک لوگوں پر لازم کردیا جائے جس سے نہ صرف ان عمال کرنے والوں کی یاد ہر وقت زندہ رہتی ہے بلکہ اُن کے اس نیک عمل کا جذبہ بھی دلوں میں بیدار ہوتا ہے۔ مجسمات وتعمیرات کتنی ہی مضبوط ہوں آخر کار حوادث کا شکار ہیں لیکن یہ یادگار یعنی قربانی جس کو عملی طور پر اُمت کے لیے لازم وواجب قرار دے دیا گیا اور اُن کے احکام قرآن وسنت میں محفوظ کردیئے گئے ہیں، رہتی دنیا تک جاری اور باقی ہیں وہ ہر زمانہ اور ہر دور میں ہر انسان کو یہ خلیل اللٰہی سبق دیتی رہتی ہیں کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے اپنا سب کچھ قربان کردینا ہی انسانیت کی تکمیل ہے اور اُس پر بھی حقِ عبدیت سے سبک دوشی نہیں۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی　　　حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(تاریخ قربانی ص ۱۸ از مفتی محمد شفیعؒ)

شیطانی چالیں

اللہ کی عبادت وطاعت کا یہ عظیم الشان مظاہرہ (بیٹے کی قربانی) شیطان کس طرح دیکھ سکتا تھا، یہ جانتے ہوئے کہ مقابلہ پر اللہ تعالیٰ کے خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) جیسے کوہِ استقامت ہیں۔ شیطان اپنی تدبیروں سے باز نہ آیا۔ اول تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کے پاس ایک مہربان ہمدرد کی شکل میں آیا اور پوچھا اسماعیل کہاں گئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا اپنے والد صاحب کے ساتھ جنگل سے لکڑیاں چننے کے لیے گئے ہیں۔ شیطان نے کہا، یہ بات نہیں تم غفلت میں ہو، ان کے باپ ان کو ذبح کرنے کے لیے لے گئے ہیں، حضرت ہاجرہؓ نے کہا کہ کوئی باپ اپنے بیٹے کو ذبح کیا کرتا ہے؟ شیطان نے کہا ہاں وہ یہ کہتے ہیں کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم دیا ہے۔ یہ سن کر اکلوتے بیٹے کی ماں نے بھی وہی جواب دیا جو حضرت خلیل اللہ

علیہ السلام کے گھرانے کے شایانِ شان تھا کہ ''اگر واقعہ یہی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تو ان کو اس کی تعمیل ہی کرنی چاہئے۔ شیطان یہاں سے مایوس ہو کر اب باپ بیٹے کے تعاقب میں لگ گیا جو شہر مکہ معظمہ سے منیٰ کی طرف جا رہے تھے، اوّل ایک دوست کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے آ کر ان کو روکنا چاہا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تاڑ لیا، اس لیے آپؑ پر اثر انداز ہونے میں شیطان ناکام رہا، اس کے بعد جمرۂ عقبہ کے قریب ایک بڑے جثّہ کی صورت میں آپؑ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا، ایک فرشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھا، اس نے کہا اے ابراہیمؑ! اس کو پتھر سے مارو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات کنکریاں شیطان کے ماریں اور ہر ایک کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہا تو شیطان دفع ہو گیا۔ آگے بڑھ کر پھر جمرۂ وسطیٰ کے قریب اسی طرح راستہ روک لیا تو پھر حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے تکبیر کہہ کہ سات کنکریاں ماریں تو شیطان دفع ہو گیا۔ اسی طرح تیسری مرتبہ جمرۂ اولیٰ کے پاس پہنچ کر راستہ گھیر لیا، حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے پھر وہی عمل کیا اور آگے بڑھ کر قربانی کی جگہ پر پہنچ گئے۔

اور جب باپ بیٹے اس عظیم قربانی کے لیے تیار ہو گئے اور باپ نے بیٹے کو قربان کرنے کے لیے چہرہ کے بَل کروٹ پر لٹا دیا۔ اس طرح لٹانے میں تواضع بھی تھی اور یہ حکمت بھی کہ اکلوتے بیٹے کا چہرہ سامنے آ کر کہیں ہاتھ میں غیر اختیاری لغزش نہ آ جائے۔ بعض روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نزدیک ذبح کی تکمیل کے لیے پوری قوت سے چھری چلائی لیکن قدرتِ خداوندی چھری کے درمیان حائل ہو گئی۔

اور بعض روایات میں ہے کہ اس حالت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ ابا جان! آپ کے پاس میرے کفن کے لیے کوئی کپڑا نہیں ہے اس لیے تکلیف ہو گی، بہتر یہ ہے کہ میرا کرتہ صاف وسفید ہے اس کو اُتار لیجئے گا تا کہ کفن کے کام میں آ جائے۔

(تاریخ قربانی ص ۱۴ از مفتی محمد شفیعؒ)

قربانی کا حکم خواب میں کیوں ہوا؟

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صاحبزادے (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کے ذبح کرنے کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عالَمِ بیداری کے بجائے خواب میں کیوں دیا گیا،

Marfat.com

اس میں کیا حکمت ہے؟

اس میں راز یہ ہے کہ اصل مقصودِ حق بیٹے کو ذبح کرانا نہیں تھا، بلکہ باپ بیٹوں کا امتحان ہی مقصود تھا، اس لیے صریح الفاظ میں ذبح کا حکم نہیں دیا گیا، بلکہ خواب میں یہ دکھلایا گیا کہ وہ ذبح کررہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے وہ عمل مکمل کردیا جس کو خواب میں دیکھا تھا، غیبی آواز نے ان کو امتحان میں کامیابی اور تعمیلِ حکم کی تکمیل کی خوش خبری سنادی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ ذبح کرڈالا بلکہ ذبح کی تیاری دکھلائی گئی تھی وہ پوری ہوگئی۔ اور تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ خواب میں دُنبہ کو بشکل اسماعیلؑ دکھلایا گیا ہو جیسے علم کو دودھ کی شکل میں دکھلایا جاتا ہے۔ دُنبہ اور حضرت اسماعیلؑ میں معنوی مناسبت یہ تھی کہ دُنبہ ذبح کے لیے مطیع وفرماں بردار ہوتا ہے، اس کی تخلیق (پیدائش) کا منشاء ہی ذبح کرکے استعمال کرنا ہے۔ بخلاف بیل اور اونٹ کے کہ ان کی تخلیق کا اصل منشاء سواری لینا اور بار برداری ہے، کبھی ذبح کرکے گوشت بھی کھالیا جاتا ہے بخلاف میں ڈھے دنبہ وغیرہ کے کہ ان کے وجود کا اصل مقصود ہی ذبح کرکے کھانا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اصل مقصود دُنبہ ہی کا ذبح کرنا تھا مگر امتحان کے لیے اس کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شکل میں دکھلا دیا گیا اور خواب کی اصل تعبیر کی طرف اسی امتحان کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذہن منتقل نہ ہوا، یہاں تک کہ امتحان کی تکمیل ہوگئی۔

(تاریخ قربانی ص ۱۱۵ از مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

مناسکِ حج میں شرکت

عن اُمِّ سلمة قال کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اِذادخل العشر واراد بعضکم ان یضحی فلا یأخذن شعراً ولایعلمن ظفراً۔ (رواہ مسلم)

اُمّ المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہوجائے (یعنی ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیا جائے) اور تم میں سے کسی کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو اس کو چاہیے کہ اب قربانی کرنے تک اپنے بال یا ناخن بالکل نہ تراشے۔ (صحیح مسلم)

تشریح دراصل یہ عشرہ حج کا ہے اور ان ایام کا خاص الخاص عمل حج ہے، لیکن حج مکہ معظمہ میں

Marfat.com

ہی جا کر ہوسکتا ہے، اس لیے وہ عمر میں صرف ایک دفعہ اور وہ بھی اہلِ استطاعت پر فرض کیا گیا ہے، اس کی خاص برکت وہی بندے حاصل کر سکتے ہیں جو وہاں حاضر ہو کر حج کریں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے سارے اہلِ ایمان کو اس کا موقع دیا ہے کہ جب حج کے یہ دن آئیں وہ اپنی اپنی جگہ رہتے ہوئے بھی حج اور حجاج سے ایک نسبت پیدا کرلیں اور ان کے اعمال میں شریک ہوجائیں، عیدالاضحیٰ کی قربانی کا خاص راز یہی ہے۔

حجاج کرام دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں، دنیا بھر کے دوسرے مسلمان جو حج میں شریک نہیں ہوسکتے، ان کو حکم ہے کہ وہ اپنی اپنی جگہ ٹھیک اُسی دن اللہ کے حضور میں اپنی قربانیاں نذر کریں، اور جس طرح حاجی احرام باندھنے کے بعد بال یا ناخن نہیں ترشواتے، اُسی طرح یہ مسلمان جو قربانی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد بال، ناخن نہ ترشوائیں اور اس طریقے سے بھی حجاج سے ایک مناسبت اور مشابہت پیدا کریں۔ کس قدر مبارک ہدایت ہے جس پر چل کر مشرق و مغرب کے مسلمان حج کے انوار و برکات میں حصہ لے سکتے ہیں۔

(معارف الحدیث صفحہ ۱۸۰ جلد ۳)

لیکن یہ ممانعت تنزیہی ہے، لہٰذا بال، ناخن وغیرہ کا نہ کٹوانا مستحب ہے اور اس کے خلاف عمل کرنا ترکِ اولیٰ ہے۔

(مظاہر حق جدید ص ۳۰۱ ج ۲)

مسئلہ جو شخص قربانی کا ارادہ رکھتا ہو، اس کے لیے یہ مستحب ہے کہ بقرعید کی نماز کے بعد قربانی کرکے ناخن اور بال کتروائے اور حجامت بنوائے اور جو شخص قربانی کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس کے لیے یہ مستحب نہیں ہے، وہ نماز عیدالاضحیٰ سے پہلے بھی حجامت بنواسکتا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۰ ج ۵)

مسئلہ جس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے اس کے لیے مستحب ہے کہ ماہِ ذی الحجہ کے آغاز سے جب تک قربانی کا جانور ذبح نہ کرالے اپنے جسم کے کسی عضو و جزء سے بال و ناخن صاف نہ کرے کہ قربانی کرنے والا اپنی جان کے فدیہ میں قربانی کر رہا ہے اور قربانی کے جانور کا ہر جزو قربانی کرنے والے کے جسم کے ہر جزو کا بدلہ ہے۔ جسم کا کوئی جز نزولِ رحمت کے وقت غائب ہو کر قربانی کی رحمت سے محروم نہ رہے، اس لیے آپ ﷺ نے مذکورہ حکم دیا ہے لیکن چالیس دن سے زائد مدت ہو جاتی ہے تو کراہت سے بچنے کی خاطر بال وغیرہ کی صفائی میں ڈھیل اور سستی نہ کرے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۸ ج ۲)

Marfat.com

تشریق کی وجہ تسمیہ

ایام تشریق کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض کا کہنا ہے کہ مشرک کہا کرتے تھے اسے شبیر! تو سفید ہوتا کہ ہم چلیں، یعنی تو روشن ہوجا اور ہم تیری روشنی میں اپنے راستے پر آئیں جائیں "شبیر" ایک پہاڑ کا نام ہے جب تک سورج طلوع نہیں ہوتا تھا، مشرکین مزدلفہ روانہ نہ ہوا کرتے تھے۔ اسلام کی روشنی پھیلنے پر ان کا یہ قول باطل ہوگیا۔

دوسری وجہ بعض تشریق نام کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ لوگ قربانی کے گوشت کے ٹکڑے کردیتے تھے اور انھیں دھوپ میں سکھاتے تھے، جو گوشت دھوپ میں سکھایا جاتا ہے اُسے تشریق اللحم کہتے ہیں۔

تیسری وجہ بعض کا کہنا ہے کہ عید کی نماز اور قربانی کے دن کو تشریق کہا جاتا ہے، اس لیے کہ عید کی نماز اس وقت ادا کی جاتی ہے جب سورج چمک رہا ہوتا ہے اور مصلی کو بھی اسی لیے مشرق کہتے ہیں کہ وہ سورج کے نکلنے کا انتظار کرتا ہے، اسی لیے یوم عید کو تشریق کہا گیا ہے، پھر جو دن اس دن کے تابع ہیں ان کو بھی یہی نام دیا گیا ہے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ تشریق کے دنوں میں روزے کیوں مکروہ قرار دیئے گئے ہیں۔ اس کا جواب یہ فرمایا کہ خانہ کعبہ کی زیارت کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں اور مہمان کو یہ نہیں چاہئے کہ جس نے دعوت دی ہو اس کے گھر جا کر روزہ رکھے۔ پھر پوچھا گیا کہ خانہ کعبہ کے پردے میں آدمی کیوں لٹکتے ہیں؟ فرمایا کہ یہ لٹکنا ایسا ہے جیسے کوئی بندہ اپنے مالک کا گناہ کرتا ہے پھر اسے معاف کرانے کے لیے اس کا دامن پکڑ لیتا ہے، اور عاجزی وزاری سے معافی کی درخواست کرتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۴۴۴)

نمازِ پنجگانہ کے بعد تکبیرات

تشریق کی تکبیرات (نویں ذی الحجہ کی نمازِ فجر سے لیکر پانچویں دن کی نمازِ عصر تک ہے) اس میں چار چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) ان تکبیروں کا حکم کیا ہے؟ (۲) کتنی مرتبہ پڑھیں اور کیا پڑھیں۔
(۳) تکبیرات کے شرائط۔ (۴) تکبیرات کا وقت۔

Marfat.com

تکبیرات کا حکم یہ ہے کہ یہ واجب ہیں، ان کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک بار اللہ اکبر اللہ اکبر لاالٰہ الااللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد پڑھیں۔ شرائط یہ ہیں کہ مقیم ہوں اور شہر میں ہو، اور فرض نماز جماعتِ مستحبہ سے پڑھے۔ آزاد ہونا اور بادشاہ کا ہونا امام ابوحنیفہؒ کے صحیح قول کے مطابق شرط نہیں ہے۔ تکبیرات کی ابتداء نویں تاریخ ذی الحجہ (عرفہ) کے روز فجر کی نماز کے بعد سے ہوتی ہے، اور ان کا اختتام صاحبینؒ کے قول کے مطابق ایام تشریق کے آخری دن یعنی تیرہویں ذی الحجہ کو عصر کی نماز کے بعد ہوتا ہے، (اس طرح صاحبین کے قول کے مطابق جن فرض نمازوں کے بعد تکبیر تشریق کہی جائے گی وہ کل ملا کر ۲۳ نمازیں ہوئیں) اور فتویٰ اور عمل سب زمانوں میں صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ سلام پھیرنے کے بعد فوراً تکبیراتِ تشریق ادا کرنی چاہئیں، یہاں تک کہ اگر کلام کیا، یا جان بوجھ کر وضو توڑ ڈالا، تو تکبیراتِ تشریق ساقط ہو جائیں گی۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳ ج ۲)

تکبیرِ تشریق کی ابتداء

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے لاڈلے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کے حکم سے ذبح کر رہے تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام جنت میں ان کا فدیہ (بدل) لے کر پہنچے اور انھیں خطرہ ہوا کہ کہیں جلدی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح نہ کر ڈالیں چنانچہ اس وقت ان کی زبان پر یہ کلمات آئے ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا تو بول پڑے'' لاالٰہ الااللہ واللہ اکبر'' اور جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کو فدیہ آنے کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا ''اللہ اکبر وللہ الحمد'' حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہی کلمات منقول ہیں۔ (درمختار ص ۹۸۷ جلد اول بحوالہ طحطاوی)

تکبیراتِ تشریق کے مسائل

تکبیر تشریق ہر اس فرض عین نماز کے بعد متصلاً کہے گا جو جماعتِ مستحب کے ساتھ ادا کی گئی ہے۔ جماعت ختم ہونے کے بعد متصلاً (فوراً) کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد کوئی ایسا مانع درمیان میں نہ آنے پائے کہ بنائے نماز کو روک دینے والا ہو، یعنی اگر نماز کے بعد اس طرح کا فساد ہو جائے کہ بول پڑے یا باہر چلا جائے یا کچھ کھا پی لے تو پھر تکبیر تشریق اس کی وجہ

Marfat.com

سے ساقط (ختم) ہو جائے گی اور اس فرض نماز کے بعد بھی پڑھی جائے گی جو قضاء اسی سال کی ہو، اس لیے کہ تکبیر کا وقت قائم ہے جس طرح قربانی اگر پہلے دن نہ کرے تو دوسرے تیسرے دن کر لے کہ وہ بھی قربانی کے دن ہیں۔

جماعتِ مستحب کی قید سے عورتوں اور ننگوں کی جماعت نکل گئی کہ ان کی جماعت مستحب نہیں ہے، لیکن صحیح قول میں غلاموں کی جماعت خارج نہیں ہے یعنی ان کی جماعت کے بعد تکبیر تشریق واجب ہے اس لیے کہ جماعت میں آزاد کا ہونا شرط نہیں۔ (درمختار ص۹۹ے جلد اول)

(یہاں فرضِ عین کی قید اس لیے لگائی گئی تا کہ فرضِ کفایہ نکل جائے چنانچہ نمازِ جنازہ کے بعد تکبیرِ تشریق واجب نہیں ہے، یا فرضِ قضاء کی جماعت کے بعد تکبیرِ تشریق کے واجب ہونے کی تین شرطیں ہیں اول یہ کہ ایام تکبیر کی نماز کی قضاء ہو۔ دوسرے یہ کہ یہ قضاء ایامِ تکبیر میں ہی پڑھی جائے۔ تیسرے یہ کہ یہ اسی سال کی قضاء ہو، پہلے سال کی قضاء نہ ہو، اس سے معلوم ہوا کہ اگر غیر ایامِ تکبیر کی قضاء نماز اگر جماعت سے ان دنوں میں پڑھی جائے تو اس کے بعد تکبیر تشریق واجب نہیں ہوگی۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مسئلہ تکبیراتِ تشریق اقتداء کی وجہ سے عورت اور مسافر پر بھی واجب ہو جاتی ہیں۔ عورت آہستہ تکبیر کہہ لے (اگر امام کی اقتداء میں نماز پڑھے تو) مسبوق (جس کی رکعت رہ گئی ہو) وہ اپنی نماز پوری کرنے کے بعد تکبیریں کہے، اگر امام نے تکبیریں چھوڑ دیں (یا بھول گیا) پھر بھی تکبیر کہے البتہ مقتدی امام کا اس وقت تک انتظار کرے کہ امام سے کوئی ایسی حرکت واقع ہو کہ جس سے تکبیرات منقطع ہو جائیں، اور وہ ایسی چیزیں ہیں کہ جن کے بعد نماز کی بناء جائز نہیں رہتی، مثلاً مسجد سے چلا جانا، یا قصداً وضو توڑنا اور کلام کرنا، اگر امام کو سلام کے بعد تکبیرات سے پہلے حدث ہو گیا (وضو ختم ہو گیا) تو زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ تکبیرات کہے طہارت کے لیے نہ جائے۔

(درمختار ص۶ے ج۱)

مسئلہ تکبیر تشریق اللہ اکبر الخ ایک دفعہ کہنا واجب ہے، اس سے زیادہ واجب نہیں، ایک مرتبہ سے زیادہ کہنا خلافِ سنت ہے۔ پس بہتر یہ ہے کہ ایک دفعہ پر اکتفاء کیا جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۲۰۴ ج۵ بحوالہ شامی ص۵۶۳ ج۱)

مسئلہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تکبیراتِ تشریق عورتوں پر نہیں ہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص۱۹۷ ج۵)

Marfat.com

مسئلہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ گاؤں والوں پر (جہاں نمازِ جمعہ واجب نہیں) تکبیر تشریق واجب نہیں فرماتے اور صاحبینؒ واجب فرماتے ہیں اور معتمد اور زیادہ احتیاط والاقول صاحبین کا ہے کہ اہلِ قریہ پر واجب ہے کہ تکبیر تشریق کہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۱۷ ج ۵)

تکبیر تشریق کے وجوب کے بارے میں اکثر علماء نے مذہب حنفیہ اختیار فرمایا ہے یعنی وجوب انھیں شرائط کے ساتھ (مقیم ہو اور شہر میں ہو اور فرض نماز جماعتِ مستحبہ سے پڑھے) باقی اگر تنہا پڑھنے والا اور مسافر وغیرہ بھی تکبیر تشریق کہہ لے تو کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ اس پر بھی فتویٰ دیا گیا ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ص ۲۱۹ جلد ۵)

مسئلہ تکبیرِ تشریق اگر اس وقت چھوٹ گئیں تو پھر ان کی قضا نہیں ہے توبہ کرنے سے گناہ اس کے ترک کا معاف ہو جائے گا۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۷ ج ۵)

مسئلہ فتویٰ اس پر ہے کہ باجماعت نماز پڑھنے والے اور تنہا نماز پڑھنے والے اس میں برابر ہیں، اسی طرح مرد و عورت دونوں پر واجب ہے، البتہ عورت بآواز بلند تکبیر نہ کہے آہستہ کہے۔ (شامی)

مسئلہ اس تکبیر کا متوسط بلند آواز سے کہنا ضروری ہے، بہت سے لوگ اس میں غفلت کرتے ہیں، یا تو پڑھتے ہی نہیں، یا آہستہ پڑھ لیتے ہیں، اس کی اصلاح ضروری ہے۔

(جواہر الفقہ ص ۴۴۶ ج ۱)

عیدین کے دن غسل کرنا

عن عبداللہ بن عباسؓ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یغسل یوم الفطر ویوم الاضحیٰ۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن غسل کرتے تھے۔ (ابن ماجہ)

تشریح متعدد روایتوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن غسل کرنے کا معمول ہوتا ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا یہ معمول نقل کیا ہے کہ وہ عیدالفطر کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے۔ اور اہل دین کا ہمیشہ سے یہ معمول رہا ہے کہ عید، بقرعید کے دن غسل، خوشبو اور حسب استطاعت عمدہ کپڑے پہننے کا اہتمام کرتے ہیں۔ (الترغیب ص ۳۳۵ ج ۱)

Marfat.com

مسئلہ عیدین کے دن عورتوں کے لیے بھی مستحب ہے کہ وہ غسل کریں اور عمدہ لباس پہنیں، کیونکہ یہ دن خوشی اور زینت کا ہے۔ (کبیری ص ۵۲۴)

عید کے دن زیارتِ قبور

سوال عید کے دن عید کی نماز کے بعد لوگ قبرستان جاتے ہیں وہاں فاتحہ پڑھ کر چلے آتے ہیں تو قبرستان جانا، خصوصاً اس دن کیسا ہے؟

جواب حامداً ومصلیاً۔ عید کا دن مسرت کا ہوتا ہے بسا اوقات خوشی میں لگ کر آخرت سے غفلت ہو جاتی ہے اور زیادتِ قبور سے آخرت یاد آتی ہے اس لیے اگر کوئی شخص عید کے دن زیارتِ قبور کرے تو مناسب ہے، کچھ مضائقہ نہیں لیکن اس کا التزام خواہ عملاً ہی سہی جس سے دوسروں کو یہ شبہ ہو کہ یہ چیز لازمی اور ضروری ہے، درست نہیں۔ نیز اگر کوئی شخص اس دن زیارتِ قبور نہ کرے تو اس پر طعن کرنا یا حقیر سمجھنا درست نہیں، اس کی احتیاط لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۲۷۷ ج ۲)

عیدین کی رسمیں

ایک تو عید کے دن سویاں پکانے کو بہت ضروری سمجھتے ہیں، شریعت سے یہ ضروری بات نہیں ہے، اگر دل چاہے پکالو، مگر اس میں ثواب نہ سمجھو۔ دوسرے رشتہ داروں کے بچوں کو دینا لینا یا رشتہ داروں کے گھر کھانا بھیجنا، پھر اس میں اَدلا بدلہ رکھنا اور نہ ہونے پر قرض لیکر کرنا، یہ پابندی فضول بھی ہے اور اس سے تکلیف بھی ہوتی ہے، اس لیے یہ سب (پابندیاں) قیدیں چھوڑ دیں۔ (ان کی شرعی حیثیت کوئی نہیں ہے)، اور بقر عید میں بھی عید جیسا دینا لینا ہوتا ہے، جیسا عید کا حکم ہے اس کا ہے۔ اور بقر عید میں بہت سے آدمیوں پر قربانی واجب ہوتی ہے اور قربانی نہیں کرتے، یہ بھی گناہ ہے۔ تیسرے قربانی میں اپنی طرف سے یہ بات گھڑ رکھی ہے کہ سری سقے کا حق ہے اور پائے نائی کا حق ہے، یہ بھی واہیات اور خلافِ شرع پابندی ہے، ہاں اپنی خوشی سے جس کو چاہے دے دو۔ (بہشتی زیور ص ۵۸ ج ۶)

عیدین میں نمازِ جنازہ

اگر عید اور جنازہ کی نمازیں جمع ہو جائیں تو پہلے عید کی نماز پڑھی جائے گی، پھر جنازہ کی

Marfat.com

نماز، اس لیے کہ عید کی نماز واجب عین ہے، یعنی ہر عاقل، بالغ مسلمان پر واجب ہے۔ اور جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے کہ کچھ لوگوں کے پڑھنے سے سبھوں کے ذمہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اور جنازہ کی نماز خطبۂ عید اور مغرب وغیرہ کی سنتوں سے پہلے پڑھی جائے گی کیونکہ جنازہ کی نماز فرض کفایہ ہے اور عید کا خطبہ اور مغرب کی سنتیں مسنون ہیں۔

مسئلہ عید کی نماز سورج گہن کی نماز پر مقدم ہوگی۔ (اگر سورج گہن عید کے دن اور عید کی نماز کے اوقات میں سے ہو جائے، عموماً ایسے ہوا نہیں کرتا ہے، اس وجہ سے کہ سورج گہن مہینہ کے پورے ہونے کے بعد ہوا کرتا ہے اور عیدین ابتدائے ماہ میں ہوتی ہیں)۔

مسئلہ لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ نمازِ جنازہ وقتی نمازوں کی سنتوں کے بعد ہی پڑھی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سنتوں کو فرض نمازوں کے ساتھ ملحق قرار دیا ہے کہ فرض نماز کے تابع ہیں، لہٰذا فرض نمازوں کے بعد سنت پڑھے، پھر نمازِ جنازہ۔ مفتیٰ بہ قول یہی ہے۔ (درمختار ص ۸۶۷ ج ۱)

نمازِ جنازہ میں شرکت کا طریقہ

اگر کوئی شخص نمازِ جنازہ میں اس وقت آئے جب کہ امام تکبیرِ اولیٰ کہہ چکا ہو، اور ثناء پڑھنے میں مصروف ہو، یا دوسری تکبیر بھی ہو چکی ہے اور امامِ جنازہ درود پڑھ رہا ہے، یا تیسری تکبیر بھی ہو چکی ہے، اور امام دعاء پڑھنے لگا ہے تو مقتدی سرِ دست کوئی تکبیر نہ کہے، بلکہ امام کی تکبیر کا انتظار کرے اور اس کے ساتھ تکبیر کہے، اور اگر انتظار نہ کیا اور تکبیر کہہ لی تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن یہ تکبیریں نمازِ جنازہ کی تکبیروں میں شمار نہ کی جائیں گی، مسبوق یعنی بعد میں شاملِ جماعت ہونے والے کو چاہئے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد رہی ہوئی تکبیروں کو پورا کر لے، بشرطیکہ جنازہ فوراً نہ اُٹھالیا گیا ہو۔ اگر جنازہ اٹھالیا گیا ہو تو چاہئے کہ سلام پھیر دے اور رہی ہوئی تکبیروں کو پورا نہ کرے۔ اور اگر مقتدی اس وقت پہنچے جبکہ امام چوتھی تکبیر بھی کہہ چکا ہو، لیکن ابھی تک سلام نہ پھیرا ہو تو صحیح طریقہ یہ ہے کہ امام کے ساتھ شامل ہو جائے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد اگر جنازہ نہ اُٹھایا گیا ہو تو اپنی نماز جلدی سے پوری کر لے ورنہ سلام پھیر دے۔

(کتاب الفقہ ص ۸۳۸ ج ۱)

مسئلہ نمازِ جنازہ جوتہ پہن کر پڑھنے کے بارے میں جو حکم اور نمازوں کا ہے وہی دربارہ طہارت مکان ولباس، جوتہ وغیرہ جنازہ کی نماز کا حکم ہے، اگر جوتہ استعمال شدہ ناپاک ہے کوئی نماز

Marfat.com

اس سے جائز نہیں نہ نمازِ پنجگانہ، نہ نمازِ جنازہ اور اگر جوتہ پاک ہے تو ہر ایک نماز درست ہے۔
(عزیز الفتاویٰ ص ۳۳۶ ج ۱)

عرفہ نویں ذی الحجہ کو کہتے ہیں

مسئلہ عرفہ کا دن ایک ہے یعنی نویں تاریخ ذی الحجہ کی۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند ص ۲۰۱ جلد پنجم)

مسئلہ عرفہ کے دن بعض مقامات پر وقوفِ عرفہ کرنے والوں کی مشابہت کرتے ہوئے لوگ اجتماع کرتے ہیں۔ اسکی کوئی اصل نہیں۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۵۷ ج ۱)

ضحیٰ صحیح ہے یا اضحیٰ؟

سوال ضحیٰ اور اضحیٰ میں کونسا لفظ صحیح ہے اگر ضحیٰ کہہ کر نماز پڑھے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

جواب بقرعید کے لیے عربی میں یوم الاضحیٰ موضوع ہے۔ الاضحیٰ قربانی کے معنی میں ہے۔ الضحیٰ کہنا یا ضحیٰ کہنا بقرعید کو غلط ہے، مگر نماز ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۲۴ ج ۵ بحوالہ ردالمختار ص ۱۷۲ ج ۵)

عیدین وجمعہ کا اجتماع

سوال عید اور جمعہ اگر ایک دن جمع ہو جائیں تو بعض حضرات کہتے ہیں کہ جمعہ نہ پڑھا جائے۔ اور صحیح مسلم کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟ نماز جمعہ پڑھنی چاہئے یا نہیں؟

جواب اس حدیث کو مسلم شریف میں تلاش کیا مگر پتہ نہیں چلا، بے شک ابوداؤد شریف میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا فعل نقل کیا گیا ہے۔ مگر ذرا غور کرنا چاہئے کہ ایک صحابیؓ کے فعل سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کو چھوڑ دینا خلافِ انصاف ہے۔ آپؐ کے زمانہ میں بھی یہ اتفاق پیش آیا، مگر آپؐ نے جمعہ ادا کیا اور آپؐ نے گاؤں والوں کو کہہ دیا کہ "تم جانا چاہو تو چلے جاؤ، ہم جمعہ ادا کریں گے"۔

ابوداؤد وغیرہ میں موجود ہے۔ اور عبداللہ بن زبیرؓ کے فعل کی علماء نے تاویل کی ہے، لہٰذا جمعہ ضرور ادا کرنا چاہئے، دوسری بات یہ ہے کہ جمعہ کی نماز قرآن شریف سے ثابت ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۴۵ جلد ۵)

(حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان گاؤں والوں سے کہ ”تم جانا چاہو تو چلے جاؤ، ہم جمعہ ادا کریں گے“۔ یہ اس لیے تھا کہ گاؤں والے عید کی نماز کے لیے صبح ہی سے آ گئے تھے، جیسا کہ آج کل بھی صبح ہی سے دیہات وغیرہ کے افراد آنے شروع ہو جاتے ہیں، اور گاؤں والوں پر جمعہ واجب نہیں ہے، اگر پڑھ لیں گے تو جمعہ صحیح ہو جائے گا یعنی ظہر کی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن صبح سے جمعہ کی نماز تک انتظار کرنا وہ بھی عیدین کے دن؟۔ اس لیے کہ آپ کی اجازت صرف گاؤں والوں کو بھی جن پر جمعہ فرض نہیں ہوتا ہے۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ اگر جمعہ کے روز عید الفطر یا عید الاضحیٰ ہو تو جمعہ وعیدین دونوں واجب ہیں۔

(امداد الفتاویٰ ص ۶۴۰ ج ۱)

اِمامت وخطابت کے مسائل

اکثر قصبات میں عیدین کی امامت اور بعض جگہ جمعہ اور نمازِ پنج گانہ بھی محض موروثی بناء پر دعوائے ریاست کی طرح چلی آتی ہے، خود امام صاحب میں اہلیت ہو یا نہ ہو۔ بعض جگہ تو امام قرآن بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ ایسی صورت میں نماز ہی سب کی باطل ہوگی، اور اگر صحیح پڑھ بھی لیا مگر مقتدی لوگوں کو اس کی ناگوار ہے اور جبراً وکرہاً بخیال احتمال فتنہ کے خاموش ہیں تو اس امام کو سخت گناہ ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایسے امام کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

عموماً امام وہ لوگ رکھے جاتے ہیں جو کسی کام کے نہ رہیں، جب تک کام کے رہے، نوکری چاکری کرتے رہے اور جب اپاہج ہو گئے تو وکالتِ دربارِ خداوندی (مسجد) کے لیے منتخب ہوئے کیونکہ امامت وکالتِ دربارِ خداوندی ہے۔ تو خدا کے سامنے پیش کرنے کے لیے ارزل الناس، اور اخس الناس تجویز ہوتا ہے۔

خرچ کی کفایت کے لیے ایسے آدمیوں کو رکھا جاتا ہے جو نہایت ذلیل، بدنیت دنی الطبع ہوتے ہیں، یہاں تک کہ تمثیلاً کہا جاتا ہے کہ فلانے کی تو ملانوں کی سی نیت ہوگئی مگر اپنی غلطی کو کوئی نہیں دیکھتا کہ اول تو انتخاب ہی میں ایسے لوگ لائے جاتے ہیں جو فطرۃً پست حوصلہ ہوتے ہیں، پھر ان کی خدمت کی یہ حالت ہے کہ خوشی میں برادری کی تو پوچھ ہوتی ہے، شادی ہو، بیاہ ہو، بسم اللہ ہو، سب میں لمبی چوڑی فہرستیں بنیں مگر ان میں امام صاحب اور مؤذن صاحب کا نام کہیں نہ آئے گا۔

Marfat.com

تنبیہ کیسی ظلم کی بات ہے کہ ہر دنیوی کام کے لیے تو ذی ہنر اور ذی لیاقت آدمی تلاش کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ لوہار، نجار بلکہ گانے والا تک بھی ماہر تلاش کیا جاتا ہے۔ اور خدا کے روبرو جو سب کی طرف سے وکیل بن کر کھڑا ہوتا ہے وہ چھانٹ کر ایسا رکھا جاتا ہے جس میں نہ کمال نہ جمال، تمام محلہ میں جو ناکارہ، اندھا، چندھا، فاتر الحواس، گنوار، بدتمیز، جاہل، غرض جو کسی مصرف کا نہ رہے اس کو امامت کے لیے منتخب کیا جاتا ہے۔ (اغلاط العوام مکمل ص ۷۰)

(امام وخطیب اپنی جگہ پر ایک اہم ذمہ داری کا مالک ہوتا ہے، عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ منصب جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد تھا، آپؐ خود ہی امامت فرماتے رہے، جب آپؐ بیمار ہوئے تو اس منصب عظیم پر آپؐ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو فائز کیا، اسی طرح اس منصب پر یکے بعد دیگرے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم فائز ہوتے رہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے امامت کے منصب پر جلیل القدر شخصیت کو فائز کرنے کی تاکید کی ہے مگر افسوس کی بات ہے (جس کی طرف مولانا تھانویؒ اظہار فرما رہے ہیں، کہ آج سب سے زیادہ یہی منصب پست ہو کر رہ گیا ہے، گھٹیا سے گھٹیا شخص کا اس منصب کے لیے انتخاب ہوتا ہے اور خواص وعوام اسی کو پسند کرتے ہیں جب کہ ایسا ہونا نہیں چاہیے۔ اس کے احکامات کی تفصیل دیکھیے احقر کی کتاب ''مکمل ومدلل مسائل امامت'' میں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مسئلہ یہ قول غلط ہے کہ سوائے سادات (سیدوں) کے اور کوئی شخص امامت کا مستحق نہ ہو۔ امامت کا استحقاق علم وفضل وتقویٰ پر ہے، جو شخص مسائلِ شرعیہ سے واقف ہو اگرچہ سید نہ ہو، تو اس سید سے جو مسائل سے واقف نہیں احق اور اولیٰ ہے (زیادہ حقدار ہے)۔

(فتاویٰ محمدیہ ص ۱۰۸ ج ۱)

مسئلہ نمازِ عید ایک شخص نے پڑھائی اور خطبہ دوسرے شخص نے دیا تو نماز ہو جاتی ہے، مگر بہتر ومناسب یہ ہے کہ خطبہ ونماز ایک شخص ہی پڑھائے۔ (ردالمختار باب الجمعہ ص ۱۷۷ ج ۱)

مسئلہ اجرت پر امامت عیدین وجمعہ کا حکم یہ ہے کہ امامت پر اجرت لینا فقہاء نے لکھا ہے۔

مسئلہ عیدین یا جمعہ کی نماز (وغیرہ) کی امامت دو دفعہ کوئی شخص نہیں کرسکتا ہے، اگر ایسا کیا گیا تو پچھلے یعنی دوسرے مقتدیوں کی نماز نہیں ہوگی، کیونکہ امام کی دوسری نماز نفل ہوئی، اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض یا واجب پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۲۵ ج ۵ بحوالہ ردالمختار باب الامامت ص ۵۴۳ ج ۱)

Marfat.com

مسئلہ عیدین میں امام حنفی اپنے مذہب کے موافق تکبیراتِ زوائد کہے یعنی تین تکبیرات ہر رکعت میں علاوہ تکبیرِ افتتاح اور رکوع کے۔

مقتدی جو شافعی المذہب ہیں وہ اپنے مذہب کے موافق تکبیرات پوری کرلیں اگر ان کے نزدیک یہ جائز ہو کہ حنفی امام کے پیچھے تکبیرات پوری کرلی جائیں۔ الغرض امام حنفی کو ان کے (دوسرے) مذہب کا اتباع ضروری نہیں ہے، لیکن اگر امام ان کی رعایت سے ان کے مذہب کے موافق تکبیرات کہے گا تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۲۹ ج ۵ بحوالہ ردالمحتار باب العیدین ص ۱۱۴ جلد اول)

مسئلہ حنفی مقتدی اگر شافعی امام کے پیچھے عید کی نماز پڑھے تو اس کو تکبیراتِ عیدین میں اتباع شافعی امام کی کرنی چاہئے، لیکن شافعی وغیرہ امام کی مستقل طور پر فجر میں پڑھی جانے والی قنوتِ (نازلہ) ورفع یدین اور نمازِ جنازہ کی چار سے زائد تکبیر میں اتباع نہ کی جائے (اس لیے) کہ وہ منسوخ ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۳ ج ۱)

مسئلہ عیدین کی نماز میں امام اعوذ باللہ تکبیراتِ زوائد کے بعد پڑھے گا، اس لیے کہ قرأت تکبیراتِ زوائد کے بعد پڑھی جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اعوذ باللہ قرأت کے تابع ہے اور یہی مذہب صحیح ہے۔ (یعنی مسلک)۔ (درمختار ص ۳۷ ج ۱)

مسئلہ امام کو نماز میں زیادہ بڑی سورتیں پڑھنا جو مقدارِ مسنون سے بھی زیادہ ہوں یا رکوع سجدے وغیرہ میں بہت زیادہ دیر تک رہنا مکروہ تحریمی ہے بلکہ امام کو چاہئے کہ اپنے مقتدیوں کی حاجت اور ضرورت اور ضعف وغیرہ کا خیال رکھے جو سب میں زیادہ صاحبِ ضرورت ہو، اس کی رعایت کرکے قرأت وغیرہ کرے بلکہ زیادہ ضرورت کے وقت مقدار مسنون سے بھی کم قرأت کرنا بہتر ہے تاکہ لوگوں کا حرج نہ ہو جو قلتِ جماعت کا سبب ہو جائے۔

(طحطاوی مع مراقی الفلاح ص ۱۶۵)

مسئلہ امام کو چاہئے کہ صفیں سیدھی کرے یعنی صف میں لوگوں کو آگے پیچھے کھڑے ہونے سے منع کرے سب کو برابر کھڑے ہونے کا حکم دے، صف میں ایک دوسرے سے مل کر کھڑا ہونا چاہئے، درمیان میں خالی جگہ نہ رہنا چاہئے۔ (مراقی الفلاح ص ۲۱۱)

مسئلہ اکثر عوام کو دیکھا ہے کہ جماعت میں صف بندی کے وقت پاؤں کا انگوٹھا ملا کر صف

Marfat.com

سیدھی کیا کرتے ہیں حالانکہ کندھے اور ٹخنے کے سیدھے کرنے سے صف سیدھی کرنی چاہئے۔
(اغلاط العوام ص ۱۷)

مسئلہ اگر امام تکبیر (زوائد) کہنا بھول جائے اور رکوع میں اس کو خیال آئے تو اس کو چاہئے کہ رکوع کی حالت میں تکبیر کہہ لے پھر قیام کی طرف نہ لوٹے اور اگر لوٹ (بھی جائے تب بھی جائز ہے یعنی فاسد نہ ہوگی، لیکن ہر حال میں بوجہ کثرتِ اژدھام (مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے) سجدۂ سہو نہ کرے۔ (بہشتی زیور ص ۷۸ ج ۱۱)

مسئلہ مقتدیوں کو نماز کے ہر رکن کا امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا سنت ہے، تحریمہ بھی امام کے تحریمہ کے ساتھ کریں، رکوع بھی امام کے ساتھ، قومہ بھی امام کے قومے کیساتھ، سجدہ بھی اس کے سجدہ کے ساتھ۔ غرض کہ ہر فعل اس کے فعل کے ساتھ۔ ہاں اگر قعدۂ اولیٰ میں امام قبل اس کے کھڑا ہو جائے کہ مقتدی التحیات پوری کریں تو مقتدیوں کو چاہئے کہ التحیات تمام کر کے کھڑے ہوں، اسی طرح قعدۂ اخیرہ میں اگر امام قبل اس کے کہ مقتدی التحیات تمام کریں سلام پھیر دے تو مقتدیوں کو چاہئے کہ التحیات تمام کر کے سلام پھیریں، ہاں رکوع سجدہ وغیرہ میں اگر مقتدیوں نے تسبیح نہ پڑھی ہو تو بھی امام کے ساتھ ہی کھڑا ہونا چاہئے۔ (کبیری ص ۵۶۹)

مسئلہ امام سے پہلی رکعت کی تکبیر زائد چھوٹ گئی اور فاتحہ وسورت سے فراغت کے بعد یاد آئی یا دوسری رکعت کی تکبیر رکوع میں یاد آئی تو اب تکبیر نہ کہے بلکہ سجدۂ سہو سے جبر نقصان کرے۔ اگر کثرت اژدھام کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنے سے نماز میں خلل کا اندیشہ ہو تو سجدۂ سہو معاف ہے۔ اگر امام تکبیر کیلیے رکوع چھوڑ کر قیام کی طرف لوٹ آیا تو ایک قول کے مطابق نماز فاسد ہوگی مگر عدم فساد راجح ہے۔ البتہ اس صورت میں رکوع دوبارہ نہ کرے ورنہ نماز واجب الاعادہ ہوگی، اگر سورت پوری کرنے سے قبل تکبیرِ زائد یاد آ گئی تو تکبیر کہکر فاتحہ اور سورت دوبارہ پڑھے، اور سجدۂ سہو (اگر مجمع کم ہو تو) کرے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۱۶ ج ۴ بحوالہ ردالمختار ص ۷۸۱ ج ۱)

مسئلہ اگر امام زائد تکبیریں کہنا بھول جائے اور رکوع میں خیال آئے تو رکوع ہی میں تکبیریں کہہ لے، پھر سے کھڑا نہ ہو۔ (درمختار ص ۵۸۵ ج ۱)

مسئلہ اگر امام سے عیدین کی نماز میں سہو ہو جائے تو سجدہ سہو نہ کرے، اگر نمازی اتنے کم ہوں کہ سجدۂ سہو کی وجہ سے نماز میں خلل کا کوئی اندیشہ نہ ہو تو سجدۂ سہو کرے۔ (طحاوی ص ۲۵۲)

مسئلہ عیدین کی نماز اور جمعہ وفرض اور نفل سب میں ترک واجب سے سجدۂ سہو لازم ہے

Marfat.com

لیکن متاخرین نے کہا ہے کہ عیدین وجمعہ کی نماز میں اگر مجمع زیادہ ہوتو سجدہ نہ کرے، فتنہ وفساد کی وجہ سے۔ (عزیز الفتاویٰ ص۴۹ ج۳)

مسئلہ نمازِ عید ایک شخص نے پڑھائی اور خطبہ دوسرے شخص نے تو نماز تو ہوجاتی ہے مگر بہتر ومناسب یہ ہے کہ نماز وخطبہ ایک شخص پڑھائے۔ (عزیز الفتاویٰ ص۳۰۹ جلد۱)

عیدین کی شرائط

چھوٹے مواضعات میں جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے، علاوہ ازیں بڑے مواضعات میں جہاں جمعہ وعیدین کی نماز جائز ہے وہاں تنہا نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ جمعہ وعیدین کی نماز کے لیے چند شرائط ہیں۔ منجملہ اُن شروط کے ایک شرط جماعت بھی ہے، تنہا تنہا پڑھنا جائز نہیں ہے۔ (امداد المفتیین ص۴۰۷ ج۲)

مسئلہ جمعہ وعیدین میں بلند آواز سے قرأت کرنا واجب ہے۔ اور تراویح میں بھی واجب ہے۔
(کفایت المفتی ص۲۱۰ ج بحوالہ بحوالہ درمختار ص۳۹۲ ج۱)

عیدین کی سنن ومستحبات

عیدین کے دن تیرہ چیزیں مسنون ہیں۔ (۱) شرع کے موافق اپنی آرائش کرنا۔ (۲) غسل کرنا۔ (۳) مسواک کرنا۔ (۴) عمدہ سے عمدہ کپڑے (نئے یا دُھلے ہوئے) جو اپنے پاس موجود ہوں پہننا۔ (۵) خوشبو لگانا۔ (۶) صبح کو بہت سویرے اُٹھنا۔ (۷) عیدگاہ میں سویرے سویرے جانا۔ (۸) قبل عیدگاہ جانے کے کوئی شیریں (میٹھی) چیز مثل چھوہارے وغیرہ کے کھانا۔ (۹) قبل عیدگاہ جانے کے صدقۂ فطر دے دینا۔ (۱۰) عید کی نماز عیدگاہ میں جاکر پڑھنا یعنی شہر کی مسجد میں بلا عذر نہ پڑھنا۔ (۱۱) جس راستے سے جائے، اس کے سوا دوسرے راستے سے واپس آنا۔ (۱۲) پیادہ (پیدل) جانا۔ (۱۳) راستے میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد (عید الفطر میں) آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے جانا چاہئے۔
(بہشتی زیور ص۸۵ ج۱۱ بحوالہ شرح التنویر ص۱۱۳ ج۱)

(عید الاضحیٰ میں نماز سے پہلے نہ کھانا مستحب ہے خواہ قربانی کرے یا نہ کرے اور عیدگاہ میں جاتے وقت راستے میں بلند آواز سے تکبیر کہنا مسنون ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

Marfat.com

مسئلہ عیدین کی شب میں جاگ کر عبادت الٰہی اور درود شریف اور تلاوتِ قرآن کرتے رہنا مستحب ہے۔ اور عیدین کے روز خوشبو لگانا اور اپنے کو آراستہ (صاف ستھرا) کرنا مستحب ہے۔ لیکن عورتیں اگر عید کے دن نمازِ عید کو جانا چاہیں تو ان کے لیے یہ اُمور مستحب نہیں ہیں۔ کیونکہ اس سے فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اگر انھیں جانا نہ ہو تو اُمورِ مذکورہ انکے لیے بھی مستحب ہیں جس طرح ان لوگوں کیلیے مستحب ہیں جو عید کی نماز کو نہ جائیں، کیونکہ خود کو آراستہ کرنا عید کے دن کیلیے مستحب ہوتا ہے، نمازِ عید کے لیے نہیں۔ حنفیہؒ کے نزدیک یہ امور مستحب نہیں ہیں بلکہ سنت ہے۔ مرد و عورت اپنے بہترین لباس زیب تن کریں، خواہ وہ نئے ہوں یا استعمال میں آچکے ہوں، لباس کا رنگ سفید ہو یا سفید نہ ہو، اس پر بھی سب کا اتفاق ہے، عید کے روز مستحب یہ ہے کہ ناخن تراش کر، بال وغیرہ بنا کر اور میل کچیل دور کر کے اپنے آپ کو آراستہ پیراستہ کرے، اور مستحب ہے کہ نمازِ فجر پڑھنے کے بعد ہی عیدگاہ کی جانب جانے کی جلدی کرے، خواہ سورج ابھی نہ نکلا ہو، یہ حکم اس کے لیے ہے جو امام نہ ہو۔

امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ عیدگاہ جانے میں تاخیر کرے کہ وہاں پہنچتے ہی نماز کے لیے کھڑا ہو جائے اور مزید انتظار نہ کیا جائے، عیدگاہ پیدل جانا مستحب ہے۔ نیز مستحب یہ ہے کہ کسی مسلمان سے ملنا ہو تو چہرے سے خوشی اور بشاشت کا اظہار کیا جائے اور یہ کہ حسبِ مقدور صدقاتِ نافلہ کی کثرت کی جائے اور جس پر فطرہ واجب ہے وہ نمازِ عید سے پہلے اور نمازِ فجر کے بعد ہی نکال دے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۵۵۵ تا ۵۵۸)

عیدین کی نماز عیدگاہ میں ہی افضل ہے

عن ابی سعید الخدری قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلّٰی فاول شیء یبدء بہ الصلوٰۃ ثم ینصرف مقابل الناس والناس جلوس علٰی صفوفھم۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے۔ سب سے پہلے آپ نماز پڑھاتے تھے، پھر نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کی طرف رُخ کر کے خطبہ کے لیے کھڑے ہوتے تھے اور لوگ بدستور صفوں میں بیٹھے رہتے تھے۔

Marfat.com

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول یہی تھا کہ عیدین کی نماز آپؐ مدینہ طیبہ کی آبادی سے باہر اسی میدان میں پڑھتے تھے جس کو آپؐ نے اس کام کے لیے منتخب فرمالیا تھا اور گویا (عیدگاہ) قرار دے دیا تھا۔ اس وقت اس کے گرد کوئی چہار دیواری بھی نہیں تھی، بس صحرائی میدان تھا۔ لکھا ہے کہ مسجدِ نبویؐ سے قریباً ایک ہزار قدم کے فاصلے پر تھا۔

(معارف الحدیث ص ۳۹۹ جلد ۳)

مسئلہ سنت طریق کے موافق شہر سے باہر نمازِ عیدین اداء کرنا بہتر ہے، اور اس میں فضیلت زیادہ ہے بہ نسبت شہر میں ادا کرنے کے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۸ جلد ۵ بحوالہ ردالمختار باب العیدین ص ۷۷۶ جلد اول)

مسئلہ عیدگاہ شہر سے باہر ہونا سنتِ مؤکدہ ہے، کیونکہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کو نماز ہمیشہ باہر ادا فرماتے تھے، بلکہ معذورین کو بھی ساتھ لے جانے کا اہتمام فرماتے تھے، صرف ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے باہر تشریف نہیں لے جاسکے۔ (رواہ ابوداؤد فی سننہ)

اس لیے اصل حکم یہ ہی ہے کہ عیدین کے لیے شہر سے باہر ایک ہی جگہ اجتماع عظیم ہو، اس میں شوکتِ اسلام کا مظاہرہ بھی ہے، مگر بڑے شہروں سے باہر نکلنا مشکل ہے، اس لیے شہر کے اندر بڑے میدان میں یا ضرورت کے وقت مسجد میں ادا کرنا بلا کراہت درست ہے لیکن حتی الامکان لازم ہے کہ ہر محلہ میں چھوٹے چھوٹے اجتماعات کی بجائے ایک بڑے مقام پر بڑے اجتماع کی کوشش کی جائے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۱۹ ج ۴، بحوالہ ردالمختار ص ۷۷۶ ج ۱)

نمازِ عید کے لیے عیدگاہ جانا سنتِ مؤکدہ ہے بلا عذر اس کا تارک لائقِ ملامت اور مستحقِ عتاب ہے اور ترک کا عادی گنہگار ہوتا ہے۔ شہر سے عیدگاہ دور ہونے کی وجہ سے ضعیفوں اور بیماروں کو تکلیف ہوتی ہو تو اُن کے لیے مسجد میں انتظام کرنے کی فقہاء نے اجازت دی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۶ ج اول)

بارش کی وجہ سے عیدین کی نماز مسجد میں

عن ابی هريرة انه اصابهم مطر فی يوم عيد فصلّٰی بهم النبی صلی اللّٰه عليه وسلم صلوٰة العيد فی المسجد۔ (ابوداؤد وابن ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ عید کے دن بارش ہونے لگی

Marfat.com

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو عید کی نماز مسجد نبویؐ میں پڑھائی۔

تشریح عیدین میں ''امت مسلمہ کا تہوار'' اور ''دینی جشن'' ہونے کی جو شان ہے اس کا تقاضا یہی ہے کہ دنیا کی قوموں کے جشنوں اور میلوں کی طرح ہمارا عیدین کی نماز والا اجتماع بھی کہیں کھلے میدان میں ہو، آپ کا عام معمول و دستور بھی یہی تھا، اس لیے عام حالات میں یہی سنت ہے کہ (نماز عید عیدگاہ میں ہی ہو)، لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر بارش کی حالت ہو (یا ایسا ہی کوئی اور سبب ہو، تو عیدین کی نماز بھی مسجد میں پڑھی جا سکتی ہے۔

(معارف الحدیث ص ۴۰۶ ج ۳۔ ومظاہر حق ص ۲۹۴ ج ۲)

عیدگاہ میں آواز ملا کر تکبیر کہنا

سوال ہمارے یہاں دستور بن چکا ہے کہ عید کی نماز سے پہلے ایک دو آدمی منبر کے پاس کھڑے ہو کر زور زور سے تکبیر پڑھتے ہیں اس کے بعد حاضرین آواز ملا کر جواب دیتے ہیں، مقصد اصلی یہ ہے کہ کسی کی نماز نہ رہ جائے۔ تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

جواب صورت مسئولہ یعنی عیدگاہ میں بآواز بلند اجتماعی طور پر تکبیر کا التزام ایک رسم ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے خلفائے راشدینؓ وغیرہم صحابہ کرامؓ اور ان کے پیرو تابعینؒ اور ان کے فرماں بردار تبع تابعینؒ اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے ائمہ مجتہدینؒ ومشائخ اور فقہاء کرامؒ سے یہ ثابت نہیں ہے، پس شرعی ثبوت کے بغیر دین و شریعت میں خود ایجاد کردہ یہ عمل رَدّ اور باطل ہے۔ دین کسی کے تابع نہیں، سب اس کے تابع ہیں کسی کو دین میں کمی وبیشی کا حق نہیں، جس طرح منقول اور ثابت ہو اسی طرح عمل کرنا ضروری ہے۔

دیکھئے جمعہ کے دن منارہ پر اذان ہوتی ہے مگر عید کے دن نہیں ہوتی، کہ منقول نہیں ہے، جمعہ کے خطبہ کے وقت اذان ہوتی ہے مگر عید کے خطبہ کے لیے اذان نہیں ہوتی اس لیے کہ ثابت نہیں ہے جمعہ کی نماز کے لیے اقامت ہوتی ہے مگر عید کی نماز کے لیے اقامت نہیں ہوتی کہ منقول نہیں ہے۔

عیدگاہ میں نماز عید سے پہلے حضرت علیؓ نے ایک شخص کو نفل پڑھنے سے روکا، اس نے کہا یہ (نماز نفل) عذاب کا کام تو نہیں؟ (پھر کیوں منع کرتے ہو)۔ حضرت علیؓ نے فرمایا جس کام کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہ فرمایا ہو اور نہ اس کی ترغیب دی ہو وہ اجر و ثواب کا کام نہیں

Marfat.com

ہے۔لہٰذا یہ نماز عبث ہے اور (دین میں) فعلِ عبث حرام ہے اور ڈر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی خلاف ورزی پر خدائے پاک تجھے عذاب دے۔

لہٰذا آپ کے یہاں جو رسم ہے وہ غلط اور خلافِ سنت ہے جو واجب الترک ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۵۲ ج۵)

عورتوں کا نماز کے لیے عیدگاہ جانا

اس پر فتن زمانہ میں عورتوں کو مسجد و عیدگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں۔ بے شک فقہاء کرامؒ اس کا انکار نہیں کرتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارکہ میں عورتیں نمازِ پنجگانہ اور عیدین کی جماعت میں حاضر ہوتی تھیں، لیکن وہ خیر القرون کا زمانہ تھا، فتنوں سے محفوظ تھا، آپؐ بہ نفسِ نفیس موجود تھے، وحی کا نزول ہوتا تھا، نئے نئے احکام آتے تھے، نئے مسلمان تھے، نماز روزے وغیرہ کے احکام سیکھنے کی ضرورت تھی اور سب سے بڑھ کر آپؐ کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا شرف حاصل ہوتا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خواب کی تعبیر بیان فرماتے تھے اور عجیب و غریب علوم کا انکشاف فرماتے تھے، ان کو حاضری کی اجازت تھی۔ لیکن یہ کہنا کہ مردوں کی طرح عورتوں کو حاضری کا حکم تاکیدی تھا، یہ صحیح نہیں، عورتوں کے لیے مردوں کی طرح جماعت ضروری نہیں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "عورتوں کی سب سے بہترین مسجد ان کے گھر کی گہرائی ہے"۔ (یعنی سب سے زیادہ بند اور تاریک کوٹھری)۔ (الترغیب ص۱۸۸ ج۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی کوٹھری کی نماز کو مسجدِ نبوی کی نماز سے بدرجہا افضل بتایا، اس میں عیدین کو الگ نہیں کیا گیا ہے۔ مساجد گھروں سے قریب ہوتی ہیں، پھر گھر کی نماز افضل ہے، اور عیدگاہ تو شہر سے باہر اور دور ہوتی ہے۔ دوم یہ کہ نماز پنجگانہ و جمعہ فرض ہیں، جب کہ اس کے لیے مسجد میں آنا افضل نہیں تو عیدین کی نماز میں حاضر ہونا کیونکر افضل ہوگا۔ وقتی طور پر مصلحتاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عیدگاہ میں جمع فرمایا تھا، اس سے وجوب اور استحباب ثابت نہیں ہو سکتا۔

(کفایت المفتی ص۴۲۱ ج۵ ملخصاً)

متفقہ فتاویٰ

آج کل فتاویٰ اس پر ہے کہ تمام نمازوں میں عورتوں کا جانا، خواہ دن کی ہو یا رات کی،

Marfat.com

جوان ہو یا ضعیفہ، دونوں کیلئے ممنوع ہے۔ (درمختار مع الشامی ص۵۲۹ ج۱)

تشریح سماعت کے لیے عورتوں کا مسجد میں آنا اس زمانہ میں مکروہ ہے، کیونکہ فساد وفتنہ کا خطرہ ہے، عہدِ نبویؐ میں نکلنے کی اجازت شریعت کی تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے تھی اور اب وہ غرض باقی نہیں ہے اس لیے کہ شریعت کے احکام آج کل عام طور پر شائع ہیں اور عورتوں کا پردہ میں رہنا مناسب اور بہتر ہے۔ (اشعۃ اللمعات ص۲۳۳) تفصیل دیکھئے فتاوٰی رحیمیہ از ص۵۶ تا ۱۷ ج۵)

یہ حکم عام ہے، حرم شریف ہو یا مسجدِ نبویؐ، ہندوستان ہو یا عرب سب کے لیے یہی حکم ہے۔ لہٰذا عورتوں کی عزّت، آبرو اور ایمان کی حفاظت اس میں ہے کہ عید کی نماز کے لیے بھی نہ نکلیں، ان پر عیدین کی نماز واجب بھی نہیں ہے۔ (مالابدمنہ ص۵۵)

عیدگاہ اور مسجد میں فرق

جوازِ اقتداء میں عیدگاہ مسجد کے حکم میں ہے بقیہ احکام میں مسجد کے حکم میں نہیں بلکہ فناء مسجد اور مدرسہ کے حکم میں ہے جو چیزیں فناء مسجد اور مدرسہ وغیرہ میں جائز ہیں وہ عیدگاہ میں بھی جائز ہیں اور جو وہاں ناجائز ہیں وہ یہاں بھی ناجائز ہیں۔ ظاہر ہے کہ مدارس اور فناء مسجد مویشیوں (جانوروں) یا عوام کے راستہ کے لیے نہیں ہوتے، پس عیدگاہ کی اس سے حفاظت چاہیئے۔ بچوں کا کھیل کھیلنا (عیدگاہ میں) گنجائش رکھتا ہے۔ لیکن مستقل کھیل کیلئے عیدگاہ کو مقرر کرنا یا اس کو فیلڈ بنانا نہیں چاہیئے۔

نیز اگر قبریں بالکل متصل اور سجدہ کے سامنے ہیں تو وہاں نماز مکروہ تحریمی ہے، اگر دائیں یا بائیں یا پیچھے ہیں تو اس ترتیب سے کراہت میں کمی ہے، اگر فاصلہ زیادہ ہے تو کراہت نہیں۔

(فتاوٰی محمودیہ ص۳۱۶ ج۸)

عیدگاہ میں نمازیوں کا انتظار کرنا

(۱) نمازِ عید کا وقت ایسا ہونا چاہیئے کہ نمازِ فجر سے فارغ ہو کر بطریقِ مسنون لوگ تیاری کر کے عیدگاہ پہنچ جائیں۔

(۲) عید کے موقع پر کچھ لوگوں کا پیچھے رہ جانا متوقع ہے۔ لہٰذا امام اور حاضرین کو چاہیئے کہ عجلت نہ کریں، وقتِ مقررہ کے بعد بھی پانچ سات منٹ ٹھہر کر نماز شروع کی جائے۔

Marfat.com

حاضرین کو ایسے موقع پر ذرا ضبط اور صبر سے کام لینا چاہیے۔ امام صاحب کو مشورہ دے سکتے ہیں لیکن نماز شروع کرنے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔ اور امام کی بھی ذمہ داری ہے کہ حاضرین کی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے پیچھے رہ جانے والوں کی رعایت کرے اور قراءتِ خطبہ میں اختصار کرکے تلافی مافات کرلے۔ سال میں دو موقعے آتے ہیں کہ بے نمازی بھی اس میں شرکت کرتے ہیں۔ ضعیف بیمار اور معذورین بھی ہوتے ہیں، نماز فوت ہوگئی تو بڑی برکتوں سے محروم رہیں گے۔ لہٰذا قدرے انتظار کیا جائے۔ البتہ جو آخری وقت میں آنے کے عادی ہیں ان کو حاضرین کی تکلیف کا احساس نہیں ہے اور اپنی نماز کی بھی فکر نہیں ہے، اس طرح اپنا انتظار کراتے ہیں۔ ایسے غافل، کاہل اور سُست لوگوں کا انتظار کرنا، ان کی عادت کو بگاڑتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۷ ج ۳)

عیدگاہ سے متعلق مسائل

مسئلہ شریعت میں عیدگاہ کے لیے تخصیص کسی جانب کی نہیں ہے، بلکہ مسنون صرف یہ ہے کہ شہر سے باہر جاکر نمازِ عیدین ادا کی جائے، اس میں کچھ حرج نہیں کہ عیدگاہ بنائی جائے۔ (غرض یہ کہ) عیدگاہ کے لیے کوئی جانب (دائیں، بائیں یا کسی اور جانب) شہر کی مقرر نہیں ہے، جس طرف سہولت ہو اور موقع ہو اسی طرف عیدگاہ بنائی جائے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۳۰ و ص ۲۳۲ ج ۵ بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب العیدین ص ۱۲۵ ج ۱)

مسئلہ جس جگہ عیدگاہ میں حرام پیسہ لگا ہو، اس میں (نماز پڑھنا) مکروہ ہے، اس سے بہتر ہے کہ میدان میں نماز پڑھے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۲۷۹ ج ۱)

مسئلہ ہندو کی زمین عیدگاہ کے لیے قبول کرنے کی جواز کی صورت بلا اختلاف یہ ہے کہ سیٹھ صاحب زمینِ مذکورہ بقدر حاجت علیحدہ کرکے نشان لگا کر کسی مسلمان کی ملک کردیں۔ پھر وہ مسلمان اس اراضی کو وقف کردے، کیونکہ خود سیٹھ صاحب کے وقف کے جواز میں حسبِ روایاتِ فقہیہ تردّد ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۱۰ ج ۵)

مسئلہ عیدگاہ کی زمین فروخت نہیں کی جاسکتی ہے، عیدگاہ وقف ہوتی ہے اور مسجد کے حکم میں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۱۴ ج ۵ بحوالہ رد المحتار کتاب الوقف ص ۵۰۷ ج ۱)

مسئلہ عیدگاہ وقف ہے اس میں کوئی تصرف تعمیرِ مکان وغیرہ درست نہیں، البتہ اگر نمازیوں

Marfat.com

کے آرام کے لیے دھوپ اور بارش سے بچنے کے لیے کوئی حصہ مسقّف (پاٹ) کردیا جائے، مسجد کی طرح، تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۱۴ ج ۵)

مسئلہ جب کہ عیدگاہ کے معدوم (بہہ جانے) ہوجانے کا یقین ہے تو مسلمانوں کے لیے گنجائش ہے کہ اس کا تمام سامان (ملبہ وغیرہ) منتقل کر کے دوسری جگہ عیدگاہ تعمیر کرلیں۔ لیکن یہ پہلی جگہ بھی اگر (سیلاب وغیرہ سے) بچ گئی تو بدستور وقف رہے گی، اس میں کسی قسم کا تصرف جائز نہیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۴ ج ۵ بحوالہ ردالمختار کتاب الوقف ص ۵۱۴ ج ۳)

مسئلہ نمازِ عیدین کے لیے بھی جگہ کا پاک ہونا صحتِ نماز کے لیے شرط ہے اگر ناپاک جگہ میں نماز عیدین وغیرہ پڑھی گئی تو وہ صحیح نہیں ہوئی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۲ ج ۵)

مسئلہ ایک شہر میں دو عیدگاہ ہونے میں اور دو جگہ نمازِ عیدین ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۸ ج ۵ بحوالہ ردالمختار ۸۳۷ ج ۱)

مسئلہ عیدین مختلف مسجدوں میں پڑھ سکتے ہیں، کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ جس بستی میں ایک جگہ جمعہ وعیدین جائز نہیں وہاں چند جگہ بھی جائز ہے۔ البتہ بہتر یہ ہے کہ ایک جگہ جمعہ وعیدین پڑھیں اور عید کی نماز باہر صحراء (جنگل) میں پڑھنا مسنون ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۸)

(مطلب یہ ہے کہ چند جگہ بھی جائز ہے، اگر ضرورت ہو کہ جگہ کی تنگی یا دوری کی وجہ سے یا فسادات وغیرہ کی وجہ سے۔ محمد رفعت قاسمی)۔

مسئلہ عید کی نماز مسجدوں میں ہوجاتی ہے مگر عیدگاہ میں پڑھنا سنت ہے عیدگاہ میں بلا عذر نمازِ عیدین نہ پڑھنا خلافِ سنت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۶ ج ۵)

مسئلہ اگر عیدگاہ میں امام بدعتی ہے، دوسری جگہ صحراء میں اس سنت کو ادا کریں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۹ ج ۵ بحوالہ الدر المختار ص ۱۱۱۴ ج ۱)

مسئلہ مشترکہ زمین پر بغیر مالکوں کی رضامندی کے عیدگاہ بنانا جائز نہیں اور قریہ صغیرہ (جہاں پر نمازِ جمعہ جائز نہ ہو) میں عید کی نماز پڑھنا اور وہاں پر عیدگاہ بنانا ناجائز ہے اور نہ عیدگاہ بنانے کی قریہ صغیرہ میں ضرورت ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۵۷۹ ج ۱)

مسئلہ عید کی نماز گاؤں میں مکروہ تحریمی ہے کیونکہ نمازِ عیدین کے لیے وہی شرائط ہیں جو نمازِ جمعہ کے لیے ہیں۔ اور جب کہ وہ نمازِ عید نہ ہوئی تو نفل ہوگی۔ اور نفل کی بتداعی (اجتماعی شکل میں) اور جماعتِ کثیرہ کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۳۰۸ ج ۱)

Marfat.com

مسئلہ جو نشہ کی حالت میں عیدگاہ میں آئے اور لوگوں کو بد بو کی وجہ سے تکلیف ہو، اگر لوگ اس کو نکال دیں تو یہ نکالنا شرعاً جائز ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۳۰۸ ج ۱)

مسئلہ عیدگاہ میں نمازِ جنازہ پڑھنی جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۷۵ ج ۲)

مسئلہ وہ جگہ جو نمازِ جنازہ اور عید کے لیے بنائی گئی ہے وہ صرف اقتداء کے جائز ہونے کے اندر مسجد کے حکم میں ہے اگر چہ اس کی صفوں میں دوری واقع ہو، یہ لوگوں کی آسانی کے لیے کیا گیا، اقتداء کے سوا اور کسی حکم میں مسجد نہیں ہے، اسی پر فتویٰ بھی ہے (گویہ جگہ مسجد نہیں ہے مگر چونکہ ایک خاص عام کے لیے ہے اور وہ نماز ہی ہے، اس لیے اُسے پاک وصاف رکھنا ضروری ہے) مگر اس عیدگاہ اور نمازِ جنازہ پڑھانے والی جگہ میں ناپاک اور حائضہ کا داخل ہونا جائز ہوگا۔ (درمختار ص ۶۰۰ ج ۱) (بعض امور مثلاً وقف وغیرہ میں مسجد کے حکم میں ہے۔ (محمد رفعت قاسمی)

مسئلہ عیدگاہ میں جا کر اس طور پر تکبیر کہنا کہ اول ایک شخص تکبیر کہے، اس کے بعد اور لوگ آواز ملا کر متفقہ طور پر تکبیر کہیں، اسی طرح نماز تک یہ سلسلہ جاری رکھیں یہ جائز نہیں ہے اور اس میں کراہت ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۱۷ ج ۵)

اور مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۷ ج ۱ پر حدیث سے بھی اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ عیدین کے دن عیدگاہ میں کوئی آواز اور تکبیر وغیرہ لوگوں کو بلانے کی غرض سے نہ کہی جائے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

مسئلہ غیر قصابان کی نماز عیدین اس عیدگاہ میں درست ہے جو قصابان نے بنائی ہو۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۰۸ ج ۵)

مسئلہ عورتوں کا عیدگاہ جانا اس زمانہ میں بلکہ بہت پہلے عورتوں کا جماعت میں شرکت کے لیے مسجد و عیدگاہ میں جانا ممنوع و مکروہ ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں ہی یہ ممنوع ہو چکا تھا۔ (الدر المختار ص ۸۳ ج ۱) (تفصیلی حکم ملاحظہ ہو مکمل ومدلل مسائل نمازِ جمعہ ص ۱۲۷ تا ۱۳۰)

مسئلہ (۱) جب کہ ایک عیدگاہ کافی ہو تو بلا ضرورتِ شرعی دوسری عیدگاہ بنانا شریعت کی منشاء کے خلاف ہے۔ (۲) جب بستی اتنی چھوٹی ہو کہ وہاں جمعہ قائم کرنے کی شرائط نہیں پائی جاتیں تو وہاں عید کی نماز بھی ادا کرنا صحیح نہیں۔ جب ان پر عیدین کی نماز نہیں ہے تو عیدگاہ بنانا بھی ضروری نہیں ہے، لہٰذا یہ تارکِ سنت نہ ہوں گے، البتہ اگر قصبہ میں (جہاں پر نمازِ جمعہ جائز ہے) عیدگاہ نہ ہو تو ان پر عیدگاہ بنانا ضروری ہے، نہ بنائیں گے تو تارکِ سنت ہونگے۔ (۳) اگر کوئی

Marfat.com

خطرہ لاحق ہو یا اندیشہ ہو کہ عیدگاہ میں نماز پڑھنے پر خواتین اور بچوں کو، بیماروں اور ضعیفوں کو پریشانی ہوگی تو عیدگاہ چھوڑنا درست ہے، محض احتجاجاً عیدگاہ چھوڑنے کی اجازت نہیں ہے، احتجاج کے لیے دوسرے جائز اور مناسب طریقے اختیار کئے جاسکتے ہیں۔ (۴) شہر وسیع ہو اور دور دور تک مسلمان آباد ہوں اور عیدگاہ تک پہنچنا دشوار ہو تو ضرورت اور دفع حرج کے پیش نظر ایک سے زائد عیدگاہ بنانا درست ہے۔ (۵) عذر کی وجہ سے اصل عیدگاہ کو چھوڑ کر دوسری جگہ عید کی نماز ادا کرنے میں واقعی مجبوری ہو تو انشاء اللہ سنت کا ثواب ملے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۵۸ ج ۶)

مسئلہ دیہاتوں میں (جہاں پر نمازِ جمعہ جائز نہ ہو) عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے کیونکہ عیدین کی نماز پڑھنا، ایسی نمازوں میں مشغول ہونا ہے جو دیہات میں درست نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عیدین کی نماز کے لیے شہر ہونا شرط ہے، دیہات (چھوٹے گاؤں قریہ) میں درست نہیں ہے۔

(درمختار ص ۷۸۵ ج ۱)

مسئلہ جو عیدگاہ آبادی کے بڑھ جانے سے آبادی کے اندر آ گئی، وہ صحراء کے حکم میں نہیں رہی۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۹۵ ج ۵ بحوالہ غنیۃ المستملی باب العیدین)

مسئلہ عیدگاہ میں بہت سے اُمور مسجد کے حکم میں ہے، اس لیے عیدگاہ میں کھیل تماشہ اور کشتی وغیرہ کا کرنا اور ہارمونیم، باجہ بجانا، یہ جملہ امور محرمہ حرام اور ناجائز ہیں۔ متولی عیدگاہ ہرگز ان امور کی اجازت کسی کو نہیں دے سکتا۔ اور بغیر اجازت یا با اجازت متولی بھی کسی کو ارتکاب ان امور کا کرنا عیدگاہ میں درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۱۵ ج ۵ بحوالہ شامی احکام المسجد ص ۶۱۵ ج ۱)

مسئلہ قبرستان میں جو عیدگاہ بنی ہو، اس میں نماز جائز ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۴ ج ۵ بحوالہ ردالمختار ص ۲۵۳ ج ۱)

مسئلہ حنفیہ کے نزدیک اگر نماز پڑھنے والے کے سامنے قبر ہو تو نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ (قبر کے سامنے ہونے کا) یہ مطلب ہے کہ خشوع کے ساتھ (نظریں جھکائے ہوئے) نماز پڑھنے کی حالت میں نظر قبر پر پڑتی ہو۔ اگر قبر پیچھے کی جانب یا اوپر ہو، یا جہاں نماز پڑھی جارہی ہے، اس کے نیچے ہو تو اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ کراہت نہیں ہے۔

واضح ہے کہ کراہت اس صورت میں ہے جب کہ قبرستان میں نماز کے لیے کوئی مخصوص جگہ ایسی نہ مہیا ہو جو نجاست اور گندگی سے پاک ہو۔ اگر ایسا ہو تو نماز مکروہ نہیں ہے۔ لیکن انبیاء علیہم

السلام کے مقبرے اس سے مستثنیٰ ہیں، کیونکہ وہاں پر قبر سامنے ہو تو تب بھی نماز مکروہ نہیں ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۱۴۴ ج ۱)

مسئلہ: عیدگاہ میں فاصلہ اگر دو صفوں کے برابر یا اس سے زیادہ ہے اقتداء جائز ہوگی۔

(عالمگیری ص ۶۲ ج ۱)

مسئلہ: عید کی نماز کے بعد اسی عیدگاہ میں زوال کے بعد نمازِ جمعہ ادا کرنا درست ہے اور نماز ہو جاتی ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ حسبِ معمول نماز جمعہ جامع مسجد میں ادا کی جائے کیونکہ عیدگاہ میں جا کر عیدین کی نماز پڑھنا اور اس کا مستحب ہونا خاص عیدین کے لیے ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ص ۴۵ ج ۳)

مسئلہ: جامع مسجد کا فرش، چٹائی وغیرہ عیدگاہ میں بچھانا درست نہیں ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ص ۵۹۲ ج ۱)

مسئلہ: جو جگہ نماز عیدین کے لیے وقف ہے جو کہ عیدگاہ کے نام سے موسوم ہے اس میں تصرفات کرنا، تعمیر مدرسہ و کتب خانہ وغیرہ اور کھیل کود ورزش وغیرہ اور مجلسِ خورد و نوش اس کو قرار دینا جائز نہیں ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ص ۵۹۱ ج ۱)

مسئلہ: بلا ضرورت محض ذاتی رنجشوں کی بناء پر دوسری عیدگاہ بنانا فضول خرچی اور تفرقہ کی بنیاد ڈالنا ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ص ۴۰۸ ج ۲)

مسئلہ: شہر، قصبہ اور وہ بڑا گاؤں جو مثل قصبہ کے ہو، اور وہاں نمازِ جمعہ و عیدین وغیرہ پڑھنے کی علماء نے اجازت دی ہو وہاں آبادی سے باہر جنگل میں عیدگاہ بنانا ضروری ہے، لہٰذا جس طرح ہو جلد سے جلد عیدگاہ بنا لیں اور جب تک عیدگاہ بنے اس وقت تک کے لیے آبادی سے باہر کوئی جگہ تجویز کر لیں۔ تمام مسلمان اسی میں نماز پڑھیں اور اجر عظیم کے حقدار بنیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۷۶ ج ۳)

عیدین کی نماز میں تاخیر

اگر کسی بناء پر عید الفطر کی نماز اس روز اداء نہ ہوئی، مثلاً ابر (بادل) کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا اور اگلے روز امام کو زوال کے بعد خبر ہوئی، یا زوال سے پہلے ایسے وقت اطلاع ہوئی کہ اب لوگ جمع نہیں ہو سکتے۔ یا ابر میں عید کی نماز پڑھی بعد میں معلوم ہوا کہ زوال کے بعد نماز پڑھی

Marfat.com

گئی، تو اگلے روز عید کی نماز ادا کریں، اگلے روز کے بعد عید کی نماز نہ پڑھیں۔ امام نے عید کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کی اور کچھ آدمیوں سے چھوٹ گئی تو وہ نماز نہ پڑھیں خواہ وقت باقی ہو یا نکل گیا ہو، (کیونکہ عیدین کی قضاء نہیں ہے۔ اگر دوسری جماعت مل سکتی ہے تو وہاں چلے جائیں، اور نہ جماعتِ ثانی کریں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

عیدالاضحیٰ کے دن اگر کوئی عذر ہو گیا تو دوسرے اور تیسرے دن تک نماز پڑھ سکتے ہیں، اس کے بعد نہیں پڑھ سکتے۔ عیدالاضحیٰ میں عذر کی قید اس لیے ہے کہ اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر بلا عذر تیسرے دن تک تاخیر کریں تو نماز جائز ہو گی لیکن انہوں نے بُرا کیا۔

اور عیدالفطر میں دوسرے دن نماز صرف عذر کی بناء پر جائز ہوتی ہے اور اگر بلا عذر دوسرے دن تک تاخیر کی تو نماز جائز نہ ہو گی۔ دوسرے دن بھی نماز کا وقت وہی ہے جو پہلے دن تھا۔

مسئلہ امام نے عیدالفطر کی نماز پڑھا دی، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد زوال سے پہلے یہ بات معلوم ہوئی کہ بے وضوء نماز پڑھائی تھی، تو نماز کا اعادہ کریں، اور اگر زوال کے بعد یہ بات معلوم ہوئی تو دوسرے دن دوبارہ نماز پڑھیں، اور اگر دوسرے دن زوال کے بعد یہ بات معلوم ہوئی تو نماز نہ پڑھیں۔ اور اگر عیدالاضحیٰ کے روز ایسی صورت پیش آئی اور زوال کے بعد یہ بات معلوم ہوئی اور لوگوں نے قربانیاں کرلیں، تو یہ قربانیاں جائز ہیں، اور دوسرے دن دوبارہ نماز پڑھیں، اور اگر دوسرے روز معلوم ہوا، تو زوال سے پہلے نماز کا اعادہ کرلیں، اور اگر زوال ہو چکا، تو اس سے اگلے روز یعنی تیسرے دن زوال سے پہلے پہلے نماز پڑھ لیں، اور اگر تیسرے دن زوال کے بعد معلوم ہوا تو پھر نماز نہ پڑھیں۔

مسئلہ اگر بقرعید کے دن زوال سے پہلے معلوم ہوا کہ امام نے بلا وضو نماز پڑھا دی تو سب آدمیوں میں منادی (اعلان) کرانا چاہئے، تو جس شخص نے معلوم ہونے سے پہلے قربانی کرلی، اس کی قربانی جائز ہے۔ اور معلوم ہونے کے بعد زوال تک قربانی جائز نہیں ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ص ۵۷ ج۱)

نمازِ عید کے لیے جانے کی فضیلت

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "جب عیدالفطر کا دن ہوتا ہے تو فرشتے راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور آواز لگاتے ہیں کہ اے مسلمانو! آؤ اپنے

کریم پروردگار کی بارگاہ میں جو اپنے کرم واحسان سے (بندوں کو) نیکیوں کی توفیق دیتا ہے اور پھر اس پر اجرِ عظیم عطا فرماتا ہے، تمہیں رات کی عبادت کا حکم ہوا تم نے وہ پورا کیا، تمہیں دن کے روزوں کا حکم ہوا، تم نے وہ بھی پورا کیا اور اپنے رب کی فرماں برداری کر کے دکھائی، اب اپنے انعامات لے جاؤ۔ پھر جب وہ نمازِ (عید) سے فارغ ہو جاتے ہیں تو ایک پکارنے والا آواز لگاتا ہے۔ لوگو! یقیناً تمہارے پروردگار نے تم سب کو بخش دیا۔ پس جاؤ تم کامیاب و بامراد اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، اس طرح یہ دن "یوم الجائزہ" (انعام کا دن) ہے۔ اور ملأ اعلیٰ میں بھی اس دن کا نام "یوم الجائزہ" ہی ہے۔ (الترغیب والترہیب ص ۳۸۸ ج ۲)

مسئلہ: جمعہ و عیدین میں سوار ہو کر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اور جو شخص چل سکتا ہو، اس کے لیے پیدل چلنا افضل ہے۔ (عالمگیری ص ۴۷ ج ۱)

عیدگاہ کی آمد و رفت میں راستہ کی تبدیلی

عن جابرؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم عید خالف الطریق۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کے دن راستہ بدل دیتے تھے۔ (صحیح بخاری)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز کے لیے جس راستہ سے عیدگاہ تشریف لے جاتے تھے، واپسی میں اس کو چھوڑ کر دوسرے راستہ سے تشریف لاتے تھے۔ علماء نے اس کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں۔ ان میں سے زیادہ قرینِ قیاس یہ ہے کہ آپؐ اس لیے کرتے تھے کہ اس طرح شعائرِ اسلام اور مسلمانوں کی اجتماعیت و شوکت کا زیادہ سے زیادہ اظہار و اعلان ہو، نیز عید میں جشن اور تفریح کا جو پہلو ہے اس کے لیے بھی یہی زیادہ مناسب ہے کہ مختلف راستوں اور بستی کے مختلف حصوں سے گزرا جائے۔ (معارف الحدیث ص ۴۰۷ ج ۳)

بعض کا کہنا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی راستہ سے جاتے اور واپس اُسی سے آتے تو سب پر اس سنت کی پیروی واجب ہوتی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے آپؐ سے جدا ہو کر مختلف راستوں سے جانا مشکل ہو جاتا۔ چنانچہ آپؐ نے اُمت کی آسانی کے لیے ایسا کیا تاکہ نماز کے بعد جس راستہ سے لوگ چاہیں واپس جائیں۔ (غنیۃ الطالبین ص ۴۳۸)

Marfat.com

نمازِ عید سے پہلے یا بعد میں کچھ کھانا

عن بریدة قال کان النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم لایخرج یوم الفطر حتی یطعم یوم الاضحی حتی یصلّی۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ عید الفطر کی نماز کیلئے کچھ کھا کر تشریف لے جاتے تھے اور عید الاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے تک کچھ نہیں کھاتے تھے۔ (جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ)

عید الاضحیٰ کے دن نماز کے بعد کھانے کی غالباً یہ وجہ ہوگی کہ اُس دن سب سے پہلے قربانی ہی کا گوشت منہ میں جائے، جو ایک طرح سے اللہ کی ضیافت ہے۔ اور عید الفطر میں علی الصبح نماز سے پہلے ہی کچھ کھالینا (چند کھجوریں وغیرہ) غالباً اسلیے ہوتا تھا کہ جس اللہ کے حکم سے رمضان کے پورے مہینہ دن میں کھانا پینا بالکل بند رہا، آج (عید الفطر کے دن) جب اسکی طرف سے دن میں کھانے پینے کی اجازت ملی اور اسی میں اس کی رضاء اور خوشنودی معلوم ہوئی تو طالب ومحتاج بندہ کی طرح صبح ہی اسکی نعمتوں سے لذّت اندوز ہونے لگے، بندگی کا مقام یہی ہے۔

(معارف الحدیث ص ۳۰۶ ج ۲)

نبی اکرم ﷺ کا معمول

وعن انس قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم لایغدو یوم الفطر حتیٰ یأکل تمراتٍ ویأکلھن وترًا۔ (رواہ البخاری)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرتاجِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم (عید الفطر کے دن) چند کھجوریں نوش فرمائے بغیر عید گاہ تشریف نہیں لے جاتے تھے، اور کھجوریں طاق عدد تناول فرماتے تھے۔

تشریح حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم عید کے روز عید گاہ جانے سے قبل چند کھجوریں نوش فرما کر گویا کھانے میں جلدی کرتے تھے تاکہ پہلے دنوں یعنی رمضان المبارک سے امتیاز پیدا ہو جائے کیونکہ جس طرح روزہ کی حالت میں نہ کھانا واجب ہے، اسی طرح عید کے روز کھانا واجب ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طاق یعنی تین، پانچ، سات عدد یا اس سے کم اور زیادہ نوش فرماتے

Marfat.com

تھے۔ چونکہ ہر کام میں طاق عدد کی رعایت رکھنا بہتر ہے۔ اسلیے آپ ﷺ اس معاملہ میں بھی طاق کا لحاظ فرماتے تھے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ:۔

ان اللّٰہ وتر یحب الوتر۔ یعنی اللہ طاق ہے اور طاق کو پسند فرماتا ہے۔ عید الفطر کے روز آپ ﷺ اسلیے کھجوریں نوش فرماتے تھے کہ وہ ہی اسوقت موجود ہوتی تھیں بعض حضرات نے کہا ہے کہ کھجوریں کھانے میں یہ حکمت تھی کہ وہ میٹھی ہوتی ہیں اور مٹھاس نگاہ کی تقویت کا ذریعہ بنتی ہے، خاص طور پر خالی معدہ کیوقت تو نگاہوں کی تقویت کیلئے یہ بڑی زود اثر ہوتی ہے، لہٰذا روزوں کی وجہ سے جو ضعف ہو جاتا تھا، کھجوریں اپنے اثرات سے اسکو ختم کرتی تھیں۔ پھر یہ کہ شیرینی مقتضاء ایمان کے موافق ہے۔

چنانچہ علماء لکھتے ہیں کہ جو شخص خواب میں شیرینی کھاتے دیکھے اُسے حلاوتِ ایمان نصیب ہو۔ نیز شیرینی دل کو نرم کرتی ہے، اس سبب سے شیرینی کے ساتھ افطار کرنا افضل ہے۔

(مظاہر حق جدید ص ۲۸۸ ج ۲)

مسئلہ عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے تین یا پانچ یا سات چھوارے یا کھجوریں کھانا مستحب ہے، اس سے کم کھائے یا زیادہ، لیکن چھوارے طاق عدد ہونے چاہئیں۔ اگر چھوارے یا کھجوریں نہ ہوں تو کوئی اور میٹھی چیز کھائے۔ اگر نماز سے پہلے کچھ نہ کھایا تو گنہگار نہ ہوگا، اگر نماز کے بعد بھی عشاء تک کچھ نہ کھایا تو اس پر مواخذہ ہو سکتا ہے۔ عید الاضحیٰ کا حکم وہی ہے جو عید الفطر کا ہے، لیکن اس میں عید کی نماز تک کچھ نہ کھانا چاہئے۔

بقر عید کے دن نماز سے پہلے کھانے میں دو روایتیں ہیں۔ مختار یہ ہے کہ نماز سے پہلے کھانے میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں لیکن نماز سے پہلے نہ کھانا چاہئے۔ مستحب یہ ہے کہ اس روز سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے، جو اللہ تعالیٰ کی ضیافت (مہمان نوازی) ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ص ۷۲ ج ۱)

یوم الاضحیٰ کو جملہ شرائطِ روزہ مستحب ہیں

سوال دسویں ذی الحجہ کو عید کی نماز سے قبل صرف نہ کھانا پینا مسنون ہے۔ یا جملہ شرائطِ روزہ کی رعایت رکھنا ضروری ہے؟

جواب جملہ شرائطِ روزہ کا لحاظ قربانی سے پہلے مستحب ہے۔ اور در مختار میں ہے کہ قربانی سے

Marfat.com

پہلے نہ کھانا مستحب ہے اگرچہ وہ قربانی نہ کرے، اور کھالے تو کچھ کراہت نہیں۔ اور شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ رکنا ان چیزوں سے مستحب ہے جن سے روزہ افطار ہوجائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۹۳ ج ۵ بحوالہ ردالمختار باب صلاۃ العیدین ص ۷۸۴ ج ۱)

مسئلہ بعض عوام کہتے ہیں کہ بقرعید کے روز (قربانی ہونے تک) روزہ سے رہے، یہ محض بے اصل ہے، البتہ قربانی سے پہلے کھانا نہ کھانا مستحب ہے لیکن وہ روزہ نہیں، نہ تو کھانا فرض ہے نہ روزہ کا ثواب، نہ روزہ کی نیت ہے۔ (اغلاط العوام مکمل ص ۱۳۲)

عیدین کی نماز کا وقت

كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي بنا يوم الفطر والشمس على قيد رمحين والاضحى على قيد رمح۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدالفطر کی نماز ہم لوگوں کو ایسے وقت پڑھاتے تھے کہ آفتاب بقدر دو نیزے کے بلند ہوتا تھا اور عیدالاضحیٰ کی نماز ایسے وقت پڑھاتے تھے کہ آفتاب بقدر ایک نیزہ کے بلند ہوتا تھا۔ (معارف الحدیث ص ۴۰۲ ج ۳)

نمازِ عید کا وقت آفتاب کے ایک نیزہ کے برابر اونچا ہونے سے لے کر زوال سے پہلے تک ہے، لہٰذا اگر آفتاب (سورج) کے نیزہ برابر اونچا ہونے سے پہلے عید کی نماز پڑھی جائے گی تو وہ درست نہیں ہوگی بلکہ وہ فعلِ حرام ہوگی، یعنی ایسی نفل نماز جس سے روکا گیا ہے۔ (ایک نیزہ کی مقدار تین گز یعنی چھ ہاتھ ہوتی ہے، چنانچہ اگر عید کی نماز ہوتے ہوئے ہی آفتاب ڈھل جائے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ جیسے جمعہ پڑھنے میں اگر عصر کا وقت آجاتا ہے تو جمعہ فاسد ہوجاتا ہے۔ فاسد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نماز جو پڑھ رہا تھا وہ نہیں ہوگی، البتہ اُسے نفل نماز کا ثواب مل جائے گا۔ (درمختار ص ۷۹۱ ج ۱)

عید کا وقت نفلی نماز کے جائز ہونے کے وقت سے پہلے تک رہتا ہے اگر نماز پڑھنے میں زوالِ آفتاب ہوگیا تو نماز فاسد ہوجائیگی۔ (کتاب الفقہ ص ۵۴۹ ج ۱)

عیدین کی نماز کس پر واجب ہے؟

حنفیہؒ کے نزدیک ہر اُس شخص پر واجب ہے جس پر نمازِ جمعہ اپنے شرائط کے ساتھ واجب

Marfat.com

ہے۔ یہ شرائط وجوب ہوں یا شرائطِ صحت۔ شرائط صحت میں سے (ایک تو) خطبہ مستثنیٰ ہے کہ یہ نمازِ جمعہ میں نماز سے پہلے اور عیدین میں نماز کے بعد ہوتا ہے۔ شریکِ جماعت لوگوں کی تعداد میں بھی نمازِ عیدین مستثنیٰ ہیں کہ نمازِ عید کی جماعت تو ایک شخص کے شریک ہونے سے بھی ہو جاتی ہے، لیکن جمعہ کی نماز میں ایسا نہیں ہے۔ (نماز جمعہ میں کم از کم تین آدمی لازم ہیں)۔ نیز عید کی نماز میں ''جماعت'' واجب ہے، اس کا ترک کرنا گناہ ہے، اگر چہ عید کی نماز ہو جاتی ہے، لیکن جمعہ کی یہ کیفیت نہیں ہے جمعہ کی نماز بغیر جماعت کے نہیں ہو سکتی ہے۔ (کتاب الفقہ ص ۵۴۸ ج ۱)

جس شخص پر جمعہ کی نماز واجب ہے اس پر عید کی نماز بھی واجب ہے۔ خطبہ کے علاوہ جمعہ میں جو شرائط ہیں وہی عیدین میں بھی ہیں لیکن عید کے دن نماز کے بعد خطبہ سنت ہے، خطبہ کے بغیر عید کی نماز جائز ہے، اگر نمازِ عید سے پہلے خطبہ پڑھ دیا گیا تو جائز ہے، لیکن مکروہ ہے۔ اگر عید کی نماز سے پہلے پڑھ دیا، تو نماز کے بعد خطبہ کا اعادہ نہ کریں۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷ ج ۳)

نمازِ عیدین کے لیے نقارہ بجانا

اگر نام ونمود (دکھلاوے وبڑائی) کیلئے ہے تو جائز نہیں ہے، اگر صرف نمازیوں کو مطلع کرنے کی نیت سے بجایا جائے تو جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۵ ج ۵)

نمازِ عیدین میں مقتدیوں کا اِنتظار

عیدین کی نماز کا وقت زوالِ آفتاب سے پہلے پہلے ہے۔ پس اس وقت تک یعنی قبل زوال تک انتظار کرنے میں مضائقہ نہیں ہے، اس کے بعد نہیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۰۵ ج ۵ بحوالہ ردالمختار ص ۷۷۹ ج ۱)

مسئلہ: عیدگاہ میں نماز سے پہلے بار بار لوگ تکبیر بآواز بلند پڑھتے ہیں۔ مسلم شریف کی حدیث سے معلوم ہوا کہ عیدین کے دن عیدگاہ میں کوئی آواز وتکبیر وغیرہ بغرض لوگوں کو بلانے کے لیے نہ کہی جائے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۳۰۹ ج ۱)

عیدین کے دن نوافل

عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلّی یوم الفطر رکعتین لم یصلِّ قبلھما ولا بعدھما۔ (بخاری ومسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کے دن دو رکعت نماز پڑھی اور اس سے پہلے یا بعد آنحضرتؐ نے کوئی نفلی نماز نہیں پڑھی۔

(معارف الحدیث ص ۱۴۱ ج ۳)

مسئلہ حنفیہؒ کے نزدیک عید کی نماز سے پہلے نفل پڑھنا مکروہ ہے، عیدگاہ ہو یا اور کوئی جگہ۔ اور نماز کے بعد صرف عیدگاہ میں نماز پڑھنا مکروہ ہے، گھر میں مکروہ نہیں ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۵۶۰ ج ۱)

عیدین کی نماز سے پہلے تو مطلقاً نوافل مکروہ ہیں۔ اور عید کی نماز کے بعد کا یہ حکم ہے کہ عیدگاہ میں نہ پڑھیں، اگر گھر میں پڑھ لیں تو درست ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۷ ج ۵ بحوالہ ردالمختار ص ۷۷۷ ج ۱)

مسئلہ عید کی نماز سے پہلے فجر کی قضاء جائز ہے مگر گھر میں خفیۃً یعنی پوشیدگی سے پڑھے تاکہ دیکھنے والوں کو بدگمانی نہ ہو۔

مسئلہ عیدگاہ میں کراہت نوافل کی وجہ یہ ہے کہ نمازِ عید پر زیادتی کا وہم نہ ہو، اور نمازِ عید کا وقت زوال تک ہے، اس لیے زوال کے بعد اسی مسجد میں جہاں عید کی نماز پڑھی گئی، نوافل مکروہ نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۲۰ ج ۴)

مسئلہ اگر ایک شخص نے فجر کی نماز نہیں پڑھی تو عید کی نماز جائز ہوگی۔ نیز عید کی نماز سے پہلے قضاء پرانی نمازیں پڑھنی جائز ہیں لیکن عید کی نماز کے بعد پڑھنی زیادہ اولیٰ اور بہتر ہے۔

(عالمگیری ص ۷۳ ج ۳)

نوافل کی ممانعت کی وجہ کیا ہے؟

سوال عیدین کے دن نمازِ اشراق وچاشت کیوں نہیں پڑھتے، ممانعت کی کیا وجہ ہے؟

جواب اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس روز (عیدین کے روز) اس کا پڑھنا ثابت نہیں، اور چاشت کی نماز پڑھنے کا نمازِ عیدین سے واپس آنے کے بعد پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۶۷۴ ج ۱)

Marfat.com

نمازِ عیدین میں بچے کہاں کھڑے ہوں؟

نابالغ بچوں کے لیے تو یہ حکم ہے کہ اگر بچے جماعت میں شامل ہوں تو پیچھے کھڑے ہوں، خواہ عیدین کی جماعت ہو یا دیگر نمازوں کی۔ اگر بوجہ مجبوری جیسا کہ عیدگاہ میں پیش آتی ہے بچے جماعت کے اندر کھڑے ہو جائیں یا نمازی کے آگے بیٹھ جائیں یا دائیں بائیں کھڑے ہو جائیں تو نماز ہو جاتی ہے، لیکن یہ خلاف سنت ہے اور مکروہ تنزیہی ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۱۹۶ ج ۵ بحوالہ رد المحتار باب الامامت ص ۵۳۴ ج ۱)

مسئلہ آج کل عام طور سے بچوں کو عیدگاہ لے جانے کا عام رواج ہو گیا ہے جس کو دیکھو وہ اپنے ساتھ ایک دُم چھلا ضرور لیے ہوتا ہے۔ اور حیرت تو یہ ہے کہ باوجود ہر سال تکلیف اٹھانے کے پھر بھی لوگوں کو اس کی ذرا حس اور تمیز نہیں ہوتی۔ شاید کوئی سال ایسا ہوتا ہو کہ بچے عیدگاہ میں جا کر عین نماز کے وقت رونا، سسکنا، نہ شروع کرتے ہوں، بلکہ ایک دو تو ان میں سے پیشاب، پاخانہ بھی کر دیتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ (ناسمجھ) بچوں کو عیدگاہ لے جانا چھوڑ دیں۔

(اغلاط العوام ص ۱۱۹)

عیدین کی چھ تکبیروں کا جواز

حنفیہ کی دلیل (نمازِ عیدین میں چھ زائد تکبیرات کی یہ) حدیث ہے عن سعید بن العاص انه سال ابا موسیٰ الاشعریؓ وحذیفة ابن الیمان کیف کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یکبر فی الاضحی والفطر فقال ابو موسیٰ کان یکبر اربعاً فی الرکعة الاولیٰ مع تکبیرة الاحرام وفی الثانیة مع تکبیرة الرکوع تکبیرہ وعلی الجنائز، فقال حذیفة صدق۔

(رواہ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ باب صلوٰۃ العیدین ص ۱۲۶ ج ۱)

اور جس روایت میں نو تکبیریں رکعتوں میں وارد ہیں اس سے مراد بھی چھ تکبیراتِ زوائد ہیں۔ کیونکہ اول رکعت میں تکبیر تحریمہ و تکبیر رکوع داخل ہیں اور دوسری رکعت میں تکبیر رکوع داخل ہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص ۲۰۶ ج ۵)

شرح منیہ میں لکھا ہے کہ عیدین کی ہر رکعت میں تین تکبیریں علاوہ تکبیر افتتاح کے

Marfat.com

بہت سے جلیل القدر صحابہؓ سے ثابت ہیں۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۱۹۵ج۵ بحوالہ غنیۃ المستملی باب العیدین)

نمازِ عیدین کی نیت

سوال عید کی نماز اس طرح نیت کر کے پڑھی۔"نیت کرتا ہوں دو رکعت سنت ہمراہ چھ تکبیروں کے"اس صورت میں نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟

جواب اس طرح نیت کرنے سے نماز صحیح ہے کیونکہ بعض فقہاءؒ نے نمازِ عید کو سنت کہا ہے،لیکن صحیح یہ ہے کہ واجب ہے،اس لیے زیادہ احتیاط یہ ہے کہ واجب کا لفظ کہے،لیکن اگر نیت میں سنت کا لفظ کہہ دیا،تب بھی نماز صحیح ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ص۲۲۲ج۵ بحوالہ رد المختار باب العیدین ص۷۷۴ج۱)

عیدین کی نماز کا طریقہ

حنفیہؒ کے نزدیک نمازِ عیدین ادا کرنے کا وقت دل سے نیت کرنا اور زبان سے کہنا چاہیے کہ"میں عید کی نماز واسطے اللہ تعالیٰ کے پڑھنے کی نیت کرتا ہوں،اور مقتدی کو امام کے اتباع کی نیت بھی کرنا چاہیے۔اس کے بعد تکبیرِ تحریمہ کہہ کر دونوں ہاتھ اٹھا کر ناف کے نیچے اور نمازوں کے طریقے کے مطابق باندھ لیے جائیں۔اس کے بعد امام اور مقتدی دونوں ثناء (سبحانك اللھم آخر تک) پڑھیں،پھر امام زائد تکبیرات (تین بار اللہ اکبر) کہے اور مقتدی بھی اسی طرح کریں (اور ہر مرتبہ اللہ اکبر مثل تکبیر تحریمہ کے دونوں کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور تکبیر کے بعد لٹکا دے یعنی چھوڑے رہے۔تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ لٹکائے بلکہ ہاتھ باندھ لے) اور ہر تکبیر کے بعد اتنا توقف کرنا چاہیے جتنے عرصہ میں تین تکبیریں کہی جاسکیں۔اور اس اثناء میں کوئی ذکر مسنون نہیں ہے۔اور سنت یہ ہے کہ نمازِ عید پڑھنے والا مقتدی یا امام ان تکبیروں میں رفع یدین (ہاتھ کانوں تک اٹھائے) پھر امام اعوذ باللہ الخ اور بسم اللہ الخ آہستہ پڑھے،اس کے بعد سورۂ فاتحہ اور کوئی اور سورت اونچی آواز سے پڑھے۔اور مستحب یہ ہے کہ"سبح اسم ربك الاعلیٰ"کی سورت ہو۔اس کے بعد امام رکوع کرے اور مقتدی امام کی پیروی کریں اور پھر سجدہ کریں۔پھر جب دوسری رکعت شروع کریں تو سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی سورت پڑھی جائے۔مستحب یہ ہے

کہ وہ سورت ''ھل اتاك'' ہو۔ سورت پڑھنے کے بعد امام اور مقتدی زائد تکبیرات کہیں (یعنی پھر تین بار تکبیر کہیں اور ہاتھ چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر رکوع کریں) یہ تکبیرات رکوع کی تکبیر کے علاوہ تین ہیں اور ہر تکبیر میں ہاتھ چھوڑے جائیں۔ باقی نماز حسب دستور پوری کی جائے۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ص ۵۵۰ ج ۱)

مسئلہ عیدین کی پہلی رکعت میں تکبیر زوائد قرأت سے پہلے کہے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد کہے، اس طرح دونوں قرأت کے درمیان تکبیر زوائد حائل نہیں ہوں گی۔

(درمختار ص ۷۹۱ ج ۱)

مسئلہ عید کی تکبیر زوائد کے درمیان کوئی ذکر مسنون نہیں، اس وجہ سے حکم ہے کہ تکبیر کہہ کر ہاتھوں کو چھوڑ دیں کیونکہ ہاتھوں کا باندھنا وہاں مسنون ہے جہاں کوئی ذکر مسنون ہو، اور ہر دو تکبیروں کے درمیان تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار خاموش رہے، خاموش رہنے کی مقدار جماعت کی زیادتی اور کمی پر ہے یعنی اگر مجمع زیادہ ہے تو دو تکبیروں کے درمیان وقفہ زیادہ کرے اور اگر کم ہو تو کم وقفہ کرے۔ مقصد یہ ہے کہ اشتباہ باقی نہ رہنے پائے۔ (درمختار ص ۷۹۲ ج ۱)

احکام عید الاضحیٰ

عید الفطر اور عید الاضحیٰ دونوں کے احکام یکساں ہیں، دونوں کا وقت ایک (سا ہی) ہے، دونوں کے لیے شرطیں ایک سی ہیں، لیکن اتنا فرق البتہ ہے کہ بقرعید کی نماز تیسرے دن بارہویں ذی الحجہ کے زوال سے پہلے تک عذر کی وجہ سے بلا کراہت مؤخر کی جاسکتی ہے۔ اور بلا عذر بارہویں تک تاخیر کراہت کے ساتھ درست ہوگی، لہٰذا بقرعید میں عذر کراہت دور کرنے کے لیے شرط ہے، اور عید الفطر میں نماز درست ہونے کے لیے شرط ہے یعنی بقرعید میں بلا عذر بھی بارہویں ذی الحجہ تک نماز مؤخر کر سکتے ہیں گو وہ مکروہ ہے مگر بلا عذر عید الفطر کا دوسرے دن مؤخر کرنا درست نہیں ہے۔

(درمختار ص ۷۹۶ ج ۱)

مسئلہ عید الاضحیٰ کی نماز کا بھی یہی طریقہ ہے اور اس میں بھی وہ سب چیزیں مسنون ہیں جو عید الفطر میں ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ عید الاضحیٰ (بقرعید) کی نیت میں بجائے عید الفطر کے عید الاضحیٰ کا لفظ داخل کرے۔

عید الفطر میں عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا مسنون ہے، عید الاضحیٰ میں نہیں

ہے اور عیدالفطر میں راستے میں چلتے وقت آہستہ تکبیر کہنا مسنون ہے اور یہاں (بقرعید میں) بلند آواز سے۔ اور عیدالفطر کی نماز تاخیر کر کے پڑھنا مسنون ہے اور عیدالاضحیٰ (بقرعید) کی نماز سویرے یعنی جلدی وقت ہونے پر۔ اور عیدالاضحیٰ میں صدقہ فطر نہیں ہے بلکہ نماز کے بعد قربانی ہے اہل وسعت پر۔ اور اذان واقامت نہ عیدالفطر میں ہے اور نہ بقرعید میں۔

(بہشتی زیور ص ۸۵ ج ۱۱ بحوالہ شرح تنویر ص ۶۲ ج ۱)

عیدالاضحیٰ کا خطبہ

عیدالاضحیٰ کے خطبہ میں امام قربانی کے اور ایامِ تشریق کے مسائل واحکام بیان کرے تاکہ لوگ واقف ہوں، طحطاویؒ نے لکھا ہے کہ عیدالاضحیٰ سے پہلے والے جمعہ میں ہی احکام قربانی وغیرہ بیان کردینا مناسب ہے۔ (درمختار ص ۸۰۰ ج ۱)

عیدگاہ جاتے ہوئے تکبیر

عیدالاضحیٰ میں عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد کہتے ہوئے جائیں۔ اسمیں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

مسئلہ عیدالاضحیٰ میں مستحب یہ ہے کہ نمازِ عید کے بعد کھائے، اگر کوئی نمازِ عیدالاضحیٰ سے پہلے کھالے گا تو یہ مکروہ تنزیہی بھی نہ ہوگا کیونکہ بدائع میں صراحت ہے کہ چاہے کھائے چاہے نہ کھائے مگر مستحب یہ ہے کہ نماز کے بعد کھائے۔ (درمختار ص ۷۹۶ ج ۱)

عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر

عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی تکبیر تشریق کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اس لیے کہ مسلمان برابر اسی طرح کرتے آئے ہیں لہٰذا ان کی پیروی واجب ہے اور علماء بلخ کا یہی مسلک ہے۔ عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد تکبیر تشریق کہنا مستحب ہے۔ (درمختار ص ۸۰۰ ج ۱)

نمازِ عیدین بغیر اذان واقامت ہی سنت ہے

عن جابر بن سمرة قال صلیت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم العیدین غیر مرةٍ ولا مرتین بغیر اذان ولا اقامة۔ (رواہ مسلم)

Marfat.com

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عید کی نماز ایک یا دو دفعہ ہی نہیں بلکہ بہت دفعہ پڑھی ہے، ہمیشہ بغیر اذان اور بغیر اقامت کے۔ (صحیح مسلم۔معارف الحدیث ص ۴۰۰ ج ۳)

اس حدیث شریف اور فقہ کی روایت سے معلوم ہوا کہ عیدین میں اذان تکبیر (اقامت) اور ''الصلاۃ الصلاۃ'' وغیرہ الفاظ کہہ کر پکارنا کچھ نہیں ہے مسنون طریقہ یہی ہے (یعنی بغیر اذان واقامت)۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۳۷ ج ۵)

نفل کی نیت سے دوبارہ نمازِ عید پڑھنا

نفل کی نیت سے جماعت میں شرکت ہو جانے سے کچھ گناہ نہیں، کیونکہ شرعاً بعض موقع پر ایسا کرنے کا حکم ہے جیسا کہ کتب فقہ میں ہے کہ جس نے ظہر اور عشاء کی نماز پڑھ لی ہو اور بوقتِ اقامت جماعت وہ مسجد میں ہو تو وہ جماعت کو چھوڑ کر وہاں سے نہ نکلے اور نفل کی نیت سے جماعت میں شامل ہو جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۷ ج ۵ بحوالہ ردالمختار باب ادراک الفریضہ ص ۶۶۸ ج ۱)

خطبۂ جمعہ خطبۂ عیدین میں فرق ہے

(۱) خطبۂ عیدین جمعہ کی طرح نماز کے لیے شرط نہیں، بلکہ بغیر خطبہ بھی نمازِ عیدین صحیح ہو جاتی ہے۔

(۲) عیدین کا خطبہ فرض اور واجب نہیں ہے بلکہ سنت ہے۔

(۳) خطبۂ عیدین بعد نمازِ عید پڑھا جاتا ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں کہ ''فرق درمیان خطبہ جمعہ وعیدین کے یہ ہے کہ خطبہ عیدین میں سنت ہے شرط نہیں اور یہ کہ عیدین میں خطبہ نماز کے بعد ہے بخلاف جمعہ کے''۔

بحرالرائق میں ہے کہ اگر عیدین میں بالکل خطبہ نہ پڑھا جائے تو نماز صحیح ہو جائے گی، اگرچہ ترکِ سنت سے گنہگار ہوں گے، اسی طرح نماز سے پہلے خطبہ پڑھنے میں خلافِ سنت کا گناہ ہوگا، البتہ نماز درست ہو جائے گی۔

امورِ مذکورہ پر نظر کرتے ہوئے اگر خطبۂ عیدین میں عربی خطبہ پڑھ کر اُردو (یا مقامی

Marfat.com

زبان میں) ترجمہ سنا دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اول تو اس خطبہ کی وہ شان نہیں کہ شرطِ نماز یا دو رکعت کے قائم مقام ہو۔ دوسرے چونکہ خطبہ عید کی نماز کے بعد ہوتا ہے تو جب خطبۂ عربی سے فراغت ہوگی تو نمازِ عید اور اس کی سنت ادا ہوگی۔ اب خالی وقت ہے اس میں بطورِ تبلیغ احکام کے ترجمہ سنا دیں تو کوئی مضائقہ نہیں اور تطویل خطبہ بھی لازم نہیں آتا کیونکہ ترجمہ کے وقت اگر کوئی شخص جانا چاہے تو کوئی حرجِ شرعی اس پر عائد نہیں ہوتا، بخلاف جمعہ کے خطبہ کے کہ وہاں ابھی تک نماز نہیں ہوئی، نماز کا انتظار لامحالہ ضروری ہے۔ (خلاصۃ الاجوبہ فی عربیہ، از مولانا مفتی محمد شفیعؒ)

عیدین کا خطبہ کیسے دیا جائے؟

عید کے خطبہ میں مستحب یہ ہے کہ پہلے خطبہ میں اول مسلسل نو مرتبہ اللہ اکبر کہے اور دوسرے خطبے میں سات مرتبہ۔ یہ سنت ہے اور مستحب یہ ہے کہ منبر سے اترنے سے پہلے چودہ مرتبہ اللہ اکبر کہے۔ اور جب عید کے خطبہ کے لیے منبر پر چڑھے تو خطبہ سے پہلے نہ بیٹھے، ہمارے نزدیک یہی طریقہ مسنون ہے، کیونکہ منبر پر بیٹھنا دراصل اذان ختم ہونے کے انتظار میں ہوتا ہے اور عید کے خطبہ میں اذان نہیں ہے اس لیے نہ بیٹھے۔ (درمختار ص ۷۹۴ ج ۱)

مسئلہ دونوں خطبوں کے درمیان کچھ دیر بیٹھے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۷۳ ج ۱)

مسئلہ بعد نمازِ عیدین امام منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھے، یہی سنت ہے، نماز اور خطبہ کی جگہ ایک نہیں ہوتی ہے۔ نماز پڑھانے کے لیے امام نیچے کھڑا ہوتا ہے اور خطبہ منبر پر جا کر پڑھتا ہے۔ (یہ غلط ہے کہ جس جگہ نماز پڑھے اسی جگہ خطبہ پڑھے)۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۹۲ ج ۵)

خطیب کیا بیان کرے؟

خطبہ میں صدقہ فطر اور اس کے احکام بیان کرے اور بتلائے کہ صدقۂ فطر کس پر واجب ہوتا ہے؟ کس کے لیے واجب ہوتا ہے؟ کب واجب ہوتا ہے؟ کس قدر واجب ہوتا ہے؟ کس چیز سے واجب ہوتا ہے؟

عید الاضحیٰ کے روز خطیب اللہ اکبر اور سبحان اللہ پڑھے، وعظ کہے، قربانی و ذبح کے احکام بتلائے اور تکبیر تشریق سکھلائے، جب امام خطبہ میں اللہ اکبر پڑھے تو قوم بھی اس کے ساتھ پڑھے (دل دل میں) اور جب امام درود پڑھے تو سننے والے بھی اپنے دل میں درود شریف

Marfat.com

پڑھیں، لیکن خاموش رہنا سنت ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۳۷ ج ۱)

اور مناسب یہ ہے کہ عیدین سے پہلے جو جمعہ ہو اس میں لوگوں کے سامنے احکامِ فطرہ بیان کردے تاکہ لوگ وقت پر صدقۂ فطر ادا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عید سے دو دن پہلے وعظ فرماتے اور اس میں صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم فرماتے۔ (درمختار ص ۹۴ ج ۱)

عید کی نماز ختم کرنے کے بعد (امام یا خطیب) دو خطبے پڑھے اس کا پڑھنا سنت ہے، اگر کوئی عید کی نماز سے پہلے ہی خطبہ پڑھ دے تو یہ گو درست ہے مگر برا کرنے والا ہوگا، اس لیے کہ اس نے سنت کی خلاف ورزی کی، اور سنت کو چھوڑ دیا، اور جو چیزیں نمازِ جمعہ میں مسنون اور مکروہ ہیں وہی چیزیں نماز عیدین میں بھی مسنون اور مکروہ ہیں، صرف دو چیزوں میں جمعہ اور عیدین کے اندر فرق ہے۔ ایک یہ کہ عید میں خطبہ سے پہلے تکبیر کہنا مسنون ہے اور جمعہ میں یہ مسنون نہیں ہے اور دوسرے یہ کہ جمعہ میں خطبہ شروع کرنے سے پہلے منبر پر امام کا بیٹھنا مسنون ہے اور عیدین میں بیٹھنا مسنون نہیں ہے۔ (درمختار ص ۹۳ ج ۱)

مسئلہ حنفیہ کے نزدیک عیدین کے خطبہ شروع کرنے سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے بلکہ منبر پر جانے کے بعد ہی خطبہ شروع کردیا جائے اور بیٹھا نہ جائے۔ (کتاب الفقہ ص ۵۶۰ ج ۱)

مسئلہ حنفیہ کے نزدیک عیدین کے خطبے جمعہ کے خطبوں کی مانند ہیں۔ خطبوں میں صرف ایک رکن ہے یعنی ذکر اللہ، کم ہو یا زیادہ، اس میں شامل ہے۔ لہٰذا خطبوں کے لیے صرف حمد یا تسبیح تہلیل کافی ہے، ہاں ان میں سے کسی ایک امر پر انحصار کرلینا مکروہ تنزیہی ہے۔ حنفیہؒ کے نزدیک دوسرا خطبہ شرائط خطبہ میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ سنت ہے۔

(کتاب الفقہ ص ۵۶۱ ج ۱) (تفصیل کے لیے دیکھئے مکمل و مدلل مسائل نماز جمعہ باب نہم)

مسئلہ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ نمازِ عیدین عیدگاہ اور صحراء میں پڑھنا افضل اور مستحب ہے اور منبر کے وہاں لے جانے میں اختلاف نقل کیا ہے۔ علامہ شامیؒ نے کہا ہے کہ منبر وہاں لے جانا عیدگاہ میں مکروہ ہے۔ البتہ اگر وہاں عیدگاہ میں منبر بنالیا جائے اور تعمیر کرلیا جائے تو کچھ حرج نہیں، یہ کہنا غلط ہے کہ خطبۂ عیدین منبر پر کھڑے ہوکر پڑھنا ناجائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۲۶ ج ۵)

مسئلہ زیادہ دراز کرنا خطبہ کا مکروہ ہے، لیکن خطبہ جس قدر بھی ہو سننا اس کا ضروری ہے۔ کراہت خطبہ کے دراز کرنے والے کے حق میں ہے، سننے والوں پر تمام خطبہ کا سننا واجب ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۱۹۴ ج ۵، بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۳ ج ۱ باب الخطبہ والصلوٰۃ)

Marfat.com

مسئلہ عیدین میں اگر ضروری مسائل خطبہ کے درمیان بیان کرنا ہوں تو قلیل ہونا چاہئے۔ اور بعد میں ہوتو کوئی قید نہیں ہے۔ (امدادالفتاویٰ ص ۱۷۱ ج ۱)

مسئلہ خطبہ عید کا پڑھنا اور سننا سنتِ مؤکدہ ہے لیکن جب خطبہ پڑھا جائے اور کوئی شخص وہاں موجود ہوتو خطبہ سننا واجب ہو جاتا ہے، اس وقت کلام وغیرہ کرنا ناجائز ہے اور شور مچانا سخت گناہ ہے۔ (امدادالمفتین ص ۷۸)

مسئلہ عیدین کا خطبہ تو سنت ہے لیکن اس کا سننا اور خاموش رہنا واجب ہے، خواہ خطبہ سنائی دے یا نہ دے۔ (درمختار ص ۵۸۵ ج ۱)

مسئلہ نمازِ عید کے خطبہ کے وقت صفیں قائم رکھ کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہنا بہتر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صفیں قائم رکھ کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے تھے۔ (بلوغ المرام ص ۵۵)

مسئلہ خطبہ کھڑے ہوکر پڑھنا مسنون ہے، کسی وقت اگر عذر سے بیٹھ کر پڑھا جائے تو درست ہے، مگر مداومت (دائمی طور پر ترکِ سنت) کی اجازت نہ ہوگی، لہٰذا دوسرا انتظام کیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷ ج ۵)

مسئلہ خطیب عیدین کے خطبہ میں جب تکبیرات کہہ لے تو حاضرین آہستہ آہستہ تکبیر کہہ سکتے ہیں اور خطیب آیتِ کریمہ ''ان اللّٰہ وملئکتہ الخ'' پڑھے تو حاضرین دل ہی دل میں درود پڑھیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۹۰ ج ۵)

مسئلہ اگر نماز سے پہلے یا خطبہ کے بعد چندہ ہوتو مضائقہ نہیں، خطبہ کے دوران اس کی یعنی چندہ کی اجازت نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۸ ج ۵)

قرأت کے بعد شامل ہونے کے مسائل

اگر مقتدی امام کو قیام میں اس وقت پایا ہے جب وہ تکبیر زوائد کہہ چکا تھا، تو مقتدی اس وقت اپنے مذہب کے مطابق تکبیر زوائد کہہ لے، کیونکہ وہ مسبوق یعنی بعد میں شامل ہونے والا ہے اور مسبوق اپنی نماز میں امام کا تابع نہیں ہوتا ہے، چنانچہ حنفی تین تکبیر زوائد کہہ کر امام کے ساتھ ملے گا۔ اور اگر اس مقتدی کی ایک رکعت چھوٹ گئی ہے تو جب وہ اپنی یہ رکعت پوری کرنے چلے تو پہلے قرأت کرے اور پھر قرأت کے بعد تکبیر زوائد کہے اور اس کے بعد رکوع میں جائے، تاکہ اس کی تکبیریں پیاپے نہ ہو جائیں بلکہ دونوں میں قرأت کا فاصلہ ہو جائے۔ (درمختار ص ۷۹۱ ج ۱)

Marfat.com

مسئلہ اگر مقتدی نے ابھی تکبیر نہیں کہی تھی کہ امام رکوع میں چلا گیا تو اس صورت میں مقتدی قیام میں تکبیر نہ کہے، بلکہ وہ امام کے ساتھ رکوع کرے اور رکوع میں ہی تکبیر زوائد کہہ لے، صحیح قول یہی ہے اس وجہ سے کہ رکوع کے لیے قیام کا حکم ہے۔ لہٰذا اس مسنون کے ادا کرنے سے بہتر یہ ہے کہ واجب کو ادا کرے (مسنون رکوع کی تسبیح ہے اور واجب تکبیر زوائد، رکوع میں تکبیر کہنے کا حکم اس وقت تک ہے کہ جب دوسری رکعت میں ملنے والے مقتدی کو خوف ہو کہ اگر تکبیر زوائد کہہ کر رکوع میں گیا تو اس وقت تک امام رکوع سے سر اٹھالے گا۔

مسئلہ جس طرح خود امام عید کی دوسری رکعت میں قرأت کے بعد تکبیر زوائد کہے بغیر رکوع میں چلا جائے تو یہ امام بھی رکوع میں تکبیر زوائد کہے گا، تکبیر زوائد کے لیے رکوع سے قیام کی طرف واپس نہیں ہوگا۔

مسئلہ نمازِ عیدین میں تکبیر زوائد کہنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان میں اپنے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھائے، اگرچہ اس کا امام ہاتھ اُٹھانے کا قائل نہ ہو، مگر جب ان تکبیراتِ زوائد کو رکوع میں ادا کرے گا تو دونوں ہاتھوں کو وہ کانوں تک نہیں اٹھائے گا۔ مذہب مختار یہی ہے۔ اس لیے کہ رکوع میں نمازی کا اپنے دونوں گھٹنوں کو پکڑنا سنت ہے اور تکبیراتِ زوائد میں گو ہاتھوں کا اٹھانا بھی سنت ہے مگر یہ اس کا محل نہیں ہے، لہٰذا یہ جس کا محل ہے اُسے اختیار کیا جائے گا۔

(درمختار ص ۷۹۲ ج ۱)

مسئلہ عیدین کی نماز میں تکبیرِ زوائد کے بعد شامل ہونے والے کے لیے حکم یہ ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے بعد تکبیر زوائد کہہ لے، اگرچہ امام قرأت شروع کر چکا ہو، اور اگر امام کو رکوع میں پایا تو تکبیرات کہہ کر رکوع میں جائے، البتہ اگر امام کے ساتھ رکوع نہ مل سکنے کا خطرہ ہو تو رکوع میں بغیر ہاتھ اُٹھائے تکبیرات کہہ لے، اگر تکبیرات کی تکمیل سے پہلے امام رکوع سے اٹھ گیا تو بقیہ تکبیریں ساقط ہو جائیں گے۔ یعنی معاف ہو جائیں گی۔

اور اگر دوسری رکعت میں شامل ہوا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اُٹھ کر جو رکعت پڑھے گا اس میں قرأت کے بعد رکوع سے پہلے تکبیرات کہے، اور اگر تشہد میں شریک ہوا تو بعینہٖ اسی طرح دو رکعتیں تکبیرات کے ساتھ پڑھے جس طرح امام کیساتھ پڑھی جاتی ہیں۔

(احسن الفتاویٰ ص ۱۴۳ ج ۴۔ بحوالہ ردالمختار ص ۷۸۱ ج ۴)

مسئلہ اگر امام کے رکوع سے سر اٹھانے کے بعد جماعت میں شامل ہوا تو تکبیر زوائد نہ پڑھے

Marfat.com

بلکہ امام کی نماز ختم ہونے پر فوت شدہ رکعت کو مع تکبیرات زوائد کے ادا کرے۔

(کتاب الفقہ ص ۵۵۱ ج ۱)

مسئلہ رفع یدین (نماز میں ہاتھوں کا اٹھانا) تکبیراتِ زوائد عیدین میں سنت ہے۔ اگر رفع یدین نہ کیا نماز تو ہوگئی۔ لیکن آئندہ کو ایسا نہ چاہئے اس سنت کو ادا کرنا چاہئے۔

(عزیز الفتاوی ص ۳۰۱ ج ۱)

مسئلہ تکبیراتِ عید واجب ہیں، علاوہ تکبیر افتتاح ورکوع کے تین تین واجب ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی تکبیر چھوڑ دے گا ترکِ واجب ہوگا اور واجب کے چھوڑنے سے سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے مگر چونکہ نمازِ عیدین میں سجدہ سہو نہیں ہے لہٰذا نماز (عیدین) ہو جائے گی۔

(عزیز الفتاوی ص ۳۰۹ ج ۱)

مسئلہ اگر کوئی ایسے وقت عید گاہ میں پہنچا کہ نمازِ عید ہو رہی ہے اور وہ بے وضوء ہے تو اگر اس کو ظن غالب ہو کہ وضو کے بعد نماز کا کوئی حصہ مل جائے گا تو وضو کر کے نماز میں شریک ہو جائے، ورنہ تیمّم کر کے نماز میں شریک ہو جائے۔ (طحطاوی ص ۶۳)

مسئلہ اگر کسی کی وضو عیدین کی نماز کے درمیان ٹوٹ جائے تو فوراً وہیں تیمم کر کے نماز میں شریک ہو جائے۔ (طحطاوی ص ۶۳)

مسئلہ اگر کوئی شخص عید الفطر یا عید الاضحیٰ (بقرعید) کی نماز میں ایسے وقت شامل ہوا کہ امام تکبیروں سے فارغ ہو چکا ہو، تو اگر قیام میں آ کر شریک ہوا تو فوراً تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد تین زائد تکبیریں کہہ لے، اگر چہ امام قرأت کر رہا ہو، اور اگر اس وقت پہنچا کہ امام رکوع میں ہے تو کھڑے کھڑے تکبیر تحریمہ اور تینوں تکبیریں کہہ کر رکوع میں شامل ہو جائے۔ اور اگر رکوع کے چھوٹنے کا اندیشہ ہو تو تکبیر تحریمہ کہہ کر فوراً رکوع میں شامل ہو جائے اور رکوع کی حالت میں رکوع کی تسبیح "سبحان ربی العظیم" کے بجائے زائد تکبیریں کہہ لے اور ہاتھ کانوں تک نہ اٹھائے اور اگر زوائد تکبیروں کے کہنے سے پہلے ہی امام رکوع سے کھڑا ہو جائے تو جتنی بھی تکبیریں کہہ چکا ہے ٹھیک ہے، باقی تکبیریں چھوڑ کر امام کے ساتھ کھڑا ہو جائے، اب تکبیریں معاف ہو جائیں گی۔

مسئلہ اور اگر عیدین کی نماز میں صرف دوسری رکعت ملی تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ اپنی رکعت کو اس طرح پوری کرے، پہلے قرأت کرے، بعد میں زائد تکبیریں کہے پھر رکوع

Marfat.com

کرے، یہ نہ خیال کرے کہ یہ تو پہلی رکعت ہے کہ زائد تکبیریں قرأت سے پہلے کرلوں۔
(درمختار ص ۵۸۴ ج ۱)

عیدین کی جماعت نہ ملنے کا حکم

جس کی نماز چھوٹ گئی ہے اگر اس کے لیے دوسری جگہ جماعت عید میں جانا ممکن ہو تو اس کو وہاں جانا چاہئے تا کہ وہ وہاں جا کر نمازِ عید ادا کرے، اس وجہ سے کہ عید اور بقر عید کی نماز ایک شہر میں اور بڑے قصبہ میں بالاتفاق متعدد جگہ ادا کی جاسکتی ہے، لیکن اگر وہ وہاں جانے سے مجبور ہو اور نہ جاسکتا ہو، اس کو چاہئے کہ وہ چار رکعت چاشت کی نماز کی طرح ادا کرے، یہ نماز، عید کی نماز نہیں ہوگی بلکہ چاشت کی نماز ہوگی (اس طرح ثواب میں جو کمی رہ گئی تھی اس کی کسی درجہ میں تلافی ہو جائے گی۔ (درمختار ص ۷۹۵ جلد اول) (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مسئلہ حنفیہ کے نزدیک عیدین کی نماز صحیح ہونے کے لیے نمازِ جمعہ کی طرح جماعت شرط ہے۔ اگر امام کے پیچھے (نمازِ عیدین) نہ پڑھی جاسکے تو اب (شرعاً) اس کی قضاء کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ نہ وقت کے اندر نہ اس کے بعد۔ اگر کوئی شخص اس کی قضاء تنہاء پڑھنی چاہئے تو چار رکعتیں بغیر تکبیراتِ زوائد کے پڑھ لے۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ الضحیٰ تیسری میں الم نشرح اور چوتھی میں والتین پڑھی جائے۔ (کتاب الفقہ ص ۵۵۵ ج ۱)

رُکوع نہ کرنے والوں کا حکم

سوال عید الفطر کی دوسری رکعت میں امام تکبیراتِ زوائد بھول کر رکوع میں چلا گیا اور مقتدی کھڑے رہے اور امام سجدہ میں چلا گیا پھر مقتدی بھی سجدہ میں چلے گئے اور رکوع اکثر مقتدیوں کا نہیں ہوا۔ امام نے سجدۂ سہو کر لیا تو نماز مقتدیوں کی ہوئی یا نہیں؟

جواب اس صورت میں امام کی نماز اور ان مقتدیوں کی، جنہوں نے رکوع کر لیا ہوگی، اور ان لوگوں کی جنہوں نے رکوع نہیں کیا نماز نہیں ہوئی۔ (کتاب الفقہ ص ۲۱۷ ج ۱)

عیدین کی جماعتِ ثانیہ کا حکم

ایک عیدگاہ میں عید کی دوبارہ نماز پڑھنے سے نماز صحیح تو ہو جائے گی مگر جن عوارض کی

Marfat.com

وجہ سے مسجد میں دوسری مرتبہ جماعت کرنا مکروہ ہے وہ یہاں بھی ہیں بلکہ یہاں پر قباحت مزید یہ ہے کہ انتظام میں خلل اور عوام میں انتشار کا خطرہ ہے۔اس لیے یہ (بعد میں پہنچنے والے) لوگ عیدگاہ کی بجائے دوسرے مقام میں عید کی جماعت کریں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۱۲۵ ج ۴)

(بہتر تو یہی ہے کہ جماعت نہ کریں، بلکہ جہاں دیر میں جماعت ہوتی ہو وہاں شریک ہو جائیں۔محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

جماعتِ ثانیہ کا حکم

عیدگاہ اور عیدگاہ کے باہر بھی اگر جگہ نہ ہو اور لوگ نماز ادا کرنے سے رہ جائیں تو باقی ماندہ لوگ ایسی مسجد میں جہاں نمازِ عید پڑھی گئی ہو، دوگانہ عید ادا کریں، اگر ایسی جگہ نہ ہو تو ہال (یا کسی دوسری جگہ) میں پڑھیں مگر وہاں سب کو نماز پڑھنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔عیدگاہ میں دوبارہ جماعت کرنا مکروہ ہے اور دوسری جماعت میں دوسرا امام ہونا ضروری ہے جس نے پہلی مرتبہ نماز ادا کرلی ہے وہ امام نہیں بن سکتا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۰ ج ۵)

مجبوری کی بناء پر جماعتِ ثانیہ

سوال: یہاں انگلینڈ میں بڑا ہال نماز کے لیے نہیں ملتا، جس کی بناء پر چھوٹے ہال میں نمازِ عیدین پڑھی جاتی ہے، اس میں پہلی بار مقامی امام نماز پڑھاتے ہیں لیکن نمازی زیادہ ہونے کی بناء پر اسی ہال میں نماز مکرر با جماعت ہوتی ہے۔دوسری بار بھی اسی قدر نمازی ہوتے ہیں کیا حکم ہے؟

جواب: جہاں عیدگاہ نہ ہو اور مسجد میں بھی گنجائش نہ ہو تو جنگل میں کوئی میدان تجویز کرلیا جائے اور وہاں نمازِ عید ادا کی جائے، اگر ایسا میدان میسر نہ ہو تو شہر میں کسی محفوظ میدان میں یا بڑے ہال یا بڑے مکان میں نمازِ عید پڑھی جائے ایک ہال یا ایک مکان کافی نہ ہو تو باقی نمازیوں کے لیے دوسری جگہ نماز کے لیے تجویز کردی جائے۔بلا عذرِ شرعی اور بلا مجبوری کے ایک ہی جگہ دوبارہ، سہ بارہ جماعت نہ کی جائے، باوجود سعی اور کوشش کے دوسری جگہ میسر نہ ہو سکے اور نماز فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو دوبارہ نمازِ عید اسی جگہ پڑھی جاسکتی ہے مگر امام دوسرا ہونا ضروری ہے۔پہلا امام دوسری جماعت کا امام نہیں بن سکتا۔اور امام عید کے لیے اعلان کر کے چندہ کرنا غلط ہے جس کو جس قدر گنجائش ہو اپنی خوشی سے بطور ہدیہ دیدے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۳۶ ج ۵)

مسئلہ نمازِ جمعہ وعیدین کے صحیح ہونے کے لیے مسجد کا ہونا شرط نہیں، شہر اور فناء شہر میں پڑھ سکتے ہیں۔ (ہدایہ ص ۱۸۴ ج ۱۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۲۹۳)

مسئلہ نماز کے لیے جگہ کا وقف ہونا بھی ضروری نہیں۔ ذاتی مکان اور کرایہ کے حجرہ (وغیرہ) میں بھی ادا ہو جاتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اذن عام ہو، یعنی سب مسلمانوں کو وہاں نماز پڑھنے کی اجازت ہو۔ (درمختار مع الشامی ص ۷۶۱ ج ۱ فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۴ ج اول)

عیدین کا وجوب اور قضاء نہ ہونے کی وجہ

سوال نمازِ عیدین واجب ہے یا نفل؟ اور اس کی قضاء کیوں نہیں ہے حالانکہ وتر کی قضاء ہے۔

جواب عید کی نماز واجب ہے اور اگر کسی شخص سے جماعتِ عیدین فوت ہو جائے تو پھر اس کی قضاء نہیں ہے کیونکہ اس میں جماعت شرط ہے اور وتر میں جماعت شرط نہیں ہے اور اس میں تحدید وقت بھی نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۲۱ ج ۵۔ بحوالہ ردالمختار ص ۷۷۴ ج ۱، باب العیدین)

عیدین کی نماز کے بعد دعاء

ہمارے حضرات اکابر مثلاً حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ اور دیگر اساتذۂ کرام مثلاً حضرت مولانا مولوی محمد یعقوب نانوتوی قدس سرہٗ سابق صدر مدرس دار العلوم دیوبند اور مولانا محمود حسن قدس سرہٗ وغیرہم کا یہی معمول رہا ہے کہ بعد نماز عیدین کے بھی تمام نمازوں کی طرح ہاتھ اُٹھا کر دعاء مانگتے تھے۔ اور احادیث سے بھی مطلقاً نمازوں کے بعد دعاء مانگنا ثابت ہے، اس میں عیدین کی نماز بھی داخل ہے۔ لہٰذا راجح قول ہمارے نزدیک یہی ہے کہ دعاء بعد نمازِ عیدین بھی مستحب ہے۔ اور دیگر احادیث سے سب نمازوں کے بعد دعاء ہونا ثابت ہے۔ پس اس کو بھی اس پر محمول کیا جائے گا کیونکہ جب کلیۃً دعاء کا مستحب ہونا نمازوں کے بعد ثابت ہو گیا تو اب یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ہر نماز کے بعد بتصریح وارد ہو۔ عام طور سے نمازوں کے بعد دعاء مانگنا وارد ہوا ہے، لہٰذا عیدین کی نماز کے بعد بھی دعاء مانگنا مسنون و مستحب ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۱۸۸ و ص ۱۹۰ ج ۵)

حصنِ حصین میں وہ احادیث (دعاء سے متعلق) مذکور ہیں اور ہمارے اکابر کا یہ ہی معمول رہا ہے۔ بندہ کے نزدیک جو علماء عیدین کی نماز کے بعد دعاء مانگنے کو بدعت یا غیر ثابت

Marfat.com

فرماتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ عموماً نمازوں کے بعد دعاء کا استحباب ثابت ہے، پھر عیدین کی نمازوں کو الگ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے وہ احادیث معروف ومشہور مشکوٰۃ شریف اور حصنِ حصین میں مذکور ہیں، ان کے نقل کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۲۲۵ ج ۵)

☆☆☆☆☆☆☆

گزارش قارئین کرام کے لیے یہ ایک خطبہ نقل کیا جارہا ہے، اور یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ اسی کو لازم وضروری سمجھیں۔ البتہ اگر جی چاہے تو یہی خطبہ یا اسی جیسا کوئی بھی خطبہ پڑھ سکتے ہیں کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف اور آپ کے صحابہؓ وخلفائے راشدینؓ واہلِ بیت وغیرہ کا ذکر موجود ہو (محمد رفعت قاسمی)۔

خطبۂ عید الفطر

اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الااللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد الحمد للہ المنعم المحسن الدیان ذی الفضل والجود والاحسان ذی الکرم والمغفرۃ والامتنان اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ونشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا مولانا محمداً عبدہ ورسولہ الذی ارسل حین شاع الکفر فی البلدان صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہ مالمع القمران وتعاقب الملوان۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ اما بعد فاعلموا ان یومکم ھذا یوم عیدللہ علیکم فیہ عوائد الاحسان۔ ورجاء نیل الدرجات والعفو والغفران۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الااللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ وقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لکل قوم عیداً وھٰذا عیدنا اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذا کان یوم عیدھم یعنی یوم فطرھم باھٰی بھم ملٰئکتہ فقال یاملٰئکتی ماجزاء اجیرٍ وَفّٰی عملہ قالو ربنا جزاء ہ ان یوفیٰ اجرہ قال ملٰئکتی عبیدی واِمائی قضوا فریضتی علیھم ثم خرجوا یعجون الی الدعآء وعزتی وجلالی و کرمی وعلوی وارتفاع مکانی لاجیبنھم فیقول ارجعوا قدغفرت لکم وبدّلت سیاٰتکم حسنات قال فیرجعون مغفوراً لھم۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لاالہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ وھٰذا

Marfat.com

الذی ذکر فی ذٰلك الیوم کان فضله واما احکامه من صدقة الفطر والصلوٰة والخطبة قد کتبناها فی الخطبة التی قبله نعم بقیت المسئلتان فنذکرهما الاٰن۔ اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر لااله الااللّٰه واللّٰه اکبر اللّٰه اکبر وللّٰه الحمد۔ الاول قال علیه الصلوٰة والسلام من صام رمضان ثم اتبعه ستاً من شوالٍ کان کصیام الدهر الثانیة کان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یکبر بین اضعاف الخطبة یکثرالتکبیرفی خطبة العیدین۔ اللّٰه اکبر اللّٰه اکبر لااله الا اللّٰه واللّٰه اکبر اللّٰه اکبر وللّٰه الحمد۔ اعوذباللّٰه من الشیطٰن الرجیم۔ قدافلح من تزکّٰی وذکراسم ربه فصلّٰی۔

☆☆☆☆☆☆

ترجمہ آیات واحادیث خطبہ عیدالفطر

حدیث اوّل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے کہ ہرقوم کے لیے ایک عید ہوتی ہے اور یہ ہماری عید ہے۔ (متفق علیہ)

حدیث دوم اوررسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ جب اُن کی عیدالفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے فرشتوں پر فخر کرتا ہے پس ارشادفرماتا ہے کہ اے میرے فرشتو کیا بدلہ ہے اس شخص کا جس نے اپنے کام کو پورا کردیا ہو وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے رب ان کا بدلہ یہ ہے کہ ان کا ثواب پورا دیا جائے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندے اور بندیوں نے میرے فرض کو پورا کردیا جوان پر ہے پھر نکلے فریاد کرتے ہوئے۔ قسم ہے عزّت وجلال کی اور اپنے کرم کی اورعلوشان کی اور اپنے مرتبہ کے بلند ہونے کی میں ضروران کی دعا قبول کروں گا۔ پھراپنے بندوں سے (خطاب فرماتا ہے کہ لوٹ جاؤتم تحقیق میں نے تم کو بخش دیا اور بدل دیا تمہاری برائیوں کونیکیوں سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا پس وہ نماز کے بعد بخشے ہوئے لوٹتے ہیں (بیہقی فی شعب الایمان) اورصدقہ فطر کا مسئلہ اوپر گزرچکا ہے اس جگہ دو مسئلے اور لکھے جاتے ہیں ایک یہ کہ:۔

حدیث سوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا ہے کہ جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھراس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو ایسا ہوگیا جیسا کہ ہمیشہ (یعنی سال بھر) روزے رکھے۔

Marfat.com

فائدہ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیاں ملتی ہیں۔ پس رمضان کے روزہ رکھنے سے دس ماہ کے روزوں کا ثواب مل چکا چھ روزے اور رکھے تو بقیہ دوہ ماہ کا ثواب حاصل ہو گیا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے:۔

حدیث چہارم حضور صلی اللہ علیہ وسلم عیدین کے خطبہ میں تکبیر بکثرت پڑھا کرتے تھے۔

(عین ابن ماجہ)

آیات مبارکہ:۔ اور ارشاد فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ نے کہ بیشک نجات پائی اس شخص نے جس نے زکوٰۃ دی (یعنی صدقۂ فطر ادا کیا) پھر اللہ کا نام لیا (یعنی تکبیر پڑھی پھر نماز پڑھی)۔ (عبید بن حمید اور ابن المنذر نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے زکوٰۃ سے مراد صدقہ فطر اور نماز سے عید مراد ہونا نقل کیا ہے (کذا فی الدر المنثور) اور حضرت مؤلف سلمہ نے فرمایا ہے کہ اس تفسیر پر اگر وَ ذَکَرَ اسم ربہ سے راستے میں تکبیر کہنا مراد لیا جاوے تو بعید نہیں ہے۔

اضافہ (الف) اور حضرت انسؓ نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مدینہ میں) تشریف لائے اور اُن (اہل مدینہ) کے لیے دو دن تھے (جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے تھے) پس آپؐ نے دریافت فرمایا یہ دو دن کیا ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ان میں ہم کھیل کود کیا کرتے تھے زمانہ جاہلیت میں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم کو اللہ نے ان کے بدلے میں ان سے اچھے دو دن عطا فرمائے ہیں۔ بقر عید کا دن اور عید کا دن۔

(ابوداؤد)

(ب) اور ارشاد فرمایا رسول اللہ نے کہ جب عید کا دن ہوتا ہے تو فرشتے راستے کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں پس پکارتے ہیں کہ اے مسلمانو کے گروہ چلو رب کریم کی طرف جو احسان کرتا ہے بھلائی کے ساتھ پھر اس پر بہت ثواب دیتا ہے (یعنی خود ہی توفیق عبادت دیتا ہے پھر خود ہی ثواب عنایت کرتا ہے اور تحقیق تم کو قیام لیل کا حکم دیا گیا پس تم نے قیام کیا اور تم کو روزے رکھنے کا حکم دیا گیا پس تم نے روزے رکھے اور اپنے پروردگار کی اطاعت کی پس تم انعام حاصل کرو پھر جب نماز پڑھ چکے ہیں تو منادی پکارتا ہے آگاہ ہو جاؤ بے شک تمہارے رب نے تم کو بخش دیا پس لوٹو تم اپنے گھروں کی طرف کامیاب ہو کر پس وہ یوم الجائزہ ہے اور اس دن کا نام آسمان میں یوم

Marfat.com

الجائزہ اور انعام کا دن رکھا جاتا ہے۔ (عین جمع الفوائد عن الکبیر)

خطبۂ عید الاضحیٰ

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لاالٰہ الااللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔ الحمدللّٰہ الذی جعل لکل امةٍ منسکاً لیذکرواسم اللّٰہ علیٰ مارزقھم من بھیمة الانعام وعلم التوحید وامربالاسلام ۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لاالٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔ ونشھد ان لا الٰہ الااللّٰہ وحدہ لاشریک لہ ونشھد ان سیدنا مولانا محمداً عبدہ ورسولہ الذی ھدانا الی دارالسلام ۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لاالٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔ صلی اللّٰہ علیہ وعلی الہ واصحابہ الذین قاموا باقامة الاحکام۔ وبَذَلُوا انفسھم واموالھم فی سبیل اللّٰہ فیالھم من کرام۔ وسلم تسلیماً کثیراً۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لاالٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔ اما بعد فاعلموا ان یومکم ھٰذا یوم عید شرع لکم مافیہ مع اعمال اخر قدسبقت فی الخطبة قبل ھٰذا العشر ذبح الاضحیة بالاخلاص وصدق النیة۔ وبین نبیہ وصفیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وجوبھا وفضائلھا ودون علماء امتہٖ من سننہٖ فی کتب الفقة مسائلھا اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لاالٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔ فقد قال علیہ الصلوٰة والسلام ماعمل ابن اٰدم من عملٍ یوم النحر احب الی اللّٰہ من اھراق الدم وانہ لیاتی یوم القیٰمة بقرونھا واشعارھا واظلافھا وان الدم لیقع من اللّٰہ بمکانٍ قبل ان یقع بالارض فطیبوا بھا نفساً۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لاالٰہ الااللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔ وقال اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یا رسول اللّٰہ ماھٰذہ الاضاحی قال سنة ابیکم ابراھیم علیہ السلام قالوا فمالنا فیھا یا رسول اللّٰہ قال بکل شعرةٍ حسنة قالوا فالصُّوف یا رسول اللّٰہ قال بکل شعرةٍ من الصوف حسنة۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لاالٰہ الااللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔ وقال علیہ الصلوٰة والسلام من وجد سعة لان یضحی فلم یضح فلایحضرمصلانا۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لاالٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد۔ وقال ابن عمر الاضاحی یومان بعد یوم الاضحیٰ وعن علی مثلہ وھٰذا بعض من الفضائل وتعلموا من العلماء المسائل اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ لن ینال اللّٰہ

Marfat.com

لحومها ولادماء ها ولکن ینالہ التقویٰ منکم کذٰلك سخرها لکم لتکبروا اللّٰه علیٰ ماھدٰکم وبشرالمحسنین۔

☆☆☆☆☆☆

ترجمہ آیات واحادیث خطبہ عیدالاضحیٰ

حدیث اوّل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی آدم کا کوئی عمل بقرعید کے دن خداتعالیٰ کو (قربانی کا) خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں اور بے شک خون (قربانی) کا زمین پر گرنے سے پیشتر ہی جناب الٰہی میں قبول ہوجاتا ہے پس خوش کرو اس (قربانی) کے ساتھ اپنا دل۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث دوم اور صحابہؓ نے عرض کیا اے رسولِ خدا قربانیاں کیا ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے (خدا کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو ذبح کیا اور ہم ایک بکری وغیرہ کو ذبح کرتے ہیں مگر اسی پر ہم کو ان کا پیروکار قرار دیا گیا) عرض کیا پس ہمارے لیے ان میں کیا ہے اے اللہ کے رسولؐ۔ ارشاد فرمایا کہ ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے عرض کیا) بھیڑ وغیرہ کی) اُون میں کیا ملتا ہے (اے اللہ کے رسولؐ) آپؐ نے فرمایا اُون میں بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی ہے۔ (احمد وابنِ ماجہ)

حدیث سوم اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے وسعت پائی قربانی کرنے کی (یعنی صاحب نصاب ہو اور، پھر بھی قربانی نہیں کی پس وہ ہماری عیدگاہ میں نہ آوے (کس قدر دھمکی ہے قربانی نہ کرنے والے کے واسطے)۔

(عین ترغیب عن الحاکم مرفوعاً مع التصحیح موقوفاً ولعلالشبہ وھو مع ذالك مرفوع حکما)

حدیث چہارم اور حضرت ابنِ عمرؓ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قربانی بقرعید سے دو دن بعد تک بھی جائز ہے۔

حدیث پنجم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ (مالکؒ)

آیت مبارکہ اور حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ کے پاس نہ اُن کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ ان کا خون ولیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اسی طرح ان جانوروں کو تمہارا زیرِ حکم کردیا جاتا ہے۔ تم اس بات پر اللہ کی تعریف بیان کیا کرو کہ اس نے تم کو (قربانی وغیرہ) کی توفیق

دی اور (اے محمدؐ) اخلاص والوں کی خوشخبری سنادیجئے۔

اضافہ (الف) اورآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا تھا اے فاطمہؓ اپنی قربانی کی طرف اُٹھ پس اس کے پاس حاضر ہو کیونکہ تیرے لیے (اس کا عوض) یہ ہے کہ اس کے خون سے جواوّل قطرہ ٹپکے اس کے بدلے تیرے گذشتہ گناہ بخش دیئے جاویں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے رسول خداؐ کیا یہ بات خاص ہم اہل بیت کے واسطے ہے یا ہمارے اور سب مسلمانوں کے واسطے ہے۔ (عین ترغیب عن البزار وابی شیخ)

ف اگر وہاں کوئی غیر محرم نہ ہوتو عورت کو بھی قربانی کے پاس کھڑا ہونا مستحب ہے اور اگر وہاں غیر محرم ہوتو پھر پردہ ضروری ہے۔

ب اور ارشادفرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے قربانی کی۔ دل کی خوشی کے ساتھ طلبِ ثواب کے لیے وہ قربانی اس کے واسطے (دوزخ) کی آگ سے آڑ ہوگی۔

(عین ترغیب عن کبیرالطبرانی) (خطبات الاحکام)

دوسرا خطبہ

الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینه ونستغفرہ ونؤمن بہٖ ونتوکل علیه۔ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلامضل له ومن یضلله فلاھادی له۔ ونشھدان لاالٰه الا اللّٰہ وحدہ لاشریك له۔ ونشھدان محمداً عبدہ ورسوله۔ اعوذباللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ ان اللّٰہ وملٰئکته یصلون علی النبی یٰآیھاالذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیماً۔ اللّٰھم صلِّ علی محمد وعلی اٰلِ محمد بعدد من صلّٰی وصام۔ وصل علی محمدٍ وعلی اٰلِ محمد بعدد من قعدوقام۔ وصلی اللّٰہ علیه وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین والملٰئکة المقربین والخلفاء الراشدین خصوصاً علیٰ خیر البشر بعد الانبیاء بالتحقیق۔ امیرالمؤمنین ابی بکرن الصدیق رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه۔ وعلیٰ مزین المنبروالمحراب۔ امیرالمؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه۔ وعلیٰ کامل الحیآء والایمان۔ امیرالمؤمنین عثمان بن عفان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه۔ وعلیٰ مظھرالعجآئب والغرائب۔ امیرالمؤمیں علی بن ابی طالب کرم اللّٰہ وجھه۔ وعلی الایمامیں الھمامیں السعیدین الشھیدین۔ ابی محمدن الحسن وابی عبداللّٰہ

الحسین رضی اللہ عنھما وعلیٰ امھما سیدۃ النسآء فاطمۃ الزھرآء رضی اللہ تعالیٰ عنھا وعلیٰ عمیہ المکرمیں بین الناس۔ ابی عمارۃ الحمزۃ وابی الفضل العباس رضی اللہ عنھما وعلی الستۃ الباقیۃ من العشرۃ المبشرۃوسآئر المھاجرین والانصار۔ والتابعین الابرار الاخیار الیٰ یوم القرار۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین۔ اللّٰھم اغفرلی ولوالدی ولجمیع المؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات۔ انک سمیع مجیب الدعوات۔ اللّٰھم ایدالمسلمین بالامام العادل والخیر والطاعات۔ واتباع سنن سیدالموجودات۔ اللّٰھم انصرمن نصر دین محمدٍ صلی اللہ علیہ وسلم واجعلنا منھم واخذل من خذل دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولاتجعلنا منھم۔ عباداللہ۔ رحمکم اللہ۔ ان اللہ یامر کم بالعدل والاحسان وایتآء ذی القربیٰ وینھٰی عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ یعظکم لعلکم تذکرون۔ اذکرواللہ یذ کر کم وادعوہ یستجب لکم ولذ کراللہ تعالیٰ اعلیٰ واولیٰ واعزو اجل واتم واھم واکبر ط۔ (خطب شہیداز ص۵تا۸)

خطبہ کے بعد دعاء ثابت نہیں

عیدین کی نمازوں کے بعد دعاء مانگنا تو مثل تمام نمازوں کے مسنون و مستحب ہے، مگر خطبہ کے بعد دعاء مانگنا ثابت اور جائز نہیں ہے۔

خطبہ کے بعد دعاء مانگنا وارد نہیں ہے، نہ خصوصاً نہ عموماً۔ خطبہ کے بعد پھر دعاء نہیں ہے، خطبہ کے بعد دعاء کے معمول کو چھوڑ دینا چاہئے، صرف نمازِ (عیدین) کے بعد دعاء کریں جو ثابت ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ص ۲۳۱ وص ۲۱۹ وص ۱۲۵ اوص ۲۱۳ جلد ۵)

دعاء کے مستحب ہونا نمازِ عیدین کے بعد ثابت ہے اور خطبہ کے بعد دعاء ثابت نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ عیدین کے بعد دعاء کرنے میں ہے، اس کے چھوڑنے میں نہیں اور خطبہ کے بعد اتباعِ سنت دعاء نہ کرنے میں ہے۔ باقی ترک کرنا ایسے امور مستحبہ کا ظاہر ہے لائقِ ملامت نہیں ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۴۹ ج ۳)

(یعنی اگر عیدین کی نماز کے بعد کسی نے دعاء نہ کی تو ملامت کا مستحق نہیں ہے، لیکن خطبہ کے بعد دعاء نہ کرے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ ومعانقہ

سوال (۱) عیدین کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا جیسا کہ آج کل رواج ہے، جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو عوام الناس کو اس سے روکنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) اس میں ممانعت کیسی اور کس درجہ کی ہے؟

(۳) یہ ممانعت کیا نماز ادا کرنے کے فوراً بعد کے لیے ہے یا عید کا پورا دن اس میں داخل ہے؟

(۴) کیا معانقہ تو اس میں شامل نہیں ہے؟

جواب (۱) یہ طریقہ اختیار کرنا بدعت ومکروہ ہے۔

(۲) یہ ممانعت فوراً نماز کے بعد کے لیے ہے، کیونکہ یہ فعل شارع علیہ السلام (آپؐ) سے ثابت نہیں۔

(۳) معانقہ بھی اس میں شامل ہے، یعنی نماز کے بعد فوراً معانقہ بھی جائز نہیں، (باقی رہا) عیدین کے دن ملاقات کے وقت مصافحہ ومعانقہ (ہاتھ ملانا اور گلے ملنا) درست ہے۔ بدعت یا کسی گناہ کا ارتکاب کسی مصلحت کے پیش نظر ہرگز جائز نہیں ہے۔ البتہ دوسروں کو منع کرنا اس وقت ضروری ہے جب کہ قبول کرنے کی امید ہو، ورنہ "نہی عن المنکر" ضروری نہیں، غرضیکہ خود نماز کے بعد کسی سے معانقہ ومصافحہ نہ کرے، ہاں اگر کسی سے ملاقات ہی نماز کے بعد ہوئی ہو تو اس سے جائز ہے مگر بدعت کے مشابہت کی تائید ہونے کی وجہ سے اس سے بچنا چاہئے۔ (احسن الفتاویٰ ص ۳۵۴ ج)

قاعدہ کلیہ ہے کہ عبادات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کیفیت اور ہیئت معین فرمادی ہے اس میں تغیر وتبدل جائز نہیں ہے مصافحہ چونکہ سنت ہے اس لیے عبادات میں تو حسب قاعدہ مذکورہ اس میں ہیئت وکیفیتِ منقولہ سے تجاوز جائز نہ ہوگا اور شارع علیہ السلام سے صرف اول ملاقات کے وقت بالاجماع یا رخصت کے وقت بھی علی الاختلاف منقول ہے، بس اب اس کے لیے ان دو وقتوں کے سوا اور کوئی محل وموقع تجویز کرنا تغیرِ عبادات کرنا ہے جو ممنوع ہے، لہٰذا مصافحہ بعد عیدین یا بعد نمازِ پنجگانہ مکروہ اور بدعت ہے۔ (شامی ص ۳۳۶ ج ۵، باب الاستبراء میں اس کی تصریح موجود ہے)۔ (امداد الفتاویٰ ص ۷۰۸ ج ۱)

Marfat.com

عیدین کے دن خوشی کا اظہار کرنا

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بقر عید کے دن جب میرے پاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو انصار کی دو لڑکیاں وہ اشعار گا رہی تھیں جو انصار نے بعاث کی جنگ کے متعلق کہے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے (لیٹے) تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان لڑکیوں کو دھمکایا (منع فرمایا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چہرۂ مبارک کھولا اور فرمایا ''ابو بکر! انھیں چھوڑ دو (کچھ نہ کہو) کیونکہ یہ عید ہے یعنی خوشی کے دن ہیں''۔ (بخاری و مسلم)

دَف بجانے کا مسئلہ

دَف (ڈھول) کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں۔ ایک قول تو یہ ہے کہ دف بجانا قطعاً مباح ہے یعنی کسی بھی وقت اور کسی بھی موقع پر بجایا جا سکتا ہے، اس کے برخلاف دوسرا قول یہ ہے کہ مطلقاً حرام ہے، اس سلسلہ میں صحیح مسئلہ یہ ہے کہ بعض مواقع پر مثلاً نکاح، ولیمہ یا اسی قسم کی دوسری تقریبات میں، کہ جو انھیں دونوں کے حکم میں ہوں، نیز عیدین میں دف بجانا مباح ہے۔ پھر علماء نے دَف میں فرق کیا ہے یعنی اگر دف جھانجھ دار ہے تو اس کا بجانا مکروہ ہے، اور اگر جھانجھ دار نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔ اگرچہ غیر جھانجھ دار کے بارہ میں بھی بعض علماء نے اختلاف کیا ہے۔

بہر حال لڑکیاں جو اشعار گا رہی تھیں وہ فواحش اور حسن و عشق کے ان مضامین کے حامل نہیں تھے جن کا پڑھنا معیوب اور ممنوع ہے بلکہ وہ اشعار جنگ وجدل کے کارناموں، معرکہ آرائیوں کی پُر شجاعت داستانوں اور میدانِ جنگ کی گرم کہانیوں پر مشتمل تھے، جن کے پڑھنے سے اشاعتِ دین میں مدد ملتی تھی، ورنہ ان بچیوں کی کیا مجال تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی موجودگی میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو وہ بُرے اور معیوب اشعار گانے کی جرأت بھی کرتیں۔

نیز ان لڑکیوں کا پیشہ گانا بجانا یا شعر و شاعری نہیں تھا کہ کوئی اچھا گاتی ہوں اور گانے بجانے کے فن میں مشہور ہوں یا یہ کہ وہ اپنے اشعار کے ذریعہ خیالاتِ فاحشہ اور خواہشاتِ نفسانی کے ہیجان اور اشتیاق کا سبب بنتی ہوں جو فتنہ وفساد کا باعث ہوتا بلکہ وہ بالکل اسی انداز میں اشعار

Marfat.com

پڑھ رہی تھیں جیسا کہ بعض شریف زادیاں اپنے گھروں میں پاکیزہ خیالات کے حامل اشعار گنگنایا کرتی ہیں۔

اس سلسلہ میں اتنی بات ذہن نشین کرلینی چاہئے کہ یہاں جس غناء اور نغمہ وسرور کے بارہ میں بحث کی جارہی ہے اور جو حرمت اور اباحت کا محلِ اختلاف ہے وہ اس قسم کا غناء ہے جسے گویئے اور گلوکار بطورِ فن اور پیشہ اختیار کیے ہوئے ہیں، چنانچہ وہ صرف لوگوں کی طبیعتوں میں انتشار و ہیجان اور کیف ونشاط پیدا کرنے کے لیے ایسے اشعار گاتے ہیں جو محض محرمات کے ذکر پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ہاں وہ غنا مباح ہے جو ایسے پاکیزہ اشعار پر مشتمل ہو جن سے قلوب روحانی استنباط محسوس کریں اور جو محرمات ومکروہات کے ذکر پر مشتمل نہ ہوں، مثلاً خدا کی حمد، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت، حرمین شریفین یا دوسری مقدس چیزوں کی منقبت، خوشی ومسرت کے اظہار اور اسی قسم کے دوسرے مضامین کے حامل اشعار ترنم کے ساتھ پڑھنا، یہ ناجائز نہیں ہے بلکہ ایک حد تک یہ مستحب ہے کیونکہ یہ نیک بامقصد اعمال کے لیے موجبِ نشاط ہے۔

(مظاہر حق ص ۲۸۳ ج ۲)

(خلاصہ کلام۔ اس حدیث شریف سے صرف اس قدر ثابت ہوا کہ عید کے روز یا ایسے کسی موقع پر جہاں خوشی منانی مباح ہے شریعت کے حدود کے اندر رہتے ہوئے کچھ اشعار پڑھ لینا، یا اور کسی جائز قسم سے اظہار مسرت کرنا جس میں غیر قوم سے مشابہت نہ ہو مباح ہے۔ محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ)۔

عید مبارک کہنا

سوال: آج کل جو عید کے روز بالخصوص عید کی نماز کے بعد ''عید مبارک'' کہنے کا عام رواج ہے۔ کیا شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے، اس میں کوئی قباحت تو نہیں؟

جواب: شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں اور عوام میں اس کا التزام ہونے لگا ہے، اس لیے مکروہ ہے۔ اور اس کو ثواب بھی سمجھا جاتا ہو تو شریعت میں زیادتی اور بدعت ہونے کی وجہ سے سخت گناہ ہے۔

حضرات فقہاء رحمۃ اللہ علیہ نے یومِ عید کی سنتوں اور مستحبات کی تفصیل بیان فرمائی ہے، اگر ''عید مبارک'' کہنا مستحب ہوتا تو اسے بھی ضرور ذکر فرمادیتے، اور اگر یہ کہنا مستحب ہوتا تو

Marfat.com

علماء وصلحاء کا اس پر عمل ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں، صرف عوام میں یہ رسم ہے۔ اگر واقعۃً حدیث سے استحباب کا ثبوت مل جائے تو صورتِ تطبیق یہ ہے کہ مطلقاً دعاء برکت مستحب ہے اور الفاظِ مخصوصہ کا التزام بدعت ہے، مثلاً مزاج پرسی کے لیے مختلف الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ''خیریت ہے، مزاج بخیر ہیں'' وغیرہ۔ یا دعائیہ کلمات ''سلامت رہو، اللہ تعالیٰ اپنی رضاء عنایت فرمائیں، حفاظت فرمائیں'' وغیرہ مختلف طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح عید کے روز دعاء کو مقصود سمجھ کر کچھ کہہ دیا جائے مثلاً اللہ تعالیٰ عید کی برکتیں عطا فرمائیں، مبارک فرمائیں، برکت دیں، وغیرہ تو اس میں کوئی قباحت نہیں۔ ہمیشہ ہر موقع پر لفظ ''عید مبارک'' ہی کا استعمال اس کی دلیل ہے کہ ان الفاظ ہی کو مقصود سمجھا جانے لگا ہے، لہٰذا یہ دین میں زیادتی ہونے کی وجہ سے مکروہ اور بدعت ہے۔

(احسن الفتاویٰ ص ۳۸۴ جلد اول)

(عید کی مبارک باد دینا اور کہنا جائز تو ہے لیکن ہمیشہ ایک ہی الفاظ کا استعمال نہیں کرنا چاہیے، تاکہ عوام اس لفظ کو سنت یا ضروری نہ سمجھنے لگیں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

عیدین میں خوشی کا ظاہر کرنا اور زیادہ خیرات کرنا بھی مستحب ہے، اور مبارک باد دینا بھی مستحب ہے، اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں سے اور تم لوگوں سے اسے (عیدین کو) قبول فرمائے۔ اس مبارک بادی کا انکار نہیں کیا جاتا ہے (کیونکہ صاحبِ حلیہ نے صحیح سندوں کے ساتھ اس سلسلہ کے بہت سے آثار صحابۂ کرامؓ سے نقل کیے ہیں۔ البتہ محیط نامی کتاب میں مذکور ہے کہ نمازِ عید کے بعد مصافحہ کرنا ہر حال میں مکروہ ہے، کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ایسا ثابت نہیں ہے، بلکہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہو کہ نمازِ عید کے بعد معانقہ کرنے کا ہندوستان میں جو رواج ہے وہ دراصل مکروہ ہے۔ (درمختار ص ۷۸۸ ج ۱)

عید کے دن ایک دوسرے کو مبارک باد دینا جائز ہے۔ تقبل اللہ منا ومنکم۔ اور آپ کو عید مبارک ہو، وغیرہ الفاظ کہے۔ (درمختار مع الشامی ص ۷۷۷ ج ۱۔ فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۸۱ ج ۱)

قربانی کس پر واجب ہے؟

قربانی ہر مسلمان پر واجب ہے جو عاقل، بالغ اور مقیم ہو، اور اس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کا مال ہو، اور اس کی ضرورتِ اصلیہ سے زائد ہو، اور یہ مال خواہ سونا چاندی یا اس کے زیورات ہوں، یا مالِ تجارت ہو یا ضرورت (حاجت) سے زائد

Marfat.com

گھریلو سامان ہو، یا رہائش کے مکان سے زائد مکانات اور جائدادیں وغیرہ ہوں۔ قربانی کے لیے اس مال پر سال بھر کا گذرنا بھی شرط نہیں ہے۔ اور نہ اس کا تجارتی ہونا شرط ہے۔

اگر کوئی شخص قربانی کے تین دنوں میں سے آخری دن بھی کسی صورت سے مال کا مالک ہو جائے تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ بچہ اور مجنون (پاگل) کی ملکیت میں اگر اتنا مال ہو تو بھی ان دونوں پر یا ان کی طرف سے ان کے ولی پر قربانی واجب نہیں۔

اگر کوئی شخص شرعی قاعدہ کے مطابق مسافر ہو یعنی قربانی کے دنوں میں اپنے وطن سے اڑتالیس میل یا اس سے زائد کی دوری میں گزریں تو اس پر بھی قربانی واجب نہیں، اگر قربانی کے دنوں میں (یعنی دس، گیارہ، بارہ) بارھویں ذی الحجہ کو سورج غروب ہونے سے پہلے اپنے گھر آ گیا، اور وہ صاحبِ حیثیت لوگوں میں سے ہے تو اس پر قربانی واجب ہوگی، اور اگر کوئی شخص ایسا ہے جو صاحبِ حیثیت نہیں یعنی مذکورہ بالا نصاب نہیں ہے تو شرعاً اس پر قربانی واجب نہیں۔ لیکن اگر اس نے قربانی کے دنوں میں قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا تو اسی جانور کی قربانی اس پر واجب ہو جاتی ہے، کیونکہ غریب آدمی کے لیے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خریدنا نذر کے حکم میں ہو جاتا ہے جس کا پورا کرنا بندہ کو واجب (ضروری) ہو جاتا ہے۔

اور ضرورتِ اصلیہ سے وہ ضرورت مراد ہے جو جان یا آبرو سے متعلق ہو، یعنی اس کے پورا نہ ہونے سے جان یا عزت و آبرو جانے کا اندیشہ ہو۔ مثلاً کھانا پینا، کپڑے پہننا، اور رہنے کا مکان، اہل صنعت و حرفت کے لیے اس کے پیشہ کے اوزار، باقی بڑی بڑی دیگیں، بڑے بڑے فرش، شامیانے، ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ اور ٹیلی ویژن، وی، سی، آر وغیرہ یہ اسباب ضروریہ میں داخل نہیں ہیں، اس لیے ان کے مالک پر قربانی واجب ہوگی، جب کہ ان کی قیمتیں نصاب تک پہنچ جائیں۔

جس طرح مردوں پر قربانی واجب ہے اسی طرح عورتوں کے ذمہ بھی قربانی واجب ہے بشرطیکہ ان کے پاس ذاتی زیورات ہوں یا اتنا مال یا جائداد ہو، نصاب کے برابر ہو۔ قربانی صرف اپنی طرف سے واجب ہے، اولاد کی طرف سے واجب نہیں (کسی اور عزیز واقارب کی طرف سے بھی واجب نہیں) مثلاً کسی کی دس اولاد ہیں اور سب ایک ساتھ رہتے ہیں، باپ کی زندگی میں صرف باپ پر قربانی واجب ہوگی، یعنی اپنے نام سے وہ قربانی کرے، اور اگر بیوی صاحبِ حیثیت (صاحبِ نصاب) ہے تو اس کو بھی اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔ شوہر کی

قربانی بیوی کی طرف سے یا بیوی کی قربانی شوہر کی طرف سے کافی نہیں ہوگی، ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ قربانی کرنا ضروری ہے۔

بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ کسی سال اپنے نام سے قربانی کر لیتے ہیں اور کسی سال اپنی بیوی کی طرف سے، یعنی ہر سال نام بدلتے رہتے ہیں، یہ جائز نہیں۔ اگر صاحبِ نصاب ہے تو اس کو اپنی طرف سے قربانی کرنا ضروری ہے۔ اگر اپنے نام سے نہیں کی، کسی دوسرے کے نام سے کر لی تو اس کے ذمہ وجوب باقی رہ جائے گا دوسروں کے نام سے کرنے میں خود اس کا واجب ادا نہ ہوگا۔

اگر باپ کی وفات ہو چکی اور اولاد ایک ساتھ رہ کر کاروبار کرتی ہیں تو اگر ان کا مال مشترکہ یا جائداد تقسیم کرنے کے بعد ہر ایک صاحبِ نصاب ہو جاتا ہے تو ہر ایک بالغ اولاد کو اپنے اپنے نام سے قربانی کرنا ضروری ہے۔ اگر کسی ایک بھائی کی طرف سے قربانی کی تو بقیہ بھائیوں کے ذمہ وجوب باقی رہ جائے گا۔

اگر ماں، باپ پر قربانی واجب تھی اور وہ نہ کر سکے تو انہیں درست کرنا ضروری ہے۔ اگر وصیت کر کے انتقال کیا تو ان کی طرف سے ان کے مال میں سے قربانی کرنا ضروری ہے۔ اور اگر وصیت نہیں کی ہے تو ان کی طرف سے واجب نہیں، اگر کوئی شخص ان کی طرف سے قربانی کر دے تو یہ قربانی نفل ہوگی، اس کا واجب ساقط نہ ہوگا، صرف اس نفل قربانی کا ثواب ان کو پہنچ سکتا ہے۔

(تاریخ قربانی از ص ۴۰ تا ص ۴۳)

مشترکہ تاجروں کے لیے حکم

جب چار بھائیوں کا مال مشترک ہے تو وہ چاروں برابر کے حصہ دار ہیں اور قربانی اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس حاجاتِ ضروریہ سے فارغ بقدرِ نصاب مال موجود ہو۔ پس اگر ان چاروں کا مال مشترک اس قدر قیمت رکھتا ہو کہ قرض ادا کرنے کے بعد ہر ایک کا حصہ بقدرِ نصاب ہو جائے تو ان میں سے بالغوں پر قربانی فرض ہوگی، نابالغ پر نہیں۔ اور جن پر فرض ہوگی ان میں سے ہر ایک پر ایک بکرا۔ یا گائے، بیل، بھینس، کٹڑا اور اونٹ یا اونٹنی کا ساتواں حصہ کرنا ضروری ہوگا۔

مالِ مشترک میں سے ایک بکرا ذبح کر دینا کافی نہیں۔ بکرا قربانی کی نیت سے دو

Marfat.com

شخصوں کی طرف سے کیا جائے تو خواہ فرض قربانی ادا کرنا مقصود ہو یا نفلی، نا جائز ہے اور وہ قربانی نہ ہوگی۔(کیونکہ بکرا، مینڈھا، دُنبہ، نر و مادہ میں صرف ایک ہی حصہ ہوتا ہے)۔

اُولاد یا بیوی اگر خود صاحبِ نصاب ہوں تو خود اُن پر قربانی کرنا واجب ہوگی اور اگر وہ صاحبِ نصاب نہ ہوں تو شوہر اور والد پر ان کی طرف سے قربانی کرنا ضروری نہیں۔

(کفایت المفتی ص۱۷۶ ج۸)

ایک شخص پر کتنی قربانی واجب ہے؟

صاحبِ نصاب شخص پر ایک ہی قربانی واجب ہوتی ہے، دو نہیں ہوتیں خواہ وہ کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو۔ ایک شخص کی ملک میں کتنے ہی نصاب جمع ہو جائیں، اس پر ایک ہی قربانی واجب ہوگی۔ (کفایت المفتی ص۱۷۸ ج۸)

قرض لے کر قربانی کرنا

مسئلہ قرض لے کر قربانی کرنا بہتر نہیں ہے جب کہ واجب نہیں ہے۔

(کفایت المفتی ص۱۹۷ ج)

مسئلہ اگر کوئی چیز ضرورت سے زائد فروخت کر کے قربانی کر سکے تو واجب ہوگی، ورنہ نہیں۔

(امداد الفتاویٰ ص۵۵۳ ج۳)

مسئلہ قرض دار لوگ اگر قربانی ان کے مال کو محیط ہو، قربانی نہ کریں، لیکن اگر کرلیں گے تو قربانی ہو جائے گی۔ (کفایت المفتی ص۲۰۷ ج۸)

(کیونکہ بعض حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ قرض لے کر قربانی جائز نہیں، اور ثواب نہیں ملتا، یہ غلط ہے۔ ثواب ضرور ملتا ہے۔ یہ بات الگ ہے کہ قرض لے کر قربانی کرنا بہتر نہیں ہے۔ جہاں تک ہو سکے قرض سے بچنا چاہئے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مسئلہ جو شخص مقروض ہو، اس کو قرض ادا کرنے کی فکر کرنی چاہئے، قربانی نہ کرے، لیکن اگر کرلی تو ثواب ہوگا۔ (امداد المفتین ص۹۶۱ ج۲)

مسئلہ طالب علم پر نفلی قربانی سے بہتر دینی کتابیں خر[illegible] ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۳۴۴ ج۴)

Marfat.com

مرنے والے کی طرف سے قربانی

وعن حنش قال رایت فقلت له ماهٰذا؟ فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم اوصانی ان اضحی عنه فانا اُضحی عنه۔

حضرت حنش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دو دنبے قربانی کرتے دیکھا تو میں نے ان سے عرض کیا کہ یہ کیا ہے (یعنی آپ بجائے ایک کے دو کی قربانی کیوں کرتے ہیں؟) انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ (آپؐ کے وصال کے بعد) اُن کی طرف سے قربانی کیا کروں۔ تو ایک قربانی میں آپؐ کی جانب سے کرتا ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

تشریح حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دُنبہ کی قربانی تو اپنی طرف سے کرتے ہوں گے اور ایک دُنبہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے۔ اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ ہمیشہ کا معمول تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہر سال قربانی کرتے تھے۔

(مظاہر حق ص ۳۰۲ ج ۲)

مُردہ کی طرف سے قربانی کا مطلب

سوال | متوفی کی طرف سے قربانی کرنے کا کیا مطلب ہے؟ آیا اپنی طرف سے ایک حصہ قربانی کر کے اس میت کو ثواب پہنچا دے، یا مثل دیگر شرکاءِ زندہ کے اس کا نام حصہ پر قرار دیکر قربانی کرے؟

جواب دونوں طرح درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۳۳ ج ۲)

مسئلہ مُردہ کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے اور مُردے کو ثواب ملے گا۔

(کفایت المفتی ص ۲۰۴ ج ۸)

کتنوں کو ثواب پہنچ سکتا ہے؟

جو قربانی دوسرے کی طرف سے تبرعاً کی جائے چونکہ وہ مِلک قربانی کرنے والے کی ہوتی ہے اور صرف دوسرے کو ثواب پہنچتا ہے۔ اس لیے ایک حصہ کئی طرف بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ

Marfat.com

مسلم شریف میں ہے کہ اپنی طرف سے ایک حصہ قربانی کر کے متعدد کو ثواب پہنچانا جائز ہے بس یہ بھی ویسا ہی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۸۳ ج ۳)

ایصالِ ثواب کے لیے ضروری نہیں کہ گائے (بڑے جانور) میں سات آدمیوں کو ایصالِ ثواب کیا جائے جتنے آدمیوں کو ثواب پہنچانا منظور ہو ثواب بخش سکتے ہیں۔ سات آدمی قربانی کے جواز کے لیے شرط نہیں۔ (کفایت المفتی ص ۲۰۶ ج ۸)

ازمرتب قربانی میں تبرع کی (اپنی طرف سے قربانی کرنے کی) قید سے وہ صورت نکل گئی کہ میت نے اپنے مال سے قربانی کرنے کی وصیت کی ہو تو اس صورت میں ایک حصہ ایک ہی کی طرف سے ہوگا۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

میت کے لیے صدقہ افضل ہے یا قربانی؟

جواب قربانی کے دنوں میں میت کے ایصالِ ثواب کے لیے پیسہ وغیرہ صدقہ کرنے سے قربانی کرنا افضل ہے اور اس کا ثواب میت کو پہنچانا افضل ہے۔ کیونکہ صدقہ خیرات میں فقط مال کا ادا کرنا ہے اور قربانی میں مال کا ادا کرنا بھی اور فدا کرنا بھی یعنی دو مقصد پائے جاتے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۷ ج ۲)

صاحبِ نصاب کا مردہ کی طرف سے قربانی کرنا

سوال زید صاحبِ نصاب ہے، اس نے جانور خرید کر قربانی مردہ کے نام سے کی تو اس کی واجب قربانی ساقط ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب جس شخص نے اپنے مال سے میت کی جانب سے قربانی کی ہے اگر اس پر بھی قربانی واجب تھی تو یہ قربانی اس کی طرف سے ہو جائے گی اور میت کو قربانی کا ثواب نہ ملے گا، اور اگر اس پر قربانی واجب نہ تھی یا اپنی قربانی جدا کر چکا تھا تو میت کی طرف سے قربانی درست ہو جائے گی یعنی مردہ کو قربانی کا ثواب مل جائے گا۔ (کفایت المفتی ص ۲۰۵ ج ۸)

بھول کر ایک دوسرے کی قربانی کرنا

دو شخصوں نے دو بکریوں کو قربانی کے ارادے سے خریدا اور بھول کر ایک نے دوسرے

Marfat.com

کی بکری کو ذبح کر ڈالا تو دونوں کی قربانیاں درست ہوں گی اور کسی پر بدلہ دینا واجب نہ ہوگا۔

مسئلہ اگر کسی نے کسی کی بکری (قربانی کے جانور) کو غصب کر کے قربان کر ڈالا تو قربانی ادا ہوگئی لیکن مالک کو اس بکری کی قیمت دینا واجب ہوگا۔

مسئلہ امانت اور بضاعت (یعنی کسی نے تجارت کرنے کے لیے رقم دی ہے، اپنا بھی حصہ رکھا ہے، اس رقم سے قربانی جائز نہیں) شرکت میں یعنی پال پر دیئے ہوئے جانور کی۔ اور عاریت یعنی ادھار لیے ہوئے جانور، اور بیوی کو شوہر کا جانور اور شوہر کو بیوی کا جانور اور رہن (گروی) کی بکری کو قربانی کرنا درست نہیں کیونکہ وہ غیر کی ملک میں ہے۔ (خلاصۃ المسائل ص ۱۱۷)

قربانی میں شرکت کا طریقہ

قربانی کا جانور خواہ پہلے سے متعین کر لیا جائے خواہ ایام قربانی میں خرید لیا جائے دونوں صورتیں (جائز) برابر ہیں، لیکن اگر متعین کرنے والا یا بہ نیت قربانی خریدنے والا صاحب نصاب نہیں تو اس پر اسی جانور کی قربانی کرنا واجب ہو جاتا ہے، اور اگر صاحبِ نصاب ہے اور قربانی کے دِنوں سے پہلے اس نے جانور خریدا اور اُسے بطور نذر قربانی کے لیے متعین کر لیا تو اس پر بھی اسی جانور کی قربانی واجب ہوگی اور نصاب کی وجہ سے دوسری قربانی واجب ہوگی، اور اگر بطورِ نذر تعین نہ کی تو اس کے ذمہ صرف ایک قربانی واجب رہے گی اور تعین بھی لازم نہ ہوگی۔

(کفایت المفتی ص ۱۹۵ ج ۸)

مسئلہ قربانی کے لیے کسی نے بڑا جانور خریدا اور خریدتے وقت یہ نیت کی کہ اگر کوئی مل گیا تو اس کو بھی اس میں شریک کر لیں گے اور ساجھے میں قربانی کریں گے۔ اس کے بعد اس جانور میں کچھ اور لوگ شریک ہوگئے تو یہ درست ہے۔ اور اگر خریدتے وقت اس کی نیت شریک کرنے کی نہ تھی بلکہ پورے جانور کو اپنی طرف سے قربانی کرنے کا ارادہ تھا تو اب اس میں کسی اور کا شریک ہونا بہتر تو نہیں ہے لیکن اگر کسی کو شریک کر لیا ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ شریک کرنے والا صاحبِ نصاب امیر ہے تو درست ہے، اور اگر غریب ہے تو درست نہیں ہے۔ یعنی غریب شخص کے واسطے یہ درست نہ ہوگا کہ وہ اپنے خریدے ہوئے جانور میں کسی اور کو شریک کرے، اگر وہ کسی شخص کو شریک کرے گا تو شریک ہونے والے شخص کی قربانی کے ادا ہو جانے کا حکم ہوگا، اور اس شرکت کے باعث اور شرکاء کے حصوں کے اندر کسی طرح نقصان واقع نہ ہوگا، البتہ غریب شخص پر واجب

Marfat.com

ہوگا کہ جتنے حصے اور لوگوں کو دیئے ہوں ان کے ضمان کی ادائیگی اس طریقہ سے کرے کہ ایام قربانی باقی ہوں تو اس قدر حصوں کی قربانی کردے اور اگر قربانی کے دن ختم ہوگئے ہوں تو ان دیئے گئے حصوں کی قیمت مسکینوں کو عطا کرے۔ (بہشتی زیور مع حاشیہ ص ۳۹ ج ۳)

(کیونکہ غریب آدمی جس پر قربانی واجب نہیں ہے، اس کے لیے جانور خریدنا جب کہ نیت پورے کی ہو، نذر کے حکم میں ہوجاتا ہے اور اس کا پورا کرنا ضروری ہے۔ محمد رفعت قاسمی عفا اللہ عنہ مدرس دار العلوم دیوبند)۔

شرکت کا افضل طریقہ

گائے (بڑے جانور) میں شریک ہونے والے خریدنے سے پہلے شریک ہوجائیں اور پھر جانور خریدیں تو یہ احوط (زیادہ احتیاط) اور افضل ہے اور اسی حکم میں یہ صورت بھی ہے کہ خریدنے والا اس نیت سے خریدے کہ ایک حصہ یا دو حصے میں اپنی قربانی کیلئے رکھوں گا اور باقی حصوں میں دوسروں کو شریک کرلوں گا، یہ بھی جائز ہے، لیکن اگر اس نے بغیر کسی نیت کے خرید لیا اور بعد میں دوسروں کو شریک کرلیا تو اسکے جواز میں اختلاف ہے، لیکن راجح جواز ہے۔

(کفایت المفتی ص ۱۸۸ ج ۸)

شرکت سے علیحدہ ہوجانے کا حکم

سوال قربانی میں شریک ہوکر پھر قربانی سے ایک روز پہلے حصہ چھوڑنے پر قربانی واجب سنت کچھ اس کے ذمہ باقی ہے یا نہیں؟

جواب قربانی کے جانور میں اگر کوئی ایسا شخص شریک تھا جس پر قربانی واجب تھی اور وہ پھر ذبح سے پہلے شرکت سے علیحدہ ہوگیا اور دوسرا آدمی اس کی جگہ شریک ہوگیا تو قربانی ہوجائے گی۔ اور جس پر قربانی واجب نہ تھی وہ اگر ذبح کرنے سے پہلے علیحدہ ہوجائے تو اس پر قربانی واجب رہ گئی اور اس جانور کے دوسرے شرکاء کی قربانی بھی درست نہ ہوگی۔ (کفایت المفتی ص ۱۹۰ ج ۸)

شرکت کا غلط طریقہ

گائے (یا بڑے جانور) میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ ان ...

Marfat.com

سے کسی کا حصہ سبع یعنی ساتویں حصہ ۱/۷ سے کم نہ ہو۔ پس جب کہ شرکاء سات ہیں اور بعض نے دو روپے دیئے اور بعض نے تین ادا کیے تو یقیناً بعض شرکاء نے دو روپے سے کم بھی دیئے ہوں گے اور جب کہ بقدر روپے کے ہر شریک حصہ دار ہے تو بعض شرکاء کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہو گیا تو اس صورت میں کسی کی بھی قربانی درست نہیں ہوتی ہے۔ (کفایت المفتی ص ۱۸۴ ج ۸)

(کیونکہ ہر ایک شریک نے اپنے اپنے روپوں کے مطابق گوشت تقسیم کر لیا ہے یعنی سات حصہ برابر نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

ولیمہ وعقیقہ والے کے ساتھ شرکت

ہاں گائے (بڑے جانور) میں عقیقہ کی نیت سے کئی آدمی شریک ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ تمام شرکاء کی نیت قربانی یا عقیقہ کی ہو۔ بعض شرکاء قربانی کی نیت سے اور بعض عقیقہ کی نیت سے بڑے جانور میں شریک ہو سکتے ہیں۔ دوسری شرط یہ بھی ہے کہ کسی شریک کا حصہ ساتویں ۱/۷ سے کم نہ ہو۔ (کفایت المفتی ص ۲۴۲ ج ۸)

مسئلہ جس پر قربانی واجب ہو، اور جو قربانی نفلی کرے، دونوں (ایک بڑے جانور میں) شریک ہو سکتے ہیں۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۷۱۸ ج ۱)

مسئلہ بعض نے قربانی کے لیے اور بعض نے ولیمہ کے واسطے ایک ہی جانور میں حصہ خریدا ہو (شرکت کی ہو) تو یہ سب درست ہے۔ (شامی ص ۳۲۶ ج ۶)

ذبح کے بعد شرکت

سوال ایک گائے میں سات حصے متعین کر کے ذبح کر لی۔ گوشت تقسیم کرنے کے بعد ایک شخص آیا کہنے لگا کہ ایک حصہ مجھ کو دے دو۔ ایک شخص نے اپنے حصہ کے دام اس سے لے لیے، کیا یہ جائز ہے؟

جواب قربانی کے ذبح ہو جانے کے بعد پھر حصہ کا تغیر تبدل درست نہیں ہے۔ قیمت واپس کر دینی چاہئے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۷۱۹ ج ۱)

گوشت فروخت کرنے کی نیت سے شرکت کرنا

سوال سات آدمیوں نے مل کر ایک جانور خریدا، پھر معلوم ہوا کہ ایک کی نیت گوشت فروخت

Marfat.com

کرنے کی ہے، کیونکہ وہ گوشت فروخت کرنے کا پیشہ کرتا ہے۔اس سے دوسروں کی قربانی میں کیا اثر پڑے گا؟

جواب حامداً ومصلیاً۔اس کا حصہ اور کوئی قربانی کرنے والا خریدے، اس کے بعد قربانی کی جائے، ورنہ سب کی قربانی خراب ہو جائے گی، کسی کی بھی درست نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۲ ج ۲)

مسئلہ نیز ولیمہ مسنونہ کی نیت سے قربانی کے جانور میں حصہ لینے سے کسی کی قربانی باطل نہیں ہوگی، جس طرح عقیقہ کی نیت سے حصہ لینے سے باطل نہیں ہوتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۲ ج ۲)

شرکت کے پیسوں کی تقسیم

سوال سات آدمی ایک بڑے جانور میں قربانی کی غرض سے شریک ہوئے، اس گائے کی قیمت دس روپے (پہلے زمانہ کے لحاظ سے) ہے، اب اگر اس قیمت میں سات حصوں پر مساوات فی التقسیم کا لحاظ کیا جائے تو کسر میں دشواری درپیش ہے، اس کی تقسیم کس طرح کی جائے؟

جواب اگر کوئی شریک دوسرے کی طرف سے کوئی پیسہ زیادہ دے دے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ اور اگر بجائے پائی کے ہر ایک شریک پیسہ پیسہ دیکر جو پیسے زیادہ ہوں وہ مالک جانور (بیچنے والے) کو دے دیئے جائیں تو اسمیں بھی کوئی حرج نہیں۔غرض اس میں کوئی امر قابل استفسار نہیں ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۷۶۴ ج ۱)

پورے گھر کی طرف سے قربانی

گھر میں ہر صاحبِ نصاب پر قربانی واجب ہے، ایک کی قربانی سب (کی طرف سے قربانی) کے لیے کافی نہیں ہوسکتی ہے۔اگر بکرے کی قربانی گراں گذرتی ہے تو بڑے جانور کی قربانی کی جائے اور گوشت (اگر آپ کے یہاں بڑے کا نہ کھایا جاتا ہو تو) وہاں بھیج دیا جائے جہاں کھایا جاتا ہے یا جانور بھیج دیا جائے یا رقم بھیج دی جائے۔گوشت کا (بلا وجہ) دفن کرنا جائز نہ ہوگا کہ اضاعتِ مال ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۴ ج ۶)

عورت کا مہر اور قربانی

ایک عورت مالکِ نصاب نہیں۔لیکن اس کا مہر نصاب سے زیادہ شوہر کے ذمہ ہے جو

ابھی نہیں مل سکتا ہے تو عورت اس مہر کی وجہ سے مالدار یعنی صاحب نصاب شمار نہیں ہوگی اور اس پر قربانی واجب نہ ہوگی۔
(فتاویٰ ہندیہ ص۲۹۳ ج۵)

مسئلہ نصاب والا زکوٰۃ دے کر اگر اس کا مال کم رہ جائے تب بھی قربانی واجب ہے۔
(عالمگیری ص۲۹۲ ج۵)

دوسرے کی طرف سے قربانی کرنا

واجب قربانی میں چونکہ دوسرے کے ذمہ ادائے واجب کا قصد ہوتا ہے وہ تو بغیر اس کی اجازت کے جائز نہیں، البتہ اپنے متعلقین کی طرف سے بغیر ان کی اجازت کے بھی درست ہے، جب کہ ان کی طرف سے قربانی کرنے کی عادت ہو، اور اگر قربانی کرنے کی عادت نہ ہو تو ان کی طرف سے بھی قربانی درست نہ ہوگی، ذبح کرنے والے کی طرف سے صحیح ہو جائے گی۔

اور اگر دوسرے کی طرف سے تبرعاً تطوعاً بغیر اجازت کے قربانی کیجائے تو وہ مطلقاً درست ہے خواہ اسکی طرف سے قربانی کی عادت ہو یا نہ ہو، اور اسکو عادت کی اطلاع ہو یا نہ ہو، کیونکہ تبرعاً عن الغیر میں قربانی ذابح کی ملک پر ہوتی ہے دوسرے کو محض ثواب پہنچتا ہے، قربانی اسکی ملک پر نہیں ہوتی۔
(امداد الفتاویٰ ص۶۱۰ ج۳)

اگر قربانی کرنے والے کی وفات ہو جائے؟

سات افراد نے شریک ہو کر ایک گائے (یا کوئی بڑا جانور) قربانی کے لیے خریدا اور قربانی کرنے سے پہلے ان میں سے ایک شخص مر گیا، مگر مردہ کے ورثاء نے ان شرکاء کو اجازت دے دی کہ تم اس کی (میت کی) اور اپنی طرف سے قربانی کرو، پس اگر وہ ان کی اجازت سے مردہ اور اپنی طرف سے قربانی کریں تو درست ہوگی اور سب کی قربانی ادا ہو جائے گی، اور اگر اس مردہ کے ورثہ کی اجازت کے بغیر قربانی کریں تو درست نہ ہوگی اور کسی بھی قربانی ادا نہ ہوگی۔
(خلاصۃ المسائل ص۱۱۶)

مسئلہ اگر کوئی صاحب نصاب قربانی کے ایام میں انتقال کر جائے تو اس سے قربانی کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔
(عالمگیری ص۲۹۳ ج۶)

(اگر مرحوم نے قربانی کے لیے بکرا خرید رکھا تھا تو بکرا مرحوم کے ترکہ میں شامل ہو کر

Marfat.com

ورثاء اس کے حقدار ہو گئے ہیں، اب ورثاء چاہیں تو اس کی قربانی مرحوم کے ایصالِ ثواب کے لیے کر سکتے ہیں، واجب نہیں ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

شرکت کے مسائل

مسئلہ نابالغ، پاگل، غریب اور مسافر شرعی پر قربانی واجب نہیں۔ لیکن اگر غریب یا مسافر اپنی طرف سے قربانی کر دے تو جائز ہے اور بڑا ثواب ہے۔ (عالمگیری ص ۲۷ ج ۴)

مسئلہ اگر غریب نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہو گی۔ (شامی ص ۲۱۴ ج ۵)

مسئلہ اگر کسی نے نذر (منّت) مانی تو نذر کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہو گئی، خواہ امیر نے نذر مانی ہو یا غریب نے۔

نیز اگر امیر (صاحبِ نصاب) نے نذر مانی ہو تو اب اس کو دو قربانیاں کرنی ہوں گی، ایک تو منت کی وجہ سے اور دوسری جو اس پر صاحبِ نصاب ہونے کی وجہ سے شریعت نے واجب کی ہے۔ (عالمگیری ص ۷۶ ج ۴)

مسئلہ اگر کسی جگہ یہ رواج ہو کہ شوہر اپنی بیوی، یا باپ اپنی بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کر دیا کرتا ہے اور بیوی اولاد کو بھی یہ بات معلوم ہو تو اس کی عرف اور رواج کی وجہ سے ان کی طرف سے قربانی درست ہو جائے گی، صریح اجازت لینا ضروری نہیں بلکہ رواجِ عرفی کافی ہو گا۔

(شامی ص ۲۰۷ ج ۵)

(جہاں پر یہ عرف نہ ہو تو واجب قربانی کے لیے صریح اجازت لینا ضروری ہے ورنہ قربانی واجب ادا نہ ہو گی، نفل قربانی کے لیے اجازت ضروری نہیں ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہ)۔

مسئلہ کسی غریب نے جس پر قربانی واجب نہیں تھی، محض اپنی خواہش سے قربانی کر دی، اور اس کے بعد قربانی کے ایام میں ہی وہ امیر (صاحبِ نصاب) ہو گیا تو اب اس پر دوسری قربانی کرنا واجب ہے۔

مسئلہ کسی پر قربانی واجب تھی، مگر اس نے ابھی قربانی نہیں کی تھی کہ قربانی کا وقت ختم ہونے سے پہلے ہی وہ اس لائق (یعنی صاحبِ نصاب) نہ رہا کہ اس پر قربانی واجب ہو، یا مر جائے تو اس سے قربانی ساقط ہو گی۔ (مسائلِ قربانی ص ۳۰ بحوالہ ــــــــــ ص ۲۸۷)

Marfat.com

مسئلہ سودخور کے ساتھ قربانی میں شرکت نہیں کرنی چاہئے۔ (کفایت المفتی ص ۱۸۸ ج ۸)

شرکت کی اجازت دے کر پھر انکار کرنا

سوال کسی شخص نے کہا کہ میرا قربانی کے جانور میں حصہ شامل کر لینا اور روپیہ کوئی نہیں دیا۔ اس نے حصہ شامل کر لیا، اور جب قربانی ہو چکی تو اس لینے والے نے انکار کر دیا کہ میں حصہ نہیں لیتا۔ جس شخص نے حصہ شامل کیا تھا اس کے انکار کی وجہ سے گوشت کھالیا۔ اب وہ روپیہ کون دے گا، اور حصہ کس کا ہوگا؟

جواب حامداً ومصلیاً۔ اگر اس نے قیمت وغیرہ کی اجازت دے دی تھی کہ میری طرف سے اتنی قیمت تک اختیار ہے، خواہ صاف لفظوں میں اجازت دی ہو، خواہ اس کے حالات یا طرزِ عمل سے دوسرے نے سمجھ لیا ہو کہ اس کی طرف سے یہاں تک قیمت کی اجازت ہے تو وہ حصہ اس کہنے والے کا ہے پھر اس کو انکار کا اختیار نہیں، حصہ کی قیمت اس کے ذمہ واجب ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۹۷ ج ۴)

ذبح کرنے کا مقصد

مسئلہ جانور ذبح کرنے میں دو جہتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ جانور کو ذبح کرنا یعنی اس کی جان قربان کرنا۔ دوسرے یہ کہ اس کے ذبح سے صرف گوشت حاصل کرنا مقصود ہو اور گوشت کا صدقہ کر کے ثواب حاصل کرنا یا گوشت کو اپنے خرچ میں لانا یا مہمان کو کھلانا یا دعوت میں خرچ کرنا مراد ہو۔ ایصالِ ثواب کے لیے بھی جانور کو ذبح کرنے میں یہی دونوں جہتیں متحقق ہو سکتی ہیں۔ دونوں کا حکم الگ الگ ہے، مفصل بیان کیا جاتا ہے۔

اول یہ کہ نفس ذبح یعنی جان قربان کرنے سے مقصود تقرب الی غیر اللہ ہو، یعنی کسی بزرگ ولی وغیرہ کی طرف سے تقرب حاصل کرنے اور اس کی تعظیم کرنے اور اس کی خوشی چاہنے کے لیے ذبح کیا جائے تو یہ حرام ہے اور ذبیحہ بھی "وما اھل لغیر اللّٰہ بہ" میں داخل ہو کر حرام ہو جاتا ہے، خواہ اپنے گھر ذبح کیا جائے یا قبرستان میں یا کسی اور جگہ۔

دوسری صورت یہ کہ ذبح سے مراد تقرب الی اللہ ہو۔ یعنی ذبح کرنے والا خاص خدا کی رضامندی اور تعظیم وعبادت کے خیال سے ذبح کرے، اور پھر اس فعل پر اس کو اجر وثواب ملے وہ

Marfat.com

کسی دوسرے کو بخش دے۔ اس صورت میں کوئی نقصان اور الزام ذابح اور ذبیحہ میں نہیں ہے یعنی ذبح کرنے والے کا یہ فعل حلال اور ذبیحہ جائز ہے۔ مگر اس کے لیے مکان اور جگہ کی تخصیص نہیں اور نہ قبرستان میں لے جانے کی (جانور کو) ضرورت ہے۔

تیسری صورت یہ کہ ذبح سے تقرب مقصود نہ ہو بلکہ صرف گوشت حاصل کرنا مقصود ہے تو اس صورت میں ذبیحہ جبکہ بقاعدہ شرعیہ ذبح کیا جائے حلال ہے۔ رہا ثواب تو وہ گوشت کے صدقہ کرنے سے حاصل ہوگا۔ اور اس صورت میں بھی کسی جگہ کی تخصیص مثلاً قبرستان میں جا کر ذبح کرنا اور اس کو ضروری ہو یا موجب ثواب یا باعثِ زیادتی ثواب سمجھنا ناجائز ہے۔ گوشت کا صدقہ کرنا یا پکار کر کھلانا ہر جگہ ہوسکتا ہے اور ثواب پہنچ سکتا ہے۔ قبرستان میں ذبح کرنے اور کھلانے یا تقسیم کرنے کی تخصیص شریعت سے ثابت نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۵۴ ج ۸)

صحت یابی کے لیے قربانی کرنا

سوال (۱) مریض کی صحت کی نیت سے کوئی جانور ذبح کر کے صدقہ کرنا تا کہ اللہ جل شانہٗ مریض کو شفا عطا فرمائے، تو یہ جانور ذبح کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۲) جانور اس نیت سے ذبح کیا جائے کہ جان کے بدلہ جان ہو جائے، جانور کی جان چلی جائے اور انسان کی جان بچ جائے یعنی اللہ تعالیٰ جانور کی جان قبول فرما کر بندے کی جان نہ لیں۔ درست ہے یا نہیں؟

جواب (۱) زندہ جانور کا صدقہ کر دینا زیادہ بہتر ہے۔ شفائے مریض کی غرض سے ذبح کرنا اگر محض لوجہ اللہ ہو تو مباح ہے لیکن اصل مقصد بالا راقۃ صدقہ ہونا چاہئے نہ از فدیۂ جان بہ جان۔

(۲) یہ خیال تو بے اصل ہے۔ اباحت صرف اس خیال سے ہے کہ اللہ کے واسطے جان کی قربانی دی جائے اور یہ خیال کیا جائے کہ جیسے صدقہ مالیہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو متوجہ کرتا ہے۔ اسی طرح یہ قربانی جالبِ رحمت ہو جائے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے مریض کو شفا عطا فرمادے۔ (کفایت المفتی ص ۲۵۵ ج ۸)

مسئلہ بعض لوگ صدقہ جان کا بدلہ جان ضروری سمجھتے ہیں اور بکرے وغیرہ کو تمام رات مریض کے پاس رکھ کر، اور بعض لوگ مریض کا ہاتھ لگوا کر خیرات کرتے ہیں، یا مریض کے پاس

Marfat.com

بکرے کو ذبح کرتے ہیں اور اس کے بعد خیرات کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ مریض کا بکرے پر ہاتھ لگانے سے تمام بلائیں گویا اس کی طرف منتقل ہو گئیں، پھر خیرات کرنے سے وہ بھی چلی جاتی ہیں اور جان کے بدلہ جان دینے سے مریض کی جان بچ جائے گی۔ یاد رکھئے کہ ایسا اعتقاد خلافِ شرع ہے۔

مسئلہ یہ ایک عام رسم ہے کہ بیماری میں اکثر بکرا ذبح کرتے ہیں حالانکہ جان کا بدلہ جان یعنی فدیہ ذبح کرنا بجز عقیقہ کے کہیں ثابت نہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ جان کا بدلہ جان سمجھ کر ذبح نہیں کرتے بلکہ مقصد صدقہ کرنا ہے جس کو رَدِّ بلا یعنی پریشانی کو دور کرنے کے لیے حدیث شریف میں معین بتلایا ہے، تو میں کہتا ہوں کہ اگر یہی خیال ہے تو صرف بکرے کی قیمت صدقہ کر دینے کو یا اتنے گوشت کو بازار سے خرید کر صدقہ کر دینے کو دل کیوں گوارہ نہیں کرتا؟

اس سے معلوم ہوا کہ دل میں ضرور چور ہے اور ذبح ہی کو دفع بیماری میں زیادہ مؤثر سمجھا جاتا ہے اور یہی فاسد عقیدہ دل میں جما ہوا ہے کہ جان کا بدلہ جان ہو جائے گا۔ بعضے وباء یا ویسی ہی بیماری میں باعتقاد بھینٹ بکرا ذبح کرتے ہیں، یہ شرک ہے، یا بعضے باعتقاد فدیہ بکرا ذبح کرتے ہیں، یہ محض کذب و باطل ہے۔ (اغلاط العوام ص ۲۳)

قربانی کا جانور گم ہو گیا یا مر گیا؟

مسئلہ جس شخص پر قربانی واجب تھی، اگر اس نے قربانی کے لیے جانور خرید لیا پر وہ جانور گم ہو گیا یا چوری ہو گیا یا مر گیا تو واجب ہے کہ اسکی جگہ دوسری قربانی کرے اور اگر دوسری قربانی کرنے کے بعد پہلا جانور مل گیا تو بہتر ہے کہ اسکی بھی قربانی کر دے۔ اور اگر یہ شخص غریب ہے اسکے ذمہ پہلے سے قربانی واجب نہ تھی نفلی طور پر قربانی کے لیے جانور خرید لیا تھا تو اب اس جانور کی قربانی اس پر واجب ہو گئی، لیکن اگر اسکا یہ جانور مر جائے یا گم ہو جائے تو یہ واجب ساقط ہو گیا، اسکے ذمہ دوسری قربانی واجب نہیں۔ اور اگر گم ہو جانے کے بعد اس نے دوسرا جانور خرید لیا پھر پہلا بھی مل گیا تو اس پر واجب ہے کہ دونوں جانوروں کی قربانی کرے، کیونکہ غریب آدمی (جو صاحبِ نصاب نہ ہو) جب کوئی جانور قربانی کی نیت سے خریدتا ہے تو نذر کے حکم میں ہو جاتا ہے جس کا پورا کرنا واجب ہے۔ (تاریخ قربانی ص ۲۰ و کفایت المفتی ص ۲۰۳ ج ۸)

Marfat.com

غریب پر قربانی کا بار

قربانی کا جانور کہیں گم ہوگیا، اس لیے دوسرا جانور خرید لیا، پھر وہ پہلا بھی مل گیا، اگر صاحبِ نصاب کو ایسا اتفاق پیش آئے تو ایک ہی جانور کی قربانی اس پر ہے، غریب پر دونوں جانوروں کا بار اور امیر (صاحبِ نصاب) پر ایک جانور کا بار، اس بار کی وجہ خود اس غریب کا دوسرا جانور خرید کر لینا ہے۔ اگر یہ جانور نہ خریدتا تو اس کے ذمہ کچھ بھی نہ تھا، پھر اگر پہلا بھی مل جاتا تو اس کے ذمہ وہی ایک رہتا، وہ بھی خریدنے ہی سے واجب ہوا تھا، سو جب اس نے دوسرا خرید لیا وہ بھی واجب ہوگیا اور امیر آدمی (صاحبِ نصاب) پر خود شروع سے قربانی واجب ہے، گو نہ خریدے تب بھی خریدنا واجب ہے، اور یہ واجب ایک ہی ہے۔ پس یہ (صاحبِ نصاب) خواہ کتنے ہی خرید لے وہ ایک ہی واجب رہے گا، اور اگر پہلا نہ ملتا تو دوسرا خریدنا واجب ہوتا۔ اور غریب آدمی (غیر صاحبِ نصاب) جتنے خریدتا جائے گا سب واجب ہوتے جائیں گے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۵۶۶ ج ۳)

(جس پر قربانی واجب نہ ہو اور وہ نفلی طور پر قربانی کے لیے جانور خرید لے تو اب اس پر یہ قربانی واجب ہوگی۔ اب اگر یہ جانور مر جائے یا کھو جائے تو اس کے ذمہ سے یہ واجب ساقط (ختم) ہوگیا، اس کے ذمہ دوسری قربانی واجب نہیں ہے۔ اور اگر گم ہوجانے یا مرجانے کے بعد دوسرا جانور خرید لیا، پھر پہلا بھی مل گیا تو اس پر واجب ہے کہ دونوں جانوروں کی قربانی کرے، کیونکہ غریب آدمی (غیر صاحبِ نصاب) جب کوئی جانور قربانی کے لیے خریدتا ہے تو نذر کے حکم میں ہوجاتا ہے جس کا پورا کرنا واجب ہے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

صاحبِ نصاب کے لیے حکم

اگر صاحبِ نصاب نے دنبہ (یا کوئی جانور جس کی قربانی جائز ہے) اس نیت سے خریدا کہ میں اس کو قربانی کے دنوں میں واجب قربانی میں ذبح کروں گا تو یہ دنبہ اس کے حق میں ایسا متعین نہیں ہوجاتا کہ اس کو ذبح کرنا واجب ہو اور دوسرا جانور ذبح کرنا کافی نہ ہو، ہاں اتنا تعین ہوجاتا ہے کہ بلاضرورت اس کو بدلنا مکروہ ہے، اور اگر کسی ضرورت سے تبدیلی کی جائے۔ مثلاً دنبہ ایسا عیب دار ہوجائے کہ اس کی قربانی جائز نہ ہو، یا ہلاک ہی ہوجائے تو یہ تبدیلی واجب ہے

یعنی صاحب نصاب پر واجب ہوتا ہے کہ اس دنبہ کی جگہ دوسرا صحیح جانور قربان کرے اور عیب دار کو جو چاہے کرے، یعنی رکھے یا فروخت کردے، یا ذبح کر کے کھالے یا گوشت فروخت کردے۔
اور اگر عیب دار تو نہ ہوا اور نہ ہی ہلاک ہوا بلکہ بیمار ہو گیا اور اس کے تلف ہو جانے کا خوف ہو گیا اور مالک غنی نے بھی نیت بدل لی کہ اس کی جگہ دوسرا جانور قربانی کروں گا تو یہ دنبہ جو ایام قربانی سے پہلے ذبح کرلیا گیا اس کی مِلک ہے جو چاہے کرے، خود کھائے یا فروخت کرے۔

فتاویٰ ہندیہ کی عبارت سے اُن صورتوں کا حکم مراد ہے کہ یہ جانور قربانی کے لیے متعین رہے یعنی معیب (عیب دار) نہ ہوجائے، ہلاکت کے قریب نہ ہوجائے اور تبدیلی کی کوئی معقول وجہ پیدا نہ ہو یا اس کی جگہ دوسرا جانور متعین نہ کردیا جائے۔ (کفایت المفتی ص ۱۹۷ ج ۸)

غریب کی رعایت

اگر کوئی جانور کسی امیر (صاحب نصاب) نے قربانی کی نیت سے خریدا پھر وہ جانور عیب دار ہو گیا تو وہ امیر اس جانور کے بدلے اور جانور خرید کر قربانی کرے۔ اور اگر فقیر یعنی جس کے ذمہ قربانی فرض نہیں ہے وہ خریدے تو وہی عیب دار جانور قربانی کردے۔

(عزیز الفتاویٰ ص ۷۰۲ ج ۱)

فریضۂ قربانی بھی اور غریب کی مدد بھی

مسئلہ (۱) ہندوستان میں مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت حنفی ہے۔ (۲) حنفیہ کے نزدیک ہر صاحبِ نصاب پر قربانی واجب ہے۔ (۳) واجب اور فرض کی ادائیگی عملاً یکساں طور پر لازم اور ضروری ہے۔ تارکِ واجب (واجب چھوڑنے والے) کو فاسق کہا جاتا ہے، جس طرح تارکِ فرض کو۔ واجب اور فرض کا اصطلاحی فرق وجوب عمل نہیں ہے بلکہ صرف علم و اعتقاد کے درجہ میں ہے۔ (۴) جس شخص پر مالکِ نصاب ہونے کی بناء پر قربانی واجب ہے، وہ قربانی کر کے ہی اس واجب سے سبکدوش ہو سکتا ہے، قربانی کی قیمت ادا کرنے سے سُبک دوشی نہیں ہو سکتی۔

حکمِ شرعی یہ ہے کہ جو حنفی وجوبِ قربانی کے معتقد ہیں ان کے لیے لازم ہے کہ شرائطِ وجوب کے ہوتے ہوئے وہ قربانی ہی کریں۔ اس کی قیمت بلکہ جانور زندہ بھی صدقہ نہیں

Marfat.com

کر سکتے۔ مصیبت زدگان کی امداد واعانت اعلیٰ درجہ کا کارِ خیر ہے لیکن اس کارِ خیر کے ادا کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ کسی فرض یا واجب کو ترک کر دیا جائے۔ ہاں اہلِ حدیث یا اور حضرات جو قربانی کو فرض وواجب نہیں سمجھتے، بلکہ محض سنت یا مستحب خیال کرتے ہیں وہ اگر قربانی نہ کریں اور اس کی قیمت اعانت کے فنڈ میں دے دیں تو ان سے ہم احناف کو کوئی تعرض نہیں۔

اِعانت کا طریقہ

اگر ذیل کی تجویزوں پر عمل کیا جائے تو کروڑوں روپیہ اعانت کے فنڈ میں جمع ہونا مشکل نہیں۔ تجاویز یہ ہیں۔

(۱) ہر وہ شخص جس پر قربانی واجب ہے اور وہ قربانی ادا کرنے کے لیے اعلیٰ سے اعلیٰ جانور خریدنے کا ارادہ رکھتا ہے اس کو لازم ہے کہ کم از کم قیمت کا جانور خریدے اور اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کی قیمت میں سے جو رقم بچے وہ اعانت کے فنڈ میں دے دے۔ مثلاً قربانی کرنے والے کا ارادہ تھا کہ پندرہ سو روپے کا بکرا خریدے تو وہ یہ کرے کہ تین سو، چار سو روپے کا بکرا یا بھیڑ خرید کر قربانی کر دے اور گیارہ بارہ سو روپے مدد کے فنڈ میں دیدے۔ یہ واضح رہے کہ جو جانور قربانی کی نیت سے خریدے جا چکے ہیں وہ بدلے نہیں جا سکتے، خریدنے سے پہلے ہماری تجویز پر عمل کیا جا سکتا ہے، خریدنے کے بعد خریدا ہوا جانور ذبح کرنا لازم ہے۔

(۲) جو لوگ صاحبِ نصاب ہیں وہ ایک جانور کی جگہ جو دو تین جانوروں کی قربانی کرتے ہیں ان کو چاہئے کہ ایک پر (یا بکرے وغیرہ کی جگہ صرف ایک حصہ پر) اکتفاء کریں اور زائد جانوروں کی قیمت فنڈ میں دے دیں۔ یہ بھی جانور خریدنے سے پہلے کیا جا سکتا ہے۔

(۳) جو لوگ اپنے مرحوم والدین یا دیگر اقرباء (رشتہ داروں) کی طرف سے نفلی قربانیاں کرتے ہیں وہ ان تمام قربانیوں کو ملتوی کر کے انکی قیمت فنڈ میں دے دیں۔

(۴) جو لوگ باوجود صاحبِ نصاب نہ ہونے کے نفلی قربانیاں کرتے ہیں انھوں نے اگر جانور خریدے نہیں ہیں تو قربانی ملتوی کر کے اسکی قیمت فنڈ میں دے دیں۔

(۵) جو شخص قربانی کے وجوب سے سبکدوش ہونا چاہتا ہے ادائے واجب کیلئے اقسام قربانی

میں سے کم سے کم والی قسم کو اختیار کرے اور زائد رقم فنڈ میں دیدے۔

(٦) تمام مسلمان قربانی کی کھالوں کو (اعانت کے) فنڈ میں دیدیں۔

(کفایت المفتی ص ۲۱۶ ج ۸)

خود قربانی کی قیمت دینے سے تو واجب قربانی ادا نہ ہوگی۔ اگر کسی نے ایسا کیا گنہگار ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۵۵ ج ۳)

(نفلی قربانیوں کی قیمت مسلمان اس مصیبت زدہ قوم کی اعانت میں دے سکتے ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کی مذہبی عزت بچانے کی خاطر اپنی جانیں دے رہے ہیں، بلکہ بہتر اور افضل یہی ہے کہ نفلی قربانیوں کی رقم اگر کوئی اس قسم کا موقع ہو تو وہ روپیہ اعانت میں لگادیں۔ بعض ناواقف حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جو روپیہ قربانی میں صرف ہوتا ہے وہ رقم غریب ونادار اور ضرورت منداور فسادزدگان میں تقسیم کردی جائے۔ بے شک یہ جذبہ قوم کی ہمدردی کا قابلِ غور ہے، لیکن ہر کام کے لیے اسلام کے گلے پر چھری کیوں چلتی ہے؟ کچھ اپنی خواہشاتِ نفس پر بھی تو قابو رکھئے اور غیر شرعی جتنے بھی اخراجات ہیں، ان کو اگر بالکل بند نہ کرسکیں تو کم از کم ایک آدھ ہفتہ ہی میں جو رقم بچے اس کو اس کارِ خیر میں لگائیے۔ مثلاً سینما، وی، سی، آر۔ ٹی وی دیکھنا، اور ضروری کھانے، پینے اور پہننے کے علاوہ جتنے بھی روزمرہ کے غیر ضروری اخراجات وفضول خرچی وغیرہ میں کٹوتی کرکے ہوسکتے ہیں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

قربانی کے چند مسائل

مسئلہ اگر زندہ آدمی صاحبِ نصاب ہے تو اس کے ذمہ قربانی واجب ہے اور مُردوں کی طرف سے قربانی کرنا مسنون ہے، کرنے والے کو بھی ثواب ہوتا ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۲۰۰ ج ۲)

مسئلہ جس پر صدقۂ فطر واجب ہے اس پر عید کے دنوں میں قربانی کرنا واجب ہے، اور اگر اتنا مال نہ ہو جتنے کے ہونے سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے تو اس پر قربانی واجب نہیں ہے، لیکن پھر بھی اگر قربانی کردے تو بہت ثواب پائے گا۔ (درمختار ص ۲۳۱ ج ۲)

مسئلہ مسافر پر قربانی واجب نہیں۔ (ہدایہ ص ۴۲۹ ج)

مسئلہ دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخ سفر میں گذری، لیکن بارہویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے سفر ختم ہوگیا، یعنی گھر پہنچ گئے یا پندرہ دن کہیں ٹھہرنے کی نیت کرلی تو اب

Marfat.com

قربانی کرنا واجب ہوگیا اسی طرح اگر پہلے اتنا مال نہ تھا، اس لیے قربانی واجب نہ تھی پھر بارہویں تاریخ ذی الحجہ کو سورج غروب ہونے سے پہلے کہیں سے مال دستیاب ہوگیا تو قربانی کرنا واجب ہوگئی ہے۔ (عالمگیری ص۲۹۲ ج ۵)

مسئلہ اگر اللہ تعالیٰ نے مال دار اور امیر بنایا ہو تو مناسب ہے کہ جہاں اپنی طرف سے قربانی کرے، وہیں جو رشتہ دار وفات پا چکے ہیں، مثلاً والدین وغیرہ، ان کی طرف سے بھی قربانی کردے، ان کو ثواب پہنچ جائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، آپ کی ازواجِ مطہرات کی طرف سے اپنے پیر وغیرہ کی طرف سے کردے، ورنہ کم سے کم اپنی طرف سے تو ضرور کرے کیونکہ مالدار پر تو واجب ہے جس کے پاس مال و دولت سب کچھ موجود ہے اور قربانی کرنا اس پر واجب ہے پھر بھی اس نے قربانی کی تو اس سے بڑھ کر بدنصیب و محروم اور کون ہوگا، اور گناہ اس کا الگ رہا۔ (بہشتی زیور ص۳۷ ج ۳)

مسئلہ قربانی فقط اپنی طرف سے (جب کہ صاحبِ نصاب ہو) کرنا واجب ہے، اور اولاد کی طرف سے واجب نہیں بلکہ نابالغ اولاد اگر مالدار بھی ہو تب بھی اس کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں، نہ اپنے مال میں سے نہ اس کے مال میں سے۔ اگر کسی نے اس کی طرف سے قربانی کردی تو نفل ہوگئی لیکن اپنے ہی مال میں سے کرے اس کے مال میں سے ہرگز نہ کرے۔

(ہدایہ ص۲۲۸ ج ۴)

جانور خرید کر قربانی نہ کرسکا

مسئلہ کسی پر قربانی واجب تھی، لیکن قربانی کے تینوں دن گذر گئے، اور اس نے قربانی نہیں کی تو ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کردے۔ اور اگر بکری خرید لی تھی تو وہی بکری بعینہٖ خیرات کردے۔ (شامی ص۲۸۶ ج ۵)

مسئلہ قربانی کا جانور خرید لیا اور کسی وجہ سے قربانی نہ کرسکا تو زندہ جانور صدقہ کردیا جائے۔ اور مسئلہ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اگر (بقر عید کے بعد) ذبح کرڈالا تو غرباء پر اس کا گوشت تقسیم کردیا جائے، مالداروں کو نہ دیا جائے اور اگر جانور ضائع ہوگیا اور قربانی نہ کرسکا اور خریدنے والا اگر امیر (صاحبِ نصاب) ہے تو اس کے ذمہ اس کی قیمت کا صدقہ کردینا واجب ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۱۶۴ ج ۶)

قربانی کی قضاء

اگر قربانی کے دن گذر گئے اور ناواقفیت یا غفلت یا کسی عذر سے (حالات خراب لڑائی جھگڑے، امن وامان نہ ہو یا کرفیو وغیرہ نافذ ہے) نہیں کرسکا تو قربانی کی قیمت فقراء ومساکین پر صدقہ کرنا واجب ہے، لیکن قربانی کے تین دنوں میں جانور کی قیمت صدقہ کردینے سے یہ واجب ادا نہ ہوگا ہمیشہ گنہگار رہے گا کیونکہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے جیسے نماز پڑھنے سے روزہ اور روزہ رکھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی زکوٰۃ ادا کرنے سے حج ادا نہیں ہوتا، ایسے ہی صدقہ خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور تعامل اور پھر تعامل صحابہ ؓ اس پر شاہد ہیں۔ (جواہر الفقہ ص ۴۴۸ ج ۱)

مسئلہ اگر کسی شخص نے قربانیاں اکثر سال نہ کی ہوں، اب وہ شخص ہر ایک سال کی قربانی کے عوض قیمت قربانی کی صدقہ کرے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۴۴۷ ج ۱)

مسئلہ اگر قربانی کیلئے جانور خرید لیا تھا (اور ایامِ قربانی گذر گئے) تو اسکو زندہ ہی صدقہ کردیا جائے، اگر نہیں خریدا تھا تو قیمت صدقہ کردی جائے۔ (شامی ص ۲۰۹ ج ۵)

مالدار قربانی سے پیشتر غریب ہوگیا

سوال ایک شخص صاحبِ نصاب تھا، اس نے ایک بکرا قربانی کی نیت سے خریدا لیکن قربانی کے دن آنے سے پیشتر وہ غریب ہوگیا، اب وہ شخص اس بکرے کو بیچ کر اس کی قیمت اپنے خرچ میں لاسکتا ہے یا نہیں؟

جواب حامداً ومصلیاً۔ اگر قربانی کے اخیر دن تک وہ صاحب نصاب نہ ہو تو اسکے ذمہ قربانی واجب نہیں، اس بکرے کو فروخت کر کے اسکی قیمت اپنے کام میں خرچ کرسکتا ہے۔ اور اگر قربانی کے اخیر دن بھی وہ صاحبِ نصاب ہوجائے گا۔ تو اس پر قربانی واجب ہوگی، خواہ اسی بکرے کی کرے یا کسی اور کی۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۲۳ ج ۲)

گذشتہ سال کی قربانی کا حکم

سوال گذشتہ سال کی قربانی باقی ہے، بڑے جانور میں دو حصہ کئے، گزشتہ اور سال رواں

Marfat.com

کے، تو کیا حکم ہے؟ شریکوں کی قربانی میں کچھ حرج تو نہیں ہے؟

جواب شریکوں کی قربانی ادا ہو جائے گی، اور تمہاری امسال کی قربانی بھی ادا ہو جائے گی مگر گذشتہ برس کی قضاء (قربانی) ادا نہ ہوگی، نفل ہو جائے گی۔ (گذشتہ قربانی) اس کے عوض میں ایک بکرے کی قیمت کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۶ ج ۳)

قربانی کے جانوروں کی عمریں

قربانی کے لیے جانوروں کی عمریں متعین ہیں۔ بکرا ایک سال کا ہو، اور گائے (بیل، بھینس، کٹڑا) دو سال کی۔ چونکہ اکثری حالات میں جانوروں کی صحیح عمر نہیں معلوم ہوتی، اس لیے ان کے دانتوں کو عمر معلوم کرنے کا اور اس پر عمل کرنے کا احتیاطاً حکم دیا گیا ہے۔ دانتوں کی علامت ایسی ہے کہ اس میں کم عمر کا جانور نہیں آ سکتا ہے، ہاں زیادہ عمر کا جانور آ جائے تو ممکن ہے، اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پس اگر کسی شخص کے گھر بکرا یکم ذی الحجہ کو پیدا ہوا اور اسی کے گھر میں پرورش پاتا رہا تو آئندہ ذی الحجہ کی دس تاریخ کو وہ ایک سال نو دن کا ہوگا، اب اگر اس کے پکے دانت نہ نکلے ہوں تب بھی وہ اس کی قربانی کر سکتا ہے کیونکہ اس کی عمر یقیناً ایک سال کی پوری ہو کر آٹھ نو دن زائد کی ہو چکی ہے۔ لیکن وہ یہ حکم نہیں دے سکتا کہ بے دانت کا ہر بکرا قربانی کیا جا سکتا ہے خواہ اس کی عمر کا ایک سال ہونے کا یقین ہو یا نہ ہو۔

بس میرے خیال میں یہ بات صحیح ہے۔ "سنۃ" کے معنی دانت والے اور سال بھر والے دونوں ہو سکتے ہیں، لیکن سال بھر کا ہونا کسی بکرے کا، جس کی تاریخ پیدائش معلوم نہ ہو یا مشتبہ ہو، بغیر دو دانتوں کے معلوم نہیں ہو سکتا۔ اس لیے عام حکم یہی دینا مناسب تھا اور وہی دیا گیا ہے۔

(کفایت المفتی ص ۲۱۸ ج ۸)

مسئلہ قربانی کے لیے اونٹ پانچ سال کا اور بھینس، بھینسا (کٹڑا) پورے سال کا ہونا ضروری ہے۔ بکرا، بکری ایک سال کا ہونا ضروری ہے اگر اس کی عمر میں کچھ بھی کمی ہوگئی تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ لیکن اگر بھیڑ اور دنبہ چھ مہینے سے زیادہ اور ایک سال سے کم ہو مگر اتنا موٹا، تازہ، فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو، اور سال بھر والے بھیڑ دنبوں میں اگر چھوڑ دیا جائے تو سال بھر سے کم کا نہ معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے، اور اگر چھ مہینے سے بھی کم کا ہو تو اس کی قربانی قطعاً جائز نہیں، خواہ وہ کتنا ہی موٹا تازہ ہو، اور یہ حکم ایک سال سے کم عمر کا صرف

Marfat.com

بھیڑ اور دنبہ کے بارے میں ہے۔ (شامی ص ۲۱۱ ج ۵۔ بہشتی زیور ص ۳۹ ج ۳)

مسئلہ بکرا اگر پورے سال ہونے میں ایک آدھ روز کم ہو تو اس کی قربانی نہ ہوگی۔

(امداد الفتاویٰ ص ۵۶۸ ج ۳)

مسئلہ جب کسی جانور کی عمر پوری ہونے کا یقین غالب ہو جائے تو اس کی قربانی کرنا درست ہے ورنہ نہیں۔ اور اگر کوئی جانور دیکھنے میں پوری عمر کا معلوم ہوتا ہے مگر یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ اس کی عمر ابھی پوری نہیں ہے تو اس کی قربانی درست نہیں ہے۔ (شامی ص ۵۱۱ ج ۵)

مسئلہ کوئی جانور دیکھنے میں کم عمر کا معلوم ہوتا ہو مگر یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ اس کی عمر پوری ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔ (عالمگیری ص ۸۰ ج ۴)

بڑے جانوروں میں کتنے حصے ہیں؟

گائے، بیل، بھینس، جھوٹا، کٹڑا، اونٹ، اونٹنی میں اگر سات افراد شریک ہو کر قربانی کریں جب بھی درست ہے (یعنی مذکورہ اقسام میں سات حصے ہو سکتے ہیں) لیکن شرط یہ ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں سے کم نہ ہو، اور سب کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کرنے کی ہو، صرف گوشت کھانے کی نیت نہ ہو، اور اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو قربانی درست نہ ہوگی۔

(عالمگیری ص ۲۹۷ ج ۵)

مسئلہ مذکورہ جانوروں میں سات حصے ہوں گے اس سے زیادہ نہیں، اور اگر چھ یا پانچ یا اس سے بھی کم شریک ہوں تو جب بھی درست ہے یہاں تک کہ اگر صرف تنہا ہی ایک آدمی پورے بڑے جانور کی قربانی (صرف اپنی طرف سے) کرے تو بھی جائز ہے۔ (عالمگیری ص ۸۳ ج ۵)

اور اگر آٹھ افراد (یا اس سے زیادہ) شریک ہو گئے تو کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔ (عالمگیری ص ۲۹۷ ج ۵)

مسئلہ اونٹ میں بھی حنفیہؒ کے نزدیک سات ہی افراد شریک ہو کر قربانی کر سکتے ہیں۔ نیز سات افراد کی شرکت میں قربانی ہونا متفق علیہ ہے اور دس کی شرکت مختلف فیہ ہے تو متفق علیہ قول پر عمل کرنا زیادہ احتیاط پر مبنی ہے۔ (کفایت المفتی ص ۱۸۸ ج ۸)

مسئلہ قربانی کے جانور کو چند روز پہلے سے پالنا افضل ہے، نیز قربانی کے جانور کا دودھ نکالنا یا اس کے بال کاٹنا جائز نہیں۔ اگر کسی نے ایسا کر لیا تو دودھ اور بال یا ان کی قیمت کا صدقہ کرنا

واجب ہے۔ (جواہر الفقہ ص ۴۵۰ ج ۱)

(گائے کی قربانی جائز ہے اور قرآن وحدیث سے ثابت ہے لیکن ہندوستان میں بعض علاقہ میں حکومتِ وقت کی طرف سے اس کی قربانی ممنوع قرار دے دی گئی ہے، اس لیے ایسی جگہ پر فتنہ سے بچنے کے لیے اس کا خیال رکھا جائے اور احتراز کیا جائے "والفتنة اشد من القتل" لیکن اگر کسی نے اس کے باوجود قربانی کر لی تو فریضہ ادا ہو جائے گا۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)

شرعاً جن کی قربانی جائز ہے

مسئلہ قربانی کے جانور اونٹ، گائے، دنبہ، بھیڑ، بکرا (مذکر و مؤنث دونوں جائز ہیں) بھینس گائے کے حکم میں ہے، گھوڑے اور مرغ کی قربانی نہیں ہو سکتی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قولاً یا فعلاً گھوڑے کی قربانی کا ثبوت نہیں ہے۔ ہرن اور نیل گائے کی قربانی بھی درست نہیں۔ قربانی کے جانوروں کی تعیین شرعی سماعی ہے، قیاس کو اس میں دخل نہیں ہے اور شریعت مقدسہ سے صرف تین نوع کے جانور ثابت ہوئے ہیں۔ قسم اول اونٹ نر و مادہ، قسم دوم بکرا، میں ڈھا، بھیڑ، دنبہ نر و مادہ۔ قسم سوم۔ گائے، بھینس نر و مادہ۔ پس ان کے علاوہ اور کسی جانور کی قربانی جائز نہیں، اور ان کے لیے شرط یہ ہے کہ یہ وحشی نہ ہوں بلکہ اہلی (پالتو) اور آدمیوں سے مانوس ہوں۔ (کفایت المفتی ص ۱۸۹ ج ۸)

مسئلہ کسی شخص کا یہ فعل حرام ہے کہ وہ اپنی گائے دوسرے کے کھیت میں بلا اجازت چھوڑتا ہے لیکن اس سے وہ گائے (جانور) حرام نہیں ہوتی، اس کی قربانی درست ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۲۱۶ ج ۸)

مسئلہ اگر کسی جانور کی کھال جل جانے کی وجہ سے اس پر بال نہ جمتے ہوں اور زخم وغیرہ نہ ہو اور تمام اعضاء صحیح وسالم ہوں تو ایسے مویشی کی قربانی جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۹۷ ج ۳)

مسئلہ جس جانور کے بال کاٹ دیئے گئے ہوں، اس کی قربانی درست ہے۔

(عالمگیری ص ۸۰ ج ۴)

مسئلہ اگر قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے لیے گرایا اور گرانے کی وجہ سے کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اس عیب کا کچھ اعتبار نہیں ہے، اس کی قربانی درست ہے۔ (عالمگیری ص ۸۱ ج ۴)

مسئلہ اگر قربانی کے لیے جانور کو لٹایا اور چھری پھیرنے سے پہلے اس کی آنکھ خود بخود نکل گئی تو

Marfat.com

اس کی قربانی درست ہے، اور قربانی کرتے وقت جو بھی نقص جانور میں آجائے گا، اس کا اعتبار نہیں، قربانی درست ہے۔ (عنایہ علیٰ فتح القدیر ص ۳۹۳ ج ۳)

مسئلہ جو جانور ناپاکی غلاظت کھاتا ہے اس کے باندھنے سے پہلے اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ جب اس کو چند روز باندھ دیا گیا جس سے وہ ناپاکی نہ کھا سکے تو اب اس کی قربانی جائز ہے۔ اگر اونٹ ہے تو اس کو چالیس روز، گائے، بھینس، بیل وغیرہ کو بیس روز، اور بکرا، بکری کو دس دن بند رکھا جائے۔ (شامی ص ۲۰۷ ج ۵)

(یعنی کھلے نہ پھریں باندھ کر چارہ وغیرہ کھلایا جائے، تاکہ گندگی میں منہ نہ ڈال دیں۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مسئلہ بانجھ اور سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی درست ہے۔ بشرطیکہ سینگ اس کا جڑ سے نہ ٹوٹا ہو۔ اور مذبح تک اپنے پیروں سے چلا جائے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۲۰۷ ج ۱)

مسئلہ جس جانور کی ران وغیرہ پر لوہے سے داغ دیا ہو، اور زمین جوتنے اور مارنے سے جو جانور کے بدن پر زخم یا نشان ہوتا ہے، ان دونوں کی قربانی درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ قربانی میں کوئی عیب ظاہری نہ ہو۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۲۷ ج ۱)

مسئلہ جس بکری کے بچہ کی پرورش سور کے دودھ سے ہوئی وہ بچہ حلال ہے لیکن کئی روز تک اس کو دوسرا چارہ دینا چاہئے، اس طرح قربانی بھی درست ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۴۰ ج ۳)

(جو دودھ اس بکری کے بچہ نے پیا تھا، اتنی مدت تک پاک چارہ کھانے سے اس ناپاک دودھ کا اثر ختم ہوگیا، اس لیے قربانی درست ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مسئلہ اور جو بکرا ہرن اور بکری سے پیدا ہوا ہے، اس کی (بھی) قربانی درست ہے، یہ بچہ ماں کے حکم میں ہے اور ماں بکری ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۱ ج ۲)

مسئلہ قربانی کے جانور سے فائدہ اٹھا کر مکروہ ہے اور صحیح قول کے مطابق مالدار اور غریب اس حکم میں مساوی ہیں۔ مالدار اور غریب (قربانی کے جانور کا) دودھ دوہنے اور اُون کاٹنے کے حکم میں برابر ہیں۔ اگر ذبح کرنے سے پہلے قربانی کے جانور کا دودھ دوہا یا اس کا اُون کاٹا تو اس کو صدقہ کردے اور اس سے فائدہ حاصل نہ کرے۔ (فتاویٰ عالمگیری ص ۲۰۶ ج ۶)

مسئلہ رسولی والے جانور کی قربانی درست ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۸۲ ج ۳)

Marfat.com

بانجھ جانور کی قربانی کا حکم

بانجھ جانور کی قربانی جائز ہے، منع نہیں ہے ممانعت کا حکم نظر سے نہیں گذرا۔ بانجھ ہونا قربانی کے لیے عیب نہیں ہے۔ جس طرح جانور کا خصی ہونا اور جفتی سے عاجز ہونا۔ قربانی کے لیے عیب نہیں ہے، بانجھ جانور (جس کے بچے نہ ہوتے ہوں) اکثر لحیم وشحیم (خوب موٹا تازہ) ہوتا ہے، گوشت بھی عمدہ ہوتا ہے، بڑی عمر کی وجہ سے بچہ نہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۹۱ ج ۲)

شرعاً جن کی قربانی درست نہیں ہے

مسئلہ جس جانور کی ناک کٹی ہو، اس کی قربانی درست نہیں ہے۔ (عالمگیری ص ۸۱ ج ۴)

مسئلہ جس جانور کی زبان کٹی ہوئی ہو جس کی وجہ سے وہ چارہ (گھانس وغیرہ) نہ کھا سکے تو اس کی قربانی درست نہیں۔ (عالمگیری ص ۸۰ ج ۴)

مسئلہ اگر بھیڑ، بکری اور دنبی کے ایک تھن سے دودھ نہ اُترتا ہو تو اس کی بھی قربانی درست نہیں ہے۔ (شامی ص ۲۱۳ ج ۵)

مسئلہ اگر بھینس، گائے، اونٹنی وغیرہ کے دو تھنوں سے دودھ نہ اُترتا ہو تو اس کی بھی قربانی درست نہیں ہے۔ (عالمگیری ص ۸۰ ج ۴)

اسی طرح جس جانور کا تھن کٹا ہوا ہو یا اس طرح زخمی ہو کہ بچہ کو دودھ نہ پلا سکے تو اس کی بھی قربانی درست نہیں ہے۔ اور جس جانور کا مرض ظاہر ہو اس کی بھی قربانی درست نہیں ہے۔

مسئلہ اونٹنی، گائے، بھینس کے اندر ایک تھن خشک ہو جانے پر تو قربانی جائز ہوتی ہے، لیکن دو تھن خشک ہو جائیں یا کٹ جائیں تو قربانی جائز نہیں۔ (کفایت المفتی ص ۱۸۷ ج ۸)

مسئلہ خنثیٰ بکرے کی قربانی درست نہیں۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۱۴۷ ج ۱)

مسئلہ یہ راس جسکے متعلق لکھا ہے کہ (پیدائشی طور پر نہ بکرا ہے نہ بکری، شکل وصورت میں بکرے جیسی ہے) نہ بکرا ہے نہ بکری، اگر خنثیٰ ہے یعنی بکری جیسی علامتیں بھی اس میں موجود ہیں اور بکرے جیسی بھی، تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے اور اس سے (جو لکھا ہے) مراد خصی بکرے کی ہے تو بلاشبہ جائز ہے۔ (امداد المفتیین ص ۹۶۲ ج ۲)

Marfat.com

مسئلہ عیب دار جانور کی قربانی جائز نہیں، لیکن اگر ذبح کے وقت تڑپنے، کودنے سے عیب دار ہو گیا تو کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ اصولِ کُلّی۔ اگر کسی نے قربانی کے لیے بے عیب جانور خریدا تھا مگر بعد میں کوئی ایسا عیب ونقص پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی درست نہ ہو تو اگر قربانی منّت (نذر) کی ہو تو اس کی جگہ بے عیب جانور کی قربانی ضروری ہے خواہ وہ شخص امیر ہو یا غریب، اور اگر قربانی نذر کی نہ ہو تو غریب کے لیے اس عیب دار جانور کی قربانی کر دینا کافی ہے اور امیر پر اس کی جگہ دوسرے بے عیب جانور کی قربانی کرنا ضروری ہے۔ (عالمگیری ص۸۱ ج۴)

مسئلہ جس جانور کے پیٹ میں بچہ ہو اس کی قربانی صحیح ہے، لیکن شامی میں کفایہ سے منقول ہے کہ ولادت کے قریب جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ بچہ جو پیٹ میں سے نکلے، اگر وہ زندہ نکلے، اس کو ذبح کر لیا جائے اسکا کھانا حلال ہوگا۔ اور اگر وہ مردہ نکلے تو اسکا کھانا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک درست نہیں ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص۱۸۲ ج۲)

مسئلہ جو جانور اندھا ہو یا کانا (ایک آنکھ والا) ہو، یا اس کی ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ جاتی رہی ہو یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گیا یا تہائی دُم یا تہائی سے زیادہ کٹ گئی ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔ (شامی ص۳۱۶ ج۵)

مسئلہ جو جانور اتنا لنگڑا ہے کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہے، چوتھا پاؤں رکھا ہی نہیں جاتا یا چوتھا پاؤں رکھتا تو ہے لیکن اس سے چل نہیں ہو سکتا ہے تو اس کی بھی قربانی درست نہیں ہے اور اگر چلتے وقت وہ پاؤں زمین پر ٹیک کر چلتا ہے اور چلنے میں اس سے سہارا لگتا ہے لیکن لنگڑا کے چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے۔ (شامی ص۳۱۶ ج۵)

مسئلہ اتنا دبلا لاغر بالکل مریل جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ رہا ہو، یا جو ذبح کرنے کی جگہ خود نہ جا سکتا ہو، اس کی قربانی درست نہیں۔ اور اگر اتنا دُبلا نہ ہو تو دبلے ہونے سے کچھ حرج نہیں (یعنی مرض کی وجہ سے نہیں بلکہ قدرتی ساخت ایسی ہے تو) اس کی قربانی درست ہے، لیکن موٹے اور فربہ جانور کی قربانی کرنا زیادہ بہتر ہے۔ (شامی ص۲۸۲ ج۵)

مسئلہ جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں، اس کی قربانی درست نہیں اگر کچھ گر گئے لیکن جتنے گرے ہیں اُن سے زیادہ باقی ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔ (درمختار ص۲۳۶ ج۲)

مسئلہ جس جانور کے پیدائش ہی سے کان نہیں ہیں، اس کی بھی قربانی درست نہیں ہے یا

Marfat.com

کان تو ہیں مگر کسی کان کا تہائی حصہ یا زیادہ کٹ گیا ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر پیدائش سے کان تو ہیں لیکن بالکل ذرا ذرا سے چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی درست ہے۔

(درمختار ص۳۲۲ ج ۲)

مسئلہ جس جانور کے پیدائش سے سینگ نہیں یا سینگ تو تھے مگر ٹوٹ گئے، اس کی قربانی درست ہے، البتہ اگر سینگ بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو قربانی درست نہیں ہے۔

(عالمگیری ص۲۹۷ ج ۵)

مسئلہ جس جانور کے سینگ نہ ہوں یا ٹوٹ گئے ہوں یا اوپر کا خول اتر گیا ہو، اس کی قربانی درست ہے، البتہ سینگ جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں یا اکھڑ گئے ہوں اور چوٹ کا اثر دماغ تک پہنچ گیا ہو تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۱۶۱ ج ۶)

مسئلہ بھینگی آنکھ والے اور باؤلے اور خارش والے جانور کی قربانی درست ہے، لیکن اگر باؤلے پن کی وجہ سے کھا پی نہ سکتا ہو، یا خارش کی وجہ سے بالکل کمزور ہو گیا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے۔ (درمختار ص۲۱۲ ج ۵)

مسئلہ ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے جس کا کان تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹا ہوا ہو۔ ایسے جانور کی قربانی بھی درست نہیں جس کے کان پیدائشی نہ ہوں، اسی طرح ایسے جانور کی قربانی درست نہیں جس کی دُم اور ناک تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹی ہوئی ہو۔۔ جو جانور اندھا یا کانا ہو، ایک آنکھ کی تہائی روشنی یا اس سے زیادہ جاتی رہی ہو، اس کی بھی قربانی درست نہیں۔ جس جانور کے تھن خشک ہو گئے ہوں اس کی قربانی درست نہیں۔ اور ایسے جانور کی بھی قربانی درست نہیں جس میں مغز نہ رہا ہو، اور نہ ایسے لنگڑے کی جو قربانی کی جگہ تک نہ جا سکے، اور نہ ایسے بیمار کی جو گھاس نہ کھا سکے، نہ ایسے جانور کی جس کے خارش ہو۔ نہ بغیر دانت والے جانور کی جو گھاس نہ کھا سکتا ہو، اور نہ نجاست خور جانور کی۔ ہاں ایسے جانور کی قربانی درست ہے جس کا کان لمبائی میں یا اس کے منہ کی طرف سے پھٹ جائے اور لٹکا ہوا ہو یا پیچھے کی طرف پھٹا ہو۔ (مظاہر حق جدید ص۳۰۴ ج ۲)

مسئلہ جس جانور کے کان پیدائشی چھوٹے ہوں، اس کی قربانی جائز ہے، ہاں جس جانور کے پیدائشی دونوں کان نہ ہوں، یا ایک ہی کان ہو، یا ایک کان یا دونوں کان مکمل کٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۱۶۷ ج ۶)

مسئلہ ثلث حصہ کی مقدار، یا اس سے زیادہ دم بریدہ (دُم کٹی) بھیڑ وغیرہ کی قربانی درست

Marfat.com

نہیں۔ ایک قول کے مطابق دُم نصف سے کم مٹی ہو یعنی آدھے سے زیادہ باقی رہی ہو، اس کی قربانی درست ہے۔ لہٰذا جہاں کامل دم والے یا ثلث حصہ سے کم دُم بریدہ جانور نہ ملیں۔ وہاں اس قول کے مطابق عمل کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۱۸۳ ج۳)

نوٹ افریقہ کے سائل نے یہ مسئلہ معلوم کیا تھا کہ ہمارے یہاں بھیڑ کی دُم کاٹ دی جاتی ہے کیونکہ اس سے جانور بیماری سے محفوظ رہتا ہے۔ ثابت دم والے جانور نہیں ملتے ہیں۔ وہاں پر تو مجبوری ہے کہ تلاش کے باوجود نہ ملیں تو جائز ہے۔ احقر محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ۔

قربانی کس قیمت کی ہو؟

مسئلہ خصی جانور جبکہ گوشت کے لحاظ سے بہتر ہو تو وہ افضل ہے یعنی اگر فقراء اور نادار (ضرورت مند گوشت کے) زیادہ ہوں تو زیادہ گوشت والا جانور افضل ہے۔ اور اگر حاجتمند کم ہوں تو پھر جس جانور کی قیمت زیادہ اور گوشت عمدہ ہو وہ افضل ہے۔ (کفایت المفتی ص۱۹۳ ج۸)

مسئلہ ایسے جانور کی قربانی کرنا جو بہت زیادہ فربہ اور موٹا تازہ ہو مستحب ہے۔ چنانچہ ایک فربہ بکرے کی قربانی دو کمزور دُبلے بکروں کی قربانی سے افضل ہے۔ ایسے ہی گوشت والی بکری کی قربانی کم گوشت والی بکری کی قربانی سے افضل ہے، بشرطیکہ گوشت خراب نہ ہو، یعنی زیادہ گوشت والی بکری کا گوشت خراب ہو تو پھر اس کی قربانی افضل نہیں ہے۔ (مظاہر حق جدید ص۳۰۵ ج۲)

مسئلہ اگر گائے (بڑے جانور) کے ساتویں حصہ کی قیمت اور بکری کی قیمت برابر اور گوشت بھی برابر ہے تو بکری خریدنا افضل ہے۔

مسئلہ بھیڑ سے بکری افضل ہے۔ بکریوں اور اونٹوں میں مادہ کی قربانی نر سے بہتر و افضل ہے علیٰ ہذا القیاس، بیل سے گائے بہتر ہے۔

مسئلہ جس قربانی کی قیمت زیادہ ہو وہ بہتر ہے اور اگر دو جانوروں کی قیمت برابر ہو، لیکن ایک کا گوشت زیادہ ہے تو وہی بہتر و افضل ہے۔ نیز اگر دو لاغر (کمزور) بکریاں بھی اتنی ہی قیمت میں آتی ہیں اور ایک موٹی تازی بھی، تو ایک فربہ خریدنا افضل و بہتر ہے۔ (فتاویٰ محمدیہ ص۷۷ ج۱)

قربانی کا جانور خرید کر نفع سے بیچنا

سوال زید نے قربانی کے لیے بکرا خریدا، جتنے کا خریدا تھا اس سے زیادہ قیمت پر فروخت

Marfat.com

کر کے پھر اور خرید لیا، کیا قربانی کے جانور کو فروخت کیا جا سکتا ہے؟

جواب قربانی کے جانور کو فروخت نہ کرنا چاہئے تھا۔ اگر فروخت کر کے دوسرا کم قیمت کا خریدے تو جو نفع حاصل ہوا ہے اُسے بھی خیرات کر دینا چاہئے۔ (کفایت المفتی ص ۱۹۷ ج ۸)

چوری کے جانور کی قربانی

سوال قربانی کے لیے جو جانور خریدا بعد میں معلوم ہوا کہ یہ چوری کا تھا، اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟

جواب اگر چوری کرنے والے سے وہ جانور خریدا ہے تو اس کی قربانی جائز نہیں دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے۔ (کفایت المفتی ص ۱۹۷ ج ۸)

مسئلہ اگر ذبح ہونے کے بعد اصل مالک اجازت دے دے، کھانا جائز ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۵۵۰ ج ۳)

کانجی ہاؤس سے لیے ہوئے جانور کی قربانی

کانجی ہاؤس سے خریدے گئے جانور کی قربانی درست ہے۔ البتہ عرفاً بدنامی کا موجب ہے۔ اس لیے بلا ضرورت بدنام بالخصوص مقتدا کے لیے زیبا نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۴۱ ج ۳)

خصّی جانور کی قربانی

خصّی بکرے، میں ڈھے، بیل کی قربانی جائز ہے، اس میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں ہے، دونوں قسم کے (خصیتین کو کاٹ کر یا دبا کر خصیتین نکال دیئے جاتے ہیں) خصّی کی قربانی جائز ہے، عضو کا حکم ہو جانا اور کچل کر بے کار کر دینا یکساں ہے۔ مگر یہ عیب گوشت کی عمدگی کے لیے قصداً کیا جاتا ہے، اس لیے اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ۱۹۳ ج ۸)

اور حدیث شریف میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خصّی جانور کی قربانی فرمائی ہے، اس لیے یہ عیب قربانی کے جواز کے لیے مانع نہیں ہے۔

(کفایت المفتی ص ۱۹۴ ج ۵)

جانور کو فربہ (موٹا تازہ) بنانے یا کسی منفعت کی نیت سے خصّی کرنا جائز ہے اور جس عبارت سے خصّی کرنے کی ممانعت معلوم ہوتی ہے وہ بلا وجہ شرعی اور بطور (تفریح) لہو ولعب

Marfat.com

کرنے پر محمول ہے۔ فقہاء علیہ الرحمہ نے خصّی کرنا جائز ہونے کے لیے منفعت کی قید لگائی ہے، اگر منفعت نہ ہوتو حرام ہے، اور منفعت یہ ہے کہ جانور کو فربہ بنانا مقصود ہو، یا یہ نیت ہو کہ وہ کاٹنے سے باز رہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۷۱ ج ۶ بحوالہ عالمگیری ص ۲۳۷ ج ۶ کتاب الکراہیۃ)

لون کے پیسے سے خریدے ہوئے جانور کی قربانی

سوال احقر نے چند سال پہلے ایک بھینس لون سے خریدی تھی۔ اب اس کا ایک بچہ ہے، میں اس کی قربانی کرسکتا ہوں یا نہیں؟

جواب جس بھینس کے بچے کے بارے میں آپ نے پوچھا ہے اس کی قربانی درست ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۳ ج ۶)

اگر قربانی کے جانور نایاب ہو جائیں؟

سوال قربانی کے جانور اب کے بہت کم آئے ہیں، جو کچھ ہیں بھی وہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس لیے وہ بہت گراں ہیں ایسی صورت میں قربانی کے لیے اگر جانور نہ مل سکے تو قربانی کے تعین کے بعد کم سے کم کتنے دام خیرات کرے جس سے کہ قربانی کا ثواب مل سکے؟

جواب قربانی کے جانور کی یا بڑے جانور کے ساتویں حصے کی قیمت خیرات کردے۔

(کفایت المفتی ص ۲۱۳ ج ۸)

نوٹ اگر کسی جگہ قربانی کے لیے جانور نہ مل سکیں یا حالات خراب ہونے کی وجہ سے کرفیو وغیرہ نافذ ہوتو وہاں پر بھی اس پر عمل کر سکتے ہیں یعنی بقرعید کے تین دن انتظار کرنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کردیا جائے۔ (محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

سانڈ (بجھار) کی قربانی کا حکم

غیر اللہ کے لیے جانور کے نامزد کرنے کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسی جانور کو غیر اللہ کے نام پر خدمت اور کام لینے سے آزاد کردیا جائے۔ اس کی جان قربان کرنا مقصود نہ ہو، یہ سائبہ ہے جس کو ہمارے یہاں سانڈ اور بجھار کہتے ہیں۔ سانڈ کا مالک اس کو کسی بُت یا دیوتا کے نام پر کام اور خدمت لینے سے آزاد کرکے چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا مقصد یہ نہیں ہوتا کہ اس کی جان

Marfat.com

کسی غیر اللہ کے لیے قربان کرے۔ اس قسم کے جانور کو خریدنا، اگر مالک فروخت کرے تو جائز ہے اور وہ خریدنے کے بعد خریدار کی ملک ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کو ذبح کر کے کھانا بھی جائز ہے۔ کیونکہ جب مالک ان کے بیچنے کے لیے تیار ہو گیا اور اس نے بیچ ڈالا تو یہ دلیل اس امر کی ہے کہ اس نے جانور سے کام لینے کی جو نیت کی تھی وہ بدل ڈالی ورنہ وہ ہرگز نہ بیچتا۔ مگر ایسے جانور یعنی سانڈ کو اگر کوئی شخص اس کے مالک سے خریدے بغیر پکڑ کر ذبح کر لے تو اس کا کھانا حرام ہے، مگر اس کی حرمت مالِ غیر ہونے کی بناء پر ہے نہ کہ ''وما اھل لغیر اللہ بہ'' میں داخل ہونے کی بناء پر، سائبہ جانور اپنے مالک یعنی چھوڑنے والے کی ملک سے خارج نہیں ہوتا۔ دوسری قسم نامزد کرنے کی یہ ہے کہ مالک اس جانور کی جان کسی غیر اللہ پر قربان کرنے کے لیے اس کے نام پر جانور کو نامزد کرتا ہے۔ یہ جانور اگر مالک کی اسی نیت کے مطابق ذبح ہو جائے تو حرام اور مردار ہو جاتا ہے، اگرچہ ذبح کرنے والا بسم اللہ الخ پڑھ کر ذبح کرے جب بھی حرام و مردار ہی رہے گا۔ جیسے اکثر ہنود (غیر مسلم) دیوی، یا کسی بُت کے نام پر جانور کی جان قربان کرنے کے لیے لاتے ہیں مگر اپنے ہاتھ سے ذبح نہیں کرتے، کوئی مسلمان وہاں ہوتا ہے اس سے کہتے ہیں کہ اس کو ذبح کر دو، وہ بسم اللہ کہہ کر ذبح کر دیتا ہے تو اس کی بسم اللہ سے وحلال نہیں ہونگے۔ یا وہی مالک اپنی نیت کے موافق اس جانور کو اپنے سامنے ذبح نہیں کراتا بلکہ پجاری کو دے جاتا ہیکہ اس کو دیوی کے اوپر قربان کر دینا پجاری ان جانوروں کو فروخت کر دیتا ہے اور مسلمان خرید کر بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کر لیتے ہیں، یہ بھی حرام ہیں۔ کیونکہ ان میں نیت ان کے اصل مالک کی ہی معتبر ہوگی، اور اس کی نیت یہ تھی کہ ان کی جان غیر اللہ کے لیے قربان ہو، پجاری کے فروخت کرنے اور مسلمان کے خریدنے سے وہ نیت (مالک کی) کالعدم نہ ہوگی، بلکہ پجاری کی بیع (بیچنا) باطل ہوگی۔

ایسے جانور جن کی جان کو کسی غیر اللہ کے لیے قربان کرنے کی نیت کی گئی ہو، صرف ایک صورت میں جائز اور حلال ہو سکتے ہیں، کہ ان کو ذبح کرنے سے پہلے ان کا مالک اپنی اس نیت کو بدل لے اور اس گناہ سے توبہ کر لے کہ اس نے ایک جانور کی جان غیر اللہ پر قربان کرنے کا ارادہ کیا تھا توبہ کر لینے کے بعد اس جانور کو خاص خدا کے لیے ذبح کرنے کی نیت کر کے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرے تو یہ حلال ہوگا۔ نیت کی تبدیلی ذبح سے پہلے معتبر ہوگی۔ اور ذبح تقرب غیر اللہ

Marfat.com

کی نیت پر ہو گیا تو پھر نیت کی تبدیلی معتبر نہیں، بلکہ وہ میتہ اور مردار ہو گیا جو پھر توبہ یا نیت کی تبدیلی سے پاک اور حلال نہیں ہو سکتا ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۳۲ ج ۸)

حاملہ جانور کی قربانی

سوال: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگ اونٹ اور گائے اور بکری کو ذبح کرتے ہیں تو بعض دفعہ انکے پیٹ سے بچہ نکلتا ہے، اس بچہ کو حرام سمجھ کر ڈالدیں یا وہ حلال ہے؟

جواب: حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دل چاہے تو ذبح کر کے کھالو، کیونکہ اس کو ذبح کرنے کا بھی وہی طریقہ ہے جو اس کی ماں کے ذبح کرنے کا۔ (ابوداؤد وترمذی)

تشریح: اگر پیٹ سے مردہ بچہ نکلا ہے تو وہ بالکل حرام ہے اور اگر زندہ نکلا ہے تو ذبح کر کے اس کا کھانا جائز وہ حلال ہے جیسا کہ اس سوال کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اور اگر ذبح سے پہلے ہی مر گیا تو حرام ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ شبہ تھا کہ شاید ایسا کمزور اور بالکل نیا نکلا ہوا بچہ ذبح کرنا جائز نہ ہو کیونکہ یہ ذرا خلافِ رحم معلوم ہوتا ہے۔

جواب کا حاصل یہ ہے کہ ذبح کے وقت پیٹ میں سے نکلے ہوئے بچے اور دوسرے جانوروں کے ذبح میں کچھ فرق نہیں ہے۔ (فتاویٰ محمدیہ ص ۴۰)

مسئلہ: حمل والے جانور کو ذبح کرنا جائز ہے۔ البتہ جس کے بچہ پیدا ہونے کی مدت بہت ہی قریب آ گئی ہو، اس کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمدیہ ص ۴۰ ج ۱)

مسئلہ: اور اگر بچہ کو ذبح نہ کیا یہاں تک کہ قربانی کے دن گذر گئے تو اس زندہ بچہ کو صدقہ کر دیا جائے۔ اور اگر ایام قربانی کے بعد ذبح کر کے کھالیا تو اس کی قیمت کا صدقہ کیا جائے گا۔

(شامی ص ۲۰۵ ج ۵)

(اور اگر بچہ کو پال لیا اور بڑے ہونے پر قربانی کر دی تو اس کی واجب قربانی ادا نہ ہوگی، اور اس کا پورا گوشت صدقہ کرنا واجب ہوگا، اگر قربانی واجب ہے تو دوسری قربانی کرنا ہوگی۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

قربانی خود کرے یا دوسری جگہ رقم بھیج دے؟

سوال: افریقہ والے اپنی قربانی ہندوستان میں کراتے ہیں، وہاں خود نہیں کرتے، اس میں کوئی

Marfat.com

حرج تو نہیں؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں قربانی بدون حرج کے درست ہے۔ مگر بہتر یہ ہے کہ قربانی کا جانور خود پسند کر کے اس کی خدمت گزاری کر کے محبت کا تعلق پیدا کرے کیونکہ یہ ایک بڑے ثواب کا ذریعہ بننے والا ہے، یہی نہیں بلکہ اولاد کی قربانی کے قائم مقام ہے یعنی اس کو قربان کرنا اولاد کو قربان کرنے کے برابر ہے، اور مستحب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، اگر ذبح نہ کر سکے تو اس مبارک وقت پر حاضر رہے، اور مستحب یہ ہے کہ اپنی قربانی میں سے کھائے۔ ہو سکے تو عید کے مبارک دن میں کھانے کی ابتداء اپنی قربانی کے گوشت سے کرے اور پڑوسی وعزیز واقارب نیز غریبوں اور رشتہ داروں کو کھلائے۔ دوسری جگہوں پر قربانی کرانے سے مذکورہ بالا برکتوں سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ اگر کسی عذر یا شرعی مصلحت کی بناء پر یہ کیا جاتا ہو (قربانی کسی اور جگہ پر کرائی جاتی ہے) تو پورے اجر کی بلکہ زیادہ ثواب کی بھی امید کی جا سکتی ہے، صحیح طریقہ اور نیت پر مدار ہے، وطن میں خویش واقارب اور رشتہ داروں کا حق ادا کرنے کے لیے بعض قربانی کا انتظام کر سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۸۵ ج ۲)

قربانی کا وقت

عن البراء قال خطبنا النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم النحر وقال ان اوّل مانبدء بہ فی یومنا ھٰذا ان نصلی ثم نرجع فننحر فمن فعل ذٰلک فقد اصاب سنتنا ومن ذبح قبل ان نصلی فانما ھو شاۃ لحم عجلہ لاھلہ لیس من النسک فی شیءٍ۔

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید قرباں کے دن خطبہ دیا، اس میں ارشاد فرمایا: آج کے دن کے خاص کاموں میں سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اللہ کے حضور میں نمازِ عید ادا کریں، پھر وہاں سے لوٹ کر ہم قربانی کریں، جو اس طرح کرے گا وہ ہمارے طریقہ کے مطابق ٹھیک کرے گا (اور اس کی قربانی ٹھیک ادا ہوگی) اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کر ڈالی اس کی قربانی بالکل نہیں ہوئی، بلکہ اس نے اپنے گھر والوں کے گوشت کھانے کے لیے بکری ذبح کر لی ہے۔ (اس سے زیادہ اس کی کوئی حیثیت نہیں)۔

(معارف الحدیث ص ۲۱۶ ج ۲ بحوالہ صحیح بخاری ومسلم)

Marfat.com

مسئلہ بقر عید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے، چاہے جس دن قربانی کرے، لیکن قربانی کرنے کا سب سے بہترین دن بقر عید کا پہلا دن ہے، پھر گیارہویں تاریخ، پھر بارہویں تاریخ۔ (بہشتی زیور ص ۳۷ ج ۳ بحوالہ قدوری ص ۱۹۸)

مسئلہ بقر عید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے، جب لوگ نماز پڑھ چکیں تب قربانی کرے، البتہ اگر کوئی دیہات اور گاؤں میں (کہ جہاں پر نمازِ جمعہ وعیدین واجب نہیں) رہتا ہو تو وہاں طلوع صبح صادق کے بعد بھی قربانی کر دینا درست ہے، شہر کے اور قصبہ کے رہنے والے نماز کے بعد قربانی کریں۔

مسئلہ اگر کوئی شہر کا رہنے والا اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے تو اس کی قربانی بقر عید کی نماز سے پہلے بھی درست ہے، اگر چہ وہ خود شہر ہی میں موجود ہو، لیکن جب قربانی دیہات میں بھیج دی تو نماز سے پہلے درست ہو گیا ذبح ہو جانے کے بعد اس کو منگوا لے اور گوشت کھالے۔

(عالمگیری ص ۲۹۴ ج ۴)

مسئلہ بارہویں تاریخ کے سورج ڈوبنے سے پہلے قربانی کرنا درست ہے۔ اور جب سورج ڈوب گیا تو اب قربانی درست نہیں۔

مسئلہ دسویں سے بارہویں تاریخ تک جب جی چاہے قربانی کرے، چاہے دن میں یا رات میں، لیکن رات کو ذبح کرنا بہتر نہیں کہ شاید کوئی رگ نہ کٹے اور قربانی درست نہ ہو۔

(عالمگیری ص ۲۹۶ ج ۵)

مسئلہ اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے، اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو کسی اور سے ذبح کرالے، لیکن ذبح کے وقت وہاں جانور کے سامنے کھڑے ہو جانا بہتر ہے۔

مسئلہ اگر قربانی کرنے والے نے نمازِ عید نہیں پڑھی مگر شہر کی کسی بھی مسجد میں عید کی نماز ہو گئی تو اس صورت میں بغیر نمازِ عید پڑھے قربانی کر سکتا ہے، کیونکہ خود قربانی کرنے والے کا نمازِ عید سے فارغ ہونا شرط نہیں ہے قربانی کے لیے بلکہ مسجد یا عید گاہ میں نماز ہو چکنا کافی ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۵۹۷ ج ۳)

مسئلہ اگر کسی وجہ سے نمازِ عید دسویں تاریخ کو نہ پڑھی گئی تو اس روز جب نماز کا وقت گذر جائے یعنی زوال کے بعد ذبح کرنا جائز ہوگا۔

مسئلہ اگر عید الاضحیٰ کی نماز گیارہویں یا بارہویں تاریخ کو ادا کی گئی تو نماز سے قبل ذبح کرنا

بھی جائز ہے۔

(کرفیو، آندھی، طوفان، بارش وغیرہ کے عذر سے نماز میں تاخیر کرنا جائز ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مسئلہ اگر شہر میں ایک مقام پر نمازِ عید ہو چکی ہے، لیکن دوسری جگہ ابھی نماز نہیں ہوئی تب بھی ذبح جائز ہے۔ (فتاویٰ محمدیہ ص ۷۷ ج ۱)

مسئلہ جن بستیوں یا شہروں میں نمازِ جمعہ وعیدین جائز ہے، وہاں نمازِ عید سے پہلے قربانی جائز نہیں۔ اگر کسی نے نماز سے پہلے قربانی کر دی تو اس پر دوبارہ قربانی لازم ہے۔ البتہ چھوٹے گاؤں میں جہاں جمعہ وعیدین کی نمازیں نہیں ہوتیں، یہ لوگ دسویں تاریخ کی صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں۔ ایسے ہی اگر کسی عذر کی وجہ سے نمازِ عید پہلے دن نہ ہو سکے تو نمازِ عید کا وقت گذر جانے کے بعد قربانی درست ہے۔ (جواہر الفقہ ص ۴۴۹ ج ۱)

مسئلہ اگر کسی شہر میں فساد ہو گیا اور نماز پڑھنا مشکل ہو گیا اور لوگوں نے طلوعِ فجر کے بعد ہی قربانی کر ڈالی تو درست ہے۔

مسئلہ اگر قربانی کے دن میں شک ہو جائے تو زیادہ اچھا ہے کہ تیسرے دن تک قربانی کو مؤخر نہ کرے۔ اور اگر مؤخر کر دیا تو مناسب یہی ہے کہ گوشت نہ کھائے بلکہ صدقہ کر دے۔

(مسائلِ قربانی ص ۳۱ بحوالہ بزازیہ علی الہندیہ ص ۲۸۸ ج ۶)

مسئلہ حیلہ۔ اگر کسی مصلحت سے قربانی بہت جلدی کرنے کی شہر والے کو ضرورت ہو تو اپنی قربانی کا جانور شہر کی حدود سے باہر جنگل میں یا کسی ایسے چھوٹے گاؤں میں (قریب کے) بھیج دے جہاں نمازِ عید نہیں ہوتی، اس کا خادم وملازم دسویں تاریخ کو طلوعِ فجر کے بعد ذبح کر دے اور پھر شہر میں لے آئے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۷۷ ج ۱)

مسئلہ قربانی میں معتبر جو ہے وہ قربانی کا مکان (جگہ) ہے نہ اس شخص کا مکان جس پر قربانی واجب ہے یعنی اگر قربانی دیہات میں ہے اور قربانی کرنے والا شہر میں ہے تو طلوعِ فجر کے وقت اس کی قربانی جائز ہے اور اگر قربانی شہر میں ہو اور قربانی کرنے والا دیہات میں ہو تو قربانی نمازِ عید تک جائز نہیں۔

مسئلہ اگر گاؤں کے لوگوں میں سے (جہاں نماز جمعہ وعیدین واجب نہیں) کوئی شخص شہر میں نمازِ عید کے لیے آیا اور اپنے اہل سے کہہ آیا کہ قربانی کر دیں تو ان کو اختیار ہے کہ اس کی طرف سے

Marfat.com

(جبکہ وہ گاؤں سے چلا گیا ہو) طلوع فجر ہی کے بعد قربانی کر دیں۔ (فضائل عشرہ ذی الحجہ ص ۴۷)

گاؤں میں قربانی کا وقت

قریہ (گاؤں) میں جہاں جمعہ وعیدین صحیح نہیں ہے۔ فجر کے بعد قربانی کے جائز ہونے کی وہی حدیثیں دلیل ہیں جن میں نماز سے پہلے ذبح کرنے کی ممانعت وارد ہے۔ کیونکہ نماز سے پہلے کی قید سے معلوم ہوا کہ وہاں نماز ہوتی ہے۔ پس جس جگہ نماز عیدین کی ہوتی ہے۔ یعنی شہر یا بڑے گاؤں (قریہ کبیرہ) وہاں نماز سے پہلے قربانی کرنا ممنوع وباطل ہے اور جس جگہ نماز نہیں ہوتی جیسے قریہ صغیرہ (چھوٹا گاؤں) اس ممانعت میں داخل نہ ہوا۔

(عزیز الفتاویٰ ص ۷۲۱ ج ۱)

ذبح کرنے والا کیسا ہو؟

مسئلہ مشہور ہے کہ ذبح کرنے والے کی بخشش نہ ہوگی، سو یہ محض غلط ہے۔

مسئلہ قواعدِ فقہیہ کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ذبح پر اجرت لینا جائز ہے، بشرطیکہ اجرت معین ہو، کام بھی معین ہو۔ مثلاً جانور اتنی قیمت (دینی ہوگی)۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۶۶۹ ج ۱)

مسئلہ ذبح کرنے کی اُجرت جائز ہے اور وہ ذبح کرنے والے کا حق ہے۔

مسئلہ ذبح کرنے والے کی امامت جائز ہے، یعنی محض اُجرت پر ذبح کرنے کی وجہ سے کراہت پیدا نہیں ہوتی۔ (نیز) کسی شخص کو ذبح کرنے کی اُجرت ہمیشہ لینا جائز ہے۔

(کفایت المفتی ص ۲۴۵ ج ۸)

مسئلہ پیشہ قصابی اور گوشت فروشی درست ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہ پیشہ اہل اسلام میں جاری تھا اور بعض صحابہؓ اس کام کو کرتے تھے۔ پس شرعاً یہ پیشہ اور یہ فعل ممنوع نہیں اور قابلِ مؤاخذہ نہیں ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۷۹۱ ج ۱)

مسئلہ جب کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو تو جانور کا پکڑنے والا خواہ مشرک ہو یا مسلمان کچھ حرج نہیں، اور نہ پکڑنے والے پر "بسم اللہ اللہ اکبر کہنا واجب ہے، اور پکڑنے والا مشرک اگر "بسم اللہ اللہ اکبر کہے تو کچھ مفید نہیں۔

ہاں شریک فی الذبح پر بسم اللہ اللہ اکبر کہنا واجب ہے اور صرف جانور کو پکڑنے والا

Marfat.com

شریک فی الذبح نہیں ہے۔ درمختار میں ہے کہ جو شخص ذبح کرنے والے کے ہاتھ کو زور دے اور چھری چلانے میں اپنے ہاتھ کا سہارا دے وہ شریک فی الذبح ہے اور اس پر بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۴۶ ج ۸)

مسئلہ: قربانی کا کوئی جز کھال ہو یا گوشت وغیرہ اُجرتِ قصاب میں دینا یا قیمت میں مجری کرنا سخت ممنوع ہے، گو قربانی میں خلل نہیں آتا، لیکن بقدرِ قیمت کھال (وغیرہ) کے اس شخص پر مساکین کو صدقہ کرنا واجب رہے گا۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۴۹ ج ۲)

مسئلہ: مشہور ہے کہ ولد الزنا (حرام زادہ) کا ذبح کیا ہوا درست نہیں ہے، سو یہ محض غلط ہے۔ (یعنی ایسے شخص کا ذبیحہ جائز ہے)۔

مسئلہ: بعض عوام عورتوں کے ذبح کیے ہوئے کو درست نہیں سمجھتے، یہ بھی غلط ہے۔

مسئلہ: بعض عوام سمجھتے ہیں کہ ذابح (ذبح کرنے والے) کی اعانت کرنے والا مثلاً جانور پکڑنے والا کافر ہو تو ذبیحہ حلال نہیں۔ یہ سمجھنا بالکل غلط ہے۔ (اغلاط العوام ص ۱۷۹)

(چونکہ کافر یہ غیر مسلم صرف معین ہے نہ کہ ذبح کرنے والا اور نہ ذابح کا شریک کیونکہ جو ذبح کرنے والے کو ہاتھ کے زور دے یا چھری چلانے میں اپنے ہاتھ کا سہارا دے وہ شریک مانا جاتا ہے اور یہاں یہ بات نہیں ہے اس لیے ذبیحہ حلال ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مسئلہ: گونگے کا ذبح کیا ہوا بھی درست ہے کیونکہ وہ بسم اللہ کے ترک کردینے میں معذور ہے۔ (نفع المسائل والمفتی ص ۱۳۵)

مسئلہ: قومِ قصاب کے کسی شخص کے ہاتھ کا ذبیحہ حرام نہیں۔ کیونکہ قصاب (قصائی) بھی مسلمان ہیں اور مسلمان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہو حلال ہے۔

مسئلہ: ذبیحہ ہر مسلمان کا حلال ہے۔ بدمزاجی و بدزبانی سے ذبیحہ کی حلت یعنی حلال ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔

مسئلہ: ذبح کی حلت کے لیے ذبح کرنے والے کا بینا ہونا شرط نہیں ہے نابینا کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔ اگرچہ بہتر یہ ہے کہ آنکھوں والے سے ذبح کرایا جائے تاکہ وہ ذبح کے کمال اور نقصان کو دیکھ کر معلوم کرسکے۔ تاہم نابینا کا ذبح کیا ہوا حرام نہیں ہے۔

مسئلہ: زانیہ کے مرد (شوہر) کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا حلال ہے خواہ وہ شخص اس برے فعل سے اپنی بیوی کو منع کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، دونوں صورتوں میں اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے۔

Marfat.com

مسئلہ ذبح کرنے والا نماز روزہ کا پابند نہیں اور پاک بھی نہیں رہتا۔ اور نشہ بھی کرتا ہے جب بھی اس کا ذبح کیا ہوا جائز ہے، ذبیحہ کے جواز کے لیے ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا کافی ہے، بشرطیکہ ذبح کرتے وقت قصداً بسم اللہ اللہ اکبر کو ترک نہ کرے۔

مسئلہ ہندو نے جانور کے پکڑنے اور قابو کرنے میں مدد کی اور ذبح مسلم نے کیا تو اس میں کوئی خرابی نہیں، مذبوحہ حلال ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۶۱ تا ص ۲۶۳ ج ۸)

مسئلہ عورت اور نابالغ کا ذبح کیا ہوا بشرطیکہ ذبح کر سکتا ہو اور بسم اللہ کہے تو جائز ہے۔

(امداد الفتاوی ص ۵۴۸ ج ۳)

مسئلہ مسلمان کے ذبیحہ میں کچھ وہم اور شک نہ کرنا چاہیے، احتمال سے ذبیحہ حرام نہیں ہوتا۔

(عزیز الفتاوی ص ۷۴۳ ج ۱)

مسئلہ اگر تعظیم غیر اللہ کی مقصود نہ ہو تو تعیین مکان ذبح جائز ہے۔ (امداد الفتاوی ص ۵۴۷ ج ۳)

مسئلہ قربانی کرنے والے کو بسم اللہ اللہ اکبر کہنا لازم (واجب) ہے۔ نیت کی دعاء پڑھے یا نہ پڑھے۔ صرف دل سے یہ ارادہ کر لینا کہ قربانی کرتا ہوں کافی ہے۔ (کفایت المفتی ص ۱۸۰ ج ۸)

مسئلہ ذبح کرتے وقت صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہنا چاہیے اور کھانا کھاتے وقت پوری بسم اللہ پڑھی جائے۔ (کفایت المفتی ص ۲۶۳ ج ۸)

مسئلہ شرکاء کے نام قربانی میں ذبح کرتے وقت پکارنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہاں ذبح کرنے والا نیت میں ان سب کی جانب سے ذبح کرنے کا خیال رکھے، اور اگر اتفاقاً پکار دیئے جائیں، اور مقصود اعلام ہو تو مضائقہ نہیں لیکن پکارنے کو ضروری یا قربانی میں لازم سمجھنا بے اصل ہے۔ (کفایت المفتی ص ۱۸۴ ج ۸)

غیر مسلم کے ذبیحہ کا حکم

ذبیحہ کی حلت کے لیے ذابح کا مسلمان ہونا یا کتابی ہونا شرط ہے، غیر کتابی کا ذبح کیا ہوا حلال نہیں، پس جاٹوں (غیر مسلم ہیں) یا سکھوں کا جھٹکہ حلال نہیں کہ یہ کتابی نہیں ہیں، غیر کتابی کے ذبیحہ کی حرمت پر علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مجوسیوں اور عرب کے تمام مشرکوں اور تمام بت پرستوں اور غیر کتابی کافر کا ذبح کیا ہوا حرام ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۴۹ ج ۸)

Marfat.com

شیعہ کا ذبیحہ

سوال شیعوں میں چند فرقے ہیں۔ سب کا ذبیحہ ناجائز ہے یا کسی خاص فرقہ کا؟

جواب جو رافضی تبرا گو ہو اور سبّ شیخین کرتا ہو، اس کو بعض فقہاء نے کافر و مرتد کہا ہے، ان کے ذبح کیے ہوئے میں مسلمان سنیوں کو احتیاط لازم ہے ان کا ذبیحہ نہ کھایا جائے۔ اصل یہ ہے کہ شیعوں کے بعض فرقے بالاتفاق کافر ہیں وہ جو افک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے معتقد ہیں یا الوہیتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قائل ہیں۔ یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کے منکر ہیں یا بدا کے قائل ہیں، ان کے ساتھ مناکحت (شادی بیاہ) اور ان کا ذبح کیا ہوا بالاتفاق ناجائز ہے۔ اور ایک فرقہ جو سبّ شیخین کرتا ہو، اور امورِ بالا کا معتقد نہ ہو۔ اس کے کفر میں اختلاف ہے، ان کے ذبیحہ اور مناکحت میں احتیاط کرنا لازم ہے۔ اور ایک فرقہ جو محض تفضیلیہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلفائے ثلٰثہ سے افضل جانتا ہے، مگر کسی کو برا نہیں کہتا اور سبّ شیخین نہیں کرتا، ان کا ذبیحہ حلال ہے اور وہ مسلمان ہیں، اگرچہ سنّی نہیں ہیں۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۹۷ ج ۱)

بندوق کا ذبیحہ

مچھلی کا بندوق سے شکار کرنا جائز ہے اور حلال ہے، کوئی وجہ ممانعت کی نہیں ہے۔ مچھلی کے سوا باقی جانوروں کو اگر بندوق سے شکار کیا جائے اور وہ جانور مر جائیں، ذبح کرنے کی نوبت نہ آئے تو وہ جانور حرام اور مُردار ہو جاتے ہیں، ان کا کھانا جائز نہیں، اگرچہ بندوق چلاتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چلائی ہو۔ اگر بندوق کا شکار زندہ ہاتھ آجائے اور ذبح کر لیا جائے تو حلال ہے ورنہ حرام۔

تیر جب بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چلا جائے اور اس کا شکار مر بھی جائے تب بھی حلال ہے، مگر بندوق کا یہ حکم نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۳۹ ج ۸)

عورت کا ذبیحہ

عورت کا ذبح کیا ہوا بلاشبہ درست ہے، جو لوگ اس کو حرام کہتے ہیں وہ گنہگار ہیں، البتہ چونکہ عورتیں اس کام کو کم جانتی ہیں اور بوجہ ضعفِ قلب کے یہ بھی احتمال ہے کہ ہاتھ نہ چلے،

Marfat.com

اس لیے بلاضرورت آج کل ان کے سپرد کرنا ذبح کرنے کا کام مناسب نہیں، لیکن حلال ہونے میں پھر بھی شبہ نہیں یعنی جائز ہے۔ (امداد المفتین ص ۹۵۷ ج ۲)

بے ہوش کر کے ذبح کرنا

ذبح سے پہلے پستول سے دماغ میں نشانہ لگا کر پھر ذبح کرنا، یہ طریقہ خلافِ سنت اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ اس میں جانور کے حرام ہو جانے کا ظنِ غالب ہے اور وہ یہ کہ اگر اس ضرب (چوٹ) سے جانور کی ہلاکت متیقن ہو جائے تو پھر اس کے گلے پر چھری پھیرنا بے کار ہوگا اور جانور حرام ہو جائے گا۔ (کفایت المفتی ص ۲۵۶ ج ۸)

مسئلہ شریعت نے جو ذبح کو حلال ہونے کی شرط ٹھہرائی ہے اس کی علت جیسا کہ نصوص سے واضح ہے یہ ہے کہ بہنے والا خون ذبیحہ کے بدن سے نکل جائے اور قواعد سائنس سے اس کا قوی احتمال ہے کہ جانور کی طبیعت اس کے ہوش کی حالت میں قوی ہوتی ہے، اور بے ہوشی جس درجہ ہوگی، اسی قدر اس کی طبیعت ضعیف ہوگی، اور خون کا خارج کرنا یہ فعل طبیعت کا ہے، پس جس قدر طبیعت میں قوت ہوگی خون زیادہ خارج ہوگا، اور جس قدر طبیعت میں ضعف ہوگا خون کم خارج ہوگا، پس قصداً طبیعت کو ضعیف کرنا، خون کم نکلنے دینے کا اہتمام جو صریح مزاحمت ہے مقصود شارع کی یہ تو شرعی خلاف ورزی ہے، اور خون بدن میں کافی موجود ہونے کے بعد جب کم نکلے گا تو وہ گوشت ہی میں مل جائے گا۔ اور جب کہ جانور کے خود مرنے سے پورا خون گوشت میں ہی مل جانے سے طب نبوی کی منشاء کے خلاف ہے اور بے ہوش کر کے ذبح کرنے میں تو کچھ نہ کچھ خون گوشت میں ضرور شامل ہوگا اور یہ شریعت کے خلاف ہے۔ اور اگر کسی وجہ سے بلا تدبیر اختیاری ہو، اس میں مکلف معذور ہے اس سے حرمت یا کراہت کا حکم نہ کیا جائے گا۔

(امداد الفتاویٰ ص ۶۰۸ ج ۳)

(یعنی بغیر بے ہوش کیے ہوئے اگر خون کسی جانور میں سے ذبح کرتے ہوئے کم نکلے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ رفعت قاسمی غفرلہ)۔

ذبح کرنے کا اسلامی طریقہ

یہ سب جانتے ہیں کہ دنیا میں گوشت خوری کا دستور انتہائی قدیم ہے لیکن اسلام سے

Marfat.com

پہلے جانوروں کا گوشت کھانے کے عجیب عجیب طریقے بغیر کسی پابندی کے اختیار کیے ہوئے تھے، مردار کا گوشت کھایا جاتا تھا، زندہ جانور کے کچھ اعضاء (ضرورت کے مطابق) کاٹ کر کھالیے جاتے تھے۔ جانور کی جان لینے کے لیے بھی انتہائی بے رحمانہ سلوک کیا جاتا تھا، کہیں لاٹھیوں سے مار کر، کہیں تیروں کی بوچھار کر کے جانور کی جان لی جاتی تھی۔

اسلام نے سب سے پہلے تو یہ تفریق کی کہ مردار کا گوشت حرام کیا، جو انسان کی جسمانی اور روحانی دونوں صحتوں کو برباد کرنے والا ہے، ان جانوروں کو حرام قرار دیا جن کے گوشت سے اخلاقِ انسانی مسموم ہو جاتے ہیں۔ جیسے خنزیر، کتا، بلی، درندے جانور وغیرہ، پھر جن جانوروں کو حلال کیا ان کا گوشت کھانے میں بھی ایسا پاکیزہ طریقہ بتلایا جس سے ناپاک خون زیادہ سے زیادہ نکل جائے، اور جانور کو تکلیف کم سے کم ہو، طبی اصول پر انسانی صحت اور غذائی اعتدال میں اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہوسکتا جیسا کہ موجودہ زمانے کے ڈاکٹروں نے طبی تحقیق کے ساتھ اس کو ثابت کیا ہے۔ بہرحال اسلام نے جانوروں کا گوشت کھانے میں انسان کو آزاد نہیں چھوڑا، کہ جس طرح درختوں کے پھل اور ترکاریاں وغیرہ جس طرح چاہیں کاٹیں اور کھالیں، اسی طرح جانوروں کو جس طرح چاہیں کھاجائیں۔

یہ ظاہر ہے کہ انسان کی غذا، خواہ نباتات سے ہو یا حیوانات سے ہو، سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی نعمتیں ہیں اور اس حیثیت سے ہر کھانے کو اللہ کا نام لیکر کھانا اور کھانے سے فارغ ہو کر اللہ کا شکر ادا کرنا، سنتِ اسلام ہے، جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے اتنا عام کیا کہ وہ ایک اسلامی شعار بن گیا، لیکن جانوروں کے ذبح پر اللہ کا نام لینے کا معاملہ اس سے کچھ آگے ہے کہ جانور کا گوشت اس کے بغیر حلال ہی نہیں ہوتا، کوئی غافل انسان ترکاری، پھل وغیرہ کو بغیر اللہ تعالیٰ کے نام کے کاٹے تو اسے غافل، تارکِ سنت تو کہا جائے گا لیکن اس کے کھانے کو حرام نہیں کہا جاسکتا، بخلاف جانور کے کہ اس کے ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا اس کے حلال ہونے کی شرط ہے، اس کے بغیر سارے آدابِ ذبح پورے بھی کر دیئے جائیں تو بھی جانور مردار و حرام ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ جانوروں کا معاملہ عام نباتاتی مخلوق کا سا نہیں ہے، کیونکہ ان میں انسان کی طرح روح ہے، انسان کی طرح دیکھنے، سننے، سونگھنے اور چلنے پھرنے کے آلات واعضاء ہیں، انسان کی طرح ان میں احساس

Marfat.com

وارادہ اور ایک حد تک ادراک بھی موجود ہے، اس کا سرسری تقاضا یہ تھا کہ جانوروں کا کھانا مطلقاً حلال نہ ہوتا لیکن حکمتِ الٰہیہ کا تقاضہ تھا کہ اس نے انسان کو مخدومِ کائنات بنایا جانوروں سے خدمت لینا، ان کا دودھ پینا اور ضرورت کے وقت ذبح کر کے ان کا گوشت کھالینا بھی انسان کے لیے حلال کر دیا، مگر ساتھ ہی اس کے حلال ہونے کے لیے چند ارکان اور شرائط بتلائے، جن کے بغیر جانور حلال نہیں ہوتا۔ (جواہر الفقہ ص ۳۶۳ تا ص ۳۶۵ جلد دوم)

اسلامی ذبیحہ کے شرائط

قرآن وسنت کی مذکورہ تصریحات سے اسلامی ذبیحہ کے لیے تین شرائط ثابت ہوئیں:

1. ذابح (ذبح کرنے والے) کا مسلمان ہونا۔
2. ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا۔
3. شرعی طریق پر حلقوم اور سانس کی نالی اور خون کی رگیں کاٹ دینا۔

نوٹ: یہ بیان اختیاری ذبح کرنے کا ہے، غیر اختیاری ذبح شکار وغیرہ کے احکام الگ ہیں۔

(جواہر الفقہ ص ۳۷۵ ج ۲)

ذبح کرنے کے احکام

اوّل یہ کہ ذبح کا مقام حلق اور لبّہ کے درمیان ہے۔ دوم یہ کہ گردن کو پورا کاٹ کر الگ نہ کیا جائے بلکہ حرام مغز تک بھی نہ کاٹا جائے، بلکہ حلقوم اور مری یعنی سانس کی نالی اور اس کے اطراف کی خون کی رگیں جن کو اوداج کہا جاتا ہے وہ کاٹے۔ اس طرح نجس خون بھی پورا نکل جاتا ہے اور جانور کو تکلیف بھی بہت کم ہوتی ہے، اس طریقے کے خلاف جتنی بھی صورتیں ہیں ان میں خون بھی پورا نہیں نکلتا، اور جانور کو بلاضرورت تکلیف بھی شدید ہوتی ہے۔ سوم یہ کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے یعنی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا جائے۔ چہارم یہ کہ اس کا پورا اہتمام کیا جائے کہ جانور کو تکلیف کم سے کم ہو، اس لیے یہ حکم دیا کہ چھری کو تیز کر لو اور ایک جانور کو دوسرا جانور کے سامنے ذبح نہ کرو اور مذکورہ حلقوم وغیرہ کو پورا کاٹو، تا کہ جان آسانی سے نکل جائے۔ ایک حدیث میں اس سے بھی منع کیا گیا ہے کہ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے۔ پنجم یہ کہ زندہ جانور کا کوئی عضو (حصہ) نہ کاٹا جائے۔ ششم یہ کہ جانور کو گدّی کی طرف سے ذبح نہ کرو، اس سے یہ بھی معلوم

Marfat.com

ہوا کہ جھٹکا جائز نہیں، جس میں دفعۃً گردن الگ کردی جاتی ہے۔ ہفتم یہ کہ جو جانور گدّی کی طرف سے ذبح کیا جائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا گوشت بھی حلال نہیں۔

(جواہر الفقہ ص ۳۷۲ ج ۲)

قربانی کا افضل طریقہ

وعن ابی سعید رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ علیہ وسلم یافاطمۃ قومی الیٰ اضحیتك فاشھدیھا ، فان لك باول قطرۃ تقطر من دمھا ان یغفرلك ماسلف من ذنوبك ، قالت یارسول اللّٰہ !النا خاصۃ اھل البیت اولنا وللمسلمین؟ قال !بل لنا وللمسلمین۔ (الترغیب والترہیب)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے) فرمایا، فاطمہ! اٹھو اور اپنی قربانی کے پاس رہو (اور اسے ذبح ہوتے دیکھو) کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ جو زمین پر گرے گا اس کے ساتھ ہی تمہارے تمام گذشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے"۔ حضرت فاطمہؓ نے سوال کیا! اللہ کے رسولؐ! یہ فضیلت ہم اہلِ بیت (خاندانِ نبوت) کے لیے مخصوص ہے یا ہم اور تمام مسلمان اس کے مستحق ہیں؟"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ہمارے لیے بھی اور تمام مسلمانوں کے لیے بھی۔

تشریح مستحب اور افضل ہے کہ قربانی کرنے والا خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے لیکن جو شخص کسی وجہ سے خود ذبح نہ کر سکے تو کم از کم ذبح ہوتے وقت وہاں موجود رہے تا کہ اپنے جانور کو ذبح ہوتے اور اس کا خون بہتے اپنی آنکھ سے دیکھے خود ذبح کرنے میں یا دوسرے درجہ میں اپنی موجودگی میں کسی سے ذبح کرانے میں جو شوق وخلوص جو امنگ اور خدا کے ساتھ جو دِلی تعلق ہوتا ہے اور مقاصدِ قربانی کی تکمیل جو اس صورت میں ہوتی ہے، کہیں دور بیٹھے بیٹھے کسی سے ذبح کرانے میں وہ بات نہیں۔ (الترغیب ص ۳۹۳ ج ۲)

ذبح کا مسنون طریقہ

عن انس قال ضحی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بکبشتین املحین اقرنین ذبحھما بیدہ وسمیٰ و کبر قال رأیتہ واضعاً قدمہ علیٰ صفاحھا ویقول بسم اللّٰہ

واللہ اکبر۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہی وسفیدی مائل رنگ کے دو سینگوں والے دو میں ڈھوں کی قربانی کی، اپنے دستِ مبارک سے ان کو ذبح کیا، اور ذبح کرتے وقت "بسم اللہ واللہ اکبر" پڑھا، میں نے دیکھا کہ اس وقت آپ اپنا پاؤں ان کے پہلو میں رکھے ہوئے تھے اور زبانِ مبارک سے "بسم اللہ واللہ اکبر" کہتے جاتے تھے۔

(صحیح بخاری ومسلم۔ معارف الحدیث صفحہ ۴۱۱، جلد ۳)

ذبح کرنے کے آداب ومسائل

عن شداد بن اوس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ کسب الاحسان علیٰ کل شیء فاذا قتلتم فاحسنوا القتلة واذ ذبحتم فاحسنوا الذبحة ولیحد احد کم شفرته ولیرح ذبحیة۔ (بخاری)

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! بلاشبہ اللہ تعالیٰ جل شانہ، نے ہر کام میں خوش اسلوبی اور سلیقہ مندی فرض کی ہے، اس لیے جب تم (کسی شخص کو قصاص وغیرہ میں) قتل کرو تو خوش اسلوبی سے قتل کرو، اور جب تم (کوئی جانور) ذبح کرو تو خوش اسلوبی سے ذبح کرو، اور (اس کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ) اپنے چھرے کو (پہلے سے) تیز کرلیا کرو، اور (اس طرح) جانور کو (موت کی تکلیف سے جلدی راحت دے دیا کرو۔

تشریح سلیقہ مندی ہر عمل کی جان ہے اور شریعت اس کی بڑی نگہبان ہے اس نے ہر ہر چیز میں اس کی تعلیم دی ہے اور تاکید بھی کی ہے۔ جانور کا ذبح کرنا تو اس سے اعلیٰ و افضل مخلوق یعنی انسان کی غذا کی خاطر حلال کیا گیا ہے، لیکن ذبح کرنے میں جو تکلیف اس جانور کو ہوتی ہے اس کے متعلق تاکید ہے کہ یہ کم سے کم ہو، چنانچہ چھری پہلے خوب تیز کرنے کا حکم اسی لیے ہے کہ جتنی رگیں کٹنی ہیں جلد سے جلد کٹ جائیں اور یہ جانور موت اور زندگی کی کش مکش سے جلد نجات پا جائے۔ اوزار (چھری وغیرہ) جتنا تیز ہوگا اُتنی ہی اس سے تکلیف بھی کم ہوگی اور جسم وروح کا رشتہ بھی اس سے جلد منقطع ہو جائے گا۔

راحت دینے کا ایک مطلب یہ بیان کیا گیا کہ ذبح کرنے کے بعد اُسے اچھی طرح

Marfat.com

ٹھنڈا ہونے دیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھریاں تیز کرنے اور ان کو جانوروں سے چھپا کر رکھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور پھرتی سے ذبح کرنے کو فرمایا ہے، اور جانور کے سامنے چھری تیز کرنے کو منع فرمایا ہے، یہ کام پہلے ہونا چاہئے، یعنی چھریاں جانوروں کے سامنے تیز نہ کی جائیں اور پھرتی سے ذبح کیے جانے کا حکم فرمایا ہے۔

بہت سے قصائی جانوروں کے ساتھ بڑی بے دردی کا سلوک کرتے ہیں پہلی بات تو یہی ہے کہ جانور کے سامنے عین ذبح ہونے کے وقت سے پہلے یہ بات آنی ہی نہیں چاہئے کہ وہ ذبح ہونے والا ہے، دوسرے اگر جانور اس بات کو محسوس کر کے یا بلا محسوس کیے یوں ہی بھاگ جائے تو اس کو پکڑ کر لانے میں اچھا اور رحمدلانہ رویہ اختیار کرنا چاہئے، جانور کو یا تو پیچھے سے ہانک کر لے جانا چاہئے یا سامنے سے کھینچنا چاہئے، کیونکہ پچھلی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹنے کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے۔ (الترغیب والترہیب ص۳۹۱ ج ۲ و ص۴۰۰ ج ۲)

عبرت پچھلی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹنا تو بالکل ایک غیر فطری اور وحشیانہ طریقہ ہے۔

مسئلہ جب جانور کو شرعی طریقہ سے ذبح کر لیا جائے اور اس کا دَم نکل جائے یعنی ٹھنڈا ہو جائے تو اس کی کھال نکالنا جائز ہے خواہ پوری اُتاری جائے یا ٹکڑے ٹکڑے اتاری جائے یا سینگوں تک کی کھال جسم کی کھال کے ساتھ شامل کر لی جائے۔ یہ سب صورتیں جائز ہیں اور شریعتِ اسلامیہ میں اس کی اجازت ہے، اس کو بے رحمی قرار دینا غیر معقول اور شریعت کے خلاف ہے۔ (کفایت المفتی ص۲۵۷ ج ۸)

مسئلہ عام طور پر قصاب جانور کو ذبح کرنے کے بعد ٹھنڈا نہیں ہونے دیتے، کھال کھینچنا شروع کر دیتے ہیں، ایسا کرنا جرم ہے، خوب یاد رکھیں، جب جانور خوب ٹھنڈا ہو جائے، اس وقت کھال کھینچنا چاہئے۔ (اغلام العوام مکمل ص۱۴۴)

مسئلہ مذبوح جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کا سر علیحدہ کرنا مکروہ ہے مگر ذبیحہ حلال ہو جاتا ہے۔ (امداد المفتین ص۱۷۵ اج ابحوالہ شامی ص۲۰۵ ج ۵)

مسئلہ آج کل ذبح کرنے والے اکثر (ذبح) کرنے میں تکلیف دیتے ہیں اور خواہ مخواہ جانور کو ستانے میں مبتلا ہوتے ہیں اور) اس کی پرواہ نہیں کرتے، (حالانکہ شریعت نے جن جانوروں کے ذبح کرنے میں یا (رفع شر کے لیے) قتل کرنے کی اجازت دی ہے تو ان کے ذبح اور قتل کے بھی قاعدے بتلا دیئے ہیں اور اس پر ظلم کر کے ترسانے کی ممانعت اور اس پر وعید فرما دی

Marfat.com

ہے۔ چنانچہ ذبح کرنے کے لیے فرمایا کہ چھری کو تیز کرلیا کرو اور جلدی سے ذبح کردیا کرو۔ جب چار رگیں کٹ جائیں تو پھر آگے تک چھری چلانا بھی جائز نہیں کیونکہ چاروں رگوں کے کٹنے کے بعد فوراً تو جان نکلتی نہیں، اس لیے آگے بھی چھری چلائی جائے گی تو اس کو تکلیف ہوگی (بلاوجہ) اور یہ حرام ہے۔ (اغلاط العوام ص ۱۸۰)

مسئلہ مستحب یہ ہے کہ جانور کو ذبح کرنے سے پہلے پانی پلادیا جائے اور چھری کو خوب تیز کردیا جائے۔

مسئلہ جانور کو ذبح کرنے کی جگہ پر سختی سے گھسیٹتے اور کھینچتے ہوئے لے جانا، جانور کو ذبح کرنے کے لیے لٹادینے کے بعد ذبح میں دیر کرنا یا اس کے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔

(فتاویٰ عالمگیری ص۸۱ ج۴)

بوقتِ ذبح ضروری رعایتیں

(۱) جانور کو ذبح کرنے سے پہلے چارہ کھلائے، پانی پلائے (بھوکا، پیاسا) رکھنا مکروہ ہے۔

(۲) مذبح (جس جگہ جانور کو ذبح کیا جائے) میں لے جاتے وقت گھسیٹ کر لے جانا مکروہ ہے۔

(۳) آسانی سے جانور کو گرائے، بے جا سختی کرنا مکروہ ہے۔

(۴) قبلہ رُخ بائیں کروٹ لٹائے کہ جان آسانی سے نکلے، اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔

(۵) چار پیروں میں سے تین باندھے۔

(۶) چھری تیز رکھے، کند چھری سے ذبح کرنا مکروہ ہے۔

(۷) چھری، اگر تیز کرنا ہو تو جانور سے چھپا کر تیز کرے، کیونکہ سامنے تیز کرنا مکروہ ہے۔

(۸) جانور کو لٹانے سے پہلے چھری تیز کرلے، بعد میں تیز کرنا مکروہ ہے۔

(۹) حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص جانور کو پچھاڑ کر یعنی گرا کر چھری تیز کرنے لگا۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بکرے کو ایک سے زائد بار موت دینا چاہتے ہو۔

(۱۰) ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا مکروہ ہے۔

(۱۱) سختی سے ذبح نہ کرنا کہ سر الگ ہوجائے یا حرام مغز (گردن کے اندر کی سفید رگ)

تک چھری اتر جائے کہ یہ مکروہ ہے۔

(۱۲) گردن کے اوپر سے ذبح کرنا مکروہ ہے اور منع ہے کیونکہ اس میں جانور کو ضرورت سے زائد ایذاء رسانی ہے۔

(۱۳) ذبح کے بعد جانور کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے گردن علیحدہ نہ کرے اور نہ چمڑا اتارے کہ یہ مکروہ ہے۔

مذکورہ بالا احکامِ قربانی کے جانور کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر ذبیحہ کے لیے ہیں۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۸ ج ۱ بحوالہ ہدایہ، درمختار، شامی)

قبلہ کی طرف رُخ کرنے کا مطلب

سوال ذبح میں جانور کا منہ قبلہ کی طرف ہونا شرعاً ضروری ہے یا ذبح کرنے والے کا منہ، یا دونوں کا، اگر کوئی شخص جانور کا منہ قبلہ کی طرف یعنی پچھم کی طرف سر، دُم پورب کی طرف کر کے لٹائے، اور خود دکھن کی طرف کھڑا ہو کر ذبح کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب ظاہراً کلامِ فقہاء سے معلوم ہوتا ہے کہ ذبح کرنے والے کا منہ قبلہ کی طرف ہونا سنت ہے، اور سنت بھی مؤکدہ، اس کو چھوڑنا بلا عذر مکروہ ہے باقی جانور کے متعلق کہیں نظر سے صریحاً نہیں گذرا۔

(امداد الفتاویٰ ص ۵۵۹ ج ۳)

مستحب یہ ہے کہ جانور کو سیدھا کروٹ پر قبلہ رُخ لٹا کر اس کے اوپر اپنا پاؤں رکھ کر ذبح کرے۔

(کفایت المفتی ص ۲۵۸ ج ۸)

(جانور کو قبلہ رخ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح پر قبر میں میت کو لٹاتے ہیں کہ سر داہنی طرف اور پاؤں بائیں طرف، البتہ اگر ذبح کرنے میں دشواری ہو مثلاً کاٹنے والا تنہا ہے یا اور کوئی عذر ہے تو اس کے برعکس بھی کر سکتے ہیں تا کہ بائیں ہاتھ سے پکڑ لے اور داہنے ہاتھ سے چھری چلائے۔ رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

کس چیز سے ذبح کیا جائے؟

سوال صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کل دشمن کے مقابلے کے لیے جانے والے ہیں، ہمارے پاس چاقو نہیں ہیں پس کیا ہم بانس کی کھپچ وغیرہ یا کسی

Marfat.com

دوسری چیز سے ذبح کر سکتے ہیں؟

جواب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ جلدی سے کوئی ایسی چیز لے کر جس سے خون بہہ جائے خدا کا نام لے کر ذبح کردو اور اُس گوشت کو کھاؤ، البتہ جس چیز سے ذبح کرتے ہو وہ دانت اور ناخن نہ ہو، اس کی وجہ بھی بتلا دیتا ہوں۔ دانت سے ذبح کرنا اس لیے جائز نہیں کہ وہ ہڈی ہے اور ناخن سے اس لیے کہ وہ حبشیوں کا چاقو ہے۔ (بخاری و مسلم وابوداؤد)

تشریح | چونکہ یہ لوگ دشمن کے مقابلے کے لیے جارہے تھے اور وہاں سے غنیمت میں ایسے جانوروں کے ملنے کی امید تھی جن کو ذبح کر کے کھایا جائے اور تلواروں سے ذبح کرنے کو یہ حضرات اس لیے پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کی تیزی جاتی رہے گی۔

اس لیے سوال کیا کہ دوسری چیز سے بھی ذبح جائز ہے یا نہیں۔ آپ نے ایسی ہر ایک چیز سے ذبح کرنے کی اجازت فرما دی جو تیز اور دھار دار ہو جس سے رگیں کٹ کر خون جاری ہو جائے۔ لیکن چونکہ بعض حبشی اور جنگلی لوگ ناخن اور دانت سے کاٹ کر بھی ذبح کر لیا کرتے تھے، اسلیے منع فرما دیا کہ دانت سے ذبح نہ کرنا کیونکہ وہ ھڈی ہے اور ہڈی سے ذبح جائز نہیں ہے، کیونکہ اس سے ذبح کرنے سے وہ نجس ہو جائیگی اور ناخن سے ذبح کرنا حبشیوں کا طرز ہے، اس سے پرہیز لازم ہے

لیکن (علماء حنفیہؒ کے نزدیک) اُس ناخن اور دانت سے ذبح کرنا حرام ہے جو اپنی جگہ پر لگا ہوا ہو، اگر اُکھڑے ہوئے دانت اور ناخن سے ذبح کرے تو اگرچہ مکروہ ہے مگر حلال ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب سے معلوم ہو گیا کہ ذبح کے لیے خون بہانے اور کاٹنے والی چیز ضروری ہے۔ پس اگر بسم اللہ کہہ کر لاٹھی ماری، غلّہ یا پتھر مارا تو حلال نہ ہوگا۔ (فتاویٰ محمدیہ ص ۳۳)

جو چیز کاٹنے اور زخم لگانے والی ہو، اس سے ذبح جائز ہے۔ موٹی اور وزن دار چیزوں سے ضرب لگا کر زخم کر دیا تو ذبح جائز نہیں۔ کاٹنے والی چیز خواہ تیز پتھر ہو یا لکڑی یا کوئی گھاس ہو۔

(فتاویٰ محمدیہ ص ۴۶ ج ۱)

مسئلہ جس سے رگیں کٹ جائیں اور خون بہہ جائے، اس سے ذبح کرنا جائز ہے۔

(کفایت المفتی ص ۱۸۰ ج ۸)

مسئلہ حلال جانوروں کا تزکیہ (ذبح کرنا) دو قسم کا ہے، ایک اضطراری اور دوسرا اختیاری۔
اضطراری تزکیہ یہ ہے کہ کسی دھار دار یا باریک نوکدار چیز سے بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر جانور کے جسم

Marfat.com

میں جس جگہ ممکن ہو ضرب لگا کر خون بہا دیا جائے۔ یہ تزکیہ اس وقت مؤثر ہوتا ہے جب کہ جانور پر قابو پانا اور ذبح یا نحر کرنا ممکن نہ ہو (مثلاً جانور کسی جگہ پر مٹی یا بوجھ میں دبا ہوا ہے جب تک نکالا جائے گا، اندیشہ مرنے کا ہے۔ یا کھائی خندق وغیرہ میں گر گیا کہ زندہ نکالنا ممکن نہ ہو)۔

اختیاری تزکیہ یہ ہے کہ جانور کو دھار دار چیز سے ذبح کیا جائے، یا اونٹ کو نحر کیا جائے۔

(۲) ذبح کرنے سے بہنے والا خون نکل جاتا ہے، لیکن بہنے والے خون (دمِ سائل) کا نکالنا مذکور بالا دونوں صورتوں میں اضطراری اور اختیاری کے فرق سے مختلف طریقوں سے لازم ہے۔

(۳) نمبر ا میں جو تفصیل ہے وہ اضطراری اور اختیاری حالتوں کے ساتھ وابستہ ہے۔

(کفایت المفتی ص۲۵۶ ج۸)

مسئلہ قربانی کے جانور کو ایسی طرح ذبح کرنا چاہئے کہ اسے غیر ضروری تکلیف اور ایذاء نہ ہو، کوئی ایسی حرکت جو جانور کو غیر ضروری ایذاء پہنچائے مکروہ ہے۔ ذبح کے لیے جگہ بھی پاک ہونی چاہئے، ناپاک جگہ ذبح کرنا بہتر نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص۲۵۹ ج۸)

مسئلہ جس طرح بھی بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا جائے وہ ذبیحہ حلال ہے اگرچہ کھڑے ہوئے جانور پر چھری پھیر دی جائے، اور اگرچہ ذبح کرنے والا نماز اور روزہ کا غیر پابند ہو، مگر مسلمان ہو، اور ذبح کرنے والی رگیں کٹ جائیں۔ (عزیز الفتاویٰ ص۱۷۸ ج۲)

مسئلہ سونا اور چاندی اور پیتل اگر تیز ہو، اس سے ذبح کرنے سے حلال ہوتا ہے، ایسا ہی پتھر اور ٹھیکری جو باریک ہے اور تیز لکڑی سے ذبح کرنے سے بھی حلال ہوتا ہے۔

مسئلہ بانس، پوست، اور جو چیز تیز ہو، اس سے بھی ذبح کرنے سے ذبیحہ حلال ہوتا ہے۔

مسئلہ اکھاڑے ہوئے دانت اور ناخن اور سینگ سے ذبح کرنے سے کھانا درست ہوتا ہے مگر اس طرح سے ذبح کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ جو دانت یا ناخن اب تک بدن سے جدا نہیں ہوا اس سے ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتا۔

مسئلہ ذبح کے ہتھیار کو خوب تیز کرنا مستحب ہے اور جانور کو لٹا کر چھری تیز کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ جانور کو ذبح کرنے کی جگہ تک پکڑ کے (اُلٹا یعنی پیچھے کی ٹانگوں کو آگے کی طرف سے) کھینچنا مکروہ تحریمی ہے۔ (خلاصۃ المسائل ص۱۰۹)

مسئلہ بعض عوام کہتے ہیں کہ جس چاقو سے جانور ذبح کیا جائے اس سے حلال ہونے کی یہ شرط ہے کہ اس چاقو میں تین کیلیں ہوں۔ سو یہ محض غلط ہے۔ (اغلاط العوام ص ۱۷۹)

کس جگہ سے ذبح یعنی کاٹا جائے؟

مسئلہ ذبح دو طرح پر ہے، ایک اختیاری دوسرا اضطراری، پس ذبح اضطراری وہ ہے کہ ذبح کرنے کی جگہ (گردن) پر کسی عذر کی وجہ سے ذبح کرنے پر قادر نہ ہو جیسے کوئی جانور دیوار یا مٹی کے نیچے دَب گیا، اس کی گردن اور حلق مٹی کے نیچے ہے (یا کنویں کھائی پانی میں ڈوب رہا ہے، اور نکالنے تک اس کے مرنے کا اندیشہ ہے) یا کوئی جنگلی جانور کہ وہ آدمی سے بھاگتا ہے ہرن وغیرہ، تو اس صورت میں حیوان کے بدن پر اگر کسی جگہ پر زخم کر سکے تو اس کو کھانا حلال ہوگا۔ اور ذبح اختیاری یہ ہے کہ ذبح کی جگہ میں ذبح کرنے پر قادر ہو۔ اور ذبح کرنے کی جگہ ٹھنڈی کے نیچے جو ایک ہڈی باہر نکلی ہوئی ہے اس کے نیچے اور جہاں سے سینہ شروع ہوا ہے اس کے اوپر ہے ۔ یہ ہدایہ اور جامع الرموز میں لکھا ہے۔ اور جامع صغیر میں لکھا ہے کہ تمام حلق ذبح کی جگہ ہے خواہ اوپر خواہ نیچے، خواہ درمیان میں ہو۔ (خلاصۃ المسائل ص ۱۰۶)

مسئلہ جانور کے گلے کو یہاں تک کاٹے کہ چار رگیں کٹ جائیں۔ ایک نرخرا جس سے سانس لیتا ہے، دوسری وہ رگ جس سے دانہ پانی جاتا ہے اور دو شہ رگیں جو نرخرے کے داہنے اور بائیں ہوتی ہیں، اگر ان میں سے تین ہی کٹیں تب بھی ذبح درست ہے اور اس کا کھانا حلال ہے۔ اور اگر دو ہی رگیں کٹیں تو جانور مرا اور اس کا کھانا حرام ہے۔ اور اگر بھول جائے تو کھانا درست ہے۔

(بہشتی ثمر ص ۵۲ ج ۲)

مسئلہ گائے، بھینس اگر کنویں میں گر جائے اور زندہ نکالنا دشوار ہو اور ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو کسی جگہ زخم کر دینا کافی ہے اور کھانا حلال ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۷۰۲ ج ۱)

مسئلہ ذبح فوق العقدہ واقع ہو جائے تو مذبوح حرام نہیں ہوتا کیونکہ محل ذبح مابین لبہ اور لحیین ہے۔ اس میں ذبح واقع ہونے سے مقصود ذبح یعنی دمِ سائل (بہنے والا خون) اور روح نکل جاتی ہے۔ لہٰذا یہی قول راجح اور قوی ہے (یعنی ذبیحہ حلال ہے)۔ (کفایت المفتی ص ۲۵۸ ج ۸)

اہلِ تجربہ سے معلوم ہوا کہ عروق ذبح فوق العقدہ ذبح کرنے سے بھی کٹ جاتی ہیں۔ لہٰذا اسکی حلت (حلال ہونے) میں شبہ نہیں۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۷۰۸ ج ۱)

Marfat.com

مسئلہ ذبح کرنے میں مرغی (یا کوئی جانور) کا گلا کٹ گیا یعنی الگ ہو گیا تو اس کا کھانا درست ہے مکروہ بھی نہیں۔ البتہ اتنا زیادہ ذبح کر دینا، یہ بات مکروہ ہے، مرغی (جانور) مکروہ نہیں ہوا۔
(بہشتی ثمر ص ۵۲ ج)

ذبح کے وقت بسم اللہ کے مسائل

سوال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض لوگ (جو نئے نئے مسلمان ہیں) ہمارے پاس گوشت بیچنے کے لیے لاتے ہیں، معلوم نہیں ہوتا کہ انہوں نے اس پر ذبح کے وقت خدا نام (بسم اللہ) لیا ہے یا نہیں۔ (کیونکہ وہ قواعدِ اسلامی سے پورے واقف نہیں) ایسے گوشت کا خریدنا اور کھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب کچھ شبہ نہ کرو، تم اس کو خدا کا نام لے کر کھالیا کرو۔ (بخاری شریف)

تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ لوگ مسلمان ہیں اور ظاہر حال مسلمان کا یہ ہے کہ وہ بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرتا ہے تو تم دل میں شک وشبہات کو دخل نہ دو کہ شاید بسم اللہ چھوڑ دی ہو بلکہ بلا تکلف خدا کا نام لے کر کھالیا کرو۔ یہ مقصود نہیں کہ اگر انہوں نے خدا کا نام نہیں لیا ہوگا تو اس وقت تمہارا بسم اللہ پڑھنا کافی ہو جائے گا۔ اور نہ یہ منظور ہے کہ اگر درجۂ یقین کو پہنچ جائے کہ انہوں نے ذبح کے وقت خدا کا نام نہ لیا ہو، تب بھی کھاتے رہو بلکہ ایسے موقع پر گمانِ غالب پر گمان دیا جاتا ہے کہ جب ان کے حال اور قرینہ سے نہ سمجھا جائے اور غالب گمان ہو جائے کہ خدا کا نام لے کر ذبح کیا ہوگا تب کھانا جائز ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے خوب قسمیں لے لیا کرو کہ خدا کے نام سے ذبح کیا ہے تب کھایا کرو، اگر غالب گمان بسم اللہ چھوڑ دینے کا ہو تو کھانا حرام ہے۔

(فتاویٰ محمدیہ ص ۳۵ ج ۱)

مسئلہ بھول سے بسم اللہ چھوٹ جائے، حلال ہے، لہٰذا ذبیحہ بھی حلال اور قربانی بھی درست ہے۔
(امداد الفتاویٰ ص ۵۵۸ ج ۲)

مسئلہ اگر کسی نے بسم اللہ کو سہواً ترک کیا تو ذبح کیا ہوا کھانا درست ہوگا۔

مسئلہ ذبح اختیاری میں شرط ہے کہ بسم اللہ ذبح کے ساتھ متصل ہو، یعنی بسم اللہ کہتے ہی ذبح کرے اور کوئی کام بسم اللہ پڑھنے کے بعد ذبح کرنے سے پہلے نہ کرے، یہاں تک کہ اگر کسی

Marfat.com

نے بکری کو لٹا کے بسم اللہ پڑھی اور اس کے ذبح نہ کر کے چھوڑ دیا، پھر دوسری بکری کو اسی بسم اللہ سے ذبح کیا تو وہ ذبیحہ کھانا درست نہ ہوگا۔ (خلاصۃ المسائل ص ۱۰۸)

مسئلہ جس جانور پر بسم اللہ اللہ اکبر کی جگہ بسم اللہ سنت ابراہیم خلیل اللہ کہہ کر ذبح کیا جائے اس سے ذبیحہ حرام نہیں ہوتا، البتہ اس طرح پڑھنا خود مکروہ ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۶۰۲ ج ۳)

مسئلہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس قدر آدمی جانور کر لیتے (اس میں حصہ دار بنتے) ہیں سب کو ''ذبح کے وقت'' بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے۔ اگر ایک بھی نہ کہے گا تو قربانی نہ ہوگی، یہ بالکل غلط ہے صرف ذبح کرنے والے کو کہنا ضروری ہے۔

مسئلہ بعض لوگ قربانی کے لیے ایک دعاء پڑھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ کتابوں میں قربانی کے جانور کے ذبح کرنے کی ایک دعاء بھی لکھی ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ بغیر اس دعاء کے بھی قربانی جائز ہوتی ہے۔ یہ دعاء صرف مستحب ہے ضروری نہیں۔ (اغلاط العوام مکمل ص ۱۳۴)

مسئلہ جو شخص چلانے والے کے ساتھ چھری چلانے میں شریک ہو اس پر بسم اللہ اکبر وغیرہ کہنا واجب ہے، ہاتھ، پیر، منہ، پکڑنے والا شریک نہیں ہے۔ بلکہ محض معین ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۵۴۷ ج ۳)

مسئلہ ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر واؤ کے ساتھ کہنے میں ہمارے بعض فقہاء کو کچھ کلام ہے اور بسم اللہ اکبر یعنی بغیر واؤ کے کسی کو بھی کچھ کلام نہیں تو بلا واؤ کو اختیار کرنا غالباً مقتضائے احتیاط ہونا چاہئے، باقی اجزاء میں کسی جانب کوئی تامل نہیں ہے اور متفق علیہ اختیار کرنا بھی اس لیے اچھا ہے، ہاں یہ ضروری ہے بالواؤ کو بھی جائز سمجھا جائے۔ روایات احادیث اس بارہ میں مختلف ہیں۔ احادیث فعلیہ میں بعض میں بسم اللہ واللہ اکبر وارد ہے۔ بعض میں اللہ اکبر مقدم اس کے بعد بسم اللہ پر ذبح کرنا مذکور ہے۔ اور بعض میں تسمیہ مذکور ہے۔ اور احادیث قولیہ میں سے اکثر روایات میں تسمیہ مجردہ (خالی بسم اللہ) کا حکم ہے۔ بڑے بڑے علماء وفقہاء کے بسم اللہ اللہ اکبر کو مستحب لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے جب کہ باوجود علم اس امر کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالواؤ منقول ہے بلا واؤ کو ترجیح دیا ہے بخیال احتیاط وتجرید تسمیہ اور عوام الناس کو یہ بتلانے کے لیے کہ بسم اللہ اور ذبح میں فصل نہ ہونا چاہئے، ایسا کہا ہے کہ لیکن اس میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ محققین جیسے علامہ عینیؒ وغیرہ۔ نے یہ فرمادیا کہ بعد اس کے کہ بالواؤ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے مکروہ نہ ہونا چاہئے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۷۰۰ ج ۱)

Marfat.com

مسئلہ قربانی کی نیت صرف دل سے کرنا کافی ہے، زبان سے کہنا ضروری نہیں، البتہ ذبح کرنے کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے۔

(جواہر الفقہ ص ۴۵۰ ج ۱)

بسم اللہ سے متعلق ایک سوال

سوال ایک شخص ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر شریعت ہے، کہتا ہے کیا ذبیحہ درست ہے؟

جواب ذبح کے وقت مسنون ومستحب یہ ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔ اگر اللہ اکبر شریعت ہے کہہ کر ذبح کیا اگرچہ ذبیحہ حلال ہے مگر ایسا نہ کہنا چاہئے، اچھا نہیں ہے۔ اگر صرف اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے تب بھی درست ہے۔ شامی کی عبارت سے معلوم ہوا کہ صورتِ مسئولہ میں ذبیحہ حلال ہے مگر اس طرح کہنا خلافِ سنت ہے، اس وجہ سے مکروہ ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۶۹۸ ج ۱)

مسئلہ علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ سورۂ برائت کو جو قتلِ کفار کے حکم پر مشتمل ہے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے خالی رکھا گیا ہے کیونکہ یہ کلمۂ رحمت ہے جو موقع کا مقتضی نہیں ہے، اسی طرح جانور کو ذبح کرتے وقت بھی صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہنا مقرر کیا گیا ہے، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، کیونکہ ذبح کی صورت میں قہر وعذاب کی شکل ہے اور یہ کلمۂ رحمت (یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اس کا محل اور مقتضی نہیں ہے۔ (مظاہر حق جدید ص ۴۶ ج ۳)

(شرعی حکم تو یہ ہے کہ ایک مسلمان اگر ذبح کرتے وقت زبان سے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھنا بھول جائے تب بھی ذبیحہ حلال ہوگا کیونکہ اس کے مسلمان ہونے کی بناء پر فرض کرلیا جائے گا کہ اس نے خدا کے سوا کسی کے نام پر یہ فعل انجام نہیں دیا ہے۔

نیز اللہ اکبر کا اضافہ بھی ضروری نہیں۔ صرف ''لفظ بسم اللہ'' کافی قرار پا سکتا ہے مگر یاد رکھئے کہ بھول جانا اور بات ہے، لیکن جان بوجھ کر بسم اللہ ترک کرنا اور اسکے تلفظ کو ایک مصیبت سمجھ لینا بالکل دوسری بات ہے۔ یہ دوسری بات بہت سخت ہے اور آخرت میں اس پر شدید پکڑ ہو سکتی ہے، اور ذبیحہ بھی حرام ہے۔ (رفعت قاسمی)

قربانی کی دعاء

مسئلہ اپنا داہنا پاؤں جانور کے شانے پر رکھے اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔ قربانی

Marfat.com

کی نیت صرف دل میں کرلینا کافی ہے، زبان سے کہنا ضروری نہیں۔ البتہ ذبح کرتے وقت صرف ذبح کرنے والے کو بسم اللہ اللہ اکبر کہنا ضروری ہے۔ (تاریخ قربانی ص ۵۲)

مسئلہ قربانی کرتے وقت زبان سے نیت کرنا اور دعاء پڑھنا ضروری نہیں ہے، اگر دل میں خیال کرلیا کہ میں قربانی کرتا ہوں اور زبان سے کچھ بھی نہیں پڑھا فقط بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کردیا تو بھی قربانی درست ہوگئی لیکن اگر یاد ہو تو دعاء پڑھ لینا بہتر ہے۔ (شامی ص ۲۷۲ ج ۵)

مسئلہ جب قربانی کا جانور قبلہ رُخ لٹائے تو پہلے (اگر یاد ہو بہتر ہے) یہ آیت پڑھے:۔ انی وجهت وجهي للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفاً وماانا من المشرکنین۔ ان صلاتی ونسکی ومحیایی ومماتی لله رب العالمین۔ (پارہ نمبر ۸ نصف)

اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعاء اگر یاد ہو تو پڑھے: اللّٰهم منك ولك ، پھر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعاء (اگر یاد ہو تو بہتر ہے) پڑھے:

اللّٰهم تقبله منی کما تقبلت من حبیبك محمد وخلیلك ابراهیم علیهما الصلوٰة والسلام۔ اور اگر کسی اَور کی طرف سے ذبح کر رہا ہے تو "مِنّی" کی جگہ من فلانِ کہے اور فلانِ کی جگہ اس کا نام لے لے۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۸ ج ۱)

گوشت کی تقسیم کے مسائل

سوال ایک شخص جو اپنی قربانی میں سے سری پائے یا کوئی حصہ سقہ، بھنگی اور فقیر کو ان کا حق سمجھ کر دیتا ہے، کیا اس کی قربانی صحیح ہے؟

جواب قربانی ادا ہو جاتی ہے مگر کراہت کے ساتھ اور اس کے ذمہ واجب ہوتا ہے کہ سری پایے کی جو قیمت ہو اندازہ کر کے اس کا صدقہ کرے ورنہ گنہگار رہے گا۔ اور یہ سب اس وقت ہے جب کہ خدمت پیشہ لوگوں کو قرار کر کے بطور حق الخدمت دے، کیونکہ وہ بحکم بیع (بیچنے کے حکم میں) ہے، اور اگر اتفاقی طور پر کسی خدمت گار کو دے دیا جائے تو مضائقہ نہیں، بشرطیکہ رسم نہ پڑے۔

(امداد المفتین ص ۹۶۵ ج ۲)

مسئلہ قربانی کا گوشت خود کھائے اور اپنے رشتہ ناطہ کے لوگوں کو دے دے اور فقیروں محتاجوں کو خیرات کرے۔ اور بہتر یہ ہے کہ تہائی حصہ خیرات کرے، خیرات میں تہائی سے کمی نہ

Marfat.com

کرے، لیکن اگر کسی نے تھوڑا ہی گوشت خیرات کیا تھا تو بھی کوئی گناہ نہیں ہے۔

(بہشتی زیور ص ۱۴۱ ج ۳، بحوالہ الہدایہ ص ۴۳۵ ج ۴)

مسئلہ بڑے جانور میں اگر سات آدمی شریک ہوئے تو گوشت تقسیم کرتے وقت اٹکل (اندازے) سے نہ بانٹیں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر بانٹیں، نہیں تو اگر کوئی حصہ زیادہ یا کم رہے گا سود ہو جائیگا اور گناہ ہوگا، البتہ اگر گوشت کے ساتھ کلّہ پائے اور کھال کو بھی شریک کر لیا تو جس طرف مذکورہ چیزیں ہوں اس طرح اگر گوشت کم ہو تو درست ہے چاہے جتنا کم ہو۔ جس طرف گوشت زیادہ تھا اس طرف کلّہ پائے شریک کیے تو بھی سود ہو گیا اور گناہ ہوا۔

(بہشتی زیور ص ۳۹ ج ۳، بحوالہ درمختار ص ۲۳۲ ج ۲)

مسئلہ قربانی کا گوشت یا چربی یا چھیچھڑے قصائی کو مزدوری نہ دے بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دے۔

(شامی ص ۴۷۸ ج ۵)

(مسئلہ تو یہ ہی ہے کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کر لیے جائیں ایک اپنے گھر کے لیے، دوسرا رشتہ دار واحباب کے لیے، اور تیسرا فقراء اور محتاجوں کے لیے۔ لیکن اگر اہل وعیال زیادہ ہیں اور گوشت کی خود ضرورت ہے تو اپنے گھر کے لیے رکھ سکتا ہے، صدقہ نہ کرے۔ بعض لوگ گوشت تقسیم کرنے میں بڑی بے احتیاطی برتی جاتی ہے کہ اصل مستحق تک گوشت نہیں پہنچتا ہے، بلکہ اپنے دوست اور رشتہ دار کو پہنچاتے ہیں جن کے گھر سے گوشت آیا ہے، یا آنے کی امید ہے، بدلہ کرتے ہیں۔ حالانکہ ضرورت مند کو دینے میں زیادہ ثواب ہے، اسی لیے گوشت کی بے حرمتی ہوتی ہے، دفن کرتے ہیں یا سڑکوں پر پھینکا ہوا نظر آتا ہے۔ ہر جگہ ضرورت مند ہوتے ہیں ان کا خیال رکھا جائے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مسئلہ میت کی طرف سے قربانی کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ اگر مرنے والے نے حکم یا وصیت کی تھی تو اس گوشت کو صدقہ کر دے، خود نہ کھائے، اور اگر بلا امر و وصیتِ میت ہے تو اس کو خود بھی کھا سکتا ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ص ۷۲۴ ج ۱)

مسئلہ اپنی طرف سے میت کو ثواب پہنچانے کے لیے جو کرتا ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو اپنی قربانی کا۔ یعنی جس قدر چاہے صدقہ کرے، جس قدر چاہے رکھ لے لیکن میت کی وصیت کردہ قربانی کھانا جائز نہیں، کل گوشت وغیرہ کا صدقہ کرنا چاہئے۔ نیز نذر مانی ہوئی قربانی کا گوشت بھی کھانا جائز نہیں، سب کا صدقہ کر دے۔

(فتاویٰ محمدیہ ص ۷۸ ج ۱)

مسئلہ اکثر لوگ پوچھا کرتے ہیں کہ کیا کہاروں اور چماروں کو بھی قربانی کا گوشت دینا جائز ہے؟ جواب یہ ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ کسی کام کی اجرت میں نہ دیا جائے۔

مسئلہ عموماً کلہ پارچہ میں کمیں وں کا حق سمجھا جاتا ہے تو اگر حق الخدمت سمجھ کر دیا تو اس قدر گوشت کے برابر (جو حق سمجھ کر دیا ہے) قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ (اغلاط العوام ص ۱۳۵)

مسئلہ عموماً قربانی کے جانور میں لازم سمجھتے ہیں کہ پائے حجام (نائی) کا حق ہیں اور سری سقہ کا حق ہے۔ (یہ بھی غلط ہے)۔ (اغلاط العوام مکمل ص ۱۳۶)

مسئلہ اگر قربانی میں چند آدمی شریک ہوں اور سب کے سب اس بات پر راضی ہوں کہ گوشت کو بانٹا نہ جائے بلکہ ایک ہی جگہ پکا کر کھایا (یا تقسیم کیا) جائے یا کسی کو دے دیا جائے یا صدقہ کر دیا جائے تو یہ جائز ہے، لیکن اگر ان میں سے کوئی بھی اس کے خلاف ہو اور وہ اپنا حصہ بانٹ کر لینا چاہتا ہو تو تقسیم کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ قربانی کا گوشت اندازے سے بانٹنا جائز نہیں، وزن کر کے برابر بانٹنا ضروری ہے۔ اگر کسی حصہ میں کمی بیشی ہوگی تو سود ہو جائے گا، اور سود لینا، دینا، کھانا سب حرام ہے۔ (تو ضروری ہے کہ تول کر تقسیم کیا جائے)۔ (شامی ص ۲۰۹ ج ۵)

مسئلہ قربانی کے جانور کی رسّی اور جھول کر صدقہ کو دینا مستحب ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ص ۷۲۴ ج ۱)

(اور اگر فروخت کر دی ہو تو اس کی قیمت کا صدقہ کر دینا واجب ہے۔ لیکن جانور کی رسّی وہ رسّی کہلائے گی جو بیچنے والے جانور کے ساتھ خریدنے والے کو دیتے ہیں۔ رسّی وغیرہ کو خود بھی استعمال کر سکتا ہے اور کسی کو ہدیہ میں بھی دے سکتا ہے لیکن فروخت کرنے پر قیمت کا صدقہ واجب ہو جاتا ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مسئلہ قربانی کا گوشت بھنگی (جمعدار) کو دینا درست ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۷۵۱ ج ۲)

مسئلہ اگر میت اپنے ترکہ میں سے قربانی کرنے کی وصیت کر کے مرا ہے تو اس قربانی کا تمام گوشت مساکین کو دینا واجب ہے، اور اگر کوئی شخص اپنے مال سے تبرعاً میت کی طرف سے قربانی کرے، اس میں قربانی کرنے والے کو اختیار ہے جتنا چاہے کھائے، جتنا چاہے تقسیم کرے، خواہ کل خود کھائے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۳۳ ج ۳)

مسئلہ اگر مشترکہ حصوں میں سے آپس کی رضامندی سے تقسیم سے پہلے کسی شخص کو کچھ گوشت

Marfat.com

وغیرہ دے دیا تو مسئلہ یہ ہے کہ اگر شرکاء میں سے کسی نے قربانی کی نذر نہ کی تھی تو جائز ہے، کیونکہ تقسیم واجب نہیں، کہ ترکِ واجب سے کوئی عذر لازم آئے۔ اور اگر اس میں یعنی قربانی میں کسی کا نذر (میت) کا حصہ تھا اور مالدار کو دیا تو جائز نہیں، کیونکہ تقسیم کر کے ناذر (نذر کرنے والے) کا حصہ فقراء کو صدقہ کرنا واجب ہے، پس قربانی تو جائز ہو جائے گی لیکن نذر کرنے والے پر اپنے اس گوشت کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے جو کسی مالدار کو دے دیا گیا ہو۔

(امداد الفتاویٰ ص ۵۴۹ ج ۳)

مسئلہ قربانی گو خود واجب ہو مگر گوشت تقسیم کرنا واجب نہیں ہے، پس وہ ہدیہ ہو گیا یا صدقہ نافلہ، لہٰذا کافروں کو دینا جائز ہے۔ البتہ جس قربانی کا گوشت تقسیم کرنا واجب ہو (مثلاً نذر، منت وغیرہ) اس میں سے دینا جائز نہیں ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۵۱ ج ۳)

مسئلہ کوئی واقعی مصلحت ہو تو (غیر قوم کو قربانی کا گوشت) دے سکتے ہیں، مگر بہتر نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں میں غرباء کی کمی نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۵۶ ج ۲)

مسئلہ قربانی کا گوشت بھنگی (جمعدار) کو دینا درست ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۳۶۱ ج ۱)

مسئلہ گائے (بڑے جانور) کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں، اپنے ہوں یا بے گانے (غیر)۔ اور اگر اپنے بھائی وغیرہ رشتہ دار ایک گھر کے رہنے والے ہیں تو گوشت تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (اگر چاہیں تو) سب اکٹھا گوشت رکھیں اور کھائیں۔ شامی میں اس کی تصریح کی گئی ہے کہ تقسیم کرنا لازم نہیں ہے۔ اگر تقسیم کریں اور نہ کریں تو کچھ حرج نہیں ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ص ۷۱۸ ج ۲)

مسئلہ قربانی کا مسئلہ اس طرح ہے کہ ایک بڑے جانور میں سات افراد تک شریک ہو سکتے ہیں (یعنی بڑے جانور میں سات حصے ہوں گے) ساتویں شریک یا جس قدر شریک ہیں پانچ یا چھ وہ سب وزن تول کے ساتھ گوشت تقسیم کر کے ہر ایک شریک اپنے حصہ کو خواہ خود کھائے یا دوسروں کو کھلائے، مگر بہتر یہ ہے کہ اپنے حصے کے گوشت کے تین حصے کر کے ایک حصہ خود رکھے اور ایک حصہ احباب واقرباء کو تقسیم کرے۔ اور ایک حصہ فقراء کو دے۔ اور اگر کنبہ والے کو ضرورت ہو یہ بھی درست ہے کہ سب گوشت خود ہی رکھے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۷۱۹ ج ۱)

مسئلہ ایک تہائی گوشت صدقہ کر دینا مستحب ہے لیکن عیال دار اور قبیلہ دار شخص کے لیے بہتر

Marfat.com

یہی ہے کہ صدقہ نہ کرے، اپنے اہل وعیال کے لیے تمام گوشت رہنے دے۔

(فتاویٰ محمدیہ ص ۷۷ ج ۱)

گوشت کھانے کے مسائل

مسئلہ قربانی کا گوشت خود کھانا، اور مالدار اور فقیر کو دینا اور سکھا کر رکھنا درست ہے۔

(خلاصۃ المسائل ص ۱۱۶)

مسئلہ اوجھڑی اور کھری کھانا درست ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۵۵۲ ج ۱)

مسئلہ (جائز طریقے سے ذبح کیے ہوئے کا) کچا گوشت کھانا جائز ہے، پکانا حلال ہونے کی شرط نہیں ہے۔

مسئلہ مذبوحہ جانور کے خصیئے اور عضو تناسل کا کھانا مکروہ تحریمی ہے، اوجھڑی (بٹیں) بلا کراہت حلال ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۹۵ ج ۸)

مسئلہ جس جانور کا گوشت کھایا جاتا ہے، اس کے ساتھ اجزاء یعنی ساتھ چیزیں کھانی حرام ہیں۔

(۱) ایک دمِ مسفوح یعنی بہنے والا خون۔ (۲) پیشاب کی جگہ (ذکر)۔

(۳) دونوں خصیئے (فوطے)۔ (۴) پاخانے کی جگہ (مقعد)۔

(۵) غدود۔

(۶) مثانہ یعنی وہ جگہ جس میں پیشاب رہتا ہے۔

(۷) پتہ۔ (بدائع صنائع ص ۶۱ ج ۵)

کنز میں حرام مغز کو بھی حرام لکھا ہے، وہ ایک ڈوری سفید دودھ کی طرح پیٹھ کی ہڈی کے اندر کمر سے لے کر گردن تک ہوتی ہے اس کو حرام مغز کہتے ہیں۔ اور بعض علماء نے مقعد پر جو تین گرہیں ہوتی ہیں ان کو بھی حرام لکھا ہے۔ (خلاصۃ المسائل ص ۱۰۸)

مسئلہ سری اور پائے کا مع کھال کے پکانا اور کھانا جائز ہے (صرف بال جلا کر پکائے جاتے ہیں اس کے متعلق یہ مسئلہ ہے)۔ (کفایت المفتی ص ۲۶۶ ج ۸)

مسئلہ قربانی کے گوشت کو آگ پر بھون کر کھانا درست ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۷۰۹ ج ۱)

Marfat.com

منجمد خون کے گوشت کا حکم

جب کہ ذبح کرتے وقت جانور کے جسم میں حرکت نہ ہو اور خون بھی منجمد پایا جائے تو وہ حلال نہیں ہے۔ جن لوگوں نے غلطی سے (اس کا گوشت) کھالیا، وہ صرف توبہ کریں کوئی اور کفارہ ان کے ذمہ نہیں۔
(کفایت المفتی ص ۲۴۰ ج ۸)

مسئلہ اگر ذبح کے قبل متصلاً اس کی حیات (زندگی) یقینی ہو تب تو ذبح سے وہ حلال ہوتا ہے خواہ حرکت کرے یا نہ کرے اور خون نکلے یا نہ نکلے، اور اگر حیات یقینی نہ ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس جانور کو ایسی حرکت ہو جو علاماتِ حیات کی ہوں جیسے منہ بند کر لینا یا آنکھ کا بند کر لینا یا پاؤں سمیٹ لینا یا بال کھڑے ہو جانا یا اتنا خون نکلے جیسا زندہ کے نکلتا ہے تب تو وہ حلال ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۵۵۳ ج ۳)

مسئلہ ذبح کرنے کے وقت جانور اگر کانپا یا آواز کی اگرچہ اس وقت خون نہ دیا حلال ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ص ۱۷۸)

غیر مسلم سے گوشت خریدنا

جن مقامات میں مذبح (ذبح کرنے کی جگہ) مقرر ہے اور اس میں مسلمان ذبح کرنے والے متعین ہیں اور مذبح کے علاوہ دوسری جگہ جانور ذبح کرنا حرام ہے۔ ایسے مقامات اس امر کا ظنِ غالب موجود ہے کہ بازار میں فروخت ہونے والا گوشت مسلمان ہی کا ذبح کیا ہوا ہے اور اس ظن غالب کی بناء پر اُسے خریدنا اور استعمال کرنا جائز ہے۔

جہاں مذبح مقرر نہیں اور ذبح اور ذابح پر کوئی پابندی نہیں ہے وہاں کے ذبح کرنے کے بعد مسلمان کی نظر سے غائب نہ ہونے تک ہندو سے خریدنا جائز ہوگا اور نظر سے غائب ہو جانے کے بعد اس کا اطمینان نہیں کہ یہ مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے یا نہیں۔ اس لیے اس کا خریدنا ناجائز ہوگا۔

جہاں پر گھروں میں جانور ذبح کرنے پر کوئی قانونی پابندی نہیں ہے تو ایسے مقام پر غیر مسلم سے گوشت خریدنا جائز نہیں ہے بلکہ مسلمان ذابح کا ذبح کیا ہو گوشت بھی غیر مسلم سے اس وقت خریدنا جائز ہے کہ ذبح کے وقت سے خریدنے کے وقت تک مسلمان کی نظر سے

غائب نہ ہو۔ (کفایت المفتی ص۲۶۰ ج۸)

غیر مسلم سے گوشت منگانا

اس مسئلہ میں غالب ظن کا اعتبار ہے، اگر غالب گمان یہ ہو کہ غیر مسلم مسلمان سے ہی حلال گوشت لایا ہے تو اس کے کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر احتیاط یہی ہے کہ مسلم کے ذریعہ سے گوشت منگایا جائے۔

مسئلہ مچھلی ہندو یا کسی اور غیر مسلم کے پاس سے (بھی) بہر صورت خریدنی جائز ہے۔
(کفایت المفتی ص۲۶۱ ج۸)

مسئلہ قربانی کے گوشت کا حکم قربانی کی کھال کی مانند ہے کہ اگر فروخت کیا جائے گا تو اس کا حکم صدقہ واجبہ کا ہے یعنی صدقہ کرنا ضروری ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص۵۷۲ جلد نمبر۳)

گوشت کا دھونا

سوال ذبح کے بعد جو گوشت جانور سے علیحدہ کیا جاتا ہے، کیا اس کو پاک کر کے پکانا چاہئے؟

جواب حامداً و مصلیاً۔ اس کو دھونے کی ضرورت نہیں، وہ ناپاک نہیں ہوتا۔

(فتاویٰ محمودیہ ص۳۱۶ ج۲، بحوالہ طحطاوی ص۸۳ ج۱)

(مطلب یہ ہے کہ اگر دھونا چاہے تو دھو سکتا ہے، لیکن ناپاک سمجھ کر پاک کرنا غلط ہے۔ کیونکہ وہ پاک ہے، محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

مشتبہ ذبیحہ کا گوشت کھانا

سوال (قربانی وغیرہ کا) جانور گم ہو گیا مالک نے دیکھا کہ جنگل میں اس جانور کے گلے پر چھری پھری ہوئی ہے محض گوشت ہی گوشت ہے، مگر اس نے سینگ و کھر وغیرہ سے پہچان لیا کہ اس کا ہی یہ جانور ہے، تو گوشت کھا سکتا ہے یا نہیں؟ ذبح کرنے والا معلوم نہیں کون ہے، اور بسم اللہ کا بھی علم نہیں ہے، کیا حکم ہے؟

جواب اس جانور میں وجہ اشتباہ دو ہیں۔ اول یہ کہ یہ جانور خود اس کا ہے یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ ذبح کرنے والا کون ہے اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھی یا نہیں؟

پہلے شبہ کا حکم کہ اگر مالک نے اس کے سینگ اور کھر وغیرہ سے اچھی طرح پہچان لیا ہے اور اسے یقین یا گمان غالب ہے کہ یہ میرا ہی ہے تو وہ اس کی ملک ہے، اسے استعمال جائز ہے۔

دوسرے شبہ کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ جانور ایسے مقام پر پایا جائے کہ وہاں مسلمانوں کی آبادی ہے اور اس کے قریب وجوار میں غیر مسلم نہیں تو ظنِ غالب ہے کہ اسے کسی مسلمان نے ہی ذبح کیا ہوگا اس کا کھانا جائز ہے۔ لیکن اگر اس جگہ غیر مسلم لوگوں کی آبادی ہے، یا ملی جلی آبادی ہے یا غیر مسلم اس جگہ یہ کام کرتے ہوں، یعنی جانوروں کے چمڑے اُتار کر گوشت چھوڑ جایا کرتے ہوں تو ان حالات میں اس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۵۳ ج ۸)

قربانی کا پکا ہوا گوشت نوکر کو کھلانا

سوال نوکر رکھنے کا عام طریقہ یہ ہے کہ سالانہ تنخواہ مقرر کر لیتا ہے۔ خوراک کا ذکر نہیں کرتا مگر عرف وعادت کے بناء پر ملازم کا کھانا مالک کے ذمہ ہے، البتہ اگر مالک ملازم کے کھانے سے سبکدوش ہونا چاہئے تو مقررہ تنخواہ پر کچھ اضافہ کرنا پڑتا ہے۔ کیا مالک کی قربانی کا گوشت نوکر (ملازم) کو کھانا حرام ہے یا نہیں؟

جواب وہ گوشت جب مالک نے اپنے گھر کے لیے پکایا تو اس کے تصرف سے قربانی کا حکم ختم ہو گیا، اب اس کے گھر میں پکا ہوا اپنے تصرف کے لیے سالن ہے اور اس ملازم کو کھلانے میں کوئی حرج نہیں، جس کی اجرت میں کھانا بھی شامل ہے۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی)

مذکورہ فی السوال نوکر کے لیے مالک کے یہاں قربانی کا گوشت پکا ہوا کھانا جائز ہے اور اس گوشت عقیقہ وقربانی کی یہ بیع (فروختگی) نہیں۔ یا اجرت میں محسوب نہیں اس لیے کہ جب مالک اور صاحب قربانی نے اپنے گھر میں اس کو پکایا اور اپنے استعمال اور تصرف میں لے آیا۔ تو قربانی اور عقیقہ کے گوشت کا حکم ختم ہو گیا، اب استعمال وتصرف کے بعد اس کی خالص مِلک ہے، قربانی کا گوشت نہیں، جس کا اجرت سمجھ کرنا جائز قرار دیا جائے۔ بلکہ اب وہ جس طرح روٹی ہے اسی طرح پکا ہوا سالن ہے، اس کے کھانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ اگر وہ شخص اپنے استعمال میں نہ لاتا اور اس کو نمک، مرچ، مصالحہ، گھی، تیل وغیرہ ڈال کر نہ پکاتا بلکہ ویسا ہی رہتا تو شبہ کی گنجائش تھی جو صورتِ سوال میں مذکور ہے، یہاں یہ صورت نہیں ہے۔

خلاصہ! کہ تصرف واستعمال میں لانے اور پکانے کے بعد پھر وہ گوشت اس کی خاص

Marfat.com

مِلک ہوجاتا ہے، لہٰذا اس میں سے مذکورہ نوکر کو کھلانا جائز ہے۔ فقط کتبہ سیّد مہدی حسن مفتی دارالعلوم دیوبند۔ مورخہ ۲/محرم ۱۳۶۹ھ۔ (تفصیل دیکھئے امداد المفتین ص ۹۶۶ ج ۲)

(یہاں پر یہ اشکال تھا کہ نوکر، خادم کا کھانا کھلانا جزوِ تنخواہ ہے، تو کیا قربانی کا گوشت اس کو کھلانے سے اجرت تو نہیں ہوگیا؟

خلاصۂ جواب یہی نکلا کہ پکانے پر بھی تو لاگت آتی ہے، اس لیے یہ کھانا اجرت میں شمار نہ ہوگا۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

قربانی کی کھال میں تین قسم کے اختیارات ہیں

الف گوشت اور چمڑا جب تک خود موجود ہے اس میں قربانی کرنے والے کو تین قسم کے اختیارات شرعاً حاصل ہیں:۔

(۱) خود کھانا اور استعمال کرنا۔ (۲) دوسرے احباب اغنیاء (مال داروں) کو کھلانا اور استعمال کرانا۔ (۳) فقراء ومساکین پر صدقہ کردینا۔

ب اور اگر قربانی کا چمڑا یا گوشت نقد روپیہ کے عوض یا کسی ایسی چیز کے عوض فروخت کردیا جس سے نفع اٹھانا اس کی اصل کے رہتے ہوئے ممکن نہ ہو جیسے کھانے پینے کی چیزیں تو اس صورت میں تیسری صورت متعین ہوجاتی ہے یعنی صدقہ کرنا واجب ہوجاتا ہے، خود کھانا یا اغنیاء کو کھلانا جائز نہیں رہتا، خواہ صدقہ کرنے کی نیت سے فروخت کیا ہو یا اپنے کھانے پینے کے لیے، ہر حال میں صدقہ کرنا واجب ہوجاتا ہے۔

ج یہ بھی معلوم ہوا کہ فروخت کرنا قربانی کے گوشت یا چمڑے کا، اگر صدقہ کرنے کی نیت سے ہو تو جائز ہے۔ اور اگر اپنے کھانے پینے کی غرض سے ہو تو گناہ ہے لیکن بیع صحیح ہوجاتی ہے۔

قربانی کی کھال (اور گوشت) کو اگر فروخت کردیا جائے تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوجاتا ہے اور مصرف اس کا صرف فقراء ومساکین ہوئے اغنیاء کو نہیں دیا جاسکتا۔ اور اسی طرح مدرسین کی تنخواہوں میں بھی صرف نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ صدقہ کی حقیقت یہ ہے کہ کسی مسکین (غریب) کو بغیر کسی معاوضہ کے دیا جائے۔ اور اگر تنخواہوں میں دیا گیا تو اُجرت ہوجائے گی، اور اگر مالدار کو دیا گیا تو حقیقتاً ہبہ ہوگا، گو لفظِ صدقہ کہا جائے۔

ہاں اگر گوشت اور کھال جب کہ خود موجود ہوں تو ان کا خود کھانا اور استعمال کرنا یا کسی

Marfat.com

مالدار کو دے دینا۔ اس کو شریعت نے جائز رکھا ہے وہ بھی اس حیثیت سے کہ بنصِ حدیث یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی مہمانی ہے اور ظاہر ہے کہ مہمان کو کھانے پینے کی اجازت ہوتی ہے فروخت کرنے کی نہیں۔

خلاصہ کلام

یہ ہے کہ چرمِ قربانی فروخت کرنے سے پہلے تو خود بھی استعمال کرسکتا ہے اور اغنیاء کو ہدیۃً بھی دے سکتا ہے اور فقراء ومساکین پر صدقہ بھی کرسکتا ہے لیکن اگر روپیہ پیسوں کے عوض فروخت کردیا تو خواہ کسی نیت سے فروخت کیا ہو، اس کا صدقہ کردینا واجب ہوجاتا ہے۔ اور اس کا مصرف صرف فقراء ومساکین ہیں۔ اغنیاء کو دینا یا ملازمین ومدرسین کی تنخواہوں میں دینا جائز نہیں۔

(جواہر الفقہ ص ۴۵۷ ج ۱)

مساجد میں کھالیں دینا

سوال قربانی کی کھالیں جب فروخت کردی جائیں، ان کی قیمت کس قسم کے صدقہ میں شمار ہیں، اور ان کے مصارف کیا ہیں اور مسجدوں کی تعمیر وغیرہ میں ان کا صَرف کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ کھالیں مساجد کے متولیان یا پیش امام کو مسجد بنانے کے لیے دے دی جائیں کہ یہ لوگ ان کو فروخت کرکے ان کی قیمت مسجد کی تعمیر میں صرف کریں شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب قربانی کی کھالوں کی قیمت ان کے فروخت کرنے کے بعد از روئے شریعت صدقہ واجبہ میں داخل ہیں۔

ہدایہ میں ہے کہ قربانی کی کھالیں فروخت کرنے کے بعد مثل زکوٰۃ وغیرہ کے ان کی قیمت کا صدقہ کردینا واجب ہے۔ لہٰذا ان کے مصارف بھی مصارفِ زکوٰۃ ہیں اور چونکہ زکوٰۃ ونیز دیگر صدقات میں تملیک (مالک بنادینا) شرط ہے اس لیے ان کو تعمیر مسجد وغیرہ میں صرف کرنا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ مسجد میں تملیک پائی نہیں جاتی، جیسا کہ درمختار میں ہے کہ مسجد کی تعمیر اور میت کے کفن دفن وغیرہ میں تملیک نہیں پائی جاتی اس لیے خرچ نہیں کرسکتے ہیں۔

حضرت مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ "جو کھال فروخت کردی اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے، اور صدقہ کی حقیقت یہ ہے کہ جس کو دیا جائے وہ مالک بن جائے،

Marfat.com

اور چونکہ یہ صدقہ واجبہ ہے اس لیے اس کے مصارف مثل زکوٰۃ کے ہیں"۔

اگر کھال کو مسجد کے متولیاں یا پیش اماموں کو مسجد بنانے کے لیے دیدی جائے کہ یہ لوگ اس کی قیمت کو تعمیر مساجد میں صرف کریں وہ بھی جائز نہیں ہوگا، کیونکہ یہاں بھی شرطِ تملیک (مالک بنادینا) جو رکن ہے پائی نہیں جاتی کیونکہ تملیک کے معنی ہی یہ ہیں کہ کسی شخص کو مالک بنادینا تاکہ وہ مالک ہونے کے بعد جو چاہے کرے۔ اور بصورتِ مذکورہ اس قسم کا مالک بنانا پایا نہیں جاتا بلکہ دینے والے اس لیے دیتے ہیں کہ یہ رقم مسجد کی تعمیر میں صرف کی جائے، یہ تملیک نہیں بلکہ سراسر توکیل ہے (وکیل بنانا اور اختیارات دینے کو کہتے ہیں) قربانی کرنے والا اس کا مجاز نہیں کہ کھال کی قیمت مسجد کی تعمیر میں صرف کرے ویسا ہی یہ بھی مجاز نہیں کہ کسی دوسرے کو مساجد وغیرہ کی تعمیر میں اسے صرف کرنے کو وکیل بنادے۔ کیونکہ جس تصرف کے لیے خود مؤکل مجاز نہیں ہے اس کے واسطے دوسرے کو وکیل بنانا بھی جائز نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کی کھال جب فروخت کردی گئی پھر اس کی قیمت مساجد وغیرہ میں صرف کرنا شرعاً ممنوع ہے اور نہ اسے دوسرے کو اس لیے دینا جائز ہے کہ فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت تعمیرِ مساجد میں صرف کریں۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۷۱۲ ج ۱)

مسئلہ ظاہر ہے کہ متولی و مہتمم انجمن وغیرہ کو ان کھالوں کا مالک بنانا مقصود نہیں ہے، بلکہ محض امین و وکیل ہیں، فروخت کرنے اور مصرف میں صرف کرنے کے۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۷۱۱ ج ۱)

کھال کی قیمت میں حیلہ کرنا

اگر کھال قربانی کی فروخت کردی تو اس کی قیمت کا صدقہ فقراء و مساکین پر کرے یعنی ان کو مالک بنانا ضروری ہے کہ زکوٰۃ وغیرہ صدقاتِ واجبہ کو جس میں قربانی کی کھال کی قیمت بھی داخل ہے۔ تعمیر مسجد و مرمت مسجد و روشنی و سامانِ مسجد وغیرہ میں صرف نہیں کرسکتے، اور یہ حیلہ بھی کتبِ فقہ میں لکھا ہے کہ کسی مسکین کو یا فقیر کو اول اس کا مالک بنادیا جائے پھر اس سے کہا جائے کہ تو اپنی طرف سے اس روپے کو مسجد وغیرہ میں یا روشنی وغیرہ میں صرف کردے، مگر دینے کے وقت یہ شرط نہ کرے بلکہ دینے کے بعد اس سے کہہ دے۔ بہرحال اس حیلہ سے روشنی وغیرہ میں یا خریداری لالٹین وغیرہ میں اس کو صرف کرسکتے ہیں۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۷۱۳ جلد اول)

مسئلہ قربانی کی کھال اگر قربانی کرنے والا کسی کو دیدے اور وہ شخص جس کو کھال دی ہے،

کھال کو فروخت کر کے کسی معلّم (پڑھانے والے) کو تنخواہ دے یا مسجد کی تعمیر میں خرچ کر دے تو جائز ہے لیکن اگر قربانی کرنے والا خود فروخت کرے تو پھر وہ اس کھال کے روپے کو معلّم وغیرہ کی تنخواہ یا مسجد میں خرچ نہیں کر سکتا بلکہ صدقہ کر دینا لازم ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۲۷ ج ۸)

قربانی کی کھال کا عام حکم

قربانی کی کھال کی نسبت یہ حکم ہے کہ یا تو اس کو بجنسہ اپنے کسی کام میں لے آئے مثلاً رنگوا کر گھر کا ڈول وجوتہ یا جائے نماز و دسترخوان وغیرہ بنا لے، یا کسی غریب محتاج کو یا قرابت دار واجبات کو دے دے۔ کسی کی خدمت کے معاوضہ میں نہ دے مثلاً سقہ یا مسجد یا امام و مؤذن مسجد محلہ کو ان کی خدمت کرنے کے معاوضہ میں نہ دے، یہ درست نہیں۔ اسی طرح اپنے گھر کے سقہ کو بھی نہ دے جبکہ وہ تنخواہ دار ہو، لیکن فروخت کرنے کے بعد جو قیمت اس کھال کی ہو، اس کو نہ خود رکھ سکتا ہے نہ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے، نہ کسی معاوضہ میں دے سکتا ہے، نہ مسجد میں لگا سکتا ہے، بلکہ یہ ضروری ہے کہ محتاجوں پر صدقہ کرے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو اس کے ذمہ اس قدر روپیہ صدقہ کرنا ضروری ہے، ورنہ قربانی میں نقصان رہے گا۔ (عزیز الفتاویٰ ص ۷۱۰ ج ۱)

مسئلہ قربانی کے چمڑے کا وہی حکم ہے جو گوشت کا ہے جس طرح گوشت مال دار کو دیا جا سکتا ہے چمڑا (کھال) بھی دے سکتا ہیں اور صاحب نصاب بخوشی لے سکا ہے، ممنوع نہیں ہے۔ اور جس مالدار یا غریب کو چمڑا ہدیۃً (بغیر قیمت) دیا گیا ہے وہ بیچ کر اس کی قیمت اپنے کام میں لے سکتا ہے، البتہ اگر قربانی کرنے والے نے چمڑا بیچ دیا تو اس کی قیمت کے حقدار صرف غرباء ہیں مالدار کو دینا درست نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۸ ج ۶)

کھال سے متعلق مسائل

مسئلہ کھال کی قیمت عیدگاہ کی مرمت میں صرف کرنا جائز نہیں، کیونکہ کھال بیچ دینے کے بعد قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اب یہ رقم اسی جگہ صرف ہو سکتی ہے جو صدقہ کے مصرف ہیں، ہاں کسی یتیم خانہ یا مدرسہ کے طلباء یا محتاج معذور عزیزوں یا مساکین پر صرف کی جا سکتی ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۱۹ ج ۸)

مسئلہ قربانی کی کھال کی قیمت مسجد میں یا کنویں وغیرہ مصارف میں خرچ کرنا جن میں

Marfat.com

تملیک نہیں ہوتی، وجوبِ تصدق کے منافی ہے ان جگہوں میں صرف کر دینا (جس میں مالک نہ بنایا جائے) تصدق نہیں ہے (صدقہ ادا نہیں ہوگا)۔ (کفایت المفتی ص۲۲۳ ج۸)

مسئلہ اگر کھال فروخت کر دی تو اسکی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ مگر یہ صدقہ نافلہ ہے، کافر غریب ہو تو اسکو بھی دی جاسکتی ہے۔ (کفایت المفتی ص۲۲۷ ج۸)

مسئلہ کھالوں کی قیمت کا روپیہ مدرسین کی تنخواہوں میں نہیں دیا جاسکتا ہے، ہاں نادار طلبہ کو وظائف کی صورت میں یا سامانِ تعلیم کی صورت میں دینا جائز ہے مگر جو دیا جائے وہ تملیک کی صورت میں دیا جائے، تعمیر میں خرچ کرنا درست نہیں۔ (کفایت المفتی ص۲۲۹ ج۸)

مسئلہ قربانی کی کھال سیّد کو دے دینی جائز ہے، یعنی خود کھال دی جائے نہ کہ اس کی قیمت۔ (کفایت المفتی ص۲۲۴ ج۸)

مسئلہ فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ جب تک کھال فروخت نہ ہو ہر شخص کو اس کا (کھال کا) دے دینا اور خود بھی اس سے منتفع ہونا جائز ہے اور جب فروخت کر دی تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے، اور صدقہ کی ماہیت میں تملیک ماخوذ ہے، اور چونکہ یہ صدقہ واجب ہے اس لیے اس کے مصارف مثل مصارفِ زکوٰۃ کے ہیں، پس مدرسین کی تنخواہوں میں اس کا صرف کرنا جائز نہیں، البتہ غریب مسلمان طالبِ علم جو زکوٰۃ کا مصرف ہوسکے، اس کو بطورِ انعام یا امداد خوراک و پوشاک تملیکاً دے دینا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص۵۳۶ ج۳)

مسئلہ قربانی کے چمڑے کے پیسے صرف زکوٰۃ کے مستحقین پر خرچ کیے جائیں، قرآن پاک، پارۂ عم، تختی وغیرہ خرید کر غریب بچوں کو مالک بنادیں تو بھی جائز ہے کفن دفن میں تملیک (ملکیت) نہیں ہوتی، اس لیے اسمیں استعمال نہیں کر سکتے، ہاں پہلے کسی غریب وارث یا منتظم کو جو مستحق زکوٰۃ ہو، اس کو مالک بنادیں اور پھر وہ اپنی مرضی سے کفن دفن میں خرچ کرے تو جائز ہے۔ اور اس رقم کو استاذ کی تنخواہ میں نہیں دے سکتے، اگر وہ مستحقِ زکوٰۃ ہوں تو بطورِ امداد دے سکتے ہیں۔

(رحیمیہ ص۱۶۵ ج۶)

مسئلہ بعض لوگ ذبح سے پہلے ہی کھال فروخت کر دیتے ہیں۔ سو یاد رہے کہ "ذبح" پہلے کھال کا فروخت کر ڈالنا حرام ہے۔ (زوال السنہ ص۲۳ و اغلام العوام ص۱۳۷)

مسئلہ قربانی کا چمڑا اگر شریک اپنے حصہ۔ کے علاوہ دوسرے شرکاء سے ان کے چمڑے کے

Marfat.com

حصے خرید لے تو پھر وہ تمام چمڑا خرید کنندہ شریک اپنے استعمال میں لا سکتا ہے۔

(امداد الفتاویٰ ص ۵۷۵ ج ۳)

مسئلہ اصل حکم کے لحاظ سے قربانی کے ہر حصہ دار چمڑے کو کاٹ کر بھی (یعنی سات حصہ کر کے) لے سکتے ہیں۔ لیکن کاٹنے سے چمڑے کی قیمت کم ہو جاتی ہے اور خود چمڑے کو کام میں لانا مقصود نہ ہو تو اس صورت میں کاٹنے سے فقراء کا نقصان متصور ہے لہٰذا کاٹ کر تقسیم نہیں کرنا چاہئے۔ (کفایت المفتی ص ۲۲۲ ج ۸)

مسئلہ قربانی کی کھال سے خود فائدہ اٹھانا یا کسی کو کھال دے دینا خواہ وہ غنی (مال دار) ہو یا فقیر، ہاشمی ہو، یا اور کوئی اپنے اصول وفروع ہوں یا اجنبی، یہ سب جائز ہے۔ اس میں تملیک بھی واجب نہیں کیونکہ خود اپنے لیے اس کا مصلّی، ڈول وغیرہ بنا لینا یا اور کام میں لانا جائز ہے جس میں تملیک متصور نہیں۔ لیکن اگر قربانی کرنے والا کھال سے نفع نہ اٹھائے اور نہ کسی کو کھال ہبہ کرے بلکہ اسے فروخت کر ڈالے تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اب اس میں زکوٰۃ کے احکام جاری ہو جاتے ہیں کہ تملیک بھی لازم اور اصول وفروع وہاشمی وغنی کو دینا بھی درست نہیں۔ امام مسجد کا حقِ لازم سمجھنا، یہ بات بہر صورت غلط ہے، حقِ لازم کسی کا نہیں اور اگر امامت کی اُجرت کے طور پر کھال یا اس کی قیمت دی جائے تو ناجائز ہے۔ اگر امام بھی مسکین (ضرورت مند غریب) ہو تو اُسے تبرعاً دے سکتے ہیں لیکن اگر وہ مالدار ہو یا اپنا حق لازم سمجھے، یا اجرتِ امامت (ومؤذن وغیرہ) قرار دے کر طلب کرے تو ان صورتوں میں اُسے دینا جائز نہیں ہے۔

مسئلہ اگر کھال کسی مالدار یا فقیر کو دے دے تو یہ بھی جائز ہے، لیکن کھال کو فروخت کرنے کے بعد قیمت کا صدقہ کرنا یعنی مسکین کو بلا معاوضہ دے دینا واجب ہو جاتا ہے۔ پس کھال یا اس کی قیمت کو امام یا مؤذن کی تنخواہ میں دینا جائز نہیں اور کھال کی قیمت کو مسجد کی روشنی، فرش، تعمیر وغیرہ میں خرچ کرنا بھی جائز نہیں۔ (کفایت المفتی ص ۲۲۸ ج ۸)

مسئلہ قربانی کی کھال مال دار کو بھی ہبۃً (بغیر پیسوں کے) دینا جائز ہے اس کا صدقہ کرنا واجب نہیں ہے استحبابی ہے جیسے گوشت کا۔ البتہ اگر کھال بیچ دی جائے تو اس کی قیمت واجب التصدیق ہے۔ وہ قیمت صرف مستحقینِ زکوٰۃ ہی کو دی جا سکتی ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۸۰ ج ۶ بحوالہ درمختار ص ۲۸۷ ج ۵)

مسئلہ قربانی کی کھال فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں

Marfat.com

ہے۔ اگر اپنے استعمال میں لائی گئی تو اس کا بدل صدقہ کرنا واجب ہے۔ ورنہ ثوابِ قربانی میں نقصان ہوگا۔ (کفایت المفتی ص ۲۲۹ ج ۸)

کھال کی رقم سے آمدنی کا ذریعہ بنانا

سوال قربانی کی کھال کی رقم جماعت کے پاس جمع ہے وہ اس میں سے غرباء کو دیتے ہیں اور اسی طرح نادار بچوں کو اسکول کی کتابیں وغیرہ خرید کر دیتے ہیں اور بیماروں کی امداد کرتے ہیں۔ اب ان کا ارادہ ہے کہ ان کھال کے پیسوں سے مستقل آمدنی کا ذریعہ بنالیں اور پھر اس آمدنی کو غرباء پر خرچ کرتے رہا کریں، تو ان کے لیے چمڑے کی قیمت سے مکان، دوکان بنوانا کیسا ہے؟

جواب قربانی کی کھال جماعت کو ہدیۃً نہیں دی جاتی بلکہ بطور وکالت دی جاتی ہے، لہٰذا اس کی قیمت مستحقین کو تملیکاً دے دی جائے اور جہاں تک ہوسکے جلد ادا کر کے سبکدوش ہوجائیں، بلاوجہ شرعی تاخیر کرنا کراہت سے خالی نہیں۔

غریبوں کو قرآن شریف اور کتابیں دے دی جائیں، غریب بیماروں کی امداد کی جائے۔ لیکن قربانی کی کھال یا اس کی قیمت کو آمدنی کا ذریعہ ہرگز نہ بنایا جائے، غیر مصرف میں رقم استعمال ہوگی تو جماعت کے ذمہ دار لوگ گنہگار ہوں گے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۱۶۷ ج ۲)

کھال سے گوشت بدلنا

سوال یہاں پر قربانی کے جانور کی کھال قصاب (قصائی) کو دیتے ہیں اور اس سے کھال کے عوض میں گوشت لے کر خود کھاتے ہیں اور کھلاتے ہیں اسکا کیا حکم ہے؟

جواب جن شہروں میں چمڑا اعداداً فروخت ہوتا ہے وہاں یہ بیع درست ہے جب کہ گوشت کی مقدار اور صفت پورے طور سے بیان کردی جائے، لیکن جو گوشت آئے گا اس سب کا خیرات کرنا مساکین پر واجب ہے۔ اگر خود کھائے گا یا مالداروں کو کھلائے گا تو اتنی مقدار کی قیمت کا صدقہ واجب ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۶۴ ج ۳)

کھال کی رقم کا چوری ہوجانا

فی الدر المختار وللمودع حفظہا بنفسہ وعیالہ وھم من یسکن بیعہ حقیقۃ اوحکماً۔ روایتِ مذکورہ

Marfat.com

کی بناء پر زید پر (یعنی جس کے پاس قربانی کی رقم رکھی ہوئی تھی، مدرسہ کے مہتمم یا متولیان وغیرہ پر) اس روپیہ کا ضمان نہیں، البتہ اس چور پر ضمان واجب ہے، اور زید کے ذمہ واجب ہے کہ بقدر اپنی قدرت کے اس سے (چور سے لینے کی کوشش کرے فقط، اور ایک اور بات زید پر یہ بھی ضروری ہے کہ جن جن لوگوں کی رقم ضائع ہوئی ہے ان کو اطلاع کر دے، کیونکہ ان کے ذمہ یعنی قربانی کرنے والوں کے یہ رقم کھال کی واجب التصدق رہ گئی ہے۔ وہ لوگ مساکین کو ادا کریں جب کہ چور سے وصول نہ ہو۔ (امداد الفتاویٰ ص ۶۱۰ ج ۳)

صدقہ فطر کے مسائل

عید کا دن بہت مبارک اور خدا کی مہمانی کا دن ہے۔ آج کے دن ہم سب خدا کے مہمان ہیں، اسی وجہ سے آج کا روزہ حرام ہو گیا، کیونکہ جب خدا نے ہمیں مہمان بنا کر کھانے پینے کا حکم دیا ہے تو ہم کو اس سے منہ موڑنا ہرگز نہ چاہئے آج کے دن روزہ رکھنا گویا خدا کی مہمانی کو رد کرنا ہے۔ یہ ہم مسلمانوں کا بہت بڑا تیوہار ہے، ہمارے تیوہار میں کھیل تماشہ اور ناچ گانا وغیرہ نہیں ہوتا، کسی کو تکلیف دینا، ستانا نہیں ہوتا، بلکہ جس کو خدا نے دیا ہے وہ دوسرے ضرورت مند کی ضرورتیں پوری کرتا ہے، مالدار جب اپنے پھول سے بچوں کو اُجلے اُجلے کپڑوں میں خوشی خوشی اُچھلتا کودتا دیکھتا ہے تو غریب کے مرجھائے ہوئے چہرے اور اس کے بچوں کی حسرت بھری نظریں اس سے دیکھی نہیں جاتیں۔ مسلمان دولتمند اپنے گھر کے اس قسم کے خوشبودار اور لذیذ کھانوں کو اس وقت ہاتھ نہیں لگاتا جب تک کہ مفلس پڑوسی کے گھر میں سے دھواں اُٹھتا نہ دیکھ لے۔ بھلا میری کیا عید اگر میرا پڑوسی آج کے دن بھی بھوکا رہا۔ بھلا میری جگمگ بیوی مجھے کیسے بھا سکتی ہے جبکہ برابر میں ایک نادار کی بیوی کے کپڑوں میں تین تین پیوند ہیں۔ اگر خدانخواستہ ہم اتنے غیرت مند نہیں ہیں۔ اور مسلمان غیرت مند کیوں نہ ہو؟ تو ہمارا غیور خدا تو اس برداشت نہیں کر سکتا کہ میرا ایک محتاج بندہ اپنے میلے کپڑوں کی وجہ سے عید کی نماز تک میں شریک ہونے سے شرما رہا ہے اور اس کے چھوٹے چھوٹے بچے جب اپنے ساتھ کھیلنے والے بچوں کے پاس جھل مل کرتے ہوئے شاندار کپڑے اور کھنا کھن بجتے ہوئے پیسے دیکھ کر اپنی ماں سے منہ بسور کر اماں ہم بھی ایسا ہی لیں گے، کہتے ہیں۔ پھر ان کی ماں بچوں کو کلیجے سے لگاتے ہوئے آنسوں پونچھتے ہوئے کہتی ہے کہ "بیٹا ہاں تم کو بھی دلائیں گے۔ اور یہ کہتے ہوئے مارے غم کے بے اختیار اسکی چیخ

Marfat.com

نکل پڑتی ہے اور اس کے دکھی دل پر فکر وغم کے بادل چھا جاتے ہیں تو یہ منظر خدائے رحیم وکریم سے دیکھا نہیں جاتا۔ اور کون غیرتمند دیکھ سکتا ہے؟ اس لیے خدا نے اپنے خوش حال بندوں پر یہ لازم کر دیا ہے کہ جب تک وہ میرے غریب بندوں اور بندیوں کے آنسوں نہ پونچھ دیں، جب ان کا تن نہ ڈھانپ دیں، جب تک ان کا چولہا گرم نہ کر دیں، جب تک ان کے نونہالوں کو مسکراتا نہ دیکھ لیں خود عید نہ منائیں، جب تک ان کے دل کی کلی نہ کھل جائے میرے سامنے نہ آئیں جب تک اس کی بیوی کی سکھ سے عید سننے کا انتظام نہ ہو جائے۔ اپنی بیوی کی پازیب کو بیڑی اور ہار کو طوق سمجھیں۔ آپس کی اس ہمدردی کے کم سے کم اور ضروری سے حصے کا نام ''صدقۃ الفطر'' ہے صدقہ فطر مسلمانوں کی آپس کی ہمدردی کا وہ کم سے کم اور گرے سے گرا حصہ ہے کہ اگر اتنا بھی نہ ہو تو مالداروں پر خدائی قہر اترتا ہے ان کی کمائیوں کی برکتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ خدائے قہار ان کے پیچھے ایسی الجھنیں لگا دیتا ہے کہ صدقہ فطر سے کہیں زیادہ پیسہ برباد ہو جاتا ہے اور کسی غریب کے ایک دن کے رونے کی پرواہ نہ کرنے کی سزا میں خدائے غیور اس بے غیرت دولت مند کو کبھی کبھی برسوں گھٹنوں میں سر دے کر رلاتا ہے اور جب یہ بندے خوشیوں اور مسرتوں میں دوسروں کو اپنا شریک نہیں بناتے تو خدائے دانا وبینا غموں تکلیفوں، آنسوؤں اور ہچکیوں میں دونوں کو شریک کر کے اپنے تمام بندوں کو یکساں کر دیتا ہے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۷۵)

صدقۂ فطر کے شرائط

صدقۂ فطر واجب ہے فرض نہیں اور صدقۂ فطر کے واجب ہونے کے لیے صرف تین چیزیں شرط ہیں۔ (۱) آزاد ہونا۔ (۲) مسلمان ہونا۔ (۳) کسی ایسے مال کے نصاب کا مالک ہونا جو اصلی ضرورتوں سے فارغ ہو۔ اور قرض سے بالکل یا بہ قدر ایک نصاب کے محفوظ ہو۔ اس مال پر سال کا گذر جانا شرط نہیں نہ مال کا تجارتی ہونا شرط ہے نہ صاحب مال کا بالغ ہونا اور عاقل ہونا شرط ہے یہاں تک نابالغ بچوں اور مجنونوں پر صدقۂ فطر واجب ہے ان کے اولیاء کو ان کی طرف سے ادا کرنا چاہئے اور اگر ولی نہ ادا کرے اور وہ اس وقت خود مالدار ہوں تو بالغ ہو جانے کے بعد یا جنون زائل ہو جانے کے بعد خود ان کو عدم بلوغ یا جنون کے زمانے کا صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے۔

صدقۂ فطر کا حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی سال دیا تھا جس سال رمضان المبارک

Marfat.com

کے روزے فرض ہوئے تھے۔

صدقۂ فطر کی مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ دن خوشی کا ہے اور اس دن اسلام کی شان وشوکت کثرتِ جمعیت کے ساتھ دکھائی جاتی ہے اور صدقہ دینے سے یہ مقصد خوب کامل ہو جاتا ہے علاوہ اس کے اس میں روزہ کی تکمیل ہے، صدقہ فطر کے دینے سے روزہ مقبول ہو جاتا ہے، اور اس صدقہ میں حق تعالیٰ کا عظیم الشان احسان کہ اس نے ماہِ مبارک سے مشرف کیا اور اس میں روزہ رکھنے کی ہم کو توفیق دی۔ اور کچھ ادائے شکر بھی ہے۔ (علم الفقہ ج ۴ ص ۵۰،۵۱)

صدقۂ فطر ادا کرنا اس شخص کے ذمہ واجب ہے جو صاحبِ نصاب مالدار ہو یعنی ۵۲:۱/۲ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۳۳۶ درمختار ج ۳ ص ۹۹)

ضرورتِ اصلیہ کیا ہے

کسی کے پاس بڑا بھاری گھر ہے اگر بیچا جائے تو ہزار پانچ سو کا بکے اور پہننے کے قیمتی قیمتی کپڑے ہیں مگر ان میں سچا (چاندی سونے کا) گوٹا نہیں ہے، اور خدمت کیلئے دو چار خدمت گار ہیں گھر میں ہزار پانچ سو کا ضروری اسباب بھی ہے مگر زیور نہیں، اور وہ سب کام میں آیا کرتا ہے یا کچھ سامان ضرورت سے زائد بھی موجود ہے اور کچھ کچا گوٹا اور زیور وغیرہ بھی ہے لیکن وہ اتنا نہی جتنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو ایسے پر صدقہ فطر واجب نہیں ہے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۴ بحوالہ نورالایضاح ج ۱ ص ۱۶۱)

نیز کسی کے پاس ضروری سامان سے زائد اسباب ہے لیکن وہ قرض دار بھی ہے تو قرض کا اندازہ (تخمینہ) لگا کر دیکھو کیا بچتا ہے اگر اتنی قیمت کا سامان بچ جائے جتنے پر زکوٰۃ واجب ہو جائے تو صدقہ واجب ہے اور اگر اس سے کم بچے تو واجب نہیں۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۴ بحوالہ ہدایہ ج ۱ ص ۱۸۹)

خالی مکان ضرورتِ اصلیہ میں داخل ہے یا نہیں؟

کسی کے دو گھر ہیں ایک میں خود رہتا ہے اور ایک خالی پڑا ہے یا کرایہ پر دے رکھا ہے تو دوسرا مکان ضرورت سے زائد ہے اگر اسکی قیمت اتنی ہو جتنے پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو اس پر صدقہ فطر واجب ہے اور ایسے کو تو زکوٰۃ کا پیسہ دینا بھی جائز نہیں ہے البتہ اگر مالک مکان کا اسی پر

Marfat.com

گذر اوقات ہے (یعنی کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے) تو یہ مکان بھی ضروری اسباب میں داخل ہو جائے گا اور اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا اور زکوٰۃ کا پیسہ لینا دینا درست ہوگا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جس کو زکوٰۃ واجب ک پیسا لینا درست ہے اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہے اور جس کو صدقہ اور زکوٰۃ کا لینا دینا درست نہیں اس پر صدقہ فطر واجب ہے۔

(بہشتی زیور ج سوم ص ۳۵ بحوالہ فتاویٰ خانیہ ج ایک ص ۲۲۶)

جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر صدقہ فطر بھی واجب ہے لیکن فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ کے نصاب میں تو سونا، چاندی یا تجارت کا مال ہی ہونا ضروری ہے اور صدقہ فطر واجب ہونے کے لیے صرف یہی تین چیزیں نہیں بلکہ اس کے نصاب میں ہر قسم کا مال حساب میں لیا جاتا ہے، ہاں یہ بات نصابوں میں شرط ہے کہ اپنی روزمرہ کی ضرورتوں سے زائد ہو اور قرضے سے بچا ہوا ہو۔

چنانچہ اگر ایک شخص کے پاس روزانہ پہننے کے کپڑوں کے علاوہ کچھ اور کپڑے رکھے ہوں، یا روزمرہ کی ضرورت سے زائد تانبے، پیتل، اسٹیل، چینی وغیرہ کے برتن رکھے ہیں یا اس کا کوئی مکان خالی پڑا ہوا ہے اور کسی قسم کا سامان ہے اور روزانہ کی ضرورت سے زائد ہے تو اگر ان چیزوں کی قیمت مل کر نصاب کے برابر یا اس سے زائد ہو جاتی ہے تو اس پر زکوٰۃ تو فرض نہیں لیکن صدقہ فطر واجب ہے، اور اسی طرح صدقہ فطر کے نصاب پر سال گذرنا بھی ضروری نہیں بلکہ اگر اسی دن اتنے مال کا مالک ہوا ہو تب بھی صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ (رمضان کیا ہے؟ ص ۱۷۷)

جو صاحب نصاب نہ ہو اس کے لیے حکم

ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ غنی بھی صدقہ فطر ادا کرے اور فقیر بھی صدقہ دے'' ان دونوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے'' اللہ تعالیٰ اس مالدار کو تو اس کے صدقہ فطر دینے کی وجہ سے پاکیزہ بنا دیتا ہے اور فقیر (جو مالکِ نصاب نہ ہو) اس کو اس سے زیادہ عنایت فرماتا ہے جتنا اس نے صدقہ فطر کے طور کے برابر دیا ہے''۔

یہ بشارت اگرچہ مالدار کے لیے بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے مال میں اس سے کہیں زیادہ برکت عطا فرماتے ہیں جتنا اس نے دیا ہے مگر اس بشارت کو فقیر کے ساتھ مخصوص اس لیے فرمایا تاکہ اس کی ہمت افزائی ہو، اور وہ صدقہ فطر دینے میں پیچھے نہ رہے۔

(مظاہر حق جدید قسط سوم ج ۲ ص ۵۸)

Marfat.com

صدقہ فطر کس وقت واجب ہوتا ہے؟

صدقۂ فطر کا وجوب عیدالفطر کی فجر طلوع ہونے پر ہوتا ہے لہٰذا جو شخص قبل طلوع فجر کے مرجائے یا فقیر ہو جائے، اس پر صدقہ فطر واجب نہیں، اسی طرح جو شخص بعد طلوع فجر کے اسلام لائے اور مال پا جائے یا جو لڑکا، لڑکی فجر طلوع ہونے سے پہلے پیدا ہوا ہو یا جو شخص فجر کے طلوع ہونے سے پہلے اسلام لائے یا مال پا جائے اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

(علم الفقہ حصہ چہارم ص ۵۱)

عید کے دن جس وقت فجر کا وقت آتا ہے اسی وقت یہ صدقہ واجب ہوتا ہے، تو اگر کوئی فجر کا وقت آنے سے پہلے ہی مر گیا تو اس پر صدقۂ فطرہ واجب نہیں اس کے مال میں سے نہ دیا جائے۔ (بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۵ بحوالہ عالمگیری ج ایک ص ۱۹۶)

رمضان سے پہلے صدقہ فطر دینا

سوال صدقۂ فطر کی ادائے گی کا کیا وقت ہے؟ رمضان سے پہلے مثلاً شعبان یا رجب میں ادا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب اختلافی مسئلہ ہے، رمضان سے پہلے تو قول بھی ہے، اس پر عمل کرنا خلاف احتیاط ہے۔ ماہِ رمضان میں بھی ادا کرنے میں اختلاف ہے، مگر قوی یہ ہے کہ درست ہے اور صدقہ ادا ہو جائے گا۔ (فتاوی رحیمیہ ج ۵ ص ۱۷۶ بحوالہ ج ۲ البحر الرائق ص ۲۵۵)

صدقہ فطر رمضان شریف میں دینا درست ہے خواہ کسی بھی [illegible] میں دیدے۔

([illegible] دارالعلوم ج ۶ ص ۳۰۵)

صدقۂ فطر کس کس کی طرف سے دینا واجب ہے؟

صدقہ فطر کا ادا کرنا اپنی طرف سے بھی واجب ہے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے بھی اور بالغ اولاد کی طرف سے بھی بشرطیکہ وہ فقیر یعنی صاحب نصاب نہ ہوں اور اپنی خدمت گار لونڈی غلاموں کی طرف سے بھی اگرچہ وہ کافر ہوں، نابالغ اولاد اگر مالدار ہوں تو ان کے مال سے ادا کرے، اور اگر مالدار نہیں ہیں تو اپنے دل مال سے، بالغ افراد اگر مالدار ہوں تو ان کی

Marfat.com

طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں ہاں احساناً اگر ادا کر دے تو جائز ہے یعنی پھر ان اولاد کو دینے کی ضرورت نہیں رہے گی، اور اگر بالغ اولاد مالدار تو ہوں مگر مجنون ہوں تب بھی ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے مگر انہیں کے مال سے، جو لونڈی غلام خدمت کے نہ ہوں بلکہ تجارت کے ہوں ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرنا واجب نہیں۔

باپ اگر مر گیا ہو تو دادا باپ کے حکم میں ہے یعنی پوتے اگر مالدار ہیں تو انکے مال سے ورنہ اپنے مال سے ان کا صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ (علم الفقہ ج سوم ص ۵۲)

فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۲۴ بحوالہ عالمگیری میں اس طرح لکھا ہے۔

عورت پر جب کہ صاحبِ نصاب ہو تو فطرہ اسی پر واجب ہے اگر شوہر ادا کر دے گا تو ادا ہو جائے گا، باپ پر نہیں ہے۔

صدقہ فطر میں اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں؟

سوال: جس طرح کسی دوسرے شخص کی زکوٰۃ اسکی اجازت کے بغیر ادا نہیں ہوتی تو کیا یہی حکم صدقہ فطر کا بھی ہے یا کچھ فرق ہے؟

جواب: ہاں یہی حکم صدقہ فطر کا بھی ہے اجازت ضروری ہے لیکن چونکہ صدقہ فطر کی مقدار کم اور معلوم ہے اس لیے بیوی اور اولاد کی طرف سے جو اس کے عیال (زیر کفالت) میں ہیں ادا کر دیتا ہے، اور عادتاً اسکی اجازت ہوتی ہے اس لیے استحساناً جائز ہے، بخلافِ زکوٰۃ کے اسکی مقدار نامعلوم اور زیادہ ہوتی ہے بغیر کہے ادا کرنے کی عادت نہیں ہے اس لیے اجازت اور وکالت ضروری ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۷۳ بحوالہ شامی ج ۱ ص ۱۰۳)

جس نے روزے نہ رکھے ہوں اس کا حکم

جس نے کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھے اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے اور جس نے روزے رکھے اس پر بھی واجب دونوں میں کچھ فرق نہیں، بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۵ بحوالہ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۲ اور فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۱۴ پر "جس نے روزے نہ رکھے ہوں تب بھی اس پر صدقہ فطر واجب ہے نہ ادا کیا ہو تو اب دیدے جب تک وہ ادا نہ کرے بری الذمہ نہ ہوگا"۔

Marfat.com

شادی شدہ لڑکی کا فطرہ کس پر واجب ہے؟

سوال لڑکی کی شادی ہو چکی ہو، اور وہ لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر میں ہے، نابالغ ہے اس کا فطرہ کس پر ہے ماں باپ پر یا سسرال والوں پر؟

جواب اگر وہ لڑکی مالدار ہے تو خود اس کے مال میں صدقۂ فطر واجب ہے خواہ بالغ ہو یا نابالغ اور اگر مالدار نہیں تو بالغ ہے تو کسی کے ذمہ نہیں، اور اگر مالدار نہیں اور نابالغ ہے اور رخصت نہیں ہوئی تو باپ کے ذمہ اور اگر رخصت ہوگئی تو باپ کے ذمہ نہیں۔ (امداد الفتاویٰ جدید ج ۲ ص ۸۰)

مال تقسیم ہونے کے بعد صاحبِ نصاب نہ ہو تو کیا فطرہ واجب ہے؟

سوال چار بھائیوں کا مال مشترک ہے اگر تقسیم کیا جائے تو کسی کا حصہ بقدرِ نصاب نہیں ہوتا ہے کیا قربانی یا صدقہ واجب ہے؟

جواب اس صورت میں کہ کسی ایک بھائی کا حصہ بقدرِ نصاب کو نہیں پہنچتا کسی پر بھی فطرہ اور قربانی واجب نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۰۸ بحوالہ ردالمحتار باب صدقۃ الفطر ج ۲ ص ۹۹)

جو جوان لڑکے اپنی کمائی باپ کو دیتے ہیں ان کے فطرے کا حکم

سوال ایک شخص کے دو لڑکے ہیں جو کچھ کماتے ہیں باپ کو دیتے ہیں لڑکوں کے پاس کچھ نہیں ہے تو ایسی حالت میں ان بھائیوں پر صدقۂ فطر، زکوٰۃ یا قربانی واجب ہے یا نہیں؟

جواب ان پر زکوٰۃ اور صدقۂ فطر اور قربانی واجب ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۱۱ بحوالہ ردالمحتار ج ۲ ص ۹۹)

کیا صاحبِ نصاب بچہ بالغ ہونے کے بعد فطرہ ادا کرے؟

سوال اگر بچہ مالکِ نصاب ہے۔ اور اس کا ولی اسکی طرف سے صدقہ فطر ادا نہ کرے تو اس بچہ پر بالغ ہونے کے بعد ادا کرنا کیا واجب ہے؟

جواب ہاں اس کو بالغ ہونے کے بعد صدقہ فطر ادا کرنا ہوگا۔ اگر بچہ صاحب نصاب نہ ہو گو باپ صاحب نصاب تھا۔ اور اس نے ادا نہ کیا تو بچہ پر بالغ ہونے کے بعد ادا کرنا واجب نہیں ہے۔

(امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۸۲)

سب کا فطرہ ادا کرنے کی گنجائش نہ ہوتو؟

اگر کسی شخص کے پاس اتنا ہی غلّہ موجود ہو کہ کچھ لوگوں کا صدقہ ادا کرسکتا ہے اور کچھ لوگوں کا ادا نہیں کرسکتا تو ان لوگوں کا صدقہ پہلے ادا کرے جن کے نفقہ کی تاکید زیادہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاد کے نفقہ (خرچہ) کو بیوی کے نفقہ پر اور بیوی کے نفقہ کو خادم کے نفقہ پر مقدم فرمایا ہے۔

مسلمان مرد پر اس کا، اسکی بیوی، بچوں، غلاموں اور ان رشتہ داروں کا صدقہ فطر ادا کرنا واجب ہے، جن کا خرچہ اس پر ہے، جیسے باپ، دادا، ماں، نانی، وغیرہ حدیث میں، ان لوگوں کا صدقہ ادا کرنا جنکا خرچ تم اٹھاتے ہو۔ (احیاء العلوم ج ایک قسط ۵ ص ۵۲۷ بحوالہ ابوداؤد شریف)

فطرہ عید گزر جانے سے معاف نہیں ہوتا

اگر کسی نے عید کے دن صدقہ فطر نہ دیا ہو تو معاف نہیں ہوا، اب کسی دن بھی دیدینا چاہئے۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۵ بحوالہ ہدایہ ص ۱۹۱ ج ۱)

صدقہ فطر کی مقدار

صدقۂ فطر میں گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا گیہوں کا ستو دے تو اسی کے سیر یعنی آدھی چھٹانک اور پونے دو سیر (پونے دو کلو) بلکہ احتیاط کیلئے پورے دو سیر یا کچھ زیادہ دینا چاہئے کیونکہ زیادہ ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے بلکہ بہتر ہے اور اگر جوں یا جوں کا آٹا دے تو اس کا دوگنا دینا چاہئے، اور اگر جوں کے علاوہ کوئی اور اناج دے جیسے چنار، جوار، چاول تو اتنا دے کہ اسکی قیمت اتنے گیہوں کی برابر ہو جائے۔ جس میں پونے دو کلو گیہوں آسکیں۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص ۳۵ بحوالہ فتاویٰ عالمگیری ج ۳ ص ۱۹۲)

کیا چاول دینے سے فطرہ ادا ہو جائے گا

سوال: ہمارے یہاں بنگال میں عام طور پر ہر فرد کی غذا چاول ہے، اس صورت میں ہم لوگ پونے دو سیر چاول سے فطرہ ادا کرسکتے ہیں؟

جواب: درمختار میں ہے اگر کوئی شخص صدقہ فطر میں چاول ادا کرنا چاہے تو اس چاول کا کوئی

وزن پیمانہ معتبر نہیں بلکہ وہ چاول اس قدر ہوں کہ قیمت میں برابر نصف صاع (پونے دوکلو) گیہوں یا ایک صاع جَو کے ہوجائیں تو اس وقت صدقہ فطر ادا ہوگا، اگر کسی نے پونے دوکلو چاول دیدیا اور وہ قیمت میں اشیاءِ مذکورہ سے کم ہو تو صدقہ فطر ادا نہ ہوگا۔ (امداد الفتاوٰی ج ایک ص ۱۵۶)

صدقہ فطر اگر گیہوں، گیہوں کے آٹے، یا ستو کا دے تو پونے دوکلو دیا جائے یا اسکی قیمت ادا کی جائے، اگر گیہوں نہ دے بلکہ کوئی اناج (چاول وغیرہ) دے تو اتنا دے کہ اسکی قیمت پونے دوکلو گیہوں کے برابر ہوجائے اور اگر جَوں یا جَوں کا آٹا دے تو پونے دوسیر کا دوگنا دے)۔ فتاوٰی ہندیہ ج اص ۱۹۲ کفایت المفتی ج ۴ ص ۲۹۳ میں ہے غیر مخصوص اشیاء میں حکم یہ ہے کہ صاع یا نصف صاع (پونے دوکلو) گیہوں کی قیمت میں جس قدر چاول آتے ہوں اس قدر دے"۔

صدقہ فطر میں میدہ یا اس کی قیمت دینا

سوال یہاں پر جزیرہ مورشش میں لوگ گیہوں کی روٹی نہیں کھاتے ہیں بلکہ باہر سے تیار معدہ آتا ہے اسکی روٹی کھاتے ہیں اور اس کے پانچ سو گرام کی قیمت تقریباً پچاس پیسے ہیں، اور جس کو خاص ضرورت ہو وہ لوگ گیہوں خرید کر کھاتے ہیں سوال یہ ہے کہ ہم معدہ کی قیمت کا اعتبار کر کے صدقہ فطر ادا کریں یا گیہوں کی قیمت کا؟

جواب جب آٹا (میدہ) خالص گیہوں کا ہو۔ اس میں کسی اور چیز کی ملاوٹ نہ ہو اور پونے دو کلو دیا جائے تو صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔ اسی طرح اسکی قیمت دی جائے تو بھی صدقہ فطر ادا ہو جائے گا، ہاں اگر اس میدہ میں کسی اور چیز کی ملاوٹ ہو تو پونے دوکلو دینے سے صدقہ فطر ادا نہ ہوگا، اور اسکی قیمت بھی صدقہ فطر کی ادائیگی کیلئے کافی نہ ہوگی خالص گیہوں کی قیمت سے صدقہ فطر ادا کیا جائے۔ (فتاوٰی رحیمیہ ج ۵ ص ۱۷۷ بحوالہ ہدایہ ج اص ۱۹۰)

جو مختلف غلّہ استعمال کرتا ہو وہ کیا دے؟

صدقۂ فطر اس غلّے سے ادا کرے جو خود استعمال کرتا ہو، اگر کوئی شخص گیہوں استعمال کرتا ہے تو اس کے لیے جو کا دینا صحیح نہ ہوگا، اگر مختلف غلّے استعمال کرتا ہو تو وہ غلّہ دے جو سب سے اچھا ہو، اگر کوئی معمولی غلّہ بھی دیدے گا تو صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔

(احیاء العلوم ج ایک قسط ۴ ص ۵۲۶ بحوالہ ابوداؤد شریف)

Marfat.com

کیا صدقۂ فطر میں کنٹرول کی قیمت کا اعتبار ہے؟

صدقہ فطر میں اصل تو یہ ہے کہ گیہوں وغیرہ کا غلہ دیا جائے، غلہ اعلیٰ قسم کا، یا اوسط یا ادنیٰ جو بھی دیا جائے صدقہ فطر ادا ہو جائے گا۔ قیمت ادا کرنی ہو تو بازاری دام سے ادا کرنی ہوگی، یہ ضروری نہیں کہ اعلیٰ قسم کے گیہوں کی قیمت ہو، اوسط اور ادنیٰ قسم کے گیہوں کی قیمت بھی معتبر ہے، مگر قیمت ہو تو بازاری دام (قیمت) کے گیہوں کی۔ کنٹرول (راشن) کی قیمت معتبر نہیں۔ فقیر کے ہاتھ میں اتنی رقم پہنچنی چاہئے کہ اگر وہ اس کے گیہوں خریدنا چاہئے تو پونے دو کلو (ایک کلو ۶۳۳ گرام) گیہوں بازار سے مل جائیں کنٹرول (سرکاری راشن) کے حساب سے قیمت دی جائے گی تو بازار سے اتنے گیہوں نہیں ملیں گے۔ اور کنٹرول سے حاصل کرنے کے لیے راشن کارڈ کا ہونا ضروری ہے اور کارڈ ہر فقیر کے پاس نہیں ہوتا ہے اس لیے کنٹرول کے حساب لگا کر ادا کرنا اور اس کے حساب کے مطابق قیمت ادا کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

اگر گیہوں کے علاوہ اور کوئی غلہ باجرہ، چاول وغیرہ دیا جائے تو اس میں گیہوں کی قیمت کا اعتبار ہوگا یعنی جس قدر پونے دو کلو گیہوں کی قیمت ہو تو اتنی رقم کا دوسرا غلہ دیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۵ ص ۱۷۲)

اگر آٹا کی قیمت گیہوں سے کم ہو جیسے کہ آج کل سرکاری راشن کا آٹا تو آٹے کی بجائے وزن مذکورہ یعنی پونے دو کلو گیہوں سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے یا اتنا آٹا دیا جائے کہ جسکی قیمت پونے دو کلو گیہوں کی برابر ہو۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۸۵)

فطرہ میں قیمت کہاں کی معتبر ہوگی؟

سوال ہمارے یہاں گیہوں کی پیداوار نہیں اور نہ فروخت ہوتا ہے، البتہ بعض گھروں میں آٹا کم اور میدہ بکثرت، میدہ کی قیمت آٹے سے بہت زیادہ تو ایسی صورت میں میدہ کے حساب سے فطرہ دیا جائے یا ہندوستان میں گیہوں کے دام معلوم کر کے؟

جواب گیہوں، میدہ، آٹا تینوں میں سے کسی ایک کے دینے سے صدقہ فطر ادا ہو جاتا ہے، گیہوں سے آٹا دینا افضل ہے اور آٹا دینے سے قیمت دینا افضل ہے۔

جس قریب کی جگہ گیہوں آٹے کی فروخت ہوتی ہو وہاں کے نرخ سے قیمت لگائی

Marfat.com

جائے اور رمضان کے مہینہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ اور جب آپ کے یہاں میدہ کی فروخت بکثرت ہوتی ہے تو خود میدہ یا اسکی قیمت دینا چاہئے اگرچہ گیہوں سے زیادہ بیٹھے، ہندوستان سے گیہوں کا نرخ معلوم کر کے قیمت دینا کافی نہیں۔ (قریب جگہ کی قیمت کا اعتبار ہوگا)۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۱۷۱ ج ۷)

صدقہ فطر میں شہر یا ضلع کی قیمت کا اعتبار

سوال | اگر کسی جگہ گیہوں نہ ملیں اور آٹا زیادہ قیمت کو ملتا ہے اور شہر میں گندم کی قیمت کم ہو تو شہر کی قیمت سے صدقہ فطر ادا کرنا کیسا ہے؟

جواب | اپنی بستی کے حساب سے صدقہ فطر ادا کرنا چاہئے۔ اگر وہاں گندم نہ ملیں تو آٹا کی قیمت کا حساب کرنا چاہئے ی جوار، اور چھوہارے کے صاع کی قیمت کا حساب کرنا چاہئے غرض جو جنس (منصوص یعنی جنکا حدیث میں ذکر ہے مثلاً گیہوں، چھوہارے، منقیٰ، جو کا ایک صاع) وہاں ملتی ہو اس کی قیمت کا حساب کیا جائے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۳۲۲ بحوالہ ردالمختار باب الصدقۃ الفطر ج ۱ ص ۱۰۳)

سب سے بہتر فطرہ

اگر گیہوں یا جو کی قیمت دیدی جائے تو یہ سب سے بہتر ہے۔ (عالمگیری ج ایک ص ۱۹۲)

اگر زمانہ ارزانی کا ہو تو نقد دینا بہتر ہے اگر خدانخواستہ گرانی کا ہو تو کھانے کی چیزوں کا دینا افضل ہے۔

اور علم الفقہ کے حاشیہ میں یہ ہے کہ میرے نزدیک امرا کو یہ مناسب ہے کہ اگران سے گران چیز کی قیمت دیں مثلاً آج کل چھوہارا، اور منقیٰ ان سب چیزوں میں گراں ہیں لہٰذا اسکی قیمت دیا کریں کیونکہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ "اذا وسع اللّٰہ فوسعوا" جب اللہ تمہیں زیادہ دے تو تم بھی زیادہ دو"۔ (علم الفقہ ج چار ص ۵۳)

غیر ممالک والوں کا فطرہ کس حساب سے دیا جائے؟

سوال | بیرون ممالک کے باشندے اپنے خویش واقارب سے فطرہ کی ادائیگی کیلئے لکھتے ہیں

Marfat.com

کہ ہماری طرف سے اتنے فطرہ ادا کردیں۔ احتیاطاً چار سیر گیہوں یا اس کی قیمت دیجاتی ہے معلوم یہ کرنا ہے کہ ان کے فطرہ کی قیمت یہاں پر کس قیمت پر ادا کی جائے یہاں کی قیمت سے یا وہاں کی قیمت سے؟

جواب ان کے فطرے کی قیمت دیجائے، اگر یہاں کے گیہوں کی قیمت زیادہ ہوتی ہے تو یہاں کے حساب سے ادا کرے، بہتر یہی ہے کہ گیہوں دیدے، اور اگر قیمت دے تو وہ قیمت لگائی جائے جس میں صدقہ لینے والے غریبوں کا فائدہ ہو۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۱۳)

عہدِ نبویؐ میں فطرہ کس وقت دیا جاتا تھا؟

سوال آپؐ کے زمانہ میں صدقہ فطر نماز سے پہلے نکالا جاتا تھا یا نہیں یا کچھ دنوں تک جمع رہتا تھا اس کے بعد محتاجوں کو تقسیم کیا جاتا تھا؟

ہمارے یہاں ایک جگہ کے سردار کے پاس صدقہ فطر جمع ہونا ضروری ہے اور سردار یا نائب سردار مرضی ہو جب تقسیم کرتے ہیں یہ عمل کیسا ہے؟

جواب درمختار میں لکھا ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ صدقۂ فطر نماز سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فعل کے موافق۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز کے لیے جانے سے پہلے صدقہ فطر کے نکالنے کا حکم فرمایا ہے، پس ثابت ہوا کہ جو کچھ عمل ان سرداروں کا ہے خلاف سنت ہے اور بے اصل ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۶ ص ۳۰۳ بحوالہ مشکوٰۃ باب صدقۃ الفطر فصل اول ص ۱۶۰)

صدقہ فطر کا اگر وہ عید کے دن سے پہلے ادا نہ کیا گیا ہو تو عید گاہ جانے سے پہلے ادا کردینا مستحب ہے۔ (علم الفقہ حصہ چہارم ص ۵۴)

کیا سید کو صدقۂ فطر دے سکتے ہیں؟

جواب مفتی بہ مذہب یہی ہے کہ سادات کو اس زمانے میں بھی زکوٰۃ اور صدقات واجبہ مثلاً چرم قربانی اور صدقہ وغیرہ دینا حرام ہے اور زکوٰۃ وغیرہ ادا نہ ہوگی فتاویٰ رحیمیہ ج پانچ ص ۱۶۹ فتاویٰ رحیمیہ ج ۳ ص ۱۷۰ پر ہے کہ سید کا زکوٰۃ وعشر کا روپیہ یا غلہ دینا درست نہیں۔ ہاں حیلہ کر کے دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ حیلہ کی صورت یہ ہے کہ کسی غریب کو یہ کہہ کر دیدیا جائے کہ فلاں

Marfat.com

سید کو دینا تھا مگر وہ سید ہے اس کے لیے زکوٰۃ جائز نہیں لہٰذا تم کو دیتے ہیں اگر کل یا بعض اس کو بھی اپنی طرف سے دیدو بہتر ہے۔اور وہ لیکر دیدے تو سید کیلئے جائز ہے۔(بحوالہ کفایت المفتی ص۲۷۲)

صدقہ کی تقسیم کا طریقہ

ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دیدے یا تھوڑا کر کے کئی فقیروں کو دیدے دونوں باتیں جائز ہیں۔نیز اگر کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دیدیا تو یہ بھی درست ہے، حاشیہ میں لکھا ہے، لیکن وہ اتنے آدمیوں کا نہ ہو کے یہ سب مل کے نصاب زکوٰۃ یا نصاب صدقہ فطر کو پہنچ جائے اس لیے اس قدر دینا ایک شخص کو مکروہ ہے۔نیز صدقہ فطر کے مستحق وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔

حاشیہ میں لکھا ہے کہ غیر مسلم کو بھی صدقہ فطرہ دینا درست ہے، لیکن زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

(بہشتی زیور حصہ سوم ص۳۶ بحوالہ فتاوٰی ہندیہ ج ایک ص۱۹۱)

صدقہ فطر کی رقم سے مدرسہ کی زمین خریدنا

سوال | برسنگھم مسجد ٹرسٹ، مسجد سے ملحق زمین پر بچوں کے لیے دینی مدرسہ بنانا چاہتے ہیں۔ یہاں پر اس وقت بچوں کی تعلیم کے لیے کوئی معقول انتظام نہیں ہے۔ہمارے پاس روپے کی کمی ایک دیرینہ شکایت ہے لیکن صدقہ فطر کی رقم کی مد میں کچھ رقم پڑی ہوئی ہے آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا یہ رقم اس زمین کی خریداری میں استعمال کی جاسکتی ہے؟

جواب صدقہ فطر کا حکم یہ ہے کہ عید کے دن نماز عید سے پہلے ادا کیا جائے اور اس سے پہلے بھی ادا کرنا درست ہے، اگر کسی نے ادا نہ کیا تو جلدی ادا کرنے کی فکر کرے۔ساقط اور معاف نہیں ہوتا ہے۔

اس حکم کے باوجود آپ حضرات کے پاس صدقہ فطر کی کثیر رقم کیسے جمع ہے تعجب ہوتا ہے، اور افسوس بھی، اور اگر آپ کی مالی حالت مدرسہ بنانے کے قابل نہ اسوقت ہے نہ مستقبل قریب میں ہونے کی توقع ہے تو اس رقم کا شرعی حیلہ کر کے مدرسہ کیلئے خریدی جاسکتی ہے، بلا اضطراری حالت اور بدوں عذر شرعی کے حیلہ کر کے بھی یہ رقم زمین خریدنے میں استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔

Marfat.com

صدقہ فطر کے اصل حق دار فقراء ومساکین ہیں ان کی حق تلفی ہوگی۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج۵ص ۱۷۸)

فدیے کی رقم کو مقروض کے قرض میں مجرا کرنا

سوال ایک شخص کا قرض کسی کے ذمہ ہے اور مدیوں مفلس اور نادار ہے، اور اگر قرض دار صدقہ فطر میں اس قرض کو مجرا کرلے تو کیا صدقہ فطر ادا ہوجائے گا؟

جواب اس طرح صدقہ فطر ادا نہ ہوگا، بغیر وصول کئے قرض میں مجرا کرلینے سے زکوٰۃ فطرہ ادا نہیں ہوتا ہے، قرض میں وصول کرسکتے ہیں، مگر دینا ضروری ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ج۶ص ۳۰۳ بحوالہ ردالمختار ج ایک باب المصرف ص ۸۵ وکتاب الزکوٰۃ ص۱۶ ج۲)

مسجد کے امام کو صدقہ دینا

سوال امام مسجد کو صدقہ فطر دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب امامت کی وجہ سے اس کو فطرہ دینا جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج۶ص ۳۲۸)

جو سحری کیلئے اٹھاتا ہے اس کو فطرہ دینا

صدقہ فطر کا مال اس شخص کو دینا جو سحری کے لیے لوگوں کو اٹھاتا ہو جائز ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو اسکی اجرت میں قرار نہ دے بلکہ پہلے کچھ اور اس کو دیدے اسکے بعد صدقہ فطر کا مال دے۔

(علم الفقہ حصہ چہارص ۵۴)

نابالغ کو فطرہ دینا

سوال فطرہ غریب ویتیم مسکین نابالغ بچوں کو دینے سے ادا ہوجاتا ہے یا نہیں؟

جواب اگر غریب نابالغ ہو تو ان کو صدقہ فطر دینا جائز نہیں، البتہ ان کے لیے سرپرستوں کو دینا جائز ہے۔

اگر وہ بچے سمجھدار ہیں تو خود انکو بھی دینا جائز ہے اور اگر وہ بچے مالدار کے ہیں تو ان کو کسی طرح بھی دینا درست نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۷ص ۲۶۹)

جہاں فقراء نہ ہوں، وہاں فطرہ کس وقت نکالا جائے؟

سوال جس ملک میں شرعی فقراء نہ ہوں، وہاں کے لوگ صدقہ فطر عید کے دن نماز سے پہلے نکال کر علیحدہ رکھ لیں یا کسی شخص معتمد کو دیدیں، اس کے بعد دوسرے غریب ملک کو روانہ کردیا جائے، تو مستحب ادا ہوگا یا نہیں؟

جواب صدقہ فطر عید سے پہلے فقراء کو دینا مستحب ہے، پس اس صورت میں کے صدقۂ فطر علیحدہ کر کے رکھ دیا جائے اور فقراء کو نہ دیا جائے تو مستحب ادا نہ ہوگا۔

اور یہ عادتاً متحقق نہیں ہوسکتا کہ کسی ملک میں فقراء نہ ہوں۔ اگر حقیقت میں ایسا ہوتا ہے تو پھر دوسری جگہ کے فقراء کو بھیجنا چاہئے، اور عذر کی وجہ سے وہ شخص تارک مستحب نہ کہلائے گا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۴۱۷ بحوالہ عالمگیری مصری ج ۱ ص ۱۸۰ باب ثامن صدقۃ الفطر)

کیا قیدیوں کا شمار مساکین میں ہے؟

سوال یہاں قیدیوں کے سوا کوئی مسکین نہیں تو کس طرح صدقۂ فطر ادا کیا جائے کیا قیدیوں کا مساکین میں شمار ہے؟

جواب جب کہ انکے پاس بقدر نصاب مال نہ ہو تو وہ مساکین ہیں اور انکو صدقہ فطر دینا درست ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۶ ص ۳۱۲ حوالہ درمختار باب مصرف ج ۲ ص ۷۹، ۸۰)

فطرہ منی آرڈر سے نہ پہنچے تو کیا دوبارہ دینا ہوگا؟

سوال زید نے صدقہ فطر کی رقم کسی یتیم خانہ میں بذریعہ رجسٹری روانہ کیا وہاں کے ناظم صاحب کا خط آیا کہ رجسٹری تو مل گئی ہے مگر رقم نہیں، تو کیا زید کے ذمہ سے فطرہ ادا ہوگیا یا نہیں؟

جواب اس صورت میں بھی بھیجنے والے کے ذمہ سے زکوٰۃ وفطرہ ادا نہیں ہوا، کیونکہ ڈاک خانہ بھیجنے والے کا وکیل ہے اور جس کے پاس بھیجا گیا اس کا نہیں ہوتا۔ (کفایت المفتی ج ۴ ص ۲۷۹)

عقیقہ کی وجہ تسمیہ

عقیقہ ''عق'' سے مشتق ہے، لغت میں عق کے معنی ہیں ''چیرنا، پھاڑنا'' اصطلاح میں عقیقہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو نوزائیدہ بچے کے (پہلے پہل کے) سر پر ہوتے ہیں۔ ان بالوں کو

Marfat.com

عقیقہ اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ وہ بال ساتویں دن مونڈے جاتے ہیں، اور اسی مناسبت سے عقیقہ اس بکری کو بھی کہتے ہیں جو بچے کی سر مونڈنے کے وقت ذبح کی جاتی ہے۔

(مظاہر حق جدید ص ۶۵ ج ۵)

(عَقّ کا لفظ جو عین کے زبر اور قاف کے تشدید کیساتھ ہے، اسکے معنیٰ لغت میں پھاڑنا اور لڑکے کی طرف سے قربانی کرنا اسکی پیدائش کے پہلے ہفتہ میں۔ ماں کے پیٹ سے جو بال بچہ کے سر پر ہوتے ہیں ان کو دور کرنا، صاف کرنا، کاٹنا اور عقیق جو امیر کے وزن پر ہے اور عقہ عین کے زبر اور قاف کے تشدید کیساتھ اور عقیقہ سفینہ کے وزن پر، انسان اور حیوان کے بچے کے بال، اور عقیقہ کے معنیٰ اونٹ کے بچے کے بال کے بھی ہیں اور بکری و میں ڈھا جو بچہ کی پیدائش کے پہلے ہفتہ ذبح کیا جائے، اس کو بھی کہتے ہیں۔ پیدائشی بال جو بچہ کے سر پر ہوتے ہیں انکو عقیقہ اس واسطے بھی کہا جاتا ہے کہ عق کے معنیٰ پھاڑنا ہے اور یہ بال گوشت اور چمڑا پھاڑ کر نکلتے ہیں پھر مجازاً اس جانور کا نام رکھ دیا جو بچہ کیلئے ذبح ہو، اس لیے کہ بچہ کے سر کے بال اس جانور کے ذبح ہونے کا سبب ہیں تو اس وجہ سے سبب کا جو نام تھا وہ مسبب کا ہو گیا۔ اب یہ مجازی معنیٰ اس قدر مشہور و معروف ہو گئے کہ عقیقہ کا لفظ بولتے ہی فوراً وہ جانور ہی سمجھا جاتا ہے جو بچہ کے پیدائشی بال کاٹتے وقت ذبح کیا جاتا ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

عقیقہ کیا ہے؟

اہل عرب اپنی اولاد کا عقیقہ کیا کرتے تھے اور عقیقہ میں بہت سی مصلحتیں تھیں، جس کا فائدہ خاندان، غیر خاندان اور خود عقیقہ کرنے والوں کو بھی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے برقرار رکھا اور آپؐ نے اس پر عمل بھی کیا، اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دی۔ منجملہ ان مصلحتوں کے یہ ہے کہ:

(۱) عقیقہ میں نہایت خوبی کے ساتھ اولاد کے نسب کی اشاعت ہوتی ہے اور اشاعتِ نسب ایک ضروری چیز ہے تاکہ کوئی شخص اس کی نسبت ناپسندیدہ بات نہ کہے اور یہ بات نامناسب تھی کہ بچہ کا باپ گلی کوچوں میں پکارتا اور اعلان کرتا پھرے کہ میرے اولاد ہوئی ہے۔ پس اشاعت واطلاع کے لیے یہی طریقہ بہت مناسب ہوا۔

(۲) عقیقہ کے اندر سخاوت کے معنیٰ کا اتباع اور بخل کی صفت کا عصیان پایا جاتا ہے۔

Marfat.com

(۳) مصلحت یہ بھی ہے کہ نصاریٰ میں جب کسی کے بچہ پیدا ہوتا تھا تو اس کو زرد پانی سے رنگا کرتے تھے اور اس کو عمویہ کہتے تھے اور ان کا قول تھا کہ اس کے سبب سے وہ بچہ نصرانی ہو جاتا ہے۔ اسی نام کے ساتھ مشاکلت کے طور پر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں سورۂ بقرہ پارہ الٓمٓ میں فرمایا کہ:

صبغة الله ومن احسن من الله صبغةً۔

ہم نے قبول کرلیا رنگ اللہ کا (یعنی دینِ حق)۔ اور کس کا رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے۔

تو مناسب ہوا کہ دینِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نصاریٰ کے فعل کے مقابل میں کوئی ایسا امتیاز پایا جائے جس سے اس فرزند (بچہ) کا حنفی یعنی اسلامی اور ملتِ ابراہیمی واسمٰعیلی کا تابع ہونا معلوم ہو اور جس قدر افعال حضرت ابراہیم واسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص تھے اور برابر ان کی اولاد میں چلے آئے ہیں، ان میں سب سے زیادہ مشہور واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہونا اور پھر خدا تعالیٰ کا اس کے بدلہ میں ذبحِ عظیم (قربانی) کے ساتھ انعام کرنا ہے اور ان یادگاروں میں سے زیادہ مشہور یادگار حج ہے جس کے اندر سر کے بال منڈانا اور ذبح کرنا ہوتا ہے پس ان باتوں میں ان کے ساتھ مشابہت پیدا کرنا اس بات کی علامت ہے کہ ہم اور ہماری اولاد ملتِ حنفی پر قائم ہے۔ (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر جو کہ اسلام ہے اس پر قائم ہیں)۔

(۴) مصلحت یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ عقیقہ شروع پیدائش میں کرنے سے اس بات کا خیال پیدا ہوتا ہے کہ گویا اس نے بچہ کو خدا کی راہ میں دے دیا ہے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچہ کے ساتھ کیا تھا۔ (حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شروع ہی میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کیا تھا)۔

اسی میں سلسلہ احسان اور نیاز مندی اور فرماں برداری کو حرکت دینا بھی معلوم ہوتا ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۵۰۸)

عقیقہ میں دو ہی کام ہوتے ہیں۔ ایک بچے کا سر منڈوا دینا اور دوسرے بچہ کی طرف سے سلرانہ اور فدیہ (بدلہ) کے طور پر جانور قربان کردینا۔ ان دونوں عملوں میں ایک خاص ربط اور مناسبت ہے۔ اور یہ ملتِ ابراہیمیؑ کے شعائر (نشانی، یادگار) میں سے ہیں۔ حج میں بھی ان دونوں کا اسی طرح جوڑ ہے۔ اور حاجی قربانی کرنے کے بعد سر صاف کراتا ہے۔ اس لحاظ سے

عقیقہ عملی طور پر اس کا بھی اعلان ہے کہ ہمارا رابطہ (تعلق) اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے، اور بچہ بھی ملتِ ابراہیمیؑ کا ہی ایک جزو ہے۔ (معارف الحدیث ص ۲۷ ج ۶)

عقیقہ کا شرعی حکم

سوال بچہ کے عقیقہ کا کیا حکم ہے؟ ایک شخص کا کہنا ہے کہ عقیقہ رسمی چیز ہے، اسلامی طریقہ نہیں اور امام ابوحنیفہؒ خود اس کو بدعت اور مکروہ لکھتے ہیں۔ صحیح کیا ہے؟

جواب مذہب حنفی میں عقیقہ مسنون و مستحب ہے۔ (رواجی نہیں) اسلامی طریقہ ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ پر بدعت اور مکروہ تحریمی کا الزام لگانا غلط اور بہتان ہے۔

مالا بدمنہ میں ہے کہ عقیقہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ و امام شافعی رحمہ اللہ نیز امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک سنتِ مؤکدہ ہے اور امام احمدؒ کی ایک روایت وجوب کی بھی ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک مستحب ہے اور ان کی طرف بدعت کا قول منسوب کرنا حضرت امام صاحبؒ پر افتراء ہے۔

(مالا بدمنہ ص ۱۷۸)

بچہ پیدا ہونے کی خوشی میں شکریہ کے طور پر نیز آفات و امراض سے حفاظت کے لیے ساتویں دن (یعنی بچہ جمعہ کے دن پیدا ہو تو جمعرات کو) لڑکے کے لیے دو بکرے اور لڑکی کے لیے ایک بکرا ذبح کیا جائے اور بچہ کا سر منڈوا کر بالوں کے ہم وزن چاندی (یا اس کی قیمت) غریبوں کو صدقہ کردے اور بچہ کے سر پر زعفران لگائے۔ یہ تمام باتیں مستحب ہیں۔ اور حدیث سے ثابت ہیں۔

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل غلام رھینۃٌ بعقیقتہٖ تذبح عنہ یوم سابعہٖ ویحلق ویسمی رأسہ۔ (ترمذی شریف ص ۱۸۳ جلد ۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ بچہ اپنے عقیقہ کے بدلہ میں مرہون ہوتا ہے لہٰذا ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اس کا نام طے کرلیا جائے، نیز اس کا سر منڈوایا جائے۔ (ترمذی)

مرہون کے بہت سے مطلب بیان کئے گئے ہیں مثلاً

(۱) احادیث میں آتا ہے کہ بچہ ماں باپ کے لیے سفارش کرے گا اور وہ اس کا شفیع ہوگا لیکن اگر حیثیت کے باوجود عقیقہ نہیں کیا اور بچپن ہی میں بچہ کا انتقال ہوگیا تو ماں باپ

Marfat.com

کے لیے شفاعت نہیں کرے گا، گویا جس طرح گھر میں رکھی ہوئی چیز کام میں نہیں آتی، یہ بچہ بھی ماں باپ کے کام نہیں آئے گا۔

(۲) عقیقہ کیے بغیر بچہ سلامتی نیز خیر و برکات سے محروم رہتا ہے یعنی جب تک عقیقہ نہ ہو مرض کے قریب اور محافظت سے دور رہتا ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکرا ذبح کر کے امام حسنؓ کا عقیقہ کیا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حکم فرمایا کہ اس کا سر منڈواؤ اور بالوں کے ہم وزن پر چاندی خیرات کردو۔ (ابوداؤد شریف ص ۳۷ ج ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ زمانۂ جاہلیت (یعنی قبل از اسلام) میں بچہ پیدا ہوتا تو ہم بکرا ذبح کرتے اور اس کا خون بچہ کے سر پر لگاتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اسلام سے نوازا تو اب ہم ساتویں دن بکرا ذبح کرتے ہیں، نیز بچہ کا سر مونڈتے ہیں اور اس کے سر پر زعفران لگاتے۔ (ابوداؤد شریف ص ۳۶ ج ۲)

حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے، آپ نے فرمایا عقیقہ میں لڑکے کے لیے دو بکرے اور لڑکی کے لیے ایک بکری ہو، اس میں کوئی حرج نہیں کہ بکرا ہو یا بکری۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۲ ج ۲)

عقیقہ کے عوض بچے کے رہن ہونے کے شارحین نے کئی مطلب بیان کیے ہیں۔ ایک یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بچہ اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت ہے اور صاحبِ استطاعت کے لیے عقیقہ کی اس کا شکرانہ اور گویا اس کا فدیہ (بدلہ) ہے۔ جب تک یہ شکریہ پیش نہ کیا جائے اور فدیہ ادا نہ کردیا جائے باقی رہے گا اور گویا بچہ اس کے عوض رہن رہے گا۔ (معارف الحدیث ص ۲۶ ج ۶)

عقیقہ میں آنحضرتؐ کا عمل

عن علی بن ابی طالب رضی اللّٰہ عنه قال عق رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم عن الحسن بشاة وقال یا فاطمة احلقی رأسه وتصدقی برنة شعره فضة فوزناه فکان وزنه درهماً او بعض درهم۔ (رواہ الترمذی)

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ کے عقیقہ میں ایک بکری کی قربانی کی۔ اور آپؐ نے (اپنی صاحبزادی سیّدہ) فاطمہؓ سے

فرمایا کہ "اس کا سر صاف کردو اور بالوں کے وزن بھر چاندی صدقہ کردو" ہم نے وزن کیا درہم برابر یا اس سے کچھ کم تھے (بال)۔

عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من ولد له ولد فاحب ان ینسك عنه فلینسك عن الغلام شاتین وعن الجاریة شاةً۔

(ابوداؤد، نسائی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جس کے بچہ پیدا ہو وہ اس کی طرف سے عقیقہ کرنا چاہے تو لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری قربان کرے۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عقیقہ فرائض وواجبات کی طرح کوئی لازمی چیز نہیں ہے، بلکہ اس کا درجہ استحباب کا ہے جیسا کہ حدیث کے خط کشیدہ الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

اسی طرح لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریاں کرنا بھی کچھ ضروری نہیں ہے، ہاں اگر وسعت ہو تو دو کی قربانی بہتر ہے، ورنہ ایک بھی کافی ہے۔

دنیا کی قریب قریب سب ہی قوموں اور ملتوں میں یہ بات مشترک ہے کہ بچہ پیدا ہونے کو ایک نعمت اور خوشی کی بات سمجھا جاتا ہے اور کسی تقریب کے ذریعہ اس خوشی کا اظہار بھی کیا جاتا ہے۔ یہ انسانی فطرت کا تقاضہ بھی ہے اور اس میں ایک مصلحت یہ ہے کہ اس سے نہایت لطیف اور خوب صورت طریقے پر یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ باپ اس بچے کو اپنا ہی بچہ سمجھتا ہے۔ اور اس بارے میں اس کو اپنی بیوی پر کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ اس سے بہت سے فتنوں کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ عربوں میں اس کے لیے جاہلیت (آپؐ کے زمانہ سے قبل) میں بھی عقیقہ کا رواج تھا۔ یہ دستور تھا کہ بچہ کی پیدائش کے چند روز بعد نومولود بچے کے سر کے بال جو وہ ماں کے پیٹ سے لے کر پیدا ہوا ہے صاف کرا دیئے جاتے، اور اس خوشی میں کسی جانور کی قربانی کی جاتی (جو ملتِ ابراہیمی کی نشانیوں میں سے ہے)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصولی طور پر اس کو باقی رکھتے ہوئے بلکہ اس کی ترغیب دیتے ہوئے اس کے بارے میں مناسب ہدایات دیں اور خود عقیقے کر کے عملی نمونہ بھی پیش فرمایا۔

(معارف الحدیث ص ۲۲ تا ص ۲۹ جلد ۶)

Marfat.com

عقیقہ سنت ہے یا واجب؟

عقیقہ کرنا مسنون مستحب ہے فرض وواجب نہیں۔ پیدا ہونے کے بعد ساتویں دن یا چودہویں دن یا اکیسویں دن عقیقہ کرنا مسنون ہے۔ ساتویں دن سے پہلے عقیقہ کرنا درست نہیں ہے۔ اور بالوں کے برابر چاندی تول کر (یا اس کی قیمت) مساکین اور محتاجوں کو صدقہ کردینا مستحب ہے، حجام (نائی جس نے بال کاٹے ہیں) اس کو اُجرت میں دینا جائز نہیں۔ اُن بالوں کو زمین میں دفن کردینا بھی مستحب ہے۔

تشریح: مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا ہر ایک بچہ گروی ہے اپنے عقیقہ کے عوض یعنی اگر وہ بچہ بچپن میں بغیر عقیقہ ہوئے مرجائے تو قیامت کے روز ماں باپ کی شفاعت نہ کرے گا۔

علماء نے فرمایا کہ اگر قدرت (گنجائش) ہوتے ہوئے عقیقہ نہ کرے تو شفاعت سے محروم رہے گا، اور افضل وبہتر یہ ہے کہ پیدا ہونے کے ساتویں دن عقیقہ کریں اور نام رکھیں اور سر کے بال اُتروائیں اور زعفران پیس کر بچہ کے سر پر لگائیں، اگر لڑکا ہے تو دو بکریاں ذبح کریں اور لڑکی ہو تو ایک بکری، نر ہو یا مادہ ہو، بھیڑ ہو یا دنبہ سب درست ہے، لیکن بکری، بکرا ایک سال سے کم نہ ہو، اور دنبہ چھ ماہ کا بھی درست ہے جب کہ فربہ ہو اور سال بھر کا معلوم ہوتا ہو۔ باقی جو شرطیں قربانی کے جانور میں ضروری ہے وہ سب عقیقہ کے جانور میں بھی ضروری لازم ہیں۔

(فتاویٰ محمدیہ ص ۱۰۳)

عقیقہ کرنا واجب نہیں ہے سنت ہے۔ اگر وسعت (گنجائش) ہو تو عقیقہ کرنا اولیٰ وافضل ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۴۴ ج ۸)

عقیقہ کس عمر تک ہے؟

عقیقہ کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ ساتویں روز کیا جائے، اگر ساتویں روز نہ ہو تو چودہویں روز یا اکیسویں روز کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عقیقہ کے جانور کو ساتویں روز ذبح کیا جائے یا چودہویں روز یا اکیسویں روز۔ (طبرانی)

بہت سے علماء نے ساتویں دن کی تعداد کا لحاظ کرکے بالغ ہونے تک مدت لکھی ہے، اور بہت سے حضرات نے کسی مدت کی قید نہیں لگائی۔ عقیقہ خود مستحب ہے اور اس کو مستحب طریقہ

سے ادا کرنا چاہئے۔ لہٰذا ساتویں روز عقیقہ کرنا بہتر ہے نہ ہوسکے تو چودہویں دن یا اکیسویں دن کرے، بغیر کسی مجبوری کے اس سے زیادہ تاخیر نہ کرے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۳ ج ۲)

مسئلہ بڑھاپے تک عقیقہ جائز تو ہے مگر وہ عقیقہ کیا ایک خیراتی ذبیحہ ہوگا۔

(کفایت المفتی ص ۲۴۴ ج ۸)

بچہ کا عقیقہ کون کرے؟

سوال اگر بچے کے والدین، صاحبِ نصاب ہوں، اور بچے کا عقیقہ ماموں، چچا، دادا، نانا وغیرہ رشتے دار کریں تو صحیح ہے یا نہیں؟

عقیقہ ادا ہو جائے گا؟ یا والدین کو پھر دوبارہ کرنا ہوگا؟

جواب جس کے ذمہ بچہ کا نفقہ (ضروری خرچ) واجب ہے، اسی کے ذمہ عقیقہ بھی ہے۔ باپ کی حیثیت نہ ہو تو ماں عقیقہ کرے، اگر اس میں حیثیت (گنجائش) نہ ہو تو قرض لے کر عقیقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۴ ج ۲)

اس کے باوجود اگر والدین کو اس کی توفیق نہ ہوئی اور دوسرے کرنا چاہیں اور والدین رضامند ہوں تو کافی ہو جائے گا دوبارہ کرنا ضروری نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۷۱ ج ۶)

عقیقہ میں کیا ایک بکرا کافی ہے؟

اگر حیثیت ہو تو لڑکے کے لیے دو بکرے یا دو بھیڑے یا دو دُنبے یا قربانی کے جانور اونٹ، گائے، بھینس یا کٹڑے میں دو حصے افضل ہیں، ورنہ (گنجائش نہ ہو تو) ایک بکرا یا بھیڑ یا بڑے جانور میں سے ایک حصہ بھی کافی ہے۔ اس سے بھی عقیقہ ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص ۹۴ ج ۲)

مسئلہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ایک مینڈھے کی قربانی غالباً اس لیے کی کہ اس وقت اتنی ہی وسعت تھی۔ اور اس طرح ان لوگوں کے لیے جن کو زیادہ وسعت حاصل نہ ہو، ایک نظیر بھی قائم ہوگئی۔

(معارف الحدیث ص ۲۸ ج ۶)

Marfat.com

عقیقہ ساتویں دن کیوں؟

عقیقہ ساتویں روز کرنے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ پیدائش اور عقیقہ میں کچھ فاصلہ ہونا ضروری ہے کیونکہ سب گھر والے زچہ (ماں) اور بچہ کی خبر گیری میں شروع شروع میں مشغول رہتے ہیں، ایسے وقت میں مناسب نہیں کہ ان کو عقیقہ کا حکم دے کر ان کا شغل یعنی کام اور زیادہ بڑھا دیا جائے۔ نیز بعض لوگوں کو اسی وقت بکری (جانور وغیرہ) دستیاب نہیں ہو سکتی بلکہ تلاش کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ پس اگر پہلے ہی روز عقیقہ مسنون کیا جاتا تو لوگوں کو دِقت ہو جاتی اس لیے سات روز کا فاصلہ (وقتِ مدّت) ایک کافی اور مناسب مدّت ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ ص ۵۰۹ ج ۱)

پیدائش ہی کے دن عقیقہ کرنے کا حکم غالباً اس لیے نہیں دیا گیا کہ اس وقت گھر والوں کو زچہ (ماں) کی دیکھ بھال کی فکر ہوتی ہے، علاوہ ازیں اسی دن بچے کا سر صاف کرا دینے (بال کٹا دینے) میں طبّی اصول پر ضرر (نقصان) کا بھی خطرہ ہے۔ ایک ہفتہ کی مدّت ایسی ہے کہ اس میں زچہ (بچہ کی ماں) بھی عموماً ٹھیک ہو جاتی ہے اور بچہ بھی سات دن تک اس دنیا کی ہوا کھا کر ایسا ہو جاتا ہے اس کا سر صاف کرا دینے (بال کٹا دینے) میں نقصان (ضرر) کا کوئی خطرہ نہیں رہتا۔

(معارف الحدیث ص ۲۶ ج ۶)

لڑکے کے لیے دو بکریاں کیوں؟

جو شخص دو بکریوں کا متحمل ہو سکتا ہے اس کو مستحب ہے کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کرے اور اس کا یہ سبب ہے کہ لوگوں کے نزدیک بہ نسبت لڑکیوں کے لڑکوں کا نفع زیادہ ہے، لہٰذا دو کا ذبح کرنا زیادتی ہے اور اس کی عظمت کے مناسب ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۵۰۹)

عقیقہ کا رواج یہود میں بھی تھا لیکن وہ صرف لڑکوں کی طرف سے عقیقہ کی قربانی کرتے تھے، لڑکیوں کی طرف سے نہیں کرتے تھے، جس کی وجہ غالباً لڑکیوں کی ناقدری تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی اصلاح فرمائی اور حکم دیا کہ لڑکوں کی طرح لڑکیوں کی طرف سے بھی عقیقہ کیا جائے۔ البتہ دونوں صنفوں میں جو قدرتی اور فطری فرق ہے (جس کا لحاظ میراث اور قانونِ شہادت وغیرہ میں بھی لیا گیا) اس کی بناء پر آپؐ نے فرمایا کہ لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری

Marfat.com

اور لڑکے کے عقیقہ میں (اگر استطاعت اور وسعت ہو تو) دو بکریوں کی قربانی کی جائے۔
(معارف الحدیث ص ۶۴ ج ۶ بحوالہ کنز الاعمال ص ۲۷۲)

(اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر بڑائی وفضیلت دی ہے، چنانچہ میراث میں مرد کا حصہ عورت سے دوگنا یعنی ڈبل مقرر کیا۔ اور ایک مرد کی گواہی دو عورتوں کے برابر ٹھہرائی اور نماز میں عورت کی امامت درست نہیں، تو ضروری ہوا کہ عقیقے میں بھی مرد عورت میں فرق اور امتیاز ہو، اور یہ فرق دو ہی طرح سے ہوسکتا تھا کہ ایک یہ کہ لڑکے کے لیے عقیقہ ہو، اور لڑکی کے لیے نہ ہو جیسے مرد کی امامت درست اور عورت کی نہیں۔ دوسرے یہ کہ لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریاں ذبح ہوں اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک ذبح ہو، پہلا طریقہ (لڑکی کا عقیقہ) نہیں ہوسکتا تھا، کیونکہ احادیث میں لڑکی کے لیے بھی عقیقہ کرنے کا ذکر ہے، اس لیے یہ امتیاز کیا گیا کہ لڑکے کے لیے دو اور لڑکی کے لیے ایک مقرر کی جائے۔ واللہ اعلم۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

بچہ کے بالوں کے ہم وزن خیرات کیوں؟

بچہ کے بالوں کے برابر چاندی خیرات کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بچہ کی حالت جنبیہ (ناپاکی یعنی منی اور حیض وغیرہ کا گندہ خون) سے منتقل ہو کر بچپن کی طرف آنا، اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے تو اس پر شکر واجب ہے اور بہترین شکر یہ ہے کہ اسکے بدلے کچھ دیا جائے، پیدائشی بال ناپاکی کی نشانی تھی، انکا دور ہونا نشاناتِ طفلیہ (بچپن) کے استقلال کی نشانی ہے، اس لیے صدقہ کرنا واجب ہوا کہ انکے بدلہ چاندی (یا نقد رقم) دی جائے اور چاندی کی خصوصیت یہ ہے کہ سونا گراں (قیمتی) ہے سوائے امراء کے اور کسی کو دستیاب نہیں ہوتا ہے، اور چیزیں علاوہ اس کے ایسی نہیں ہیں کہ مولود (بچہ کے بالوں کے برابر دے سکیں۔ (حجۃ اللہ البالغہ ص ۵۰۹)

عقیقہ کے سلسلہ میں قربانی کے علاوہ بچے کے بالوں کے وزن بھر چاندی (یا قیمت) صدقہ کرنے کا بھی ذکر ہے، یہ بھی مستحب ہے۔

حدیث کے بیان کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحبزادہ حسنؓ (نواسۂ رسولؐ) کے بالوں کے وزن بھر چاندی صدقہ کرنے کا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جو حکم فرمایا تھا، بعض حضرات نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ حضرت حسنؓ کی پیدائش کے دنوں میں ان کے ماں

Marfat.com

باپ (حضرت فاطمہ وحضرت علی رضی اللہ عنہما) کے ہاں اتنی وسعت نہیں تھی کہ وہ عقیقہ کی قربانی کرسکتے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کی قربانی تو اپنی طرف (یعنی خرچہ) سے کردی، لیکن حضرت فاطمہؓ سے فرمادیا کہ "بچے کے بالوں کے وزن بھر چاندی وہ صدقہ کردیں، تاکہ ان کی (والدین کی) طرف سے بھی شکرانہ صدقے کی شکل میں اللہ کے حضور میں گذر جائے۔

(معارف الحدیث ص۲۹ج۶)

بچے کے سر پر زعفران لگانے کا ثبوت

عن بريدة قال كنا في الجاهلية اذا ولد لا حدنا غلام ذبح شاة ولطخ راسه بدمها فلما جآء الاسلام كنا نذبح شاة يوم السابع ونحلق راسه ونلطخه بزعفران۔

(ابوداؤد شریف)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہ دستور تھا کہ جب کسی کے لڑکے پیدا ہوتا تو وہ بکری یا بکرا ذبح کرتا اور اس کے خون سے بچے کے سر کو رنگ دیتا، پھر جب اسلام آیا تو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم وہدایت کے مطابق) ہمارا طریقہ یہ ہوگیا کہ ہم ساتویں دن عقیقہ کی بکری یا بکرے کی قربانی کرتے ہیں اور بچے کا سر صاف کرا کے (منڈوا کے) اس کے سر پر زعفران لگادیتے ہیں۔

آپؐ نے حکم فرمایا "اجعلوا مکان الدم خلوقاً" یعنی بچے کے سر پر خون نہیں بلکہ اس کی جگہ خلوق لگایا کرو"۔

"خلوق" ایک مرکب خوشبو کا نام ہے جو زعفران وغیرہ سے تیار کی جاتی ہے۔

(معارف الحدیث ص۲۳ج۶)

بچے کے عقیقہ کے ساتھ اپنا عقیقہ کرنا

جواب: اگر آپ کو معلوم ہے کہ آپ کا اور آپ کے والدین کا عقیقہ نہیں ہوا ہے، اس وجہ سے آپ اپنے بچہ کے عقیقہ کے ساتھ سب کا عقیقہ کرنا چاہتے ہیں اور اس لیے بڑا جانور خریدا ہے تو یہ عقیقہ کرنا درست ہے۔ اور اگر آپ کا یا آپ کے والدین کا عقیقہ ہو چکا ہے تو دوسری مرتبہ عقیقہ کرنا

Marfat.com

مشروع نہیں، اس لیے اس صورت میں ان کو شامل کرنے کی اجازت نہیں، پورا جانور بچہ کی طرف سے عقیقہ کردیں یا دو بکرے خرید کر عقیقہ کردیں، یہ سمجھنا کہ قربانی کے دنوں کے علاوہ اور دنوں میں بڑا جانور عقیقہ کے لیے نہیں چل سکتا، صحیح نہیں ہے، یعنی جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص۱۷۹ ج۶)

مرحوم بچہ کا عقیقہ

عقیقہ زندگی میں کیا جاتا ہے، مرنے کے بعد عقیقہ کا مستحب ہونا ثابت نہیں، اگر مردہ بچہ کے عقیقہ کو مستحب نہ سمجھا جائے، محض شفاعت کی امیدوار مغفرت کے لالچ سے کر دیا جائے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے، جیسے کسی نے حج نہیں کیا اور بلا وصیت مر گیا اور وارث نے اس کی مغفرت کی امید پر اپنے خرچ سے حج بدل کیا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ اس صورت میں عقیقہ کا جانور الگ مستقل ہو، احتیاطاً قربانی کے جانور میں شرکت نہ کرے۔ (رحیمیہ ص۱۷۳ ج۶)

مسئلہ اگر جانور ذبح کرنے سے پہلے بچہ کا انتقال ہو گیا تو اس کے حصہ میں نیت بدل لینا اور کسی قربانی کرنے والے کو شریک کر لینا (یعنی وہ حصہ جو بڑے جانور میں لیا کسی کو دے دینا) چاہئے تھا، (اگر شریک کیے قربانی کر لی تو) تاہم وہ قربانی ہو گئی اور عقیقہ کا حصہ بھی قربت کا ذبیحہ ہو گیا۔ (کفایت المفتی ص۲۰۵ ج۸)

مسئلہ ایک شخص نے اپنے بچہ کے عقیقہ کے لیے جانور خریدا، اتفاقاً بچہ مر گیا تو اس نے ارادہ ملتوی کر کے جانور فروخت کر کے اس کی کل رقم طالبِ علم کو دیدی وہ بھی صحیح ہے، طالبِ علم وہ رقم لے سکتا ہے۔ اب (دینے کے بعد) اس رقم کو طالب علم سے لینا درست نہیں ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص۳۵۱ ج۱۱)

(بعض حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یا دیگر مرحومین حضرات کے نام سے عقیقہ کرتے ہیں، یہ غلط رواج ہے کیونکہ عقیقہ صرف ایک مرتبہ ہوتا ہے وہ بھی زندگی میں۔ مرحوم کے لیے تو شریعت نے نفلی قربانی کی اجازت دی ہے جس کا بہت بڑا ثواب ہے۔ نفلی قربانی زندہ اور مردہ دونوں کی طرف سے اور جتنی چاہے کر سکتا ہے لیکن عقیقہ نہیں کر سکتا۔ (رفعت قاسمی)

Marfat.com

بڑے جانور میں دو بچوں کا عقیقہ

سوال ایک شخص اپنے دو لڑکوں کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے اگر وہ ایک بڑا جانور خرید کر اس کو دونوں لڑکوں کے عقیقہ میں ذبح کر دے تو درست ہے یا نہیں؟ یا اسکو تین حصے اور تلاش کرنا پڑیں گے؟ اور اسی طرح اگر قربانی کے دنوں میں قربانی کے جانور میں عقیقہ کیلئے بڑے جانور میں چار حصے لے لے اور تین حصے قربانی کے ہوں تو درست ہے یا نہیں؟

جواب حامداً و مصلیاً۔ بڑے جانور میں دو بچوں کا عقیقہ کرنا درست ہے، اس کی ضرورت نہیں کہ اور خریدار بھی شریک کیے جائیں۔ قربانی کے دنوں میں اگر چار حصے عقیقہ کے واسطے لیے اور تین حصے قربانی کرنے والوں کے اس میں ہیں تو شرعاً قربانی بھی درست ہو جائے گی۔

(فتاویٰ محمودیہ ص ۳۲۶ ج ۴)

مسئلہ دو لڑکوں اور ایک لڑکی کی طرف سے اگر ایک بھینس یا کٹڑا دو سالہ عقیقہ میں کر دیا تب بھی اس کا عقیقہ درست ہو جائے گا بلکہ سات حصہ تک درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۵۱ ج ۱)

مسئلہ زید نے بکرا اللہ تعالیٰ کے لیے چھوڑ رکھا ہے۔ بعد ازاں زید کے یہاں لڑکا پیدا ہوا، اب زید اس بکرے کو عقیقہ میں ذبح نہیں کر سکتا، یہ بکرا تو مستقل طور پر نذر کا ہو گیا۔ اس بکرے کو عقیقہ میں یا اپنی واجب قربانی میں ذبح کرنا جائز نہیں بلکہ اس کو اپنی نیت کے موافق قربان کرنا چاہیے۔

(کفایت المفتی ص ۲۰۲ ج ۸)

عقیقہ کے مسائل

بچہ کی پیدائش کے ساتویں روز عقیقہ کرنا، نام رکھنا مستحب ہے۔ اس سے پہلے نام رکھدیں تو یہ بھی جائز ہے۔
(کفایت المفتی ص ۲۴۲ ج ۸)

مسئلہ اگر ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکا تو جب (بھی) کرے ساتویں دن ہونے کا خیال کرنا بہتر ہے۔ اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا ہو، اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کر دے۔ یعنی اگر جمعہ کو ولادت ہوئی تو جمعرات کو عقیقہ کر دے اور اگر جمعرات کو پیدائش ہوئی تو بدھ کو کرے، چاہے جب کہ وہ حساب سے ساتواں دن پڑے گا۔ (ساتواں دن پڑنا مناسب ہے)۔

Marfat.com

مسئلہ یہ جو دستور ہے کہ جس وقت بچہ کے سر پر اُسترہ رکھا جائے نائی (حجام) سر مونڈنا شروع کرے فوراً اسی وقت بکری ذبح ہو۔ یہ محض مہمل رسم ہے۔ شریعت سے سب جائز ہے۔ سر مونڈنے کے بعد کرے۔ یا ذبح کر کے سر مونڈے۔ بلا وجہ ایسی باتیں تراش لینا غلط ہے۔
(بہشتی زیور ص ۴۳ ج ۳)

مسئلہ بچے کے عقیقہ کا جانور منیٰ میں ذبح کرنا اور بال ہندوستان میں اتارنا اس مسئلہ کی تصریح کہیں نظر میں نہیں آئی۔ اگر چہ اصولاً کوئی مانع معلوم نہیں ہوتا۔ مگر میرے خیال میں عقیقہ کے تمام اعمال اسی جگہ ادا کرنا جہاں بچہ موجود ہو بہتر اور احوط ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۴۳ ج ۸)

مسئلہ سر کے بال منڈوا کر بال کے برابر چاندی یا سونا تول کر (یا پیسے اتنی قیمت کے) خیرات کر دے اور بچہ کے سر میں اگر دل چاہے تو زعفران لگا دے۔ (بہشتی زیور ص ۴۲ ج ۳)

مسئلہ لڑکے اور لڑکی کے عقیقہ میں جانور کے مذکر، مؤنث (نر، مادہ) ہونے کا فرق نہیں ہے۔ لڑکے کے عقیقہ میں بکری اور لڑکی کے عقیقہ میں بکرا ذبح کیا جا سکتا ہے مگر یہ فرق ہے کہ لڑکے کے عقیقہ کے لیے دو بکرے افضل ہیں اور لڑکی کے لیے ایک۔ (کفایت المفتی ص ۲۴۱ ج ۸)

مسئلہ لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے یا دو بھیڑے یا دو بکریاں یا دو بھیڑیں ذبح کرنا مستحب ہے۔ اگر دو کی وسعت نہ ہو تو ایک بھی کافی ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۴۴ ج ۸)

مسئلہ اور اگر بالکل ہی عقیقہ نہ کرے تو بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ (بہشتی زیور ص ۴۳ ج ۳)

مسئلہ ایک ہی گائے بیل میں (یعنی بڑے جانور جس کی قربانی جائز ہے، عقیقہ کے سات حصے ہو سکتے ہیں جس طرح قربانی کے سات حصے ہو سکتے ہیں۔

مسئلہ ایک بڑے جانور میں عقیقہ کی نیت سے کئی آدمی شریک ہو سکتے ہیں بشرطیکہ تمام شرکاء کی نیت قربانی یا عقیقہ کی ہو۔ بعض شرکاء قربانی کی نیت سے اور بعض عقیقہ کی نیت سے (بڑے جانور) گائے میں شریک ہو سکتے ہیں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ کسی شریک کا حصہ ۱/۷ سے کم نہ ہو۔ یعنی ساتویں حصے برابر ہونے چاہئیں۔ (کفایت المفتی ص ۲۴۲ ج ۸)

مسئلہ عقیقہ کا گوشت ایک تہائی مساکین کو تقسیم کر دینا افضل ہے۔ باقی دو تہائی اقرباء واحباب کی ضیافت میں خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اگر تمام گوشت بھی ضیافت میں صرف کر دیا جائے تا ہم عقیقہ ہو جائے گا۔ اگر چہ یہ خلافِ افضل ہے۔ (کفایت المفتی ص ۲۴۴ ج ۸)

مسئلہ عقیقہ کے گوشت کے متعلق مشہور ہے کہ بچے کے ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی نہ کھائیں ۔مگر یہ بات غلط ہے ۔شریعتِ مقدسہ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ سب لوگ کھاسکتے ہیں ۔(نیز) جانور کی جو عقیقہ میں ذبح کیا جائے ہڈیاں توڑنا جائز ہے بعض لوگوں نے ہڈیاں توڑنے کو منع کیا ہے مگر اس ممانعت کے لیے کوئی سند نہیں ہے۔(کفایت المفتی ص۲۴۳ ج ۸)

مسئلہ عقیقہ کا کچا گوشت اگر لوگ نہیں لیتے تو پکا کر روٹی کے ساتھ دیدیا جائے ۔یا پلاؤ پکا کر دے دیا جائے ،دونوں صورتیں جائز ہیں۔ (کفایت المفتی ص۲۴۳ ج ۸)

عقیقہ کا گوشت چاہے کچا تقسیم کرے چاہے پکا کر بانٹے، چاہے دعوت کر کے کھلا دے۔

(بہشتی زیور ص۴۳ ج ۳)

مسئلہ قربانی اور عقیقہ کا حکم یکساں ہے یعنی قربانی کے جانور میں عقیقہ کے لیے شرکت صحیح ہے اور ایک بڑے جانور میں سات بچوں کے عقیقہ کر سکتے ہیں (سات حصے ہوں گے) اور جس طرح قربانی کے گوشت میں اختیار ہے کہ خود کھائے یا تقسیم کردے یا رشتہ داروں کو دے یا صدقہ کر دے، وہی تمام صورتیں عقیقہ کے گوشت میں جائز ہیں اور والدین وغیرہ بھی کھاسکتے ہیں۔

(عزیز الفتاویٰ ص۷۱۶ ج ۱)

مسئلہ عقیقہ کا گوشت اور قربانی کا گوشت کافر کو دینا درست ہے۔ (عزیز الفتاویٰ ص۷۲۱ ج ۱)

مسئلہ حنفیوںؒ کے نزدیک عقیقہ کے گوشت کا حکم مثل قربانی کے ہے جیسے قربانی کے گوشت کو سب گھر والے اور رشتہ دار کھاسکتے ہیں، اسی طرح عقیقہ کا گوشت بھی سب کھاسکتے ہیں۔ ماں باپ ،دادا، دادی وغیرہ سب کو کھانا اس کا درست ہے ۔اور یہ کچھ ضروری نہیں کہ سر جانور کا بال بنانے والے (نائی) کو اور ران دائی کو دی جائے ۔اور اگر دیں تو کچھ حرج نہیں ہے مگر کچھ ضروری بات نہیں ہے۔(تعین کرنا ضروری نہیں ہے جو چاہے ان کو دے سکتا ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ص۷۱۶ جلد اول)

مسئلہ جس جانور کی قربانی جائز نہیں ،اس جانور کا عقیقہ بھی درست نہیں اور جن کی قربانی درست ہے اس کا عقیقہ بھی درست ہے۔ (شامی ص۲۹۳ ج)

مسئلہ جن حضرات نے لکھا ہے کہ عقیقہ کا حکم مثل قربانی کے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر

عقیقہ کیا جائے تو ایسے جانور کو ذبح کرے جس میں قربانی کی صلاحیت ہو، ایسا جانور ذبح نہ کیا جائے جس کو قربانی میں ذبح کرنا درست نہیں (یعنی جو شرائط قربانی کے جانوروں کے لیے ہیں کہ عمر وغیرہ اور وہ تمام شرائط کہ کس کی قربانی درست اور کس کی نہیں ہے، عیوب وغیرہ کا بھی لحاظ کیا جائے گا۔محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

نیز جس طرح قربانی کے گوشت کا طریقہ ہے کہ خود کھانا، احباب کو دینا، فقراء کو خیرات کرنا اور آئندہ کے لیے رکھنا سب کچھ درست ہے، اسی طرح عقیقہ کے گوشت کا حکم ہے۔اور ہڈی نہ توڑنے کے متعلق امام احمد وامام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ استحباب کے قائل ہیں حنفیہ کے نزدیک یہ چیزیں نہیں ہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۲۲۶ ج۸)

مسئلہ | عوام عقیقہ کے جانور کی ہڈیوں کے توڑنے کو ناجائز سمجھتے ہیں، یہ عقیدہ غلط ہے، علماء نے اس کی تردید کی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ص۲۹۸ ج۴)

مسئلہ عقیقہ کی نیت سے قربانی کے جانور میں حصہ خریدنے سے کچھ خرابی نہیں ہوتی۔اور ساتویں دن کی رعایت محض مستحب ہے جیسا کہ نفسِ عقیقہ مستحب ہے، لہٰذا اگر ذبح کے دن ساتواں دن نہ ہو، اور نیت عقیقہ کی کرلی تب بھی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مصالح ساتویں روز کے بیان فرمائے ہیں ان کا مقتضیٰ بھی یہی ہے۔

(فتاویٰ محمودیہ ص۳۲۲ جلد چہارم)

مسئلہ شادی، نکاح وختنہ اور عقیقہ وغیرہ میں کسی قسم کے باجے کی اجازت نہیں ہے۔

(عزیز الفتاویٰ ص۷۳۹ ج۱)

عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت کی دعاء

سوال عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت کونسی دعاء پڑھی جائے؟

جواب عقیقہ کے جانور کو ذبح کرتے وقت (اگر یاد ہو تو) یہ دعاء پڑھے:۔اللّٰھم ھٰذہٖ عقیقۃ ابنی (بچہ کا نام) دمھا بدمھا وعظمھا بعظمہ وجلدھا بجلدہ وشعرھا بشعرہ اللّٰھم اجعلھا فداء لابنی (لڑکے کا نام لے)۔

نوٹ: لڑکے کا عقیقہ ہو تو ضمیر کو بجائے مذکر کے مؤنث بنادے جیسے اللّٰھم ھٰذہ عقیقۃ بنتی (لڑکی کا نام لے) دمھا وعظمھا بعظمھا وجلدھما بجلدھا وشعرھا بشعرھا۔ اللّٰھم اجعلھا فداء لبنتی (لڑکی کا نام لے)۔ اگر باپ کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی ذبح کرے تو توابنی یا بنتی کی جگہ اوراس کے باپ کا نام لے۔ دعاء مذکورہ کے ساتھ انی وجھت وجھی للذی فطرالسمٰوٰت والارض حنیفاً وما انا من المشرکین۔ تک پڑھے اور اللّٰھم منك ولك پڑھ کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۹۳ ج۲)

نوٹ: ذبح کرتے وقت دعاء اگر یاد ہو تو پڑھے ضروری نہیں، بغیراس کے بھی جائز ہے لیکن بسم اللہ اللہ اکبر کو نہ چھوڑے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

ولیمہ میں عقیقہ کا گوشت استعمال کرنا

سوال: ایک شخص شادی کے موقع پر عقیقہ کرتا ہے اور دعوت میں عقیقہ کا گوشت استعمال کرتا ہے، عرفاً لوگ اس موقع پر چڑھاوا (تحفہ) دینے کے عادی ہیں اور مدعو بھی چڑھاوا دینا ضروری سمجھتا ہے، تو ایسی صورت میں عقیقہ کا گوشت دعوت (ولیمہ) میں کھلا سکتے ہیں یانہیں؟

جواب: عقیقہ کا گوشت بلا کسی عوض کے مفت کھلانا چاہئے۔ شادی کی تقریب میں چونکہ کھانا کھلا کر چڑھاوالیا جاتا ہے، اس لیے عوض بدلہ کا شبہ ہوتا ہے، لہٰذا بچنا چاہئے۔ ہاں جس دعوت میں چڑھاوالینے کا دستور نہیں ہے، کھلانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

شادی کی دعوت میں عقیقہ کا گوشت کھلانے کا رواج (دستور) ہوجانے میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ استحباب کی رعایت نہ ہوگی۔ مستحب یہ ہے کہ ساتویں روز عقیقہ ہو، اور تیسرا حصہ غرباء کو دیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۱۷۲ ج۶)

مسئلہ: بعضوں نے لکھا ہے کہ عقیقہ کے چمڑے (کھال) کی وہ اہمیت نہیں ہے جو قربانی کے جانور کے چمڑے کی ہے۔ لیکن اسے غرباء ہی کو دیا جائے۔ اس کی قیمت سے نکاح خوانی کا رجسٹر نہ خرید اجائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ص۱۷۳ ج۶)

Marfat.com

عقیقہ کی رسمیں

عقیقہ کے روز لڑکے کے لیے دو بکرے یا دو بکری اور لڑکی کے لیے ایک بکرا یا بکری ذبح کرنا اور اس کا گوشت کچا یا پکا کر تقسیم کر دینا اور بالوں کے برابر چاندی وزن کر کے (یا اس کی قیمت) خیرات کر دینا اور سر مونڈانے (بال اتروانے) کے بعد زعفران بچہ کے سر میں لگا دینا۔ بس یہ باتیں تو ثواب کی ہیں، باقی جو فضولیات اس میں نکالی گئی ہیں وہ دیکھنے کے قابل ہیں، (یعنی نہیں کرنی چاہئیں)۔

۱) برادری اور کنبے کے لوگ جمع ہو کر سر منڈانے کے بعد کٹوری میں بعض جگہ سوپ میں جس میں کچھ اناج بھی رکھا جاتا ہے کچھ نقد ڈالتے ہیں جو نائی یعنی بال کاٹنے والے کا حق سمجھا جاتا ہے اور یہ اسی گھر والے کے ذمہ قرض سمجھا جاتا ہے کہ ان دینے والوں کے یہاں کوئی کام (خوشی، تقریب) پڑے جب ادا کیا جائے (جس کی خرابیاں بہت سی ہیں)۔

۲) بہن وغیرہ (دھیانیاں) یہاں بھی وہی اپنا حق جو سچ پوچھو نا حق ہی لیتی ہیں، جس میں کافروں کی مشابہت کے سوا اور بھی کئی خرابیاں ہیں مثلاً دینے والے کی نیت خراب ہونا، کیونکہ یہ یقینی بات ہے، بعض وقت گنجائش نہیں ہوتی اور دینا گراں گذرتا ہے، مگر صرف نہ دینے میں شرمندگی ہوگی اور لوگ مطعون کریں گے مجبور ہو کر دینا پڑتا ہے، اسی کو ریا و نمود کہتے ہیں اور شہرت و دکھلاوے کے لیے مال خرچ کرنا حرام ہے۔

۳) ان رسموں کی پابندی کی مصیبت میں کبھی گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے عقیقہ موقوف رکھنا پڑتا ہے اور مستحب کے خلاف کیا جاتا ہے بلکہ بعض جگہ تو کئی کئی سال بعد عقیقہ ہوتا ہے۔

۴) ایک رسم یہ بھی ہے کہ جس وقت بچے کے سر پر اُسترا رکھا جائے، فوراً اسی وقت بکرا ذبح ہو، یہ بھی محض لغو (غلط بات ہے) شریعت میں چاہے سر مونڈنے کے کچھ دیر بعد ذبح کرے یا ذبح کر کے سر مونڈے سب درست ہے غرض اس دن دونوں کام ہو جانے چاہئیں۔ (اگر بال پہلے کٹوادے اور عقیقہ بقر عید میں حصہ لے کر یا پورا جانور لیا تب بھی جائز ہے۔ غرض یہ کہ دونوں کا ایک ساتھ سمجھنا غلط ہے۔ محمد رفعت قاسمی غفرلہٗ)۔

Marfat.com

۵) ایک رسم یہ بھی ہے کہ عقیقہ کے جانور کا سر نائی کو اوران دائی کو دینا ضروری سمجھنا بھی لغو ہے۔ چاہے دو یا نہ دو، دونوں اختیار ہیں، پھر اپنی من گھڑت بات سے کیا فائدہ۔ ران نہ دو، اس کی جگہ گوشت دے دو تو اس میں کیا نقصان ہے۔

۶) بعض جگہ یہ بھی دستور ہے کہ عقیقہ کے جانور کی ہڈیاں توڑنے کو برا جانتے ہیں دفن کردینے کو ضروری سمجھتے ہیں یہ بھی محض بے اصل بات ہے۔

(بہشتی زیور ص ۱۳ ج ۶ بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۳۶۲)

بچہ کی تقریب میں جو دیا جاتا ہے اس کا حکم

مسئلہ ختنہ وعقیقہ وغیرہ کسی تقریب میں چھوٹے بچوں کو جو کچھ دیا جاتا ہے اس سے خاص اس بچہ کو دینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ماں باپ کو دینا مقصود ہوتا ہے اس لیے وہ سب نیوتہ یعنی بچہ کی خوشی میں آئی ہوئی چیزیں اور نقد روپیہ بچہ کی ملکیت نہیں بلکہ ماں باپ اس کے مالک ہیں جو چاہیں کریں اختیار ہے۔

البتہ اگر کوئی شخص خاص بچہ ہی کو کوئی چیز دے (دینے والے کی نیت بچہ کو ہی دینے کی ہے، والدین سے بدلہ لینے کی نہیں ہے) تو پھر وہی بچہ اس کا مالک ہے، اگر بچہ سمجھدار ہے تو خود اس کا قبضہ کرلینا کافی ہے، جب قبضہ کرلیا تو مالک ہوگیا۔ اگر بچہ قبضہ نہ کرے یا قبضہ کرنے (یعنی لینے) کے قابل (لائق) نہیں ہے تو اگر باپ ہو تو اس کے قبضہ کرلینے سے اور اگر باپ نہ ہو تو دادا کے قبضہ کرلینے سے بچہ مالک ہوجائے گا۔

مسئلہ اگر باپ دادا بھی موجود نہ ہوں تو وہ بچہ جس کی پرورش میں ہے اس کو قبضہ کرنا چاہیے اور باپ دادا کے ہوتے ہوئے ماں، نانی، دادی وغیرہ اور کسی کا قبضہ کرنا معتبر نہیں۔ (یعنی لے لینا درست نہیں)۔

مسئلہ اگر باپ یا باپ کے نہ ہونے کے وقت دادا اپنے بیٹے پوتے کو کوئی چیز دینا چاہے تو صرف اتنا کہہ دینے سے ہبہ صحیح ہوجائے گا کہ میں نے اسکو یہ چیز دے دی۔

باپ دادا نہ ہو اس وقت ماں بھائی وغیرہ بھی اگر بچہ کو کچھ دینا چاہیں اور وہ بچہ ان کی پرورش میں بھی ہو۔ ان کے اس کہہ دینے سے بھی بچہ مالک ہوگیا کسی کے قبضہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

Marfat.com

مسئلہ جو چیز نابالغ کی مِلک ہو، اس کا حکم یہ ہے کہ اسی بچہ ہی کے کام میں لگانا چاہئے، کسی کو اپنے کام میں لانا جائز نہیں۔ خود ماں باپ بھی اپنے کام میں نہ لائیں، نہ کسی اور بچہ کے کام میں لگائیں۔

مسئلہ اگر ظاہر میں بچہ کو دیا مگر یقیناً معلوم ہے کہ منظور تو ماں باپ ہی کو دینا ہے (صرف بچہ کی تقریب کا بہانہ ہے اور اکثر بچہ کے نام پر ہی والدین کو دینا مقصود ہوتا ہے، پھر وہ والدین کسی موقع پر اس کا بدلہ کرتے ہیں) مگر اس چیز کو حقیر سمجھ کر بچے ہی کے نام سے دے دیا تو ماں باپ کی مِلک ہے، وہ جو چاہیں کریں، پھر اسمیں دیکھ لیں کہ اگر ماں کے علاقہ (رشتہ وتعلق) داروں نے دیا ہے تو ماں کا ہے، اگر باپ کے علاقہ (تعلق ورشتہ داروں نے دیا ہے تو باپ کا ہے۔

(بہشتی زیور ص ۴۶ ج ۵، بحوالہ درمختار ص ۱۶۰ ج ۲ وشامی ص ۸۴۷ ج ۴)

تمت بالخیر

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم (الحكيم) (احقر محمد رفعت قاسمی)

.... ☐ ☐ ☐ ....

(مکمل و مدلل)

مجموعہ رسائل

حضرت مولانا رفعت قاسمی

استاد دارالعلوم دیوبند

مسائل شب برات و شب قدر / مسائل روزہ / مسائل اعتکاف / مسائل عیدین و قربانی

مکتبہ خلیل
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور فون: 7321118

Marfat.com